تعلیم الاخلاق

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ فیلو الہ آباد

یونیورسٹی

سنہ ۱۸۹۲ع

مطبع چشمۂ فیض دہلی مین باہتمام منشی محمد عطاء اللہ مطبوع ہوئی

پہلی دفعہ ۵۵۰ جلد

قیمت فی جلد ۸

سے مضامین انتخاب کرکے تحریر کیں جنکے مضامین گیارہ سو ورقوں میں [illegible]
ازاں تین سالے تعلیم الاخلاق تعلیم الخصال تعلیم الافہام
لکھے ان کتابوں کی تحریر کے لئے علاوہ اس مصالحے کے جو اُن کے واسطے کئی برس
برس کے مطالعہ کتب اخلاق سے جمع ہوا تھا کتب مفصلۂ ذیل کے مطالعہ کرکے اور مصالح
اضافہ کیا۔ سائم صاحب۔ اور لتھبرج صاحب کی موریل ریڈر جو حسب منشا ریزولیوشن مذکور
تالیف ہوئیں اور سمائلز صاحب کی تصنیفات جو ایسی نامور ہیں کہ یورپ کی کل زبانوں میں ترجمہ
ہوگئی ہیں مجھے ان کتابونکی تصنیف میں یہ خیال نہیں آیا کہ مدارس سرکاری کے اندر درس و
تدریس میں وہ داخل ہو جائیں گی۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ میرے قدرشناس افسر جنسے کہ میں اس
مہربانی کی توقع کرسکتا تھا اُن میں سے اکثر عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے یا اپنے وطن کو
تشریف فرما ہوئے۔ سارے ہندوستان میں کوئی انگریزی افسر سررشتہ تعلیم میں نہیں ہے کہ جو میرے
حال سے ایسا واقف ہو کہ وہ مجھپر مہربانی کرکے ان کتابوں کو نظر التفات سے دیکھے مگر مجھکو
یہ یقین ہے کہ ان کتابوں کو بہت سے طلبہ خواہ کسی مدرسہ و مکتب کے اور کسی مذہب کے ہوں ضرور
مطالعہ کرینگے اور ان کتابوں میں اگر کوئی اصلی لیاقت و خوبی ہوگی تو وہ ضرور ان سے
مستفید و مستفیض بھی ہونگے +

دیباچہ تعلیم الاخلاق

کُل ارباب عقل و مذہب کا اسپر اتفاق ہے کہ کل علوم میں علم اخلاق اشرف ہے اور وہی جمیع
مقاصد علمیہ و مطالب حکمیہ کا مقصود بالذات ہوتا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ وہی مدارس سرکاری میں
علماً و عملاً منسوخ ہے۔ گو مدارس سرکاری کی تعلیم دماغ کو علم کی روشنی سے منور کرتی ہے مگر اخلاق کے زیور سے
وہ معرا رہتا ہے۔ تعلیم فقط اسی کا نام نہیں ہے کہ دانائی کی افزائش ہو بلکہ اسکے ساتھ حسن خلق کا
پیدا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ دانائی بغیر حسن خلق کے جھوٹی ہے اور حسن خلق بغیر دانائی کے
مصنوعی عادت ہے اسلئے اخلاق کی تعلیم ضرور ہے جو یہ بتلائے کہ کس طور سے دل

Marfat.com

رذائل یعنی برائیاں زائل ہوتی ہیں اور کیونکر اس میں فضائل یعنی بھلائیاں داخل ہوتی ہیں
اور وہ یہ بھی سکھلائے کہ انسان بقدر اپنی تاب و تواں کے کسقدر مہذب الاخلاق ہو سکتا ہے
اور اپنے خالق کے اخلاق کی پیروی کر کے اُس حضرت وحب کے ساتھ تشبہ پیدا کر سکتا ہے
اخلاق کی تعلیم ان چار باتوں پر موقوف ہے اول انسان اپنے تئیں پہچانے دوم اپنی ذات کے حقوق
پہچانے سوم اور مخلوق کے حقوق کو سمجھے چہارم اپنے خالق کے حقوق جانے اسی لئے
اس کتاب کو اسم با مسمیٰ بنانے کے لئے چار بابوں میں تقسیم کیا۔ اول باب میں یہ ذکر ہے کہ
سب سے پہلے اپنے آپ کو جاننا ضروری ہے جو اپنے آپ کو نہیں پہچانے گا وہ غیر کو کیا جانے گا
سب سے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی سرشت و نژاد میں خداتعالیٰ نے کونسے قوا ایسی رکھے
ہیں کہ جن سے وہ افعال نیک و بد کو ترک و اختیار کر سکتا ہے۔ باب دوم میں یہ مذکور ہے کہ جب آدمی
اپنے تئیں پہچاننے لگے تو یہ جانے کہ میری اپنی ذات کے حقوق اُس پر کونسے واجب الادا
ہیں چہارم خالق کے حقوق اُس پر کونسے ہیں جنکا ادا کرنا اُس پر فرض ہے۔ ان سب بابوں کے
پڑھنے سے یہ سمجھ جائینگے کہ انسان دنیا میں کس کام اور کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور
کن چیزوں میں اسکی برائی بھلائی خوشدلی و رنج روحانی ہیں +

باب اول

اپنے آپ کا پہچاننا کہ انسان کی سرشت میں کونسے قوا ہیں کہ جنکے سبب سے وہ اپنے
میں نیک و بد خصائل پیدا کر سکتا ہے +

(۱) سرشت انسانی

(۱) اس پیکر انسانی میں دو شی ہیں ایک جسم دوسری جان۔ اسمیں ایک عیاں دوسری نہاں
سمجھنا نہیں دونوں کا آسان جسم عیاں ہے وہ ہڈیوں کا ڈھانچ ہے جو جوڑوں سے پیوستہ اور اعصاب سے
وابستہ ہے اور اُسپر پوست ہے پوست کے نیچے گوشت ہے گوشت میں نسوں اور رگوں کا جال پھیلا ہوا
ہے جال کے اندر خون کی ندیاں سب طرف رواں ہیں۔ ان ندیوں کا سرچشمہ دل ہے

Marfat.com

دل خون کا مخزن ہے اسکے ہمسایہ میں پھیپھڑا ہے جس نے سانس کی [illegible]
گورکھ دھندا لگا رکھا ہے اسکے پاس معدہ و جگر ہیں جو غذا کو تحلیل کرتے ہیں اسکے بعد [illegible]
ہیں و ثقل کو نکال کر باہر پھینک دیتی ہیں سب سے اوپر سر میں دماغ ہے جو حواس خمسہ (آنکھ۔ کان۔
ناک۔ زبان۔ ہاتھ) کے آلات سے عجیب عجیب کام کرتا ہے غرض یہ جسم انسانی بھی عجب کیف عنصری
اور معجون ہیولانی ہے کہ اُس کے ہر جزو میں جناب باری کی وصنعت کاری تعجب خیز اور حیرت انگیز
نظر آتی ہے کہ دنیا میں کسی اور شئی میں نہیں دکھائی دیتی ہے۔ انسان میں جسم کی مادی کل کے سوا ایک
اور شئی مخفی ہے جسکو روح۔ رواں۔ نفس ناطقہ۔ جان سب جو چاہو سو کہو یہ سب الفاظ مترادف ہیں
ان کے معانی ایک ہی ہیں کبھی اپنی زبان کے محاورے کے موافق دل۔ جی۔ من بولتے ہیں
اور اس سے روح مراد لیتے ہیں جیسے یہ کہیں کہ جی میں۔ من میں۔ دل میں ارادہ آیا تو اس سے مراد وہی روح یا
نفس ناطقہ ہے۔ جسم کو تو یہ چشم سر دیکھتی ہے مگر روح ایسے پردوں میں مخفی بیٹھی ہے کہ جسکے اندر ان
آنکھوں کے پردے کچھ کام نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی انسان کی صرف صورت ظاہری کو دیکھ کر اسکی اصلی
حالت و قسمت کو سمجھنا چاہئے تو وہ مغالطہ کھائیگا اسلئے کہ انسان کیلئے اس عالم ظاہری کے سوا
ایک اور وسیع عالم باطنی بھی ہے جسکے سامنے زمین ایسی ذرہ مثال ہے جیسی کہ وہ فضاء آسمانی میں ہے
فضاء روحانی کی وسعت بے پایاں کا دائرہ ایسا فراخ ہے کہ تین سو ساٹھ درجوں میں تقسیم ہی نہیں ہو سکتا
قوس کے درجے جسم انسانی کا اندازہ بتا سکتے ہیں مگر اس کے روحانی حصہ کو نہیں ناپ سکتے اگر فضاء
عالم ظاہری کی تحدید ہونی ممکن ہے مگر اس روحانی فضاء کی حد بندی ممکن نہیں۔ یہ گوشت جسم
انسانی کو گھیرے ہوئے ہے روح کو مقید نہیں کر سکتا۔ انسان کو جہان مختصر کہتے ہیں مگر اسکی روح
کے سامنے دونو جہان مختصر ہیں یہ وسعت بے پایاں روح میں کیوں نہ ہو۔ وہ اس ذات باری
کے بحر ناپیدا کنار کا نکلا ہوا موتی ہے۔ وہ ایسے آشیان بے منتہا کا طائر ہے۔ وہ انوار الٰہی کا ایک ذرہ
ہے جو ماہ و مہر و عناصر سے پہلے پیدا ہوا ہے۔ وہ ایسا کوکب سورج کے سامنے جسکا [illegible]
اسی کو حاصل ہے جسمیں خدا سماتا ہے۔

شعر

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے	میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

(۲) جسم انسانی کی قدر و منزلت خواہ کیسی ہی کی جائے۔ مگر وہ روح کے مقابلہ میں کچھ ہستی نہیں رکھتا۔ جسم کا خمیر خاک ہے۔ انسان خوب جانتا ہے کہ یہ جسم میرا ہے۔ مگر میرا آپا نہیں ہے وہ نہیں میرا آپا یعنی خودی میری روح ہے وہ ہر حال میں ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے خواہ بدمستی و ہشیاری ہو خواہ صحت و بیماری ہو جسم کے بدلنے سے اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ خواہ ناک اڑا کے نکٹا بناؤ۔ کان کاٹ کے بوچا بناؤ۔ ہاتھ پاؤں قطع کرکے لونہڑا بناؤ۔ ان سب حالتوں میں میری خودی میں بال برابر بھی فرق نہیں آتا۔ وہ بدستور اپنے حال پر رہتی ہے۔ جسم کے اجزا تو ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ چند سال میں بالکل بدل جاتے ہیں مگر اسکے میری خودی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ بچپنے سے لیکر مرتے دم تک میں اپنے تئیں جانتا ہوں کہ میرا آپا وہی ہے جو تھا۔ آدمی کو بالکل یقین ہے کہ میری ہستی صرف اس ظاہر کے بدن کا ہونا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر کا بدن تو مردہ کے بھی ہوتا ہے۔ مگر اس میں جان نہیں ہوتی جسکے بغیر وہ مردا رہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند کرکے تن بدن کو بھول جائے اور آسمان و زمین کو اور اُسکے درمیان جو آنکھوں کو دکھائی دیتا ہے وہ بھی فراموش خاطر ہوجائے تو بھی اسکو اپنے ہونے میں شک نہیں ہوگا۔ اور اپنے آپ کو جانے گا کہ وہ برقرار ہے گو وہ سب کچھ بھول گیا ہو۔ یہ جسم اصلی انسان یعنی روح کا لباس ظاہری ہے اور اسکے رہنے کا خاکی مکان ہے جسمیں بس کر وہ حواس کے ذریعہ سے سارے عالم کی سیر کرتی ہے۔ لباس کے بدلنے سے شخص نہیں بدلتا۔ مکان کے بدلنے سے مکین نہیں بدلتا۔ ایسے ہی میرے جسم کے بدلنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں ہوتا۔ گو یہ امر نہایت حیرت انگیز ہے مگر اسکے سچ ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں کوئی شخص نہ جانے کہ فقط یہ پوست و گوشت جسکی رگوں میں لہریہ دار نہریں رواں اور ان میں ارغوانی دھاریں رواں ہیں میری خودی یعنی آپا ہے۔ آپا تو میرا ان بہتی نہروں سے ایسا ہی جدا ہے جیسا کہ تیراک دریا کے پانی سے جدا ہوتا ہے یا جیسے کہ نغمہ پرداز سازوں سے یا کاتب کا ہاتھ جسمیں قلم ہو کتابت سے علیحدہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کا تغیر کوئی تبدل روح میں پیدا نہیں

(۳۲) روح یا نفس ناطقہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ ہمارے کسی حس جسم کی طرح محسوس نہیں ہوتا اور ہم کو دکھائی نہیں دیتا لیکن وہ کام ایسے بڑے بڑے کرتا ہے کہ علم حاصل کرتا ہے تصور کرتا ہے اور ارادہ کرتا ہے ان کاموں کو دیکھ کر اس کے خود نہ دکھائی دینے سے یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ کہیں اسکا وجود نہیں ہے۔ گو چشم سر اسے نہ دیکھ سکے مگر بصیرت عقل تو اسکو صاف دیکھتی ہے گو آدمی کے خیالات اور تحریکیں ہر وقت بدلتی رہتی ہیں لیکن آج تک یہ شبہ کبھی نہیں پیدا ہوتا کہ میرا اپنا آپا بدل گیا۔ پس اس سے زیادہ کیا دلیل اسکی ذات کے موجود ہونے کی ہوگی کہ خفتہ خواب میں بیدار بیداری میں مست بدمستی میں ہوشیار ہوشیاری میں اور سب چیزوں سے غافل ہو سکتا ہے مگر اپنے آپ سے غافل نہیں ہوتا۔ کوئی اپنے تئیں نہیں بھولتا اور کسی کو یہ شبہ نہیں ہوتا کہ جسم میری جان ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مستقل شئی غیر متغیرہ کیا ہے۔ ہم اس کا حال سوا اس کے کچھ نہیں جانتے کہ وہ کوئی ایسی شئی ہے کہ محسوسات و معقولات کا ادراک کرتی ہے علم حاصل کرتی ہے ارادہ کرتی ہے ہم اسکا اکثر مقام سر میں دماغ کے اندر بتلاتے ہیں اس واسطے کہ تمام جسمانی حاجتوں کا مرکز دماغ ہے۔ مگر یہ بھی تحقیق نہیں بعض محقق اس زمانہ میں نفس ناطقہ اور دماغ میں تمیز نہیں کرتے عقلی کاموں اور دماغ میں بڑا تعلق ہے۔ اکثر امراض دماغی سے عقلی کام معطل یا مختل ہو جاتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم ظاہری کی جو خارجی تحریکیں ہیں وہ دماغ پر موقوف ہیں مگر انکے سوا اور عقلی کام ہیں جیسے کہ یاد رکھنا سوچنا۔ استدلال کرنا وہ کسی جسمانی حالات پر منحصر نہیں ایک محقق کی رائے یہ ہے کہ یہ سارے کام شدومد کے ساتھ بغیر کسی مادی اشیا کے جسمیں دماغ بھی شامل ہے جاری رہتے ہیں اسلئے نفس ناطقہ دماغ نہیں ہے نہ وہ کوئی اور شئی مادی ہے اسلئے کہ مادہ اس قانون کا تابع ہے کہ ایک شئی ماقبل کا مابعد ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے خشک بارود بھری ہوئی بندوق میں جب شتابہ کو آگ لگاؤ گے تو آواز ہوگی۔ اب روح اس قاعدہ کی تابع نہیں وہ آزادی کے قانون کی تابع ہے ہر وقت اسکو اختیار ہے جو چاہے سوچا کرے وہ

قوائے ملکیہ کی پابند ہیں۔ سچ یہ ہے کہ عموماً حقائق کونیہ کا خصوصاً حقیقت جامعہ کاملہ آدمی کا دریافت کرنا سب کاموں سے زیادہ دشوار ہے۔ اسکے باب میں اہل حقیقت و ارباب طریقت اپنی صفائی سیرت اور لطف طبیعت کے موافق جو امور انکو متیقن اور مضنون ہوتے ہیں ان میں مختلف طور سے سخن آرائی کرتے ہیں کوئی اس عالم ظاہری کو مظہر روحانی بتاتا ہے۔ کوئی روح کو کہتا ہے کہ وہ جسم سے پیدا ہوئی مگر زیادہ تر محقق یہ کہتے ہیں کہ نہ ہم مادہ کی حقیقت سے آگاہ نہ روح کی ماہیت سے ماہر۔ مگر دونوں کے خواص ایسے جانتے ہیں کہ جنسے یہ صاف تحقیق ہوتا ہے کہ نہ روح جسم ہے نہ مثل جسم ہے نہ جسمانی ہے۔ نہ جسم روح ہے نہ مثل روح ہے نہ روحانی ہے۔ ہمارے سارے مسائل جو آیندہ بیان کریں گے۔ زیادہ تر مبنی اسپر ہیں کہ نفس ناطقہ غیر مادی ہے۔ اس وقت یہ مان لینا بھی کافی ہوگا کہ نفس ناطقہ اپنی ذات سے محسوسات اور معقولات کا ادراک کرتا ہے۔ علم حاصل کرتا ہے۔ استدلال کرتا ہے۔ ارادہ کرتا ہے۔ اس بدن محسوس میں جس کو انسان کہتے ہیں تدبیر و تصرف بذریعہ آلات اور قوی کے کرتا ہے۔ انسان کی اصل حقیقت وہی ہے۔

(۴) اس نفس ناطقہ میں دو طرح کے قوا ہیں ایک وہ جو مدرک علوم ہیں جنکو ہم قوائے علمیہ کہتے ہیں دوسری وہ قوتیں ہیں جو اعمال کے لئے محرک بالفعل ہوتی ہیں انکو قوائے خلقیہ یا قوائے عملیہ کہتے ہیں۔ پس تعلیم کی شرافت اور فضیلت انہیں دونو قوا کی تقویت دینے پر موقوف ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہمارے تعلیم کا حال یہ ہے کہ سارے امتحان مقابلے کے ہوتے ہیں۔ انمیں پاس ہونے کے لئے ہمارے کالج اور اسکول ہمارے ذہن میں واقعات نفس لامر یہ اور اشکال ریاضیہ ایسے ٹھوس ٹھوس کر بھر دیتے ہیں کہ انکی گرانی کے ہم متحمل نہیں ہوتے یہ تعلیم ہماری قوائے عقلیہ کو بجائے توانا کرنے کے ضعیف و ناتوان کرتی ہے۔ یہ تو قوائے علمیہ کے ساتھ اس کا سلوک ہے قوائے عملیہ سے اسکو کچھ سروکار نہیں۔ ہمارے واسطے جیسی عقلی تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اخلاقی تعلیم و تادیب کی حاجت ہے جیسی کہ تعلیم سے قوائے عقلیہ میں ایک ملکہ پیدا ہوتا ہے جس سے وہ مستحکم ہوتی ہیں۔ ایسی ہی تادیب و تہذیب سے قوائے عملیہ میں ملکۂ اخلاق

پیدا ہوتا ہے جیسے انکی استواری اور پائداری ہوتی ہے ویسے ہی ...
ہیں ایسے ہی حسن خلق کے زیادہ ہونے سے نفعے ملتے ہیں۔

(۵) انسان کیلئے خدا تعالیٰ نے دو عالم پیدا کئے ہیں ایک عالم تو وہ ہے جو آنکھوں کو نظر آتا ہے اُس کو عالم ظاہری یا صوری یا جسمانی یا مادی یا ناسوت کہتے ہیں دوسرا عالم جو دل کی آنکھ کو دکھائی دیتا ہے اُس کو عالم باطنی یا معنوی یا روحانی یا لاہوت کہتے ہیں عالم جسمانی میں تمام قوانین اور آئین مادی جاری ہیں اُسکے انتظام کو جسمانی سلطنت یا گورنمنٹ کہتے ہیں اسی طرح عالم باطنی معنوی یا روحانی احکام سے انتظام ہو رہا ہے اور اس میں قوانین آئین جاری ہیں اُسکو اخلاقی سلطنت یا گورنمنٹ کہتے ہیں اسکا مدبر و فرمانروا خلق ہے اور اُسکا بڑا اہلکار پیشکار انسان ہے اسی سبب انسان کیلئے اُسکے اعمال و افعال کی بازپرس اور جوابدہی لازم ہوئی ہے انسان کے گرد جتنی اشیا ہیں اُن سے وہ کچھ نہ کچھ خاص تعلقات رکھتا ہے ایک تعلق اس کا ہر نفس کے ساتھ بالانفراد ہے دوسرا تعلق شارکت کا ایک جماعت کے ساتھ اس شارکت کی یہ صورتیں ہیں اول ایک گھر میں ہو۔ دوم شہر و ملک و اقلیم میں ہو۔ ہر انسان عنایت و شفقت و احسان کرنے پر مجبور کیا گیا ہے پھر ہر فرد بشر کا تعلق اپنے خدا کے ساتھ ہے جو اسکا خالق و رازق ہے اور اس نے اس دنیا کو اسکے لئے مزرعۃ الآخرہ بنایا ہے غرض ادھر قواء عقلیہ انسان کو سمجھاتی ہیں کہ اسکے ذمے فرائض کیا ہیں ادھر قواء عملیہ اعمال کی جوابدہی اور بازپرس سے ڈراتے ہیں ہر انسان پر یہ فرض عظیم ہے کہ وہ ان دونو قواء عقلیہ عملیہ کے اصول کو ایسا نشو و نما دے کہ جس سے وہ اعلیٰ درجہ کا دانا اور دوراندیش و پاک طینت و مقدس و بزرگ ہو جائے۔ وہ یہ خوب سمجھ لے کہ جیسی مجھے اپنے دماغ کی اصلاح قواء عقلیہ کی تقویت کیلئے ضروری ہے اس سے زیادہ تر قواء عملیہ کی تکمیل سے دل کی فلاح لازم ہے پس یہی اصل اصول انسان کا مالک اور فرمانروا ہے اگر وہ صحیح و درست ہے تو سارے افعال ہمارے بخیر و خوبی انجام پائینگے اور اگر وہ غلط و ناقص ہے تو سارے اعمال ہمارے تباہ و خراب ہیں نفس کو وہ اطمینان و راحت جس ...

Marfat.com

اضطراب دور ہو وہ نہ بڑے لمبے چوڑے خطابوں اور القابوں سے حاصل ہو نہ یہ اطمینان قلب دولت کی کثرت سے گو وہ لندن بنک کی برابر کیوں نہ ہو مول لیا جا سکتا۔ آدمی خواہ کیسا ہی مال سے مالا مال ہو عاقل فرزانہ ہوشمند دانا ہو اگر اُس کا دل سعادت و خیر سے خالی ہو تو پاجی و ذلیل ہے۔ نیک اخلاقی سے انسان میں ہر قسم کی بزرگی اور عظمت پیدا ہوتی ہے جو آدمی نیک اخلاق نہیں اُنکے کارہائے عظیم جنکی معراج پر وہ عروج کرتے ہیں اور زیادہ اُنکی بدافعالی کو چمکا کر آشکارا کر دیتے ہیں۔ نپولین بونا پارٹ جسکی سطوت اور تسلط نے مغربی ممالک میں تہلکہ عظیم مچایا تھا وہ ایک مشہور مثال طاقت انسانی کی فوق العادت ہونے کی ہے یعنی ایسی قوت جو شاذ و نادر ہی انسان میں ظاہر ہوتی ہے وہ انسانیت کی عظمت سے خالی تھی یہ کوئی نہیں کہتا کہ نپولین بہادر نہ تھا۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ اسے اپنی ساری توجہ ملک گیری اور ہنگامہ جنگ و پیکار کرنے میں اس طرح صرف کی کہ عظمت و شان و شکوہ حاصل ہو اور کسی موقع پر وہ سب سے بڑی خوبی اور نیکی نہیں دکھائی جو بغیر خودغرضی اور خودمطلبی و خودکامی کے ہوتی ہے (بے غرض کا خلق باید ساخت) اسلئے نیک اخلاقی کے اعتبار سے اسکی موت ایک مفلس غریب کی موت سے بھی بدتر تھی۔ فردوسی شاعر جسکو شاہنامہ نے شہنشاہ سخن بلکہ خدائے سخن کا خطاب دلایا۔ اس نے محمود غزنوی کے ساتھ سخن فروشی میں داد و ستد کی گفتگو کی۔ پہلے طمع زر سے مدح سرائی کی اور پھر جب دولت ہاتھ نہ آئی تو ہجو کہی۔ جسکے یہ دو شعر شاعر کو خود ذلیل کر رہے ہیں اور اسکی پست فطرتی بدطینتی پر شہادت دے رہے ہیں شاعر نے سلطان محمود کی ہجو میں کہے تھے مگر اسکی خباثت طینت نے ان کو اسکی اپنی ہی ہجو بنا دیا۔ **اشعار**۔

اگر مادر شاہ بانو بدے — مرا سیم و زر تا بزانو بدے

چو اندر تبارش بزرگی نبود — نیارست نام بزرگان شنود

خلاصہ یہ ہے کہ نہ دولت کی نہ طاقت کی نہ ہوشیاری و دانائی کی نہ صحت و تندرستی کی

Marfat.com

ایسی ضرورت ہی جیسی کہ نیت بخیر و نیک عمل بھی کی حاجت ... پیدا کرتی ہی۔ اسی سے اس ساری کتاب میں بحث ہی۔

تنبیہ ہم نے اوپر کئی جگہ لفظ اخلاق کا استعمال کیا ہی اور آیندہ بھی لکھینگے۔ اس لیے اس معنی کی توضیح کے ساتھہ نیچے لکھتے ہیں۔ اخلاق جمع خلق کی ہی اور خلق کی تعریف یہ ہی کہ وہ ایک ہیئت راسخہ نفس میں ثابت ہو کہ جس سے افعال بآسانی بلا فکر و تامل صادر ہوں وہ عقلاً محمود ہوں تو اس ہیئت کا نام خوش خلقی یا حسن خلق ہوتا ہی اور اگر اُس سے برے افعال صادر ہوں تو اس ہیئت کا نام بدخلقی یا سوءِ خلق ہوتا ہی ہم نے اس ہیئت کے ساتھہ راسخ اور ثابت ہونے کی قید اس لیے لگائی ہی کہ اگر کسی شخص سے کوئی فعل اتفاقیہ صادر ہو تو وہ خوش خلق نہیں کہلائیگا مثلاً ایک شخص اتفاقاً کسی سبب سے بہت روپے اُٹھا ڈالے تو اس کا خلق سخاوت نہیں کہلائیگا جب تک کہ سخاوت اُسکی خو نہ ہوجائے اور صدور فعل بلا تامل کی قید اسلیے لگائی ہی کہ اگر کوئی شخص بڑے فکر و تردد و تامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصے کو مارے تو اُسکو سخی و حلیم نہیں کہینگے۔ خلق نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا نام ہی۔ ایک اور دوسرا لفظ خلق (خ پر زبر) ہی جو صورت ظاہری کا نام ہی پس جب کسی شخص کو کہتے ہیں کہ وہ خوش خَلق و خوش خُلق ہی تو اس سے مراد یہ ہوتی ہی کہ وہ حسن ظاہری اور حسن باطنی دونو رکھتا ہے +

(۲) قواء عملی نفسانی جو محرک بالعمل ہیں

خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسا نہیں پیدا کیا جیسا کہ شہد کی مکھیوں کے چھتے ہیں کہ مکھیوں کو کہ سارے دن نکمے بڑے دھوپ میں آیندہ کریں اور اپنے تئیں سکھایا کریں بلکہ اُس کو شہد کی مکھی کی طرح پیدا کیا ہی کہ تا دم مرگ کام کے لئے اور زندگی کے بعض بڑے اتفاقیہ جھگڑوں کے چُکانے کے واسطے آمادہ و مستعد و سرگرم رہے۔ بقول کارلائل صاحب کے انسان کا بڑا وحی اعظم یہی اتری ہی کہ تو اپنا کام جان اور اُسکو کر۔ غرض کام کا کرنا انسان کی ...

Marfat.com

ایک قانون ہے اور اسکا فرض ہے۔ اسکے ذمہ اپنے کاموں کی جوابدہی کرنی اور اپنے فرائض کا ادا کرنا واجب ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسکے نفس کو کیا کیا قوتیں اور زور اپنے کاموں کے سرانجام دینے کے لئے عطا فرمائے ہیں اس مضمون کو دو طرح بیان کرتے ہیں اوّل مشرقی خیالات کے موافق طبیعت بشر کو نقص لازم ہے اسکے ازالہ کے لئے وہ کام کرتا ہے۔ جتنی چیزیں کے وہ لائق بنایا گیا ہے سب اُس کے پاس نہیں ہیں اُن کے حاصل کرنے کے واسطے اسکو کام کرنا پڑتا ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے تین قوتیں اُس کے نفس کو دی ہیں جو اس سارے افعال ارادی کی محرک ہوتی ہیں اوّل قوت ادراک معقولات و تمیز مصالح و مفاسد افعال اسکو قوت نطق کہتے ہیں۔ دوم قوت شہوی ہے کہ وہ مبداء ہے جذب منافع و طلب کھانے پینے وغیرہ کی سوم قوت غضبی ہے کہ مبداء ہے دفع مضار و آلام و اہوال اور شوق تسلط و ترفع کا اخیر دو قوتیں حیوان اور انسان میں مشارکت رکھتی ہیں مگر اول قوت مخصوص انسان کے ساتھ ہے۔ قوت ناطقہ کو نفس ملکی اور قوت غضبی کو نفس سبعی اور قوت شہوی کو نفس بہیمی کہتے ہیں۔ کبھی اس مضمون کو اسطرح بیان کرتے ہیں کہ نفس ایک لطیفہ ربانی ہے واقع میں انسان وہی ہے وہ حسب اختلاف احوال صفات مختلفہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے جب شہوات سے مزاحمت کرتے کرتے اسکا اضطراب دور ہو جاتا ہے اور وہ سواء افعال جمیل کے راضی نہیں ہوتا تو اُسکو نفس مطمئنہ کہتے ہیں اور جب سکون کامل نہیں ہوتا مگر نفس ندامت اور ملامت کے ساتھ بدفعلی کے اقدام کو چشم بصیرت میں قبیح دکھلاتا ہے تو اسکو نفس لوامہ کہتے ہیں اور جب نفس ارتکاب شہوات پر حکم کرتا ہے اور اُسپر اصرار کرتا ہے تو اُسکو نفس امارہ کہتے ہیں

اب مغربی خیالات کے موافق نفس انسانی میں جو اصول محرک بالعمل ہوتے وہ یہ ہیں اول شہوات جو انسان کے جسم سے متعلق ہیں دوم خواہشیں یعنی طلب اشیاء اپنی اغراض کے لئے سوم چاہتیں چہارم عقل پنجم کونشنس ششم ارادہ و اختیار۔ اب دفعات ذیل میں ہر ایک کا بیان جدا جدا کیا جاتا ہے انھیں کی اصول کی اصلاح پر انسان کی کامیابی اور ناکامی موقوف ہے۔

Marfat.com

(۲) شہوات ۔ شہوت یا اشتہا کے معنی صرف کسی چیز کے چاہنے کے ہیں ۔ مگر ہم خاص کر
خواہش تن کے لیتے ہیں ۔ یعنی جن خواہشوں میں جسمانی لذائذ حاصل ہوتی ہیں اُن کو شہوات
کہتے ہیں غرض وہ جسم سے متعلق ہیں اسمیں انسان اور حیوان دونو شریک ہیں ۔ وہ بقا
جسم کے لئے ضروری ہیں جیسے بھوک پیاس اگرچہ ہم تحقیق نہیں جانتے کہ بھوک پیاس
کی کیا اصل حقیقت ہی مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمکو ایک الم نا ملائم محسوس ہوتا ہی اور وہ غذا کھانے
سے رفع ہوتا ہی یہی پیاس کا حال ہی کہ تالو اور معدہ اور سارا جسم تری کا طالب ہوتا ہی پانی
پینے سے پیاس بجھہ جاتی ہی پس جب یہ شہوات رفع کر دی جاتی ہیں تو فقط یہی نہیں ہوتا
کہ جو ایک نا ملائم و ناگوار احساس ہوتا تھا وہ رفع ہوجاتا ہی بلکہ اُس کے ساتھہ ایک طرح کا
سرور ہوتا ہی لیکن جب یہ شہوات اپنی قدرتی حد سے تجاوز کرتی ہیں اور ان میں اعتدال
نہیں رہتا تو اُن کے رفع کرنے سے جو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی تھی وہ کم ہوجاتی ہی
یا بالکل جاتی رہتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ گو وہ ہمارے مایحتاج میں داخل تہیں مگر جب وہ
اس سے آگے بڑہیں تو انھوں نے ہمارا سرور بالکل دور کر دیا اور ایک ہوکا اذیت پہنچانے
والا پیدا کر دیا ۔ یہ افراط جسم کے حق میں بھی مضر ہوتی ہی نفس کو بہائم سیرت بنا دیتی ہی پس
اسلئے ہم کو چاہئے کہ ان شہوات کو حد اعتدال میں رکھیں کہ ان سے لذائذ جسمانی حاصل ہوں
ان کو بڑہائیں نہیں کہ وہ بجائے نعمت و رحمت کے زحمت ہوجائیں جب شہوات اپنی حد سے
تجاوز کرتی ہیں اور ان میں افراط ہوتی ہی تو وہ انسان کو ناقص بناتی چلی جاتی ہیں اور حیوانیت
کے اسفل درجہ پر پہنچا دیتی ہیں اور شوق فاسد و میل کاسد اسمیں پیدا کرتی ہیں جو شخص ان
شہوات ردیہ میں پھنس گیا وہ انسانیت کے درجہ سے گر گیا ۔ کوئی بدتر حالت اس سے زیادہ
انسان کے لئے نہیں ہی کہ وہ بہائم سیرت بن جائے اور جانور کی برابر ہوجائے جہانتک ممکن ہو
آدمی کو چاہئے کہ ان شہوات کو مغلوب و معتدل رکھے ۔

(۳) خواہشات و چاہیں خواہش کے معنی کسی چیز کی طرف میلان کرنا یا کسی چیز کی طرف جانا

Marfat.com

چاہت کے معنی کسی شخص کی طرف میلان کرنا طبیعت بشر کو نقص لازم ہی اسلئے وہ اشیا اور اشخاص کا محتاج ہی اپنی اغراض کے لئے اسکو دونو کی طلب ہوتی ہی اور بلے اختیار ان کا طالب ہوتا ہی۔ اگرچہ ہم اشیاء کے خواص جاننے میں غلطی کرتے ہیں مگر جسوقت ہم کو یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ فلاں شی ہمارے لئے ضرور ہی اور اس سے ہم کو منفعت حاصل ہوگی تو اُس کے طالب ہم ہوتے ہیں بعض محققین کا یہ قول ہی کہ انسان کی تمام خواہشوں اور چاہتوں کا مآل یہ ہوتا ہی کہ اپنے مقاصد و مطالب کو حاصل کرکے مسرور و خوش دل ہوں۔ دولت حکومت جاہ و علم پر اُنکا یہ قول صادق آتا ہی اُن کے طالب بہت آدمی ہوتے ہیں مگر انسان اپنی درازی عمر کا بھی طالب ہوتا ہی جسمیں ایک مدت کے بعد سراسر تکالیف و رنج پیش آتے ہیں پس درازی عمر کا چاہنا حصول مسرت کی غرض سے نہیں ہوتا کیونکہ اسمیں کچھ خوشی نہیں ہی درحقیقت خواہشونکا مآل خوشی نہیں ہوتا بلکہ انسان ناقص ہی وہ اپنے نقصوں کو دور کرکے کامل ہونے کی غرض سے خواہشیں اور چاہتیں کرتا ہی۔ ایک فرانسیسی نے لکھا ہے کہ آدمی کو ایک شی اپنے لئے مناسب و مفید معلوم ہوتی ہی اسکے لئے اُس کا دل طالب ہوتا ہی اسکے حاصل کرنے میں سرگرمی کرتا ہے اور ایسی ہی جس چیز کو وہ جانتا ہی کہ میرے لئے مناسب و مفید نہیں معلوم ہوتی تو اس سے دل اسکا سرد ہوتا ہی اور اس سے وہ بچتا ہے غرض انسان مفید چیز کا طالب و محب اور مضر چیز کا دافع اور دشمن ہوتا ہی جسم کے سبب سے شہوات کا شہود ہوتا ہی اور دل کے سبب سے خواہشیں اور چاہتیں موجود ہوتی ہیں اسلئے ان کا نام اصول عقلیہ رکھتے ہیں وہ جسمانی شہوات پر زیادہ غلبہ رکھتی ہیں۔ انھیں خواہشوں اور چاہتوں کی افراط کا نام جذبات ہی۔ جذبات کی حالت میں عقل معطل ہو جاتی ہے ہماری نیک افعال اور اخلاق کی درستی اور راستی کے لئے ضرور ہی کہ یہ ہماری خواہشیں اور چاہتیں صالح افعال کی طرف راغب ہوں اور ان کا زور ہماری حالت کے مناسب ہو اگر ان خواہشوں اور چاہتوں کی روک تھام انتظام کے ساتھ نہ ہوگی تو ان کی افراط

Marfat.com

جذبات پر نوبت پہنچ جائیگی۔ اور صدہا طرح کی خرابیاں سر اٹھائیگی۔ ان اپنی خواہشوں اور
چاہتوں کو باقاعدہ اور منتظم نہ رکھنے کے سبب سے بہت خرابیاں انسان پر آتی ہیں دیکھ لو
کہ دولت کی محبت سے حکومت کی تمنا سے حب جاہ۔ رقیبوں کے ساتھ عناد و فساد سے اپنی
جماعت کی طرفداری سے کیسی کیسی حسد۔ نفرت۔ دشمنی۔ کینہ و انتقام یہ سب برائیاں پیدا
ہوتی ہیں۔ جاہ طلبی و الوالعزمی میں کیسی کیسی پیچیدار دقتیں پیش آتی ہیں اپنی خودغرضی و
خودپرستی کے آگے اور انسانوں کی مصائب کا خیال نہیں ہوتا۔ یوں ہی ملک کے ملک
تباہ و برباد ہو جاتے ہیں میدانوں میں خون کے ندی نالے بہتے ہیں یہ نتیجے جب ہی
پیدا ہوتے ہیں کہ انسان کی خواہشیں اور چاہتیں ایسی نہیں ہوتیں کہ وہ انسانیت کے لئے
زیبا و موزوں ہوں اور نیک کرداری کے قوانین کی پابند ہوں۔ کوئی خودمطلبی اپنی مقررہ
حد سے جب آگے قدم نکالتی ہے تو عقل کی موزونی برباد ہو جاتی ہے اور انسان کی خصائل
وسیرت پر صدمۂ عظیم پہنچاتی ہے پس نیک سیرتی کی اصل یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشوں اور
چاہتوں کو باقاعدہ اور منتظم و منضبط و معتدل رکھے۔

(۴) اگر انسان کو فقط یہی اشتہائیں اور خواہشیں اور چاہتیں ہی اعمال پر تحریک کرتیں اور
کوئی اور اصول درمیان میں واسطہ نہ ہوتا تو اسکا حال جانوروں کا سا ہوتا کہ ایک چیز سے
دوسری چیز کی طرف جلدی جلدی دوڑتا پھرتا اور اپنی زندگی کے لیے کوئی منصوبہ اور اپنے
چال چلن کی کوئی تدبیر نہ کرتا اور کسی طرح سے اپنی خواہشات کی برانگیختگی اور جذبات کی
ہیجان کو فرو نہ کر سکتا۔ مگر انسان کی فطرت حیوان کی سی نہیں ہے اس میں سوا ان ادنیٰ
اصول کے جو عمل پر محرک ہوتے ہیں اور اعلیٰ اصول یعنی قوا بھی ہیں جو اسکی خواہشات نفسانی
کی روک تھام انتظام کے ساتھ کرتے ہیں اور اسکو ہدایت کی راہ بتاتی ہیں انمیں سے ایک
قوت عقل ہے کہ وہ حال کی حالت کے پس و پیش کو دیکھتی ہے اور اس امر کا فیصلہ کرتی ہے
کہ کس بات میں بحیثیت مجموعی فائدہ ایک زمانہ دراز تک حاصل ہوگا اور اس ماندراز کی ہم کو

Marfat.com

کہی ہی ٹھیرتی ہے۔ یہ پہلا اصول انسان کی دانائی کا ہے۔ دوسری ایک اور قوت ہے جس کو کونشنس (قلب) کہتے ہیں وہ فقط یہی نہیں بتلاتا کہ کونسی چیز خوش کرنے والی اور آرام دینے والی ہے بلکہ کیا کرنا صواب اور راست ہے اسکو اصول فرض کہتے ہیں بعض ان دو نو اصول دانائی اور فرض کو متحد اسلئے بتاتے ہیں کہ کار صواب کا کرنا ہی مفید ہوتا ہے۔ مگر ان میں فرق ہے ایک کام جو فقط منفعت کی ضرورت کے سبب سے کیا جائے اور دوسرا کام جو محض فرض کے خیال سے کیا جائے ان دونوں کاموں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے۔

(۵) عقل۔ مدت سے لوگ کہتے چلے آئے ہیں کہ عقل ہی انسان کو ممیز از حیوان بناتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے حیوانات کو خواہشیں دہر ادہر پھراتی ہیں انہیں بالکل پیش بینی و عاقبت اندیشی اور اندازہ و محاسبہ کی قدرت نہیں ہوتی۔ یہی حال انسان کے بچوں کا ہوتا ہے کہ نہ انکو گذشتہ کا خیال نہ آیندہ کا فکر ہوتا ہے۔ وہ یونہیں بے ٹھور ٹھکانے خیالات اور تاثر و انفعال قلبی کے تابع ہوتے ہیں۔ مگر انسان میں ایک قوت ہمیشہ ہوتی جو آخر بین و عاقبت اندیش ہوتی ہے اور وہ بتاتی ہے کہ کس کام کا کرنا اور کس کام نہ کرنا مفید اور اچھا ہو جو خواہشات نفسانی اسفل وادنی درجہ میں انسان کو پہنچانا چاہتی ہیں انسے یہ اصول یعنی قوت عقل بچاتی ہے مثلاً انسان کے دل میں انتقام کا جذبہ اُٹھے گا تو یہ عقل اگر مناسب و مفید جانے گی تو اس جذبہ کو بالکل مٹا دے گی اور اگر انتقام پر آمادہ کرے گی تو اس خوش سلوبی سے کہ آدمی اس سے زیادہ آفت میں نہیں پھنس جائے گا۔ لیکن انسان کی رائے و روئیت فکر خواہ کیسی ہی صائب ہوں خطا کرتے ہیں خصوصاً اس سے زیادہ غلط کاری اپنے کردار اور افعال اور چال چلن کے باب میں ہوتی ہے کہ وہ خودغرضی کو دانائی جانتا ہے تحریکات نفسانی کی مصالح کار ہیں گو عقل محرک سب سے بڑھ کر ہو مگر وہ مادی بے خطا نہیں ہوسکتی۔ کہتے ہیں کہ عقل مشیر بن کر مشورہ دیتی ہے۔ مگر حکم نہیں دیتی۔ وہ حکم دینے والا فقط کونشنس یعنی اصول اخلاق ہے جو قانوناً یہ بتلاتا ہے کہ انسان پر کیا کرنا فرض ہے۔

(۶) کونشنس (قلب) جسکے باب میں بہت مباحثے ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے ایک تیز دل میں جاری ہی جو ہمارے قول فعل خیال کے بھلے و برے ہونے کو ہمیں بتلاتی ہی بعض کام ہم اسلئے کرتے ہیں کہ انکو اچھا جانتے ہیں اور بعض کام اس لئیے نہیں کرتے کہ ان کو برا جانتے ہیں۔ یہ بات کل انسانوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بعض کاموں کو اچھا اور بعض کاموں کو برا کہتے ہیں اور بعض کاموں کو بالاتفاق سارے آدمی اچھا یا برا جانتے ہیں۔ عصمت و معصیت کی یہ علامتیں ہیں کہ ایک میں حیا کا نور چمکتا ہی دوسرے میں شرمندگی کا رنگ۔ بچوں تک میں یہ ہوتا ہی کہ وہ دیانت اور شفقت کو پسند کرتے ہیں اور مکر و فریب سے نفرت۔ ہر زبان میں ایسے الفاظ ہیں جو نیک و بد کے معانی میں تمیز بتلاتے ہیں غرض انسان خواہ انسانیت کے پایہ سے کیسا ہی گر جائے مگر برے بھلے کام میں تمیز کرنی اس میں باقی رہے گی۔ یہ سچ ہی کہ سب آدمی ایک ہی کام کو اچھا نہیں جانتے بلکہ کبھی کبھی یہ برے بھلے کی تمیز معکوس ہو جاتی ہی اسکا سبب یہ ہوتا ہی کہ خواہ یہ سر کی آنکھیں ہوں خواہ اخلاق کی آنکھیں وہ جب ہی اچھی طرح دیکھ سکتی ہیں کہ روشنی صاف ہو بس جہاں روشنی نہیں ہی وہاں اخلاق کی آنکھ صحیح نہیں دیکھتی اسکا حال آگے لکھینگے۔

کونشنس (قلب) ہمکو حکم دیتا ہی کہ نیک کام کو کرنا اور بد کام سے بچنا چاہیئے۔ وہ رستہ ہی فقط نہیں بتلاتا بلکہ اس میں چلنے کا حکم دیتا ہی اسکی برابر کوئی قوت انسان کے نفس پر حکمرانی نہیں کرتی۔ وہ حکومت کا دعویٰ رکھتی ہے اور ہم سے اطاعت چاہتی ہی۔ کوئی اس کا سبب پوچھے تو سیدھا سا جواب یہ ہی کہ کونشنس کوئی قانون انسانی نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جسکی برابر کوئی مقنن نہیں ہی وابستہ ہی۔ وہ خلیفہ الٰہی دل میں ہی اسلئے اسکی برابر انسان کا کوئی ہادی اور مرشد نہیں ہے۔ اگر وہ دل کا واعظ نہ بنے تو پھر کوئی وعظ اس پر اثر نہیں کرتا۔

(۷) پس انسان میں عمل کی طرف مختلف قوا تحریکیں کرتے رہتے ہیں شہوات اُنس کو

Marfat.com

ایک طرف لیجاتی ہیں خواہشیں و جذبات دوسری طرف کھینچتی ہیں عقل ایک اور ہی راہ پر لیجانا چاہتی ہے۔ کونشنس ان سب سے اور ہی راہ پر رہنما ہوتا ہے۔ غرض یہ ساری اصول اور قوا ایک دوسرے سے متضاد اور مخالف ہوتے ہیں انسان انکی کش مکش میں مبتلا ہوتا ہے اب ان مخصوں میں انسان کو اپنی تسلی و اطمینان حاصل کرنے کے لئے اپنے کونشنس یعنی قلب سے فتوی لیکر کام کرنا چاہئے جو ہونا ہو وہ ہو۔ یہ قوت اسکو اسی لئے دی گئی ہے کہ وہ اسکی پیروی کرے اور اگر پیروی نہ کریگا تو اس سے بازپرس کی جائے گی راست کردار کے لئے روشنی سے خدا تعالیٰ انکار نہیں کرتا مگر اُسے روشنی دیکر وہ یہ چاہتا ہے کہ خود اس روشنی سے وہ ہدایت پائے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس روشنی سے کیونکر ہدایت پائے جب ہر انسان کے لئے اخلاقی فساد اور فضیلے موجود ہوں اور ادنیٰ اصول مثل شہوات و جذبات کے طوفان مچا رہے ہوں اور اکثر اسفل قوتیں اعلیٰ قوتوں کو دبا رہی ہوں اور عقل اور کونشنس ایسی بول رہی ہوں جیسے کہ نقارخانہ میں طوطی۔ تو اب بتاؤ انسان کیونکر ان زورآور تحریکوں کو دبا کر کمزور تحریکوں کی پیروی کرسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ایک قوت ارادہ اور اختیار کی دی ہے جس سے وہ کام اپنا آزادانہ کرسکتا ہے۔ اپنے ارادہ اور اختیار سے اعلیٰ قوتوں کو ساری حکومت اور قدرت دے سکتا ہے اور ادنیٰ قوتوں کو ان کا محکوم بنا سکتا ہے۔ بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ انسان قوی تحریک کے موافق کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی قوی جذبہ اپنا زور کرے اور عقل اور کونشنس سے اپنی زیادہ طاقت دکھائے تو انسان ایسی حالت میں اس جذبہ کے موافق کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے مگر ہم کو معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ یا اختیار ہمارے سارے اعمالوں میں بڑا متصرف ہے۔ ہم خود بھی اور دیگر بھی اپنے ارادہ سے کل کام کرتے ہیں جب تک ارادہ نہ کریں کوئی عمل سرزد نہیں ہوتا۔ اس ارادہ اور اختیار ہی نے تو ہم کو جوابدہ اپنے اعمال کا بنایا ہے اور افعال کی بازپرس کا بوجھ سر پر ڈالا ہے۔ ہمارے کسی

کام کا فیصلہ بغیر ہمارے ارادہ کے ہوتا ہے غرض کونشنس ہم کو
بتلاتا ہی یعنی کیا ہم کو کرنا چاہئے اور ارادہ یا اختیار ہم کو اجازت دیتا ہی کہ ہم اس قانون کی
تعمیل کریں پس ہم کو چاہئے کہ ہم اسکے عادی ہوں کہ کونشنس کے احکام کے موافق ہم کاموں کو
اختیار کرنے کا ارادہ کیا کریں۔ ارادہ جسکے مترادف الفاظ نیت و قصد میں دل کی ایک
حالت اور کیفیت ہے جو علم و عمل کے درمیان ہوتی ہی عقل اور کونشنس سے علم کسی شی کا حاصل
ہوتا ہے اور پھر ارادہ دل کو عمل کی طرف برانگیختہ کرتا ہے۔

پس جو شخص اپنے ارادہ کو اسفل قوار کا تابع بنائیگا وہ انسانیت کا اعلیٰ درجہ نہیں پائیگا
جو شخص اپنی عقل کو کام میں نہیں لائیگا اس کی حماقت کے سبب سے حقارت ہوگی۔ جو شخص اپنے
کونشنس کی خبردار کرنے والی آواز سے بے خبری اختیار کریگا وہ بڑا قصوروار اور خطاکار
ہوگا اپنے سارے کاموں میں سب سے بڑا ہادی اپنا کونشنس کو بناؤ +

(۸) جو شخص کونشنس کا مطیع ہو کر کسی عمل کا ارادہ کرتا ہی اس کے پاس کبھی رنج اور افسوس
نہیں آتے اور کوئی عمل ایسا نہیں کہ جسکے ارادہ میں ہم کونشنس کی نافرمانی کریں اور
اس میں ہم کو تکلیف اور رنج نہ پہونچے۔ برے اعمال کرنے کی برابر کوئی خرابی اور اچھے
اعمال کی نیت کرنے کی برابر کوئی خوبی ہمارے لئے نہیں ہی۔ کونشنس ہی ہمیں وہ قاعدہ بتاتا
ہی کہ ہم اپنے خیال و اقوال اور اعمال کو منتظم کریں اسلئے صاحب کونشنس ہونے سے
اسکے معنی کہ ساری نیکیاں ہماری ذات میں پیدا ہو جاتی ہیں +

(۳) حق و ناحق +

دنیا میں کاموں کے حق و ناحق کرنے پر انسان کا کل اخلاق مبنی ہی۔ اگر کاموں کا
حق و ناحق ہونا مفقود ہو جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ کوئی حق کام کرے اور ناحق
نہ کرے ان کے نہ ہونے سے کل اصول اخلاق باطل ہوئے جاتے ہیں۔ چال چلن کی پھر
پروا نہیں رہتی۔ لیاقت منذی و نالائقی۔ برائی بھلائی محض خالی الفاظ ہی رہ جاتے ہیں

لیکن کاموں کا حق و ناحق ہونا علی العموم تسلیم کیا جاتا ہی اور ہمارا کونشنس (قلب) انکو بتلاتا ہی اور حکم دیتا ہی کہ ایک طرح کے کام کرو اور دوسری طرح کے نہ کرو پس اب سوال آتا ہی کہ یہ کاموں کا حق و ناحق ہونا جو انسان کی زندگی میں بڑی وقعت رکھتا ہی وہ کیا شے ہے

(۲) اس سوال کے جواب مختلف طور سے محققین دیتے ہیں بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ جو افعال ہمارے دل کو خوش کریں وہ حق ہیں اور جو دل کو رنج پہنچائیں وہ ناحق ہیں۔ پس اس صورت میں انسان کے دل کا تاثر و انفعال افعال کے حق و ناحق ہونے کا معیار ٹھہرا۔ دوسرے محققین یہ جواب دیتے ہیں کہ جو آدمیوں میں قوانین آئین دستور و رسوم ملکی جاری ہوں وہ جن کاموں کے کرنے کا حکم دیں وہ حق ہیں اور جنکو وہ منع کریں وہ ناحق ہیں۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی کام جب تک وہ قوانین مروجہ کے خلاف نہ ہو وہ ناحق ہی نہیں ہو سکتا پس جہاں کوئی قانون نہیں وہاں کوئی گناہ جرم و خطا ہی نہیں یہ قاعدہ انتظام ملکی کے علم میں صحیح معلوم ہوتا ہی مگر وہ وہاں کب ٹھیر سکتا ہی جہاں انسان کے سارے افعال اعمال خدا تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جائیں۔ نہ خود انسان میں نہ اس کے کسی فیصلہ میں نہ اُس کے کسی قانون و دستور میں استواری و استحکام ہے یہ سب ہمیشہ متغیر رہتے ہیں برخلاف اسکے خالق اکبر نے جو انسان کی حالت مقرر کی ہی وہ شائبہ تغیر اور زوال سے معرا ہے اس میں ثبات و بقا ہے تم جانتے ہو کہ تمھاری اپنے دل کی سرزمین میں ایک نیکی کی جڑ ہی جسکی ہم ہوشیاری سے آبیاری اور شوق ذوق سے خبرگیری کریں گے تو اس سے کلیاں نکلینگی پھول پھولینگے پھل پھلینگے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کو سوا اسکے ضرورت نہیں ہے کہ ہم اپنے دل میں ہنرمندی اور سلیقہ سے بڑی عمیق کاوش کریں تو وہاں ایک سرچشمہ الٰہی ملے گا جو ہماری ہستی کے منبعوں کو سیراب کریگا اور مٹی نے جو انکو اٹا رکھا ہی اسکو بلبلوں کی طرح دفعتًہ اڑا دیگا۔ خدا کا شکر بھیجو کہ ایسا نہیں ہی کہ اس نیکی کی جڑ کے لئے ہمارا عاجز دل سرزمین کا سرانجام نہیں کر سکتا اسکے لئے ایک بڑی زرخیز اور شاداب زمین

Marfat.com

مہیا ہی اور اُس سرچشمہ کا منبع بہت بلندی پر ہی وہ خدا ہی سے نکلا ہے [illegible] طرف بہہ جائیگا وہ ہمارے تنگ ظرفوں سے نہیں پُر ہوگا بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے دریا سے جو کبھی خالی نہیں ہوتا پُر ہوگا جو ہمیشہ رواں رہے گا۔

حق و ناحق بے اصل نہیں ہیں اور اِن میں تمیزیں متغیر نہیں ہیں بلکہ وہ حقیقت میں اصل رکھتی ہیں اور اُس کو ثبات و استقلال ہی۔ اب اِس بات کے سمجھنے کے لئے ہمکو ذرا پیچھے دیکھنا چاہئے۔ ہم اِسی دُنیا میں رہتے ہیں کہ جس میں تعلقات اور قوانین ایسے ہیں کہ ہم اُن کے بدلنے کی مجال نہیں رکھتے جیسی خاص طرح کی دُنیا بنی ہوئی ہی ایسے ہی ہم بھی خاص طرح کے بنے ہوئے ہیں کہ اپنے گرد کی اشیاء سے اور کل دُنیا سے تعلقات رکھتے ہیں پس اِن تعلقات کے سبب سے ہمارے قلب میں تاثر و انفعال ضرور بالضرور متعلقین کی مدارات و تواضع کا ہوتا ہی اور اِن کے لئے ہم کو کام کرنے واجب اور فرض ہوتے ہیں پس جب یہ تاثر اور کام کرنا اِن تعلقات کے موافق ہوتا ہی تو ہم کار حق کرتے ہیں اور اگر اِن کے مطابق نہیں ہوتا تو کار ناحق کرتے ہیں پس یہ حق و ناحق اِن تعلقات پر موقوف ہیں اور جیسے یہ تعلقات خود بذاتہ مستقل و ثابت ہیں ایسے ہی بذات خود یہ کام حق و ناحق کے قائم و ثابت و مستقل ہیں یہ سارے تعلقات خداوند تعالیٰ نے قائم کئے ہیں اسلئے بعض محققین حق و ناحق کاموں کی تفصیل یوں کرتے ہیں کہ جو کام خدا کی مرضی کے موافق ہوں وہ حق ہیں اور جو نہ ہوں وہ ناحق ہیں۔

زمانہ حال میں ایک فرانسیسی لکھتا ہی کہ انسان کے لئے جو باتیں خدا تعالیٰ نے فرض اور واجب مقرر کی ہیں اگر آدمی اُن کو پورا کرتا ہے کار حق کرتا ہی اور اگر اُن کو پورا نہیں کرتا تو ناحق کرتا ہے۔

(۳) اب تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ تعلقات کے سبب سے کونسے کام کرنے انسان پر فرض ہو جاتے ہیں اور اُنکا ادا کرنا حق ہوتا ہی مثلاً ہمارا خدا تعالیٰ سے ایک خاص طرح کا تعلق ہے

وہ ہمارا خالق اور رازق محافظ ہے جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اُسی کا دیا ہوا ہے آیندہ جو کچھ نعمتیں ہیں گی وہ اسی کے انعام سے ملینگی پس یہ تعلق ایسا ہے کہ خدا کی بندگی و اطاعت و محبت کو انسان پر فرض و واجب بناتا ہے۔ کچھ یہ کہنا ضرور نہیں ہے کہ جب ان فرائض کو جانتے ہیں تو خدا کے ساتھہ تعلقات کو سمجھتے ہیں بلکہ یہ تعلقات ہی ایسے ہیں کہ وہ بالضرور یہ فرائض پیدا کرتے ہیں خواہ ہم ان کو پہچانیں یا نہ پہچانیں ایسے ہی اپنے ابنائے جنس کے ساتھہ تعلقات بعید و قریب اور رشتہ مندیاں ہیں کہ سارے انسان ایک خاندان کے ارکان ہیں اس سے اخوت کا تعلق پیدا ہوتا ہے اور برادرانہ خیر خواہی مقتضی ہوتی ہے ہم بچے ہوتے ہیں ماں باپ لاڈ پیار کرتے ہیں پالتے پوستے ہیں اس تعلق کے سبب سے ان کے حقوق ہمارے ذمے ادا کرنے واجب ہوتے ہیں ان کی چاہت اور اطاعت ہم پر فرض ہوتی ہے پس یہ مختلف تعلقات جو ہمارے اور اوروں کے درمیان ہیں اُن کے موافق اپنے دل میں تاثر و انفعال پیدا کرنا ہماری اخلاق کی راستی اور درستی ہے +

(۴) نیکی

نیکی کے معنی ان کاموں کا کرنا ہے جو ہم پر واجب و فرض ہیں۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ ہمارے تعلقات اوروں کے ساتھہ ہیں ان تعلقات کے موافق کام کرنے کا نام کارِ حق ہے پس اس کارِ حق کرنے کو نیکی کہتے ہیں جو ہمارے خالق نے ہمارے ذمے واجب و لازم کیے ہیں اپنے تعلقات باہمی کے برخلاف جو کام کرتے ہیں تو اُس کو کار ناحق کہتے ہیں پس جب اس کار ناحق کو جان بوجھ کر کرتے ہیں تو اُسے بدی کہتے ہیں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک کام حق ہو مگر وہ نیک نہ ہو مثلاً خیرات کا دینا ایک کار حق ہے اور جن کو عنایت ہوا ان پر وہ واجب ہے۔ لیکن اگر آدمی فقط آدمیوں کے دکھلانے اور اپنی رحم دلی اور سخاوت کے اظہار کے لیے کرے تو وہ نیک نہیں ہے ایسے ہی ایک کام ناحق ہو مگر کرنے والا اس سے ماہر نہ ہو اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ میں اس کے کرنے سے ایک اپنے فرض کے

Marfat.com

اوا سے محروم ہوتا ہوں تو وہ بد نہیں ہے۔ مثلاً سستی ہونا انسان کی جان کا تلف ہو
حق نہیں ہے مگر حسن نیت سے وہ سستی ہونی میں کیا جاتا ہے گو کرنے والے کو نیک وہ تھا
مگر وہ بد بھی نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ جو قوم یا کوئی فرد اسکی زیادہ مہذب
و شائستہ ہوتی ہے اُس کو بہ نسبت جاہل قوم یا شخص کے اپنے کاموں کی جوابدہی
زیادہ تر فرض ہوتی ہے۔ اگر ایک بینا دوسرا نابینا دونو کنوئیں میں گریں تو بینا ملوم
اور نابینا مرحوم ہوتا ہے مگر اس سے یہ نتیجہ صحیح نہیں نکل سکتا کہ جہالت ایک نعمت یا برکت ہے
یہاں ایک بڑی بحث یہ پیدا ہوتی ہے جسکے لکھنے کا بالفعل موقع نہیں ہے کہ جہالت کس حد
تک مضر و زبون ہے اور کہاں تک نہیں اسمیں شبہ کو جگہ نہیں کہ نیکی سے چال چلن اچھا
ہوتا ہے اُس کی عادت کرنی چاہئے اور بدی سے پرہیز اور گریز چاہئے نیکی خود اپنا
آپ ہی صلہ ہے وہ دل کی آرمیدگی اور آسائش ہے اور وہی دنیا میں انسان کے
آنے کی غرض و غایت ہے خدا تعالیٰ جل شانہ یہ نہیں فرماتا کہ تم خوبصورت ہو دانشمند ہو
آدمیوں میں سرفراز ہو۔ بلکہ وہ اپنی پدرانہ شفقت و محبت سے یہ کہتا ہے کہ نیک ہو
ہم شہامت۔ شوکت۔ عزت کی معراج پر تاجداری کی تمنا میں اوپر چڑھتے ہیں مگر یہ
چڑھنا ہمارا ایا یوسانہ غمزدہ ہو کر گرنا ہے۔ ہم اپنے جینے کی اغراض و غایات کو غلط فہمی
سے اپنے تئیں پریشان و بسمل بناتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے اس سیدھے سادے
حکم کی خبر نہیں رکھتے کہ نیک ہو +
135326
(۲) اب سوال یہ ہے کہ نیکی کیا شے ہے۔ نیک سیرتی کن باتوں پر مشتمل ہے۔
اس مضمون پر بڑے طول طویل مباحثے ہوئے ہیں افلاطون کا یہ قول ہے کہ قوت
ناطقہ و قوت شہوانی و قوت غضبی جو تین قوائے انسانیہ ہیں اور ان کا بیان قوائے عملیہ کے
بیان کے اوپر کیا گیا ہے۔ قوائے شہوی و غضبی محکوم و مغلوب قوت عقلی کے ہوں انسان
بجائے خود ایک سلطنت ہے جس کا فرمانروا النفس ناطقہ ہے اور باقی اور سب قوا اس کے

Marfat.com

محکوم ہیں اس میں انتظام جب ہی تک رہتا ہے کہ اسفل و ادنیٰ اشرف و اعلیٰ کے محکوم رہیں یہ جسم اپنے فرماں روا یعنی نفس ناطقہ سے ہمیشہ سرکشی کرتا رہتا ہے پس راستی اور سچائی کی زندگی انسان کی یہ ہے کہ وہ اس جسم کو اور اُس کے تمام میلانوں کو جو ارضی ہیں اپنی روحانی قوت سے جو الٰہی ہے روکے ہر روح جب تک اس قفس تن میں پھنسی ہے وہ جلاء وطن اور تنزل کی حالت میں ہے جب تک کہ نفس مردم بدن سے متصل رہتا ہے اور کدورت طبیعت و نجاست جسم میں مبتلا و ملوث اور حاجات کے لئے بالضرورت بہت سی چیزوں میں مشغول رہتا ہے تو وہ سعید مطلق نہیں ہو سکتا جب اس کدورت سے مفارقت ہوگی اور جہل سے پاک ہوگا تو صفا و خلوص کے جوہر کے سبب سے قابل انوار الٰہی ہوگا اور سعادت حقیقی اُسکو نصیب ہوگی۔ ارسطو کے قول کے موافق انسان میں یہ چار خصائل ہیں حکمت۔ عفت۔ شجاعت۔ عدالت۔ جب وہ افراط تفریط سے خالی ہونگی یعنی اعتدال ان میں ہوگا تو نیکی پیدا ہوگی مثلاً شجاعت ہی جب وہ افراط سے خالی ہوگی یعنی تہور سے جس میں آدمی وہاں بھی خوف نہیں کرتا جہاں اُسکو خوف کرنا چاہئے۔ اور تفریط سے مبرا ہوگی یعنی جبن سے جسمیں آدمی وہاں ڈرتا ہے جہاں کچھہ ڈر نہیں ہوتا تو ان تہور اور جبن کے درمیان وسط میں شجاعت کی فضیلت ہوگی اور افراط تفریط دو نور ذائل میں شامل ہونگی غرض اس حکیم کے قول کے موافق نیکی و برائیوں کے درمیان ہے (الحسنۃ بین السیئتین) اور میانہ روی ہمیشہ صواب کے قرین۔ الاقتصاد من الامور اقرب الی الصواب۔ پس ساری نیکیاں اوسط میں ہیں (خیر الامور اوسطہا) جب آدمی ان فضائل کے افراط تفریط سے بچ کر اوسط پر عمل متواتر کریگا تو اس میں نیکی پیدا ہوگی غرض افلاطون نے تو نیکی کو فیضان الٰہی پر موقوف رکھا تھا۔ ارسطو نے فقط انسان کی دانشمندی پر منحصر رکھا ان متقدمین حکما نے نیکی کے بیان میں کوشش کو جو دل میں ایک آواز

Marfat.com

الہی نیک و بد بتلائی ڈالی ہے کچھ دخل نہیں دیا۔

(۴) نیکی کا بیان متقدمین کی رائے کے موافق نہایت مختصر اوپر ہوا۔ متاخرین کی رائے سرشت انسانی کے باب میں ہر وہ اول دو سبقوں میں بیان ہوئی کہ تمام تحریکوں اور عقل پر یہ کونشنس غالب آتی ہے ہی بنی نوع انسان کے لئے نیکی کا قانون ہے۔ یہی قابلیت خلقی انسان میں ہے کہ اس کی روح کو قاعدہ حق بتلاتی ہے۔ ارادہ اس قانون سے ہدایت پا کے فیصلے و تصفیے کرتا ہے۔ اور اس امر کو یہ امر واقعی بڑا سہارا دیتا ہے کہ انسان کو سچی خوشدلی آرمیدگی کا تجربہ زندگی میں فقط نیکی سے ہوتا ہے اس زمانہ میں کاموں کے نیک و بد ہونے کے باب میں ایک اور خیال پیدا ہوا ہے اور وہ بڑی عظمت و قعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ کاموں کو نیک و بد صفت بناتی ہے وہ انکی خوشی یا رنج کے پیدا کرنے کا میلان ہے اور کاموں کے کرنے کے ارادہ کی وجہ صرف خوشی و رنج ہوتے ہیں جو کاموں کی بعض صفات سے علیحدہ ہیں اور تمام اخلاقی کاموں کی علت غائی آرمیدگی اور خوشدلی ہونی چاہئے۔ پس اگر یہ آرمیدگی اپنی ذات خاص کے لئے ہو تو وہ خودکامی اور خودغرضی ہے۔ اسلئے یہ کہا جاتا ہے کہ نیکی زیادہ سے زیادہ آدمیوں کے زیادہ سے زیادہ خوشدلی اور آرمیدگی کا نام نیکی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آدمی اوروں کے لئے کیوں آرمیدگی و خوشدلی کا خواہاں ہو تو آخر کو پھر کے اسکا یہ جواب ہوگا کہ اس میں خود اسکی اپنی کوئی غرض ہوگی۔ ایک فرانسیسی مصنف نے خوب کہا ہے کہ اوروں کے لئے مسرت زائی کی سب صورتوں میں خود مہری باقی رہتی ہے پس اس اصول کے موافق فیض رساں تحریک کی جگہ اپنے فائدہ کی تنگ نظری قائم ہوتی ہے۔ پھر اس خیال کو اور یہ وسعت دی جاتی ہے کہ نیکی کے کرنے کا اصل سبب سزا کا خوف ہوتا ہے۔ وہی کام آدمی پر کرنا فرض ہے جو اس کو سزا سے بچائے۔ پس اگر یہ مسئلہ مانا جائے تو مدرسہ میں جو طلبہ تحصیل علم میں ہمہ تن مصروف اور راست کردار ہوتے ہیں وہ کچھ اس خیال سے نہیں ہوتے کہ اپنے کام کا حق ادا کرتے ہیں بلکہ استاد کے تازیانہ کے خوف سے ایسا

کرتے ہیں پس جو افعال ہم کرتے ہیں اسکا سبب نہیں ہوتا کہ ہمارے مالک حقیقی کی چشم شفقت و التفات ہمارے حال پر رہتی ہے اور ہم پر سے وہ کبھی نہیں اُٹھتی اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی بلکہ اسکی سختی و درشتی کے خوف کے سبب سے وہ افعال ہم کرتے ہیں یعنی خدا کی محبت کے سبب سے نیک کام نہیں کرتے بلکہ اس کے خوف کے سبب سے تمام بہادرانہ و مردانہ کام اور سارے سپاہیوں کا اپنے ملک پر جانوں کا قربان کرنا فقط اِس خوف و خطر سے ہوتا ہے کہ لوگ ان کو کیا کہینگے یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ نکوکاری کا قوام خوشدلی سے ہے مگر اس صورت میں خوشدلی کی جستجو اسطرح ہوتی ہے کہ بجاے ہاتھ لگنے کے وہ ہاتھ سے نکل جاتی ہے پرنسپل شارپ کہتے ہیں کہ ہم یہ متواتر دیکھتے ہیں کہ خوشدلی کا جوئندہ اسکا یابندہ نہیں ہوتا خوشدلی اُن کو ملتی ہے جو خوشدلی کا خیال ذرا نہیں کرتے۔ ایک اور مصنف کا قول ہے کہ یہ امر عموماً سچ نہیں ہوتا کہ جو چیز ہمکو حاصل ہو اُسکے حاصل کرنے کا مقصد ہم نے کیا ہو بلکہ بعض چیزیں انسان کو وہ مل جاتی ہیں جنکے لینے سے اُسے انکار ہوتا ہے انہیں چیزوں میں سے ایک اخلاقی خوشدلی بھی ہے جو لوگ اپنی ہی خوش دلی کے لئے اسباب مہیا کرتے ہیں وہ خودکام اور خودغرض ہوتے ہیں نکوکار نہیں ہوتے۔ اور ان کو خوشدلی کبھی نہیں حاصل ہوتی اسلئے کہ ان میں نیکی نہیں ہوتی۔

(۴) غرض یہ حکما کے مباحثے اور اُن کے رد و قدح بے سود سبق ہیں لیکن ہم کو وہ ضرور کچھ نہ کچھ سکھاتے ہیں ان سے یہ امتحان ہوتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ کارِ حق یعنی اچھے کام کرنے کا نام نیکی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس اچھے کام کرنے کا سبب کیا ہوتا ہے خودمہری و خوشدلی دونو اُس کا جواب کافی نہیں دیتیں کیونکہ جو اخلاق کے موافق زندگی بسر کرتے ہیں وہ ان دونوں سے کچھ پرے دیکھتے ہیں ان سب باتوں میں نکوکاری کی وجہ کے لئے مسئلہ فرائض سب سے زیادہ قابل اطمینان معلوم ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہوگا کہ اصول فرائض وہ کیا ہیں جو ہمارے اعمال کے ہادی بنتے ہیں۔ اِس کا جواب بھی ابتداءِ نظر میں کوئی

صاف نہیں معلوم ہوتا ہم اپنے میں دیکھتے ہیں اور پاتے ہیں کہ آپ سے آپ نیکی
کا جاننا ہم کو مشیت ایزدی کی طرف بہ نسبت اپنے ارادہ کے زیادہ لیجاتا ہے خدا کے قانون
اخلاق کا بیان ایک ضعیف سا بیان طبیعت انسانی کے اخلاق کا ہے۔ نیکی یا راستی
کے ساتھ رہنے کے معنی کچھ اور سوا اسکے نہیں ہیں کہ ہم خدا کے اخلاق کے پیرو ہوں
اور اس کی مرضی کے موافق کام کریں ہماری سرشتی اخلاق ایک آواز الٰہی ہمارے
اندر ہے جو ہم کو ہدایت کرتی ہے۔ اسی سبب سے خدا کی محبت ہوتی ہے۔ ہم اپنا دل کھول کر
اسکے سامنے رکھتے ہیں تو وہ اس میں نیکی کا القا کرتا ہے اور اوسکے کرنے پر آمادہ
کرتا ہے۔ خدائے عزوجل ہی راستی کا سرچشمہ ہے اسی سے ہم اپنے لب سیراب کریں باقی اور
سب ظروف شکستہ ہیں جو راستی کے چشمہ سے نہیں بھرے جا سکتے۔
(۵) جیسا اور کاموں کے واسطے عمل ضروری ہے ایسے ہی نیکوکار ہونے کی افزایش کے لئے
عمل حقیقی اصل اصول ہے۔ اگر کوئی شخص اچھے کاموں میں پہلوان ہو تو اُس کو چاہئے کہ وہ اچھے
کاموں کی ورزش کئے جائے۔ دو باتیں ہیں ایک دانستن یعنی جاننا دوسرا کاربستن یعنی
کام کرنا۔ اکثر نفس امارہ کو نیک و بد کی شناخت میں دھوکا پڑجاتا ہے کہ فقط رموز نیکی کے جاننے کو نیک کرداری
سمجھنے لگتا ہے بلکہ علمی عمل میں چنداں موثر نہیں ہوتا۔ آدمی جب تک اپنے نفس کے اعمال خبیثہ کے چھوڑنے
کا محاسبہ مخاصمانہ نہ کریگا افعال مقدسہ کا اقتدا اس سے نہ ہوسکے گا ہزار دفعہ جاقل روٹی پکتے
ہوئے دیکھتا ہے تو کیا اس جاننے سے کہ روٹی کیونکر پکتی ہے اُسکو روٹی پکانی آجاتی ہے ہرگز
نہیں۔ اگر وہ آٹا گوندھے اور پیڑا بنائے اور توے پر روٹی ڈالے تو ایک پھوڑ ماما سے بھی
بدتر روٹی پکائیگا۔ پس جیسی یہاں عمل میں بلکہ علمی کام میں ہنر آیا ایسا ہی اخلاق میں جب تک
مزاولت نہ ہو نیک کرداری نہیں حاصل ہوتی۔ پروفیسر بلیکی فرماتے ہیں کہ اگر تم یہ خیال کرو
کہ ہم کو کتابوں اور دلائل و خیالات اور فاضلانہ مباحثوں سے نکوکار ہونے میں بڑی مدد
پہونچیگی تو تمھاری بڑی غلط فہمی ہے۔ کتابیں اور بحثیں بیشک دل کو ہوشیار اور بیدار کرتی ہیں

اور شاید وہ ابتدا میں چلنے کے اندر گمراہی سے انسانوں کو روکتی ہیں جیسے کہ راستوں میں تختوں پر دست رہنما بنے ہوئے مسافروں کو رستہ بھولنے سے روکتے ہیں مگر یہ دست رہنما تم منزل میں ایک قدم نہیں چلا سکتے تم کو چلنا اپنی ٹانگوں سے پڑتا ہے غرض عمل بالکل کرنے سے ہوتا ہے۔ راہوں میں اگر دست رہنما ہیں تو اچھا ہے مگر ہمیشہ ان کے سہارے سے چلنا اچھا نہیں جسقدر تم کو چلنا بغیر ان کے جلد آجائے تو بہتر ہے۔ تم یقین کرو کہ تھوڑا سا زیادہ سفر مسافر کریگا کہ ایسے اضلاع جو ویران اور اجاڑ اور کیچڑ دلدل پانی سے بھرے پڑے ہیں آجائینگے ایسی صورت میں مسافر کی حالت قابل رحم ہوگی جو میلوں کے پتھروں اور رہنما تختوں کو دیکھ کر سفر کرنے کا اکثر عادی ہے۔ اگر تم اپنی روح میں صحیح صحیح سمتیں بتلانے والا قبلہ نما نہیں مقرر کروگے تو تم ایسے اندھے رہنما کے ہاتھ میں پڑو گے جو اندھوں کی رہنمائی کرتا ہو۔ تم خود کمر بستہ ہوکر مستعد و آمادہ ہوکر بڑے بڑے بھی باتوں میں ثابت کرو کہ ہم چلنا چلنے سے کیم کودنا کودنے سے بٹا کھیلنا بٹا پھینکنے سے سیکھتے ہیں تمھاری زندگی میں عمدگی جب پیدا ہوگی کہ جو موقع عمدہ کام کرنے کے تمہارے سامنے آئیں تو انھیں عمدہ کام کرو۔ اگر تم اول ہی مرتبہ اپنی مردانگی کے امتحان میں جھجک جاؤ گے تو دوسری دفعہ میں اور بودے ہو جاؤ گے اور پھر آگے جو اور اسکے موقع آئینگے انمیں بے شک بالکل نکھٹو بن گئے ہو جاؤ گے اور نامردی اور کمینگی میں ڈوبتے چلے جاؤ گے۔ تیراک جب ہی تیراک بنتا ہے کہ وہ اپنی چھاتی کے زور سے پانی کے بہاؤ کا مقابلہ کرتا ہے اور اسکی مخالف سمت میں پانی کو چیرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اگر وہ ہمیشہ پایاب پانی میں تیرا کرتا تو طوفانی آب میں وہ غرقاب ہوتا یا پریشان و حیران۔ زندگی کو فرخ و سعید فقط نیک خیالات اور مسائل کا علم نہیں بنائیگا جب تم سفر کرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ میل آتے جاتے ہیں اور پیچھے رہتے جاتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو تم مسافر نہیں ہوتے مقیم ہوتے ہو پس ایسی اپنی مبارک و فرخ زندگی کے سفر میں جو دقتیں اور دشواریاں آتی جائیں ان کو میلوں کی طرح پیچھے چھوڑتے

چھوڑتے جاؤ گے تو اپنے منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے

(۶) یہ تو ممکن نہیں کہ زندگی کے معمولی کام جو روزمرہ کئے جاتے ہیں وہ نیکی کی کسوٹی پر چڑھا کر کئے جایا کریں اور کوئی ایک طریقہ پسندیدہ مقرر کیا جائے کہ وہ بھلائی اور نیکی بتلانے والا ہو۔ بہت سے فرائض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اُن کے ادا کرنے والے پر سخت ناگوار طبع ہوتے ہیں اسلئے آگاہ دلوں نے بہت تلاش اور جستجو در تگاپو اس میں کی ہے کہ کوئی مجمل و مختصر قاعدہ ایسا حاصل کریں کہ وہ نیکی و بدی کا معیار ہو تو شاید سب سے اچھا یہ قاعدہ ہاتھ لگا گو وہ سائنس کے لحاظ سے بالکل صحیح کامل نہیں ہے مگر وہ افعال کے امتحان کے لئے معیار ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو کہ دوسرا آدمی تمہارے ساتھ کرے وہ تم اُس کے ساتھ کرو۔ یہ مضمون بھی دنیا کے ساری زبانوں میں کسی نہ کسی پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے چنانچہ زبان سنسکرت میں ایک شاعر نے جس طرح بیان کیا ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ سن تمام نیکیوں کا مجموعہ ان مجمل و مختصر الفاظ میں یوں بیان ہوتا ہے کہ تو اوروں کے ساتھ وہ کام نہ کر کہ جو تیرے ساتھ اگر کیا جائے تو تیرے دل کو آزار پہنچے۔ یہ قاعدہ سیدھا سادہ بڑا وسیع اور محیط ہے اور بآسانی استعمال میں آسکتا ہے وہ انسان کے کل افعال پر نیک اثر رکھتا ہے۔

(۷) جو شخص اپنے افعال کے اوضاع پر خیال کریگا وہ نیک کاموں کی طرف رغبت کریگا

اس خیال میں بڑی خوبی ہے کہ آدمی جو کوئی کام کرتا ہے اور کوئی لفظ کہتا ہے تو اُسکے نتیجوں کا ایک سلسلہ ایسا مسلسل چلا جاتا ہے کہ جسکے انجام کا پتا نہیں لگ سکتا ہے گرد کا ہر شخص ہماری زندگی میں ایک خاص حد تک رنگ پیدا کرتا ہے اور اپنا اثر ہم پر پہنچاتا ہے مگر وہ ہم کو معلوم نہیں ہوتا۔ کوئی بھلا کام کریں یا اچھا کلام کہیں وہ زندہ رہتا ہے گو اسکی بارآوری کو ہم نہ دیکھیں اور یہی حال بُرے کام اور کلام کا ہے۔ کوئی ادنی سے ادنی آدمی بھی ایسا نہیں ہے کہ اسکی مثال اپنا اثر اسکے گرد کے آدمیوں پر نہ کرتی ہو

Marfat.com

بھی کو ثبات اور قیام سب چیزوں سے زیادہ ہے اور وہ برباد نہیں ہوتی۔ گو ہر شے کو فنا ہے مگر نیکی کو بقا ہے وہ ماہ و مہر و خاک و افلاک سے برباد نہیں ہو سکتی

(۵) کونشنس قلب

ہر انسان کے صفحہ دل پر حق و ناحق کے معانی خدائے برحق نے اپنے ہاتھ سے لکھ دئے ہیں اسلئے ہر فرد انھیں پڑھ کر سمجھتا ہے۔ ہمارے باطن میں ایک پتلی آواز ہے جو ہمارے کاموں اور خیالوں اور کلاموں کی نیکی و بدی میں تمیز کراتی ہے۔ اس آواز کو جتنی توجہ دلی سے ہم سُنتے ہیں اُسکی ہدایت پر چلتے ہیں اور اسکی آموزش سے برائیوں سے بری ہوتے جاتے ہیں اِس کے طفیل سے ہم کو مشتبہ کاموں میں یعنی جنکے کرنے اور نہ کرنے میں شک ہوتا ہے اپنے فرائض پر آگاہی ہو جاتی ہے۔ اِس آواز کا نام کونشنس (قلب) ہے جو شخص کونشنس رکھتا ہے اُس کو صاحب کونشنس کہتے ہیں۔ یہ ہمارا کونشنس ایسا قاعدہ بتلاتا ہے کہ جس سے ہمارے کاموں و کلام و خیالوں کی تنظیم ہوتی ہے جب صاحب کونشنس ہم ہوتے ہیں تو ہم ساری نیکیوں کا مجموعہ بن جاتے ہیں پس کونشنس ہمارے اخلاق کا اصل اصول ہے۔ وہی ایک قوت خیر و شر میں تمیز کراتی ہے۔ وہی خلیفہ الٰہی ہمارے دل میں ہے جو ہمارے فرائض پر ہدایت کرتا ہے وہ خبردار کرنے کے لئے چیختا اور دہائی نہیں دیتا مگر ایسی آواز دیتا ہے کہ سُنائی دیتی ہے ہم کو جو راہ بتلاتا ہے اسمیں چلاتا ہے وہ فقط رہنما ہی نہیں ہے بلکہ روز بروز بخشنے ہے خدا تعالیٰ نے یہ قانون ہدایت دل پر منقش کر دیا ہے جو اُسکی اطاعت کریگا وہ محمود الخصال ہوگا جو اس سے سرتابی کرے گا اُس کی گردن پر وبال ہوگا +

(۲) ایک شخص بڑا نامور جلیل القدر گذرا ہے اسکی یہ نقل مشہور ہے کہ اُس نے ایک کچھوے کے بچے کو دیکھ کر یہ چاہا کہ اپنی لکڑی سے کچل کر اُسے کچومر کردے تو دل میں سے ایک نرم سی آواز بہت صاف یہ آئی کہ اس بچے کو تو مارے گا تو بڑا پاپ کریگا اس آواز کا سُننا تھا کہ اپنے ننھے بازوں کو کچھوے کے مارنے سے ہٹا لیا۔ اور جلدی سے گھر دوڑا گیا اور یہ ماجرا

Marfat.com

اسی ماں سے کہہ کر پوچھا کہ وہ کیا چیز بولی تھی جسنے مجھے منع کیا [illegible]
خطا ہے۔ یہ سن کر بے اختیار ماں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اس نے [illegible]
لڑکے کو گودی میں لے لیا اور یہ کہا کہ بعض آدمی اس کو کونشنس کہتے ہیں میں اسکو آواز [illegible]
کہنا مناسب جانتی ہوں جو انسان کی روح میں رہتی ہے اسی پر تمہاری زندگی کی برائی اور
بھلائی موقوف ہے اگر تم اس کے سننے میں حلقہ بگوشی اختیار کروگے تو وہ تم کو حق کاموں
کی طرف ہدایت کرتی جائے گی اور نیک کاموں کو صاف صاف بتلاتی جائے گی۔ اور اگر اسکے
سننے میں تم نے اپنے کان بہرے کر لئے اور اس کی اطاعت سے منہ پھیر لیا تو وہ رفتہ رفتہ بالکل
کم یا گم ہو جائیگی اور تم کو بغیر رہنمائی کے تاریکی میں چھوڑ جائے گی یہ کونشنس کی [illegible]
کی بڑی عمدہ مثال ہے۔

(۳) انسان کی عقل اور کونشنس کے درمیان ایک عجیب مماثلت و مشابہت ہے کہ دونو ایک
معلوم ہوتے ہیں۔ ادہر عقل سے اپنے سارے تعلقات جو اشیاء سے ہم رکھتے ہیں سمجھتے ہیں
اور ان میں برتاؤ وہ کرتے ہیں کہ جس سے ہمارے مقاصد و مطالب حاصل ہوتے ہیں ادہر
کونشنس ہمارے تمام تحریکوں اور تاثر و انفعال قلبی کی تنظیم ایسی کرتا ہے کہ جس سے ہماری
بہبودی اور اعلیٰ درجہ کی نیک اطواری ہوتی ہے غرض ہمارے دونوں حصول مقاصد و مطالب
کی تائید میں ایسے متفق ہیں کہ متحد معلوم ہوتے ہیں۔

(۴) جب کونشنس اور ہمارے جذبات نفسانی کے جوشوں کے درمیان ہنگامہ جنگ برپا ہوتا ہے
تو اس وقت امتحان ہو جاتا ہے کہ ہمارے کونشنس میں کتنا بوتہ ہے۔ ان دونو میں جھگڑا فساد
ہوتا رہتا ہے کہ کام شروع ہو جاتا ہے۔ جذبات کے جوش و خروش میں کونشنس کی آواز سنائی
نہیں دیتی یہاں تک کہ کام ختم ہو جاتا ہے تو وہ آواز سنائی دیتی ہے پھر سوا ندامت
و ملامت کے کچھ اور نہیں ہوتا۔

(۴) شیخ عراقی کا یہ قطعہ + آفتاب اندرون خانہ ما + دربدر میروم ذرہ مثال

Marfat.com

ہم زدا یمن و میکر دیم + گرد ہر کوے بہر یک مثقال - کو نشنس کے لئے بڑا

موزوں ہے صوفیاء کبار کو ان اشعار پر خوب حال آتا ہے - مگر اہل دنیا کے حسال پہ

وہ بہت صادق آتے ہیں کہ اپنے اندوہ کا چارہ باہر ڈھونڈتے ہیں اور اسکا علاج

دل کے اندر ہوتا ہے - ہمارے درد کی دارو سامنے ہوتی ہے اور ہم اوروں سے درمان کی طمع

کرتے ہیں نصیحت گر کونشنس جو بڑا دور بین ہے وہ ہمارے پاس ہے اور ہم اور آدمیوں

کے گرد دریوزہ گری کرتے ہیں اوروں کے مال پر چشم طمع رکھتے ہیں اور اپنے حال سے غافل

رہتے ہیں کاروانسرائے کی نقاشی کا سودا پکاتے ہیں اور اپنے گھر میں جاروب نہیں دیتے

موجود پر قناعت نہیں کرتے معدوم کے حریص ہوتے ہیں اوروں کی اندوختنی پر دل چلاتے

ہیں نفس امارہ کو کہ راہزن دائمی اور کیسہ بُر قدیمی اور دشمن جانی ہے دوست صادق گمان

کرکے غیر کو کہ جسکی سعی نیک و بد میں کچھ اثر نہیں رکھتی دشمن قوی جان کر اپنے ساتھ بزم صلح

اور اہل جہان کے ساتھ ہنگامہ رزم آراستہ کرتے ہیں اگر بھلے مانس ہیں تو اپنی تباہی اور

پریشانی کو اجرام فلکی اور اجسام علوی سے منسوب کرتے ہیں اور بنی نوع کے برادروں کو معذور

رکھتے ہیں - اور اگر بھلے مانس نہیں ہیں تو آدمیوں سے درندوں اور چوپایوں کی طرح لڑتے

ہیں اور آبروریزی اور خونریزی پر آمادہ ہوتے ہیں بلکہ درندے اور چوپائے بھی اپنے ہمجنسوں

میں ہزاروں میں سے ایک بھی وہ ناخوشی نہیں پیدا کرتا جو آدمی اپنی تبہ رائی اور سیہ دردنی

سے کرتے ہیں +

(۶) ارادہ کی تہذیب و تادیب

تنبیہ ارادہ - عزم - قصد - نیت - یہ سب الفاظ مترادف ہیں ان کے معانی سب جگہ ایک ہی ہیں

(۱) انسان کے دل کے اندر ارادہ ایک قوت ہے جو یہ اور وہ کام کرتی ہے - جیسا ارادہ

ہوتا ہے ویسا ہی کام ظہور میں ہوتا ہے - اگرچہ لوگ اس بات کے ماننے میں تامل کرتے

ہیں کہ آدمی ایسا آزاد ہے کہ جسوقت جو چاہے سو کرے مگر اس امر کے یقین کرنے میں شبہ کو

Marfat.com

جگہ نہیں ہے کہ ہم تحریکوں اور ترغیبوں کے غلام ہیں ہم جب
یا نہ کرنے کے لئے پیش آتے ہیں تو ہم کو یہ اختیار ہوتا ہی کہ جو اختیار چاہیں پسند کریں جیسے کہ
اختیار ہی ہے کہ آج گیند بلا چاہوں کھیلوں چاہوں نہ کھیلوں کچھ دیر کتاب کا مطالعہ چاہوں
کروں چاہوں نہ کروں غرض انسان کا ارادہ خود مختار اور آزاد ہے۔ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ
جب آدمی ان مخمصوں کی کش مکش میں آتا ہے کہ شہوات جسمانی ایک طرف کھینچتے ہیں خواہشات
نفسانی دوسری جانب میں لے جاتے ہیں جبلتیں تیسری سمت میں کشش کرتی ہیں عقل و ہوش اور
راہ بتاتے ہیں کونشنس اور راہ ہدایت کرتا ہے تو یہاں انسان کے ارادہ ہی کا کام ہے کہ
وہ کسی جانب جانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ رذائل کا میلان فضائل کے قلعہ پر حملہ آور ہوتا ہے
اور ہم کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ تو اس محل خطر میں عقل اور کونشنس دونوں سنتری بن کر
دیوار قلعہ پر پہرا دینے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ارادہ سپہ سالار بنتا ہے جسکے احکام اور انتظام سے
قلعہ دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رہتا ہی جب مختلف کام یا ایک کام کی مختلف صورتیں بعض آدمیوں
کے سامنے پیش ہوتی ہیں تو وہ انکو میزان عقل میں نہیں تولتے اور اپنے ارادہ کو سلا دیتے ہیں یا
بدسلیقگی کے ساتھ طے کرتے ہیں بس اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ارادہ تادیب و تہذیب سے محروم
رہ جاتا ہے اور بازپرس و جوابدہی کا بوجھ گردن پر لد جاتا ہی اور خوف و خطر سر پر سوار ہو جاتے
ہیں۔ جو لوگ خود اپنا ارادہ نہیں رکھتے تو بدانتظامی اور اخلاقی تنزل ان کے پیچھے پیچھے جھاڑ کے
پڑتے ہیں مہذب و مودب ارادہ ہمیشہ ہوشیار رہتا ہی ہر وقت کل مقام کی تسخیر کی فکر میں رہتا ہی
اور اعلیٰ اصول جو اُس کو رپورٹیں پہنچاتے ہیں اسکے موافق وہ اپنے احکام جاری کرتا ہی۔ اس طرح
کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا شجاعت سے زیادہ وقعت رکھتا ہی۔

(۲) انسان کے ارادہ خود مختار ہونے کے باب میں خواہ کچھ ہی منطقی لفظی نتائج نکالے گئے ہوں مگر
عملاً ہر شخص دل میں سمجھتا ہی کہ میں برے بھلے کاموں کے درمیان میں انتخاب و پسند کا اختیار رکھتا ہوں
میرا حال تنکے کا سا نہیں ہے کہ پانی پر پھینکا جائے تو اسکی رو میں روانی کی سمت بہتا چلا جائے

Marfat.com

نہیں خود آپ ہے میں تیراک کی قوت رکھتا ہوں کہ بہاؤ کی مخالف سمت میں تیرتا چلا جاؤں
پانی کا زور کسی سمت میں جانے سے مجھے روک نہیں سکتا۔ پس ہمارے ارادہ کے لئے قطعی کوئی
روک نہیں اور ہم خوب جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کاموں میں ہمارے ارادوں کو کسی نے کیل نہیں رکھا اگر
ہم یہ خیال کریں کہ ہمارے ارادوں کی آزادی کی یہ حالت نہیں ہے تو ساری خوبیوں کی خواہش
مفلوج ہو جاتی ہے۔ ہمارے کل کاروبار ہماری ساری چال چلن خواہ وہ خاص اپنی گھر سے
متعلق ہوں یا اپنے ابنائے جنس سے وہ سب اس یقین پر مبنی ہیں کہ ہم اپنے ارادہ میں خود مختار
اور آزاد ہیں۔ اگر انسان کو اپنے ارادہ میں آزادی نہ ہو تو پھر اس سے باز پرس کیسی ہو سکتی ہے
جب تک ارادہ آزاد نہ ہو آدمی کو تعلیم کرنی نصیحت دینی پند و وعظ سنانی ملامت کرنی مصلحت بتلانی
یہ سب عبث و بیکار ہونگی۔ ان سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو گا۔ اگر قوانین کی اطاعت اور عدم اطاعت
کرنے کا فیصلہ کرنا آدمی کے ارادہ کے اختیار میں یقینی نہ ہوتا تو ان قوانین سے کیا خاک فائدہ ہوتا۔ ہماری زندگی
کے ہر لمحہ میں کونشنس پکار کر کہہ دیتا ہے کہ انسان کا ارادہ آزاد ہے۔ یہی ایک چیز ہے جو ہمارے خاص اختیار میں ہے
کہ ہم اسکو چاہیں تو صحیح جانب میں چلائیں چاہیں غلط جانب میں ہماری ترغیبیں اور عادتیں ہم پر حاکم
نہیں بلکہ ہم اُن کے حاکم ہیں کونشنس ہمکو بتلاتا ہے کہ اِن کی اطاعت میں بھی ہم اُنکا مقابلہ کر سکتے ہیں
اور اُن کو محکوم بنا سکتے ہیں اس کام کے کرنے میں سوا مصمم ارادہ کے کسی اور زور کی ضرورت نہیں

(۳) فرض کے ادا کرنے میں سب سے زیادہ سد راہ ارادہ و قصد کا ضعف اور عدم تصمیم ہے۔ ہماری
ایک جانب میں کونشنس اور خیر و شر کا علم ہے اور دوسری جانب میں کاہلی خود غرضی عیش طلبی
و شہوت پرستی ہے۔ ان دو حالتوں کے اثروں کے درمیان غیر مؤدب و نامہذب ارادہ کچھ دیر تک
لٹکتا رہے گا آخر کار اس میزان کا پلڑا اُس طرف جھکے گا کہ جس طرف ارادہ کام کرے گا اگر
اس نے مجہول بن کیا تو خود پرستی اور شہوات جسمانی کا پلڑا غالب ہا اور اس سے آدمی شہوات
نفسانی کا غلام بن گیا جس سے آدمی بالکل شہوت پرست ہو جائیگا۔

(۴) تادیب اخلاق کے واسطے اور خصلت و سیرت کی عمدہ صورت ظاہر ہونے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ

Marfat.com

آدمی میں ایسا ملکہ ہو کہ وہ بلا توقف اپنے ارادہ کو [illegible]
کی ترغیبات کا مقابلہ کرے۔ نیک کاموں کے کرنے کی عادت جب پختہ ہو کہ [illegible] آدمی [illegible]
ترغیبوں کا مقابلہ کرتا ہے ہوائے نفسانی سے لڑتا ہے شہوات نفسانی کو دباتا ہے خود غرضی کو
مغلوب کرتا ہے۔ مگر جب آدمی ایک دفعہ بھی اپنے فرض کا ادا کرنا سیکھ جاتا ہے تو اُس کی عادت میں وہ
خوب جگہہ پکڑ جاتا ہے اور پھر اُس کی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

(۵) وہ بڑا نیک شجاع جوالمرد ہے جو اپنے آزاد ارادہ کے استقلال سے اپنی ایسی تادیب کرتا ہے کہ
نیک عادت اُس میں پڑجاتی ہے۔ اور بڑا بد شریر آدمی وہ ہے کہ جو اپنے آزاد ارادہ کو بے کار کر کے
اپنے اختیار کی عنان شہوات جسمانی اور ہواء نفسانی کے ہاتھہ میں دینے سے بد عادت ڈالتا
ہے جس کے سبب سے وہ ایسا مقید ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو+

(۶) آدمی اپنے بل سے سیدھا کھڑا ہو سکتا ہے دوسرے کے سہارے سے نہیں پس اپنے ارادہ کی کار
کردگی سے اپنے مطالب و مقاصد کو تقویت دے سکتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر اور اپنے اعمال و
افعال پر قدرت رکھہ سکتا ہے وہ جھوٹی باتوں سے بچ سکتا ہے سچی باتوں کو اختیار کر سکتا ہے شہوات
جسمانی سے پرہیز اور ہواء نفسانی سے گریز کر سکتا ہے۔ پاک نفس مقدس بن سکتا ہے۔ جور و جفا سے
دور اور عفو سخا سے قریب ہو سکتا ہے۔ یہ ساری باتیں ہر متنفس کے بس میں ہیں اور تادیب تہذیب
ارادہ سے حاصل ہو سکتی ہیں ہر آدمی کے اختیار میں ہے کہ خواہ وہ اپنے میں ملکی صفات پیدا کر کے
آزاد۔ پاک ذات نیک ہو یا شیطان۔ ناپاک۔ بدکار+

(۷) بڑے بڑے اولوالعزم اور صاحب ارادہ عزم بالجزم اور ارادہ مستحکم اور مستقل و مصمم رکھتے ہیں مگر
جب اُنکے اس ارادہ مستحکم کے ساتھہ کوئی ہادی ایسا نہیں ہوتا کہ اُنکو نیک سیرتی کی طرف رہنمائی
کرے تو وہ بڑے بڑے ظلم و ستم برپا کرتے ہیں۔ عالم میں ارادہ مصمم دیو خونخوار کا حکم رکھتا ہے
کہ اپنی اطاعت کے لئے وہ کروڑوں آدمیوں کا ناک میں دم کرتا ہے۔ فتح و غارت گری اور تباہی
کے سوا وہ کسی اور طرح سے راضی نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ارادے جب حد سے زیادہ فراخ ہو جاتے ہیں تو

سکندر اور نپولین کو پیدا کرتے ہیں ایسے ہی ارادوں نے سکندر سے دنیا کو فتح کرایا۔ بوناپارٹ سے یورپ کو غارت کرایا۔ بوناپارٹ کو سب سے زیادہ اپنا یہ مقولہ عزیز تھا کہ ارادہ مصمم سے زیادہ کوئی دانائی نہیں ہے۔ اس کے سارے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اولوالعزم اپنے عزم بالجزم سے کیا کیا انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔

(۸) غرض جیسا یہ ارادہ بغیر ہادی کے بڑی شرارت برپا کرتا ہے ایسا ہی جب اس کے ساتھ ایسا ہادی ہوتا ہے جو نیک نیتی کی طرف رہنما ہوتا ہے تو اس سے بڑی خیر ہوتی ہے جس شخص میں دونو باتیں ہونگی وہ اوروں کے دلوں کو روشن کریگا۔ ان کو اپنے فرائض کے ادا کرنے کی طرف متوجہ کریگا اور اعلیٰ مقاصد اور نیک مطالب کے حاصل کرنے میں اوروں کو اپنا شریک بنائیگا۔ اور سب کی رائے کو اس طرف متوجہ کریگا کہ وہ ضلالت و جہالت و کذب کو دور کریں اور ہدایت و صداقت کو قائم ایسے آدمی کے کاموں میں بڑی قدرت کا نقش جما ہوا ہوتا ہے۔ استقلال کے ساتھ مستعد ہونا اسکی عادت میں ایسا داخل ہوتا ہے کہ وہ اپنے گروہ کے وضع کو اور اپنے ہم صحبتوں کے رنگ کو بدل دیتا ہے اور اپنی قوم پر بڑا اثر کرتا ہے۔ وہ کاہلوں کو مستعد نامردوں کو مرد بنا دیتا ہے۔ وہ خود ایسا نمونہ ہوتا ہے کہ اسے دیکھ دیکھ کر بد بھی نیک ہونے کی طرف راغب ہوتے ہیں +

(۹) سوا ان برے بھلے ارادے رکھنے والوں کے بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ کیا انکا کوئی ارادہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو بہت ضعیف۔ اس لئے کوئی ان کی خصلت و سیرت نہیں ہوتی۔ نہ وہ برائی کا ارادہ کریں کہ برے ہوں نہ بھلائی کا کہ بھلے ہوں۔ ان پر اوروں کے ارادوں کا نقش نہیں جمتا نہ وہ آگے جائیں نہ پیچھے ہٹیں وہ بادنما کی طرح اپنا رخ ہوا کے ساتھ پھیرتے ہیں ایک طرف کی ہوا چلی اس طرف چلے گئے دوسری طرف کی ہوا آئی پھر اپنی جگہ پر آ گئے ہر ارادہ ان کے ارادوں پر حکومت کر سکتا ہے اور ہر آرا ان کے دلوں پر لکھ سکتا ہے۔ وہ کسی شوق میں سرگرم نہیں ہوتے اور وہ یہی نہیں جانتے کہ سرگرمی کسے کہتے ہیں۔ ہر جگہ سوسائٹی میں اسی قسم کے آدمیوں کی کثرت

ہوتی ہے۔مجہول۔بے پروا۔ضعیف۔مطیع۔بے خبر۔

(۱۰) اسپیواسلی یہ نہایت ضرور ہے کہ ارادہ کی تادیب اور ترقی کے لئے نہایت سعی اور کوشش کی جائے کیونکہ اس کے بغیر نہ آزادی ہے نہ استحکام ہے نہ سیرت و خصلت میں کوئی تخصیص ہے۔اسکے بغیر ہم اسی کو زور نہیں دیسکتے۔اخلاق کے مناسب ہدایت نہیں کر سکتے اور اپنی تئیں فلیل حملہ آوروں کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح دینے سے نہیں بچا سکتے۔عقلی تعلیم سے ہم تصفیہ خصائل نہیں کر سکتے۔حکیم سبا کرتے ہیں مگر اولوالعزم کام کرتے ہیں کسی کام کو نہ کرنیکے لئے بہی ارادہ مستقل نہ کرنا ایک مستقل ارادہ ہے یعنی ہم کچھہ کام نہیں کرینگے۔

(۱۱) ارادہ کی تہذیب و تادیب و تعلیم کا وقت سب سے اچھا بچپنا ہے۔ایک خاص زمانہ ہوتا ہے کہ ہمارا دل بڑا وسیع ہوتا ہے اس میں بہت کچھہ سرمایہ فائدہ مند راست بازی کا سما سکتا ہے ہمارے جذبات عقل کے تابع ہو سکتے ہیں سچے اصول دل میں استحکام کے ساتھہ قائم ہو سکتے ہیں کہ وہ آیندہ زندگی میں بڑے کاموں میں کام آسکتے ہیں ہم کو جتنے دنوں اس زمین پر رہنا ہے اس میں یہ زمانہ نہ کل دنوں رہتا ہے نہ بہت دنوں تک بلکہ وہ چند سال ہی کا ہوتا ہے اگر ہم نے اُس کو اپنی غفلت سے کہو دیا تو دنیا کے دستور اور عادت کے موافق جہالت اور غلط کاری ہم کو گھیر لے گی۔ہمارے ارادہ کا ضعف ہمارا قانون ہوگا اور رذائل ہمارے فرمانروا جنسے مقابل ہونا مشکل ہوگا اسی نوعمری میں ارادہ کو مستحکم کرنا سیکھو۔اور اپنی عمر رواں میں ثبات پیدا کرو تا کہ وہ ڈہل مل نہ رہے سوکھے پتے کی طرح ہوا کے ساتھہ ادہر ادہر نہ پڑے پہر وہ ارادہ کے مستحکم نہ کرنے سے تم زندگی ہی میں قبر میں دفن ہو جاؤ گے جسکے پتھر کے سرکانے کی قوت نہ رکہو گے +

(۱۲) خداتعالی ہمارے کاموں میں ہماری نیت اور ارادہ کو دیکہتا ہے اگر نیت بخیر ہو اور اسکے موافق عمل نہ ہو سکے تو بہی وہ عمل خیر گنا جاتا ہے اگر عمل خیر ہو اور اسکے کرنے میں نیت بخیر نہ ہو تو وہ نیکی میں شمار نہیں ہوتا۔ظاہری عمل اور باطنی نیت میں بعینہ ایسا تعلق ہے جیسا کہ پوست اور مغز میں مغز کے لئے پوست کا ہونا ضرور ہے اور اسی سے مغز لیہا جاتا ہے پوست اصل ...

Marfat.com

پھر اسکے اندر مغز بتدریج اور بدشواری بڑھتا ہے۔ ایسے ہی پہلے کام آگے آتا ہے پھر ارادہ ہوتا ہے اگر کام نہ ہو تو پھر ارادہ کاہے کا ہے بغیر کام کے ارادہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ بغیر تیر کے کمان کو چڑھانا۔ ارادہ میں وہ زور ہے کہ اگر ہم مصمم طور پر اُسے کریں اور مشیت ایزدی بھی شامل حال ہو تو جو ہم ہونا چاہیں وہ ہو سکتے ہیں +

(۷) فرض

قانون اخلاق کے موافق جو کام ہم کو کرنا چاہیے اُس کو فرض کہتے ہیں۔ وہ ہمارے دم کے ساتھ ہوتا ہے اور ہمارے دم ہی کے ساتھ جاتا ہے۔ ہماری سمدھی کبھی وہ نہیں چھوڑتا جو شخص اس سے جی چراتا ہے وہ بڑا ہی نکما اور ذلیل ہوتا ہے۔ اجناس عالم سے ہمارے تعلقات ایسے ہیں اور ہماری حالت ایسی ہے کہ اُن سے فرض پیدا ہوتا ہے۔ جو ہمارے گرد قریب ہیں اُن کے حقوق کا ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ ادا حقوق کا فرض اول گھر سے شروع ہوتا ہے والدین کے حقوق اولاد پر اور اولاد کے حقوق والدین پر۔ بہن کے بھائیوں پر اور بھائیوں کے بہن پر۔ خاوندوں کے بیویوں پر اور بیویوں کے خاوندوں پر۔ نوکروں کے آقاؤں پر اور آقاؤں کے نوکروں پر۔ گھر کے بعد دوستوں ہمسایوں اور اہل وطن کے حقوق ہیں ہمیں ساری عمر یہ فرض گھیرے رہتا ہے۔ بظاہر یہ بات بُری نہیں معلوم ہوتی ہے کہ آدمی ان سب حقوق کو بالائے طاق رکھکر آزاد ہو اور اپنے من مانے کام کیا کرے۔ اور کوئی کام سوائے اپنے مرضی کے نہ کیا کرے مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ آدمی کی آزادی کا حال یہ ہے کہ پہلی آدمی سے زیادہ آزاد ہے اور کبھی تو آزادی کا کالا ونا ہے۔ مگر انسان کی زندگی جو نری اپنی مرضی کے موافق ہوتی ہے اس میں نہ اصلی سرور ہوتا ہے نہ سچی آزادی ہوتی ہے۔ ادائے حقوق کے فرض کو فراموش خاطر کرتا ہے اور شتر بے مہار بنتا ہے تو اُس پر وہ جور وظلم وستم ہوتا ہے جسکو وہ اٹھا نہیں سکتا۔ دُنیا میں فرض ایسی کدبانو نہیں ہے کہ کاموں کے کرانے میں سختی و درشتی کرتی ہو بلکہ وہ نہایت شفقت سے دل جوئی و ہمدردی کرتی ہے

Marfat.com

وہ خدا کی بھیجی ہوئی ہے وہی ہم کو سلامت باکرامت رکھتی ہے۔ افکار اور تردداتِ دنیاوی سے نجات دیتی ہے اور بنی نوع انسان کو ہم سے فائدے پہونچاتی ہے +

(۲) ادائے فرائض کا خیال فضائل انسانی کا سرتاج ہے۔ اسکا القا ضعیف کو قوی۔ نامرد کو جری کرتا ہے۔ اُفتادہ کو ایستادہ جسکو اسکا خیال نہیں وہ اول ہی مصیبت یا ترغیب کے جھونکے میں اوندھے مُنہ گرتا ہے۔ اخلاق کی کل عمارت کی گچ فرض ہے جو اُسکو استوار اور پائدار رکھتی ہے۔ یہ تمام قوت۔ نیکی عقل۔ راستی۔ آرمیدگی۔ مسرت۔ محبت خوشدلی بغیر اس کے ثبات و قرار نہیں رکھتے۔ بلکہ ساری ہماری ہستی کی بناوٹ و ساخت ہمارے اندر فرسودہ ہوجاتی ہے اور آخرکار ہم کو کھنڈر میں بٹھا کے اپنی ہی تباہی پر حیرت زدہ کرتی ہے۔ ادائے فرائض میں اپنے تئیں وقف کرنا اور شفقت و محبت کی خدمات کو مہربانی سے بجالانا اور کسر نفسی کرنا انہیں باتوں کے مجموعہ کا نام ہماری سیرت یا خصلت ہے +

(۳) جری جوانمردوں کو ادائے فرائض بڑی تقویت دیتا ہے۔ ان کو سیدھا کھڑا کرتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے ۱۸۵۷ء کو جب دہلی میں ہنگامہ عذر برپا ہو رہا تھا اور انگریز اور ان کی اہل و عیال قتل ہو رہے تھے لباس صاحب سشن جج دہلی بھاگتے ہوئے ہچنسن صاحب مجسٹریٹ دہلی سے شہر کے کشمیری دروازہ میں ملے اور ان سے کہا کہ ہچنسن صاحب تم کیوں ناحق مرنے کے لئے جاتے ہو انتظام کرنا اب تمھارے اختیار سے باہر ہو گیا ہے اسپر ہچنسن صاحب نے فرمایا کہ شہر کا بچانا میرا ڈیوٹی (فرض) ہے میں ضرور جاؤنگا۔ وہ شہر میں آئے اور فرض کے ادا کرنے میں ہی جان قربان کی۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ جب پومپی جانے کے لئے طوفان میں جہاز کے اندر سوار ہوتا تھا تو دوستوں نے منع کیا کہ کیوں جان جوکھوں میں پڑتے ہو تو اس نے کہا کہ مجھے وہاں جانا ضرور ہے جینا ضرور نہیں جس کام کا کرنا آدمی پر فرض ہے اس کو کرے خواہ کرنے میں کیسا ہی خوف و خطر سامنے آئے اور طوفان اس پر برپا ہو +

Marfat.com

(۴) ہم کو اپنے جینے کی علت غائی یہ ٹھیرانی چاہیے کہ انسانیت اپنی خصلت بنائیں اور بالقوہ جسمانی و روحانی کاموں کو بالفعل نہایت عمدہ طور سے ظاہر کریں۔ درحقیقت یہی جینے کی علت غائی ہے اور باقی اور وسائل اور ذرائع ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ جس شخص کو نہایت خوشی بہت دولت۔ بڑی حکومت۔ اعلیٰ جاہ و منصب ناموری حاصل ہے وہ بڑا کامیاب کامگار ہے بلکہ اُس شخص کو بڑا کامیاب جانو جو نہایت آدمیت و انسانیت رکھتا ہے اور زیادہ فائدہ مند کام کرتا ہے اور سب کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ایک کامیاب دانشمند فرزانہ نے اپنی ساری زندگی کے تجربوں کا لب لباب یہ نکالا ہے کہ اول ادائے حقوق پھر خوشی۔ اس سے بہتر کوئی مقولہ نہیں ہوسکتا اور اس سے بدتر مقولہ نہیں ہوسکتا کہ اول اپنی خوشی پھر ادائے حقوق۔

(۵) اول آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنا کام دریافت کرے پھر اُسکو کماحقہ انجام دے۔ ادائے فرض میں صبر سے انتظار کرنا بجائے کام کرنے کے ہوتا ہی ادائے فرض میں ناکامی بھی ناکامی نہیں ہے کامیابی ہے کسی کام کا کماحقہ کر دینا۔ یا بوقت ضرورت اپنے فرض کے ادا کرنے میں ہاتھ کا لگانا ہی بڑی کامیابی ہے +

(۶) خلاصہ یہ ہے کہ فرض کا سمجھنا اور سب کے حقوق کا ادا کرنا انسان کی مشکلات کو سہل کرتا ہے وہ ہم کو بہت سے سبق پڑھاتا ہے۔ اطاعت کا سبق دیتا ہے۔ بُری ترغیبوں کا مقابلہ کراتا ہے جن کاموں کے کرنیکا قصد کرتے ہیں اُنکو کرا دیتا ہے۔ سارے تجربے یہ شہادت دے رہے ہیں کہ ہم وہی ہو جاتے ہیں جو اپنے تئیں بنانا چاہتے ہیں جب ناحق کام نہ کرنے کا قصد کرتے ہیں اور ترغیبیں اُنکے کرنے پر اُکساتی ہیں تو ہم حق کام کرنے کا قصد کرتے ہیں اس طرح رفتہ رفتہ ہم وہی بنجاتے ہیں جو ہم اپنے تئیں بنانا چاہتے ہیں۔ ہر روز کی ایسی کوشش اس قسم کے جھگڑوں کو طے کر دیتی ہے ہم ہی کاٹتے ہیں جو بوتے ہیں

(۷) اعلیٰ درجہ کی پاک و مقدس لیاقت یہی ہے کہ ہم سب کے حقوق ادا کرنے کو اپنے جینے کا اعظم مقصد سمجھیں سرور روحانی اور مسرت جاودانی فرض کے کماحقہ ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہیں

Marfat.com

اِس میں کبھی حسرت و مایوسی پاس نہیں آنے پاتیں ایک ... ...
اپنے فرائض کو ادا کرتے ہیں تو انکا علم ہمارے دل کو وہ محظوظ کرتا ہے جو دل ... ...
پس فرض کا ادا کرنا ادائے حقوق میں ہے۔ اور حقوق تین طرح کے ہیں ایک اپنی ذات
کے دوسری اور عباد کے تیسرے معبود حقیقی کے۔ اِن کو آیندہ تین بابوں میں
بیان کرتے ہیں +

باب دوم

انسان کے ذمے جو اپنی ذات کے حقوق ہیں

(۱) صحت کو سلامت رکھنا

ہر شخص پر واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی صحت کی خبر رکھے اور اچھی طرح حفاظت کرے
کیا تھوڑے لفظوں میں یہ ایک بڑا مضمون ادا کیا گیا ہے کہ دنیا میں وہ انسان نہایت
شاد اور شادمان ہے کہ جس کا جسم اور دل دونو مرض سے خالی ہیں یعنی بے مرض جسم میں
بے مرض دل رکھتا ہے۔ انسان کے واسطے کوئی نعمت صحت کے برابر نہیں وہ اُس کی
ساری خوشیوں کی جان ہے جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو خود اُس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے
نہ وہ خود خوش رہتا ہے نہ اور اُس سے خوش ہوتے ہیں نہ وہ اپنا کام کر سکتا ہے نہ اوروں کا
اپنے ہم نشینوں کو بار خاطر ہو جاتا ہے۔

شعر

منغص بود عیش آن تندرست   کہ باشد بہ پہلوے بیمار سُست

پس صحت کو قائم رکھنا انسان کی لیاقت ایک طرح کی ہے۔ گو زندگی کا کچھ اعتبار
نہیں انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ موت کو روک سکے۔ وہ ہزاروں طرح سے آتی ہے
مثل مشہور ہے کہ سرہانے موت ہر حیلے رزق۔ مگر کوئی شخص بڑا نہیں ہوتا جبتک کہ
وہ صحت کے باب میں کچھ احتیاط نہیں کرتا اور اپنی شہوات نفسانی کو نہیں روکتا
اِس سبب سے وہ ایک عزت کا مستحق ہوتا ہے۔

Marfat.com

سے دوں زیادہ ہم تندرست صحیح سالم جیتے ہیں اور اپنے کاموں میں مستعد رہتے ہیں اتنا ہی ہم ان خدمات کا معاوضہ اچھی طرح دیتے ہیں جو ہمارے پرورش اور تعلیم میں ابتداءِ عمر میں کی گئی ہیں پس اے طالب العلم تم اپنے تندرستی کی حفاظت میں کمال تندہی کرو۔ اگر اس کام میں غافل رہوگے تو اپنی زندگی سے خوش نہ رہوگے اُس سے مطالعہ اور تحصیل علم میں خلل پڑے گا۔ اگر تم اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ساری تمناؤں اور آرزوؤں میں کامیاب ہوگئے تو اس زمانہ کی صحت کی بے احتیاطیوں کا خمیازہ آئندہ بھگتنا پڑے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ طالب علم جتنا شوقین علم کا ہوتا ہے وہ اپنی صحت کی یعنی گوشت اور خون کی حفاظت عقل کے موافق نہیں کرتا۔ وہ اس طرح چلتا ہے جیسے کوئی ٹرین خطرناک ٹیلے پر چلے اور سگنیل یعنی اشاروں کی نشانیوں کو نہ دیکھے۔ اور یہ نہ جانے کہاں ٹھیرنا چاہئے تجربہ بتاتا ہے کہ جو طالب علم جسم کو کاہل بناتا ہے اور بے ورزش رکھتا ہے اور دماغ سے سخت محنت اصرار کے ساتھ لیتا ہے تو وہ ضرور امراض میں کم وبیش مبتلا ہوتا ہے۔ جو طلباء قدرتی توانا اور تنومند نہیں پیدا ہوتے اور اپنے تئیں کتابوں کے حوالہ کر دیتے ہیں اُنکے دماغ نہایت ضعیف ہوجاتے ہیں اور جسم لاغر و ناتواں۔ اس لئے طلباء کو منع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے باہر تحصیل علم میں مشقت کرکے اپنا خون اپنی گردن پر نہ لیں۔ اُنکو اپنی صحت کی سب سے زیادہ ایسی احتیاط کرنی چاہئے جیسے کہ اچھا کاریگر اپنے اوزاروں کے تیز رکھنے اور عمدہ سپاہی اپنی بارود کے خشک رکھنے میں احتیاط کرتا ہے۔ شائستہ اور مہذب آدمی بیماروں پر رحم کرتے ہیں اور اُن کی عیادت کو جاتے ہیں اور اپنے مقدور کے موافق اعانت کرتے ہیں۔ پس بیمار پڑکر ایسی تکلیفیں نہ اور وں کو دو نہ خود دکھہ درد میں پڑو۔

(۲) صحت آدمی کی بڑی سلطنت ہے اور وہ نعمت ہے کہ ایک بادشاہ بیمار ہو تو اُسکو اوج وحشمت جاہ و حکومت۔ اسباب تجمل و شوکت یہ سب مل کر خوش نہیں کرسکتے۔ وہ اپنے شاندار محل میں سونے چاندی کے پلنگوں پر ایسے آرام کی نیند نہیں سوتا جیسا کہ ایک غریب آدمی

Marfat.com

اپنے پلنگے پر مچھر پسو کھٹملوں کے اندر سوتا ہی الغرض دولت کے
انبار عیش وعشرت کا سارا سامان دل کو اچھا نہیں لگتا غرض ہماری مسرت اور فرحت کا
بڑا حصہ ہماری صحت کے ہاتھ میں ہے۔ بغیر صحت کے زندگی وبال ہی صحت کسی گروہ کا خواہ وہ
امیر ہو یا غریب ہو حصہ نہیں ہی غریبوں کے حصہ میں وہ آتی ہی امیروں کو اُسکی تلاش رہتی
ہے۔ مشہور ہی کہ بادشاہ دوا اور گدا غذا کی تلاش میں رہتا ہی لیکن اس بیان میں ذرا مبالغہ
ہی ہر امیر ایسا مریض نہیں ہوتا کہ وہ غربا کی صحت پر رشک و حسد کرے۔ بلکہ بہت غریب
ایسے کم بخت ہوتے ہیں کہ وہ امیروں کی صحت پر حسد کرتے ہیں صحت ایسی نعمت عظمیٰ ہے کہ
اُس کے مقابل میں دنیا کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں ایک عاقل اُس کو قارون کے خزانہ کے
عوض میں بھی نہیں بیچتا جنکو عقل سے بہرہ نہیں ہے وہ صحت کی قدر حالت صحت میں نہیں کرتے
لیکن جب بیمار پڑتے ہیں تو اُس کی قدر سمجھ میں آتی ہی۔ ع + قدر نعمت بود بعد زوال +
جب تپ لرزہ چڑھتا ہی یا درد قولنج اُٹھتا ہی۔ کوئی پھوڑا نکلتا ہی تو بے اختیار یہ دل چاہتا
ہی کہ جو کچھ ہمارے پاس ہو وہ کوئی سب لے لے اور ہمکو بھلا چنگا کر دے افلاس کی حالت
میں تندرست رہنا دولتمندی کی حالت میں بیمار رہنے سے اچھا ہوتا ہی۔ ایک مفلس جو
مشقت شاقہ سے روٹی کماتا ہی مگر تندرست رہتا ہی۔ وہ اُس امیر سے اچھا ہوتا ہے کہ زر و گوہر و دُر کے
انبار رکھتا ہی مگر بیمار رہتا ہے + چرا نالد ز دستِ تنگدستی ۔ ہر آں کو راست گنجِ تندرستی

(۳۳) افسوس ہی کہ ہم اس عطیہ الٰہی کو اپنی غفلت سے کھو بیٹھتے ہیں خدا نے تو ہمکو ایسا پیدا کیا ہی
کہ اگر ہم خود اور ہماری صحت کی احتیاط کریں و مضر واقعات سے اپنے تئیں بچائیں تو
ستر برس یا اسی سے کچھ زیادہ جی سکتے ہیں لیکن اکثر ہم میں سے اس عمر سے پہلے اس
سبب سے مر جاتے ہیں کہ ارادۃً ہم قوانین صحت کے خلاف کام کرتے ہیں یا کچھ ایسی سخت آفتوں
میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جنکا کچھ علاج نہیں کر سکتے۔ صحت کچھ اسی کا نام نہیں ہے کہ
جسم کو مرض کے آلام سے بچائیں بلکہ اس سے مراد یہ ہی کہ اپنی تمام جسمانی اور روحانی قواء کو

خاطر خواہ کام میں لائیں اور اُن کے استعمال سے خود بھی خوش ہوں اور اپنے ساتھیوں کو بھی خوش کریں۔ نیک کرداری اور سچائی اور صحت ہم معنی ہیں صحت حسانت ہی ہماری بدصورتی ہے جب تمام قواء اور اعضاء اپنے اندازہ کے موافق کام اور آرام کرتے ہیں اور غذا اپنے اشتہا کے موافق پاتے ہیں تو تندرستی اور صحت ہوتی ہے۔ مگر طلباء جو شائق علم ہوتے ہیں وہ دماغ کو اور کل اعضا کی نسبت زیادہ کام میں لاتے ہیں اور اس کا یہ خمیازہ اُٹھاتے ہیں کہ صحت اور حسانت دونو رخصت ہو جاتی ہیں جو طلباء کہ علم کے لئے جفاکشی کرتے ہیں کبھی تو نوجوانی میں اُن کے چہرہ پر مار الشباب دیکھنے میں نہیں آتا۔ چہرہ زرد بدن لاغر و ناتوان یہ ساری بلائیں طلباء اپنے سر پر خود لاتے ہیں +

(۴) گو یہ بُرائی سارے عالم میں طلباء کے اندر ساری اور جاری ہو مگر سب سے زیادہ یہ ہمارے ملک میں طلبہ کی جان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ملک گرم ہے۔ سرد ملکوں کی نسبت کھیل تماشے بہت کم گھروں سے باہر ہوتے ہیں سال کے زیادہ دنوں میں گرمی ایسی ہوتی ہے کہ طلبہ بمجبوری گھر کے اندر پڑے کتابوں سے سر مارا کرتے ہیں یہ گرمی جسم کو آرام طلبی کا عادی بناتی ہے طالب علمی دماغ کو مطالعہ میں گرم کراتی ہے اس طرح یہ سارے گرم دن سونے اور مطالعہ میں بسر ہوتے ہیں ان دونوں باتوں سے جسم ناتوان اور دماغ ضعیف ہو جاتا ہے اور صحت جواب دیتی ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں کے کامیاب طلبہ جو چودہ پندرہ گھنٹے برسوں پڑھتے ہیں اور اپنا خون پانی ایک کرتے ہیں جو ان میں اول نمبر حاصل کرتے ہیں کیا وہ جلد مر جاتے ہیں یا زندہ درگور ہو جاتے ہیں یا ہمیشہ صحت کے لئے رویا کرتے ہیں بعض طلبہ بی اے و ایم اے جلد مرنے کے لئے یا ہمیشہ دواؤں کے کھانے کے لئے ہوتے۔ ماں باپ ان تعلیم میں پانچ سات ہزار پھر علاج میں ایک ہزار روپے خرچ کراتے ہیں اور داغ ان کے دل پر لگا جاتے ہیں کلکتہ یونیورسٹی میں بریلی کالج کا طالب علم لال بہادر انٹرنس میں اور دہلی کالج کا طالب علم محمد ابراہیم ایف اے میں اور آگرہ کالج کا طالب علم ہری رام بی اے

اول متبر میں پاس ہوئے تھے۔ دو برس کے اندر تینوں مر گئے

طلبہ کو یہ نصیحت کرنی مدنظر ہے کہ وہ اپنی لیاقت سے باہر دماغ سے محنت نہ لیا کریں جب ...

ہوتا ہے اس میں فرق آتا ہے۔ پھر آیندہ صحت میں خلل پڑتا ہے جان جوکھوں میں پڑتی ہے۔

کتاب کے کیڑے نہ بنو اُن سے مُنہ اُٹھاؤ اور چہرہ کو خوشنما بناؤ۔ کتابوں کی انتہا کچھ نہیں ہے

اُنہیں پر دانائی کا حاصل ہونا مخصوص نہیں ہے اُن سے کچھ علوم و فنون سیکھ لو اور بند

کر دو۔ دماغ ایسا بنا لو کہ وہ کچھ اوروں کو دے اور آپ کچھ اوروں سے لے۔ اور لے کر

حفاظت سے رکھے +

(۲) شرائط صحت

(۱) اوپر کے سبق سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ جسم و دماغ میں ایسا تعلق ہے کہ جب جسم کی صحت پر پوری توجہ کیجاتی ہے تو قوائے دماغیہ اپنا پورا کام کر سکتی ہیں صحت جسم کے لئے قوانین ہیں ان کے موافق کام کرنے سے ہم زندہ رہتے ہیں اگر یہ کام نہ کریں تو پھر جسم سخت بیمار اور دماغ بیکار ہو جاتا ہے اسلئے ہمکو اپنے جسم کی خبر رکھنی چاہیے ان شرائط کا بیان ہم لکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کیونکر ان کو پورا کر سکتے ہیں +

(۲) اول شرط صحت۔ تازی ہوا صحت کے واسطے کوئی چیز ایسی ضروری نہیں جیسی کہ تازی ہوا۔ جسم کی پرورش کے واسطے غذا بھی لازمی ہے۔ مگر اُس کے درمیان وقفہ ہوتا ہے گھنٹوں بغیر کھائے پئے رہتے ہیں مگر ہوا تو ہماری ہر دم ہمدم ہے اگر ذرا سی دیر بھی جدا ہو جاتی ہے تو پھر ہمارا دم ہوا ہو جاتا ہے تنفس کے واسطے پاکیزہ اور تازی ہوا چاہیے۔ وہ ہمارے خون کو مصفا کرتی ہے غلیظ ہوا رفتہ رفتہ ہم پر زہر کا اثر کرتی ہے۔ ہوا کا ایک عنصر آکسیجن ہے وہ ہمارے خون پر بڑا اثر کرتا ہے۔ ہوا جتنی اُس سے خالی ہوگی اُتنی ہی وہ ہماری صحت کے حق میں زہر ہوگی۔ افسوس ہے کہ ہم ایسے تنگ اور بند مکانوں میں رہتے ہیں کہ جن میں ہوا کا گذر بخوبی نہیں ہوتا۔ دن کے چوبیس گھنٹوں کے اندر زیادہ تر انہیں کے اندر

رہتے ہیں صاف ہوا پھیپھڑے کے اندر نہیں جاتی اس لئے اُس کو منقبض رکھتی ہی اور دل کو
سُست بناتی ہی خون صاف نہیں ہوتا غرض جسم کا نظم درہم برہم ہوتا ہی اور پرورش
اچھی طرح نہیں پاتا۔ پھر اُس پر اور یہ غفلت ہی کہ اِس تنگ مکان میں جو خاص جگہہ اپنی
نشست کی یہ طلبہ مقرر کرتے ہیں اور اُس میں کرسی میز کتابوں کی الماری رکھتے ہیں
وہ اور بھی تنگ ہوتا ہی۔ اِس میں صاف تازی ہوا نہیں آتی اسلئے پھیپھڑا منقبض رہتا
ہے ضعف ہمارا قوی اور چہرہ زرد ہوتا ہی۔ طلبہ کو چاہیئے کہ جب اُنکی نشست کا مکان
تنگ ہو تو اُس میں ہوا کے گذرنے کا سامان اچھی طرح کریں۔ پنکھا جھلنے کا ہوا کے آنے کا
انتظام کریں تھوڑی دیر کے لئے مکان کو خالی کردیں۔ ہر مقام پر اُسکے ہوا کو آنے دیں
اُس کے اردگرد صفائی رکھیں ہر شخص کو اور خصوصاً طلبہ کو اپنے مکانوں کی چھتوں کے نیچے
سے باہر نکل کر آسمان کے تلے بھی ہوا کھانی چاہیئے۔ اِس ہوا کھانے میں پھوٹی کوڑی خرچ
نہیں ہوتی وہ مفت ملتی ہی۔ مُنہ لپیٹ کر بھی کبھی سونا نہ چاہیئے اگر مُنہ لپیٹنا اِس لئے ہو کہ
ناک میں بدبو نہ آئے تو بدبو کی چیزوں کو پرے ہٹانا چاہیئے اور اگر اِس لئے ہو کہ سردی اور مچھر
وغیرہ نہ ستائیں تو اُسکی کچھہ اور ترکیب کریں قاعدہ ہی کہ ہوا جو سانس کے ساتھہ اندر جاتی
ہے وہ زہریلی ہوکر باہر آتی ہے پس جب مُنہ لپٹا ہوا ہوتا ہے تو نہ ہوا باہر جاسکے گی نہ باہر
کی ہوا اندر آسکے گی زہریلی ہوئی ہوا اندر جائے گی اور ہماری صحت کے لئے مضر ہوگی
اور جسم کو نہایت ضعیف کردے گی اِس طرح سونا حقیقت میں ایک قسم کی خودکشی ہی جسم کو
اپنے کاموں کے کرنے کے لئے ضعیف کرنا بڑا گناہ ہی تعلیم میں جسم و دماغ دونو سے کام لینا
پڑتا ہی اِس لئے طلبہ کے واسطے خالص تازی ہوا کا انتظام کرنا بڑا ضروری ہی۔ عموماً صحت تو
سب کے لئے فائدہ مند ہوتی ہی خاص طلبہ کے لئے کیونکہ اُن سے یہ امید ہوتی ہی کہ وہ اپنی
ذات سے اور آدمیوں کو فائدہ پہنچائینگے اور بڑے بڑے کام کرکے دکھائینگے جو وہ تازی
ہوا کے بہم نہ پہنچانے سے صحت کو برباد کرینگے تو اپنا ہی نقصان نہیں کرینگے بلکہ اور آدمیوں کو

Marfat.com

زیان پہونچائیں گے +

(۳) دوم کھانا۔ غذا تو انسان کی جان ہو بدن میں حرارت پیدا کرنے کے لئے وہی ایندھن ہی غذائے لطیف صحت کی ترقی کا باعث ہوتی ہو غذا کی مقدار اور خاصیت دونوں پر لحاظ کرنا بہت ضرور ہے۔ معدہ میں غذا جاتی ہو وہاں وہ ہضم ہوتی ہو۔ اسکا جوہر خون میں جاری ساری ہوتا ہو۔ دل کا پمپ اُس کو جسم کے ایک ایک کونے میں لئے پھرتا ہے۔ بدل مایتحلل بناتا ہے اور جسم کو نمود دیتا ہو۔ معدہ ایک وقت معین ہیں خاص مقدار غذا کو ہضم کرلیتا ہو۔ اگر اُس کو زیادہ بھردو گے تو کیا وہ اپنے کام کو بالکل چھوڑ دیگا یا بُری طرح سے کریگا جس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہونگی۔ اشتہا کے وقت سادی خوراک عمدہ طور پر غذا کا کام دیتی ہو مگر یہ کہ کس قسم کی اور کتنی غذا کہانی چاہیئے۔ اس سوال کا جواب ٹیڑہی کھیر ہو۔ ہوا میں زیادہ تر حصہ نائٹروجن گاس کا ہے وہ سارے زندہ جسموں میں متحد صورت میں رہتی ہے وہی سب سے زیادہ مادہ حیات ہو۔ اب سوال یہ ہو کہ کس طرح سے اپنے جسم کو اس گاس سے بہریں ہوا کے ذریعہ سے اُس کو بہرنا بظاہر فطرت کے موافق معلوم ہوتا ہو۔ مگر حقیقت میں خوراک کے ذریعہ سے بہرنا مفید ہوتا ہو۔ خوراک وہی بہتر ہو جس میں نائٹروجن گاس زیادہ ہو۔ ہمیشہ اسکم بحثیں اور تکراریں رہتی ہیں کہ نباتاتی غذاؤں اور حیوانی غذاؤں میں سے کس میں زیادہ تر حصہ نائٹروجن گاس کا ہو۔ مگر تجربہ سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ دونو قسم کی غذا کھانے والوں آدمی تنومند و توانا ہوتے ہیں۔ دونو میں نائٹروجن کثرت سے ہو۔ اس ملک میں دونو قسم کی غذاوں میں سے کسی قسم کی غذا کھاؤ تنومندی حاصل ہو گی۔ شمالی ہندوستان میں بڑی بڑی قومیں تنومند اور زور آور رہتی ہیں جنکی خوراک صرف غلہ اور دودھ ہے۔ بعض محقق کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ زبردست آدمی وہ ہیں جو تین پاؤ آٹا اور آدہ پاؤ دال اور آدہ پاؤ گھی کھاتے ہیں۔ غذا زود ہضم ہو ثقیل دیر ہضم نہ ہو کہ اسے کھا کر تم ایسے بن جاؤ جیسے کہ چوپایہ پارہ پی کر۔ یہ تجربہ سے ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہو کہ کونسی غذائیں دیر ہضم اور کونسی زود ہضم

ہوتی ہیں۔ پینے کے واسطے وہی پانی سب کی چیزوں سے اچھا ہی جسکو خدا نے بنایا ہی اور جیسے انسان نے بہت سی چیزیں پینے کی بنائی ہیں صرف یہ چاہیے کہ پانی آلائش اور کدورت سے پاک صاف ہو۔ جو لوگ اس قدرتی پانی کے سوا مصنوعی پانی شراب وغیرہ پیتے ہیں اُنکے اندر سو صورتوں میں سے ننانوے صورتیں مضر نتیجے ضرور پیدا کرتی ہیں دنیا کا تجربہ کہے دیتا ہے کہ پانی پینے والے ہی زیادہ تر اپنی محنت و ہنر سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور دولت پیدا کرتے ہیں محنت مشقت کی برداشت کرتے ہیں۔

(۴) سوم لباس۔ ہمارے ملک میں تین موسم ہوتے ہیں جاڑا۔ گرمی۔ برسات تم موسم کے مناسب کپڑے پہنو جب موسم سرما کا آغاز ہو تو صبح اور شام اور کپڑے پہنا کرو اور دن کو اور چھاتی کو ہمیشہ گرم رکھاؤ۔ اکثر اس موسم کے آغاز میں کپڑوں کی احتیاط نہ کرنے سے آدمی بیمار پڑجاتے ہیں اکثر تم سنتے ہوگے کہ جاڑے کے موسم میں غریب آدمی امراض سے اتنے نہیں مرتے جتنے کہ گرم کپڑوں کے نہ میسر ہونے سے غرض یوں تو ہر موسم میں لباس کا اثر صحت پر ہوتا ہے مگر جاڑے میں زیادہ تر نمودار ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ضرب المثل ہی کہ حرارت یعنی گرمی ایذا دیتی ہی اور برودت یعنی سردی ہلاک کرتی ہی۔ اسلئے اس میں بڑی احتیاط چاہیے۔ کپڑے ڈھیلے ڈھالے پہنا کرو اُنکو ایسا چست و تنگ نہ بناؤ کہ وہ تمھارے اعضا کو حرکت میں تکلیف دیں اور جسم میں خون کے دورہ کو روکیں سر کو بھی دوپٹے سے زیادہ نہ کسو اور تنگ ٹوپی سے اُسکو تنگ نہ کرو۔ پانوں کو بھی تنگ جوتے سے تکلیف نہ پہنچاؤ کپڑوں کو اکثر بدلتے رہو جب پسینہ آجائے تو ضرور اُنکو اتار ڈالو الگنی پر ڈال کر سکھاؤ۔ میلے کچیلے کپڑوں کو بدن سے دور رکھو +

(۵) چہارم جسم کی صفائی۔ ہمارا جسم ایک بھاڑ ہے جسمیں مادے ہمیشہ گرم ہوا کرتے ہیں اور اُنکے جوہر اور فضلے جدا ہوا کرتے ہیں جوہر ہمارے جسم کے اعضا کو مرتب کرتے ہیں اور ایک قسم کے یہ فضلے ہمارے مسامات سے پسینے کی صورت میں باہر نکل جاتے ہیں اب اگر یہ مسامات بند ہو جائیں تو وہ فضلات ہمارے اندر جمع ہوں اور بیماریاں پیدا کریں۔ اسلئے ان مسامات کا

Marfat.com

بند رکھنا نہ چاہئے۔ انکے کھلے رکھنے کی ترکیب ہے کہ اکثر نہانے رہیں نہانے

صاف ہو۔ اور مزاج کے موافق گرم سرد موسموں میں ہو۔ نہانے سے کیسی تفریح ہوتی ہے

دل کو چین اور آرام آتا ہے قطع نظر اس فرحت اور راحت کے اکثر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جنکا

جسم غلیظ رہتا ہے اُنکا دل بھی ناپاک رہتا ہے۔ اسی لئے ہر مذہب میں ظاہری طہارت کی تاکید

کی گئی ہے۔ انگریزی ضرب المثل ہے خدا پرستی کے بعد طہارت ہے۔ مسلمانوں کے ہاں الطہارت

نصف الایمان ہے۔ نماز سے پہلے وضو ہے جو یہ اشارہ کرتا ہے کہ طہارت باطنی کے واسطے طہارت

ظاہری مقدم ہے۔ ایک دانشمند کا قول ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ نہانا کوئی عبادت ہے بلکہ جب آدمی

شفاف صاف تالاب حوض میں یا بہتے پانی میں نہاتا ہے تو اس طہارت ظاہری کا پرتو دل

پر ایسا پڑتا ہے کہ طہارت باطنی پیدا ہوتی ہے اور نیک باتوں کی طرف طبیعت کو میلان

زیادہ تر ہو جاتا ہے +

(۶) پنجم ریاضت جسمانی۔ جسم کے ہر رگ پٹھے اور استخوان کی توانائی اور نمو ریاضت

پر موقوف ہے۔ ریاضت ہی سے اسکی تکمیل ہوتی ہے۔ ادنیٰ اعلیٰ سب کی زندگی کیا ہے۔ وہ

ایک چستی چالاکی مستعدی کا نام ہے۔ ایک چست مستعدی جسمیں افراط نہ ہو دوسری چالاک مستعدی

کو پیدا کرتی ہے اور وہ جسم کی توانائی اور تنومندی کے لئے ضرور ہے۔ طالب علموں کو یہ خوب

سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارا کرسی پر یا زمین پر بیٹھنا اور ڈسک پر جھکنا اور کتاب کے مطالعہ میں مستغرق

ہونا ممکن نہیں کہ جسم کو بڑھائے۔ یہ کام فقط ورزش جسمانی کا ہے کہ خون میں روانی ہوتی

ہے۔ پٹھے اپنا کام آزادانہ کرتے ہیں اگر یہ ورزش اور ریاضت جسمانی نہ کروگے تو نیچر تم سے

سمجھے گا۔ نوعمر طالب علم کو چاہئے کہ وہ کم از کم دو گھنٹے تک کھلے میدانوں کی ہوا کھایا کرے

اگر وہ یہ نہ کرے گا۔ ٹھنڈے پانوں گوشت کی اندر کے پُرزے معدے کے مختلف امراض

اور دماغی بیماریاں اپنے اپنے وقت پر تمکو مطلع کرینگے کہ تم نیچر کے خطاوار ہو۔ اگر

تم اسکی اصلاح شریر لڑکے کی طرح کروگے تو نیچر ضرور تم پر تازیانہ زنی کرے گا۔ وہ اور

والدین کی طرح نرم دل نہیں ہی کہ خطائیں معاف کردے۔ یہ مشہور ہی کہ نہ کام کرنا نہ کھیلنا لڑکے کو کاہل ضعیف بیمار و نکما کر دیتا ہی۔ اسواسطے اگر جسم کو توانا اور تندرست رکھنا چاہتے ہو تو ضرور ہی کاہلی سے اپنے تئیں نجات دو۔ یہ ورزش تم کو زندہ دل خوش دل تندرست رکھے گی طاقت و زور بڑھائے گی اور کاموں کو خوش دلی سے کرنا سکھائیگی۔

(۷) ریاضت جسمانی ہمارے جسم کی معمار ہی اس سے جسم میں توانائی آتی ہے نمو ہوتا ہی بیس بائیس برس کی عمر تک اعضا رگوں و استخوانوں میں پختگی نہیں آتی۔ اور اعضا کی ورزش انکو مستحکم کرتی ہے۔ ریاضتیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک عام دوسری خاص عام وہ جسمیں جسم کی تمام اعضا کی ریاضت ہو خاص وہ کہ جس میں خاص اعضا کی ریاضت ہو۔ فقط خاص اعضا کی ریاضت سے کام نہیں چلتا۔ اگر تم دو گھنٹہ پہر پہر چلو تو اُس سے ٹانگیں مضبوط ہونگی اور اعضا پر چنداں اثر نہیں ہوگا۔ اُسکے عوض کے لئے کرکٹ کشتی کھینا کُشتی لڑنے کی ورزش کرو اگر مگدر ہلاؤ جس سے ہاتھ بازو سینہ میں قوت آتی ہے تو بیٹھکیں بھی لگاؤ کہ ٹانگوں میں قوت آئے۔ ورزش اور ریاضت میں بڑا خیال یہ رکھنا چاہئے کہ اسمیں درشتی اور سختی نہ ہو۔ ریاضت کرتے جاؤ اور بیچ میں دم لیتے جاؤ اور تازہ دم ہوتے جاؤ۔ اگر ورزش متواتر کروگے اور وہ تمھاری بساط سے باہر ہوگی تو وہ نفع کی جگہ ضرر کرے گی بعض طلبہ ورزش میں ایسے دیوانے ہو جاتے ہیں کہ کچھ اپنی قوت کا خیال نہیں رکھتے ہیں آخر کو اس کا خمیازہ بھگتتے ہیں۔ ورزش میں اعتدال چاہئے اُس کے ہر کام میں اس پر عمل کرنا چاہئے کہ جب قلب کہے کافی ہے اور پکارے کہ باز رہو تو اُس کی اطاعت کرو۔

(۸) وبا میں مبتلا ہونا۔ بعض دفعہ ہم اُن قوانین صحت کے برخلاف کوئی کام نہیں کرتے مگر خاص امراض میں جیسے بخار۔ ہیضہ۔ چیچک ہی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ امراض متعدی ہوتے ہیں ایک سے دوسرے کو لگتے چلے جاتے ہیں اور وبا سارے میں پھیلا دیتے ہیں اور ہزاروں

Marfat.com

آدمیونکو جو قوانین صحت کے برخلاف کوئی کام خود نہیں [illegible] کردیتے ہیں لیکن تم یہ جانتے ہو کہ یہ امراض وبائی کیونکر پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح سے کہ بہت آدمی قوانین صحت کے برخلاف کام کرتے ہیں کیا انکو غذا کم ملتی ہی۔ یا بری غذا ملتی ہی یا وہ غلیظ بہت رہتے ہیں نجاست اور غلاظت کو پھیلاتے ہیں مرطوب مکانوں میں رہتے ہیں۔ ایسے مکانوں میں بستے ہیں کہ جنکی ہوا صاف نہیں ہوتی۔ پس یہ انکی خطائیں بے خطاؤں کو ستاتی ہیں اور بن کی آگ کی طرح سوکھی اور گیلی دونو کو جلاتی ہیں خطا و بے خطا دونو کو مارتی ہیں۔ پس ہمکو چاہیئے کہ ایک قانون صحت اپنے لئے یہ بھی سمجھیں کہ اپنے ہمسایوں کو انکی ان خطاؤں پر متنبہ اور انکی جہالت کو دور کرتے رہیں کہ وہ ایسی خطائیں نہ کریں کہ جنسے یہ وبائیں پھیلائیں۔ ہمکو اپنے نیک کاموں میں خود غرض نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی صحت ہی کا اہتمام کریں بلکہ اپنے ہمزاد ہمسایوں کو بھی اپنی نیکیوں میں شریک کرنا چاہئے۔ اگر ان کو کھانا اچھا نہ ملتا ہو انکے مکان تنگ تاریک قبر کی مانند ہوں۔ یا اور کوئی آزار رساں تکلیف پہنچتی ہو جس سے ان میں امراض پیدا ہوں تو انکی اصلاح کی طرف کوشش اور سعی کرنی چاہیئے۔ غرض یہ اہتمام کرنا چاہیئے کہ ایسے مکانوں میں یہ لوگ رہیں جنمیں ہوا اچھی آتی ہو عمدگی کے ساتھ غذا کھائیں کپڑے اچھے پاک صاف پہنیں اب یہ ظاہر ہے کہ جو شخص مرطوب مکان میں رہتا ہے تنگ مکانوں میں سوتا ہی صفائی کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتا تو وہ ایک ایسی بدچلنی کرتا ہے کہ سارے اپنے ہمسایوں کو کیا بلکہ دنیا کو نقصان پہنچاتا ہی۔ بڑا الزام اس شخص پر ہی جو کسی خاندان کا سرپرست ہی کہ اسکی غفلت سے سارے یہ آدمی برباد ہوتے ہیں کہ جب وہ قوانین صحت کا پابند نہیں ہوتا ہی اور مرجاتا ہے تو سارا خاندان تباہ ہو جاتا ہی اور وہ اوروں کے لئے تھوڑا یا بہت بار خاطر ہوتا ہی غرض جہاں تک ہم سے ہو سکے اس کو اپنے اوپر فرض جانیں کہ ہمسایوں کو صفائی کے ساتھ رہنا سکھائیں اور ان کے مکانوں کو اچھا بنائیں اور عادتیں ایسی ڈلوائیں کہ جس سے صحت رہے۔ یہ آدمی کا اپنے

بڑا فرض ہے کہ وہ قوانین صحت کا پابند ہو۔ صحت سے اُس کو راحت۔ طاقت۔ دولت ملتی ہے۔ اس کے سبب سے ہم اوروں کو اپنی خدمت کے لئے کم تکلیف دیتے ہیں اور اُنکی خدمت دوچند کرتے ہیں +

(۹) ریاضت جسمانی کی منفعت و عظمت۔ ای صاحبو یہ جو تم کالجوں اور اسکولوں کے میدانوں میں دیکھتے ہو کہ طلبہ کرکٹ کھیلتے ہیں اور گیندوں کے پھینکنے اور لپکنے کے لئے دوڑتے ہیں اور ورزشی کرتبوں میں اُچھلتے کودتے بھلا نگتے لٹکتے ہیں تو یہ نہ جانو کہ وہ فقط لڑکوں کا کھیل دل بہلانے کے لئے ہی بلکہ یہ سمجھو کہ یہ کھیل ہی طلبہ کے جسم کو توانا اور دل کو دانا کرینگے۔ اور وہ عزت اور عظمت کی معراج پر ایسا پہنچا ئینگے کہ دنیا دیکھے گی۔ ایٹن ایک بڑا مدرسہ انگلستان میں ہے اُسمیں ڈیوک ولنگٹن نے ایام طفلی میں تعلیم پائی تھی ایک دن اُنکا گذر اس مدرسہ کی طرف ہوا تو اُنھوں نے دیکھا کہ اسکے میدان میں لڑکے کھیل رہے ہیں تو اُنھوں نے زبان درفشاں سے فرمایا کہ یہ میدان بازیگاہ طفلاں وہی ہی جسنے واٹرلو کے میدان میں فتح نمایاں حاصل کی اعلیٰ درجہ کے کاموں میں عالی دماغ اور روشنضمیر ہونے کے لئے جسمانی تعلیم لازمی ہے وکیل کچہری میں جو آدمیوں کے ہجوم سے گرم ہو رہی ہو اپنے دعوی کے ثبوت میں اور جانب مقابل کے دلائل کی رد میں اور مدبران ملکی بھرے دربار میں اپنی تدابیر کے باب میں زور تقریر دکھا نہیں سکتے جب تک اُنکے آلات تنفس درست اس سبب سے نہ رہے ہوں کہ اُنکے پھیپڑے میں تازی ہوا خون کے صاف کرنے کے لئے داخل نہ ہوتی رہی ہو۔

ای صاحبو تمھاری بڑی دانشمندی یہ ہی کہ جب تم اولاد کو کالجوں اور اسکولوں میں بھیجو تو اُن کو یہ سمجھاو کہ ہم جیسے تمھاری تحصیل علم پر متوجہ ہونے سے اور مطالعہ کتب کے شائق ہونے سے قدرتی و مصنوعی اشیا کے واقف ہونے سے خوش ہونگے ویسے ہی دوسرے سے جسم میں توانائی اور طاقت آئیگی یہی پوری تعلیم کے آدھے آدھے حصے ہیں جنمیں سے ایک آدھا عالی دماغ اور روشن ضمیر دوسرا آدھا اعضا کو قوی کرتا ہے

اِس آخر حصہ سے بہت سی خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ٹانگوں کے مضبوط ہونے سے
کیسا سرور ہوتا ہے چستی چالاکی اِس سے ایسی آتی ہے کہ سُستی پاس نہیں آنے پاتی۔ تم
سُستی سے بچو اور اپنے سارے وقت کو فائدہ مند محنت کے کاموں میں صرف کرو اس لئے
کہ شہوت پرستی کا شیطان اُس وقت چپکے سے دل میں چلا جاتا ہے کہ دل کسی کام میں
مصروف نہ ہو اور جسم آرام طلب ہو اس لئے زیادہ تر آرام طلب تندرست سُست آدمی
جہاں اُن کو کوئی بری ترغیب دی گئی عصمت کو چھوڑ دیتے ہیں اور عصیان کاری میں پھنس
جاتے ہیں پھر یہ جسمانی محنت کا کام ہے کہ اُن کو شیطان کے پھندے سے چھڑا دے جسمانی ورزش
سے جو زور پیدا ہوتا ہے وہ آدمی کو ایسا عزیز ہوتا ہے کہ ایسے برے کاموں کے پاس وہ نہیں
جاتا جس سے وہ زائل ہو۔ یہ بڑا فائدہ ورزش جسمانی میں ہے +

اُمرا کی اولاد کو اکثر محنت مشقت کے کاموں سے نفرت ہوتی ہے اس لئے وہ جاہل ان پڑھ
رہ جاتے ہیں کوئی ہنر اُن کو نہیں آتا۔ غربا کی اولاد کو اول ہی سے بسبب اپنے پیشے
اور حرفے کے وہ کام کرنے پڑتے ہیں کہ جس سے ہاتھ پاؤں خوب کٹے مضبوط ہو جاتے
ہیں۔ ورزش جسمانی سے زیادہ اُن کا کام جسم کو قوی کر دیتا ہے۔ مگر ابتداء عمر سے وہ
اپنے کام دہندوں میں ایسے پھنستے ہیں کہ سوائے اس تعلیم جسمانی کے کوئی اور تعلیم اخلاقی
اور دماغی نہیں ہوتی اس طرح دونو غربا و امرا کی اولاد میں نقص اور عیب رہتے ہیں۔
اس لئے مہذب ملکوں میں دونوں کے لئے اِن نقصوں کے دور ہونے کے لئے انتظام
ہوتا ہے انگلستان میں اب وہی اعلیٰ درجہ کے عالی دماغ سمجھے جاتے ہیں کہ جو شہ زور
بھی ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ورزش بھی ارزش و ارجمندی کے اسباب میں سے ایک ہے +

(۳) اپنے نفس کو مغلوب کرنا

اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نفس میں بُرے بھلے کاموں کے ارادوں کی ڈاک لگی رہتی
ہے۔ رذائل فضائل کی آو جاو رہتی ہے۔ اُنکی اینچا تانی میں دل پھنسا رہتا ہے۔ وہ دل کو

Marfat.com

رزم گاہ ابی بنکے معرکہ آرائیاں کرتی ہیں جو انمیں غالب ہوتا ہی وہ ہم کو اپنی جانب کرلیتا ہی۔ اگر رذائل کو فتح ہوگئی تو ہماری کم بختی آگئی۔ انسانیت کے پایہ سے ہم گر گئے اور آدمی سے بہائم ہوگئے۔ اگر فضائل نے فتح پائی تو نفس سرکش ہمارا مطیع ہوا اور ہم کو فرشتے کا درجہ حاصل ہوا۔ غرض انسان کا فرشتہ و حیوان ہوجانا ارادہ نفس کی اطاعت و انحراف پر موقوف ہی۔ **اشعار۔**

آدمی زاد طرفہ معجونیست	از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل ایں شود کم ازیں	ور کند قصد آں شود بہ ازاں

یعنی انسان ایک طرفہ معجون ہی کہ فرشتہ اور حیوان دونو کی سرشت اس میں ہی۔ اگر حیوانیت کی طرف رغبت کرے تو حیوان سے بدتر ہوجائے اور اگر فرشتہ بننے کا ارادہ کرے تو فرشتہ ہوجائے غرض انسان کو نظام نفس میں بڑا اہتمام کرنا چاہئے۔ ہوائے نفسانی کو اپنے اوپر غالب کرنا ایک خطرناک مرض ہی اسکا علاج بالضد کرنا چاہئے مثلاً اگر نفس کاہلی کرتا ہو تو اُس کو محنتی و جفاکش بنائے۔ اگر وہ خود پرستی کا جوش پیدا کرتا ہو تو اُس کو فرو کرے اور نکال ڈالے اگر بے اعتدالیوں پر وہ مجبور کرتا ہو تو اُس کو دباکر اعتدال پر لائے۔ انسان کو یہ احتیاط کرنی چاہئے کہ چھوٹی یا بڑی برائی جب نفس پر غلبہ کرے تب ہی ہمت و ارادہ کرکے اُس کی بیخ کنی کرے اگر اس میں غفلت کریگا تو وہ جڑ پکڑ جائیگی تو پھر مشکل بنے گی ساری عمر اسکا خمیازہ اُٹھانا پڑیگا غرض نفس بہیمی سے جب تک پاؤں باہر نہ رکھے گا مجال نہیں کہ وہ زمرہ انسان میں داخل ہو۔

(۲) انسانیت رسم و جسم کے سبب سے نہیں ہوتی۔ بلکہ فضائل نفس کے استعمال سے ہوتی ہے علم اخلاق کے عالم انسان کو اخلاق میں کامل خیال کرکے اُس کو خیالی آدمی یا انسان کامل کہتے ہیں یعنی انسان کے اخلاق بغیر نفس کے مغلوب کرینکے کامل نہیں ہوسکتے۔ اور نفس مغلوب بغیر تعلیم اخلاق نہیں ہوتا۔ انسان کی طبیعت کا اقتضا یہ ہی کہ ہوائے نفسانی اسپر غالب رہتے ہیں۔ اِنکا مغلوب کرنا نفس کی تادیب و تعلیم پر موقوف ہے۔ نفس کا مطیع کرنا ہے

Marfat.com

انسانی وحیوانی زندگی میں میسر ہے اپنے نفس پر فتح پانے سے زیادہ کوئی فتح انسان کے لئے نہیں - وہی بڑا غازی قلعہ کشا جوانمرد ہے کہ اپنے نفس امارہ کو مارتا ہے **شعر**

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا ۔۔۔ نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

اصل شہامت وشجاعت ایسی نصرت میں ہے جو اپنے نفس پر ہو حضرت سلیمان کا قول ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر حکومت رکھتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو ایک شہر کو فتح کرتا ہے ان کا یہ دوسرا قول ہے کہ جو شخص اپنے نفس پر حکومت نہیں رکھتا اس کا حال ایسا ہے کہ جیسے کہ کسی شہر کا کہ فصیل نہ رکھتا ہو اور شکستہ ہو- مہابھارت میں لکھا ہے جو راجہ اپنے نفس کو مغلوب نہیں کر سکتا وہ دشمنوں کو کیسے مغلوب کر سکتا ہے جس کا نفس مطیع ہے وہ عاقل ہے اور جو نفس کا مطیع ہے وہ احمق ہے نفس کے مغلوب کرنے میں عقل کا زور کام میں لاؤ- اسی میں یہ قدرت ہے کہ وہ تمام جذبات نفسانی اور شہوات جسمانی کو تابع بنالے اور روح کو جسم پر غالب کر دے- گناہ سے جو تمہارا دشمن جانی ہے لڑو خواہ زخمی کیوں نہ ہو جاؤ- جب اپنی ساری قوت کو اسکے مقابلہ میں کام لاؤ گے تو اس دشمن پر ایسی فتح پاؤ گے جیسے گونگے مولشیوں پر پاتے ہو- مشہور ہے کہ جدھر عزم ادھر ہے قدم جب آدمی اپنے نفس کا ناظم وضابط ہوتا ہے تو وہ اپنے تئیں روکے ہوئے اور تولے ہوئے ایسا رکھتا ہے کہ کسی ترغیب وتحریص کی تحریک سے ادھر ادھر نہیں جھکتا اور اس کے آثار قلبی سب مجتمع ہوتے ہیں اور ان کے سامنے جو کام پیش ہوتا ہے انکا فیصلہ نہایت اطمینان سے مباحثہ ومشورہ کے بعد کر دیتا ہے-

(۳) ہمارے اخلاق زیادہ تر ہماری عادت سے پیدا ہوتے ہیں اور عادات ہمارے ارادہ سے پیدا ہوتے ہیں پس اگر ارادہ نے عادت کو نیک راہ میں ڈال دیا تو وہ ہمارے شفیق خلیق حاکم ہونگی اگر بد راہ پر چلا کے گمراہ کر دیا تو وہ ایک شتر بے مہار رہزناں رو ابرباد وتباہ کرنے والی ہوگی عادت پیدا کرنے کے لئے نوعمری کا زمانہ سب سے اچھا ہے- پس نفس کے مغلوب کرنے کی

Marfat.com

عادت ابتداء عمر سے ڈالنی چاہیے۔ والدین۔ اوستادوں۔ پیروں و مرشدوں کی نیک صلاحوں و تنبیہوں۔ سرزنشوں گوشمالیوں سے اور نیک شعار دوستوں کی صحبتوں سے نیک عادت پیدا کرنی چاہیے۔ تم اس عادت طفلی کے زور کو سپاہ میں دیکھو کہ گنوار دل میں سے لڑکے بالکل وحشی کندہ ناتراش اکھڑ جن کر سپاہ میں بھرتی کیے جاتے ہیں اور اُن کو قواعد سپاہ سکھائی جاتی ہے اور تعلیم فوجی ہوتی ہے تو ان میں ایسی بہادری جوانمردی آجاتی ہے کہ میدان جنگ میں وہ اپنے جوہر شجاعت کو دکھاتے ہیں۔ سچ مچ کے وہ شجاع و دلیر سپاہی ہو جاتے ہیں۔ پس جو اس سپاہ کی تعلیم کا حال ہے وہی ہماری طینتوں پر اخلاقی تعلیم کا ہوگا اگر ابتداء عمر سے وہ کی جائے اُس سے ہم میں یہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اطاعت کی عادت۔ اپنے فرایض کے ادا کرنے کا خیال اپنی عزت و آبرو کی پاس داری غرض اگر انسان مردانہ وار اپنے نفس کی نگرانی و تنبیہ و تادیب و تعلیم میں تقدیم کرے تو پھر بنی نوع انسان میں یہ تنزل ہرگز نہ ہو کہ نودسویں حصے اسکے ہیچ کارہ فقط اس سبب سے ہو رہی ہیں کہ ہوا و نفسانی کی بندگی کے سبب گناہ پر گناہ کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی طغیانی میں بہتے پھرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فضائل انسانی کی اصل نفس منحرف کے مطیع بنانے کی عادت ہے اس سے حسن خلق کا پیدا ہوتا ہے۔ اسی سے کونشنس کی جو ایک خلیفہ الٰہی قلب میں ہے اطاعت ہوتی ہے۔

اشعار

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا	بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا
سیماب کشتہ کس کا ماء الحیات کیدہر	گرجی کو مار سکئے ای درد کیمیا ہے
نہ مرد است آں بنزدیک خردمند	کہ با پیل دماں پیکار جوید
بلے مرد آں کس است از روئے تحقیق	کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

(۴) راستی

ہر مذہب و ہر نیک سیرتی اور پاکیزگی [illegible]
نیکیاں نظر آتی ہیں اور نیکیوں کے کرنے کا موقع تو کبھی کبھی ہوتا ہے مگر یہ وہ نیکی ہے کہ یہ عنایت
جب ہم اپنے خدا اور بندگان خدا کے حقوق جو ہمارے ذمہ ہیں ادا کرنے چاہیں تو اس کا کام
ہر گفتار و ہر کردار اور ہر خیال میں پڑتا ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ جو شخص خوش حال رہنا
چاہے تو اول وہ راستی اختیار کرے اس سے پہلے نہیں بعد اس کے غم آس پاس کبھی
نہیں آئیگا۔ انسان کی ذاتی خوبیوں کی اصل اصول یہی نیکی ہے۔ اس کا حال آدمی کے
ہر قول وفعل میں کھلتا ہے۔ اور اس کی برابر کوئی اور نیکی ہماری قدر و منزلت اعتبار ساکھ
ادب لحاظ اور آدمیوں کے دلوں میں نہیں پیدا کرتی۔ دنیا میں اس سے زیادہ کیا عزت ہوگی کہ
آدمی معتبر و معتمد سمجھا جائے۔ راستی حقیقت میں اعتبار کا نام ہے۔ اسی سے آدمی اپنے معتبر ہونے کا
یقین کرو دیتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میں اس بات کو جانتا ہوں تو وہ حقیقت میں جانتا
ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میں اس کام کو کر سکتا ہوں تو وہ ضرور کر سکتا ہے۔ یہ بات دنیا کے
معاملات میں بہت بکار آمد ہے — راست باز کے مقدمات میں تحقیقات کی
محنت نہیں اٹھانی پڑتی بہت جلد چند الفاظ میں فیصلہ لکھ دی جاتی ہے۔ راست بازی کرنا ایسی چلتی
ہوئی راہ میں چلنا ہے جو صاف اور ہموار ہو اُس پر چلکر آدمی جلد اپنے سفر کو ختم کرکے منزل
مقصود پر پہونچ جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا ٹیڑھے رستہ پر چلنا ہے جس پر چلنے سے اکثر آدمی گمراہ اور
تباہ ہو جاتے ہیں۔ جھوٹ اور مکاری میں جو آسانیاں نظر آتی ہیں وہ جلد جاتی رہتی ہیں اور
ان کی جگہ دشواریاں بہت دیرپا قائم ہو جاتی ہیں دروغ شعاروں سے لوگ دل میں غبار
رکھتے ہیں اور ان کو مشتبہ سمجھتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی سچ بولیں انکا اعتبار نہیں کرتے اور کبھی ایسی
دیانت امانت سے کام کریں اعتماد نہیں کرتے جب آدمی راستی اور دیانت داری کی نیکنامی
جاتی رہتی ہے تو پھر وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتی۔ شعر۔

ہوتا ہے یہ وہ فاش کلام دروغ کا	جھوٹے کا اعتبار نہیں ہے جہان میں

Marfat.com

حضرت سلیمان نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹے ہونٹوں سے کراہیت کرتا ہے مگر جو سچ معاملات کرتے ہیں ان سے خوش ہوتا ہے ع راستی موجب رضائے خداست + اور یہ بھی ہے کہ جھوٹا گواہ بغیر سزا پائے نہیں رہے گا اور جو جھوٹ بولتا ہے وہ غارت ہوگا۔ ست میں لکھا ہے کہ آدمی جھوٹ بولنے سے خبیث ہوتا ہے۔ پہلے ہندوؤں کے بزرگوں کو جھوٹ بولنے سے ایسی نفرت تھی کہ جب یونانیوں نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے تو انکی راست بازی کی عجیب و غریب تعریف لکھی ہے کہ گویا یہاں کوئی ہندو جھوٹ بولنے والا ہی نہیں تھا۔ رامائن میں لکھا ہے کہ سچ کے سبب سے راجا اپنے راج کو سلامت رکھتا ہے سچ ہی سے دنیا برقرار ہے۔ بزرگوں اور دیوتاؤں نے ہمیشہ سچ کو عزیز رکھا ہے جو دنیا میں اپنے ہونٹھ سچے رکھتا ہے وہ سرگ میں بڑے درجے پاتا ہے۔ جو سچ سے نفرت رکھتا ہے اس سے لوگ ایسا بھاگتے ہیں جیسے کہ سانپ کے زہریلے دانتوں سے۔ سچ ہی عدالت اور ایک چیز کا سرچشمہ اور اصل ہے۔ صرف سچ ہی زمین کی حفاظت کرتا ہے اور ہمارے گھروں کو امن و امان سے رکھتا ہے۔ راستی سے غفلت کرنا آدمی کو مصیبتوں و آفتوں میں پھنسانا ہے سچ ہی بڑا سرگ ہے۔

(۲) سچی بات سب طرح سے آپسمیں مطابقت و موافقت رکھتی ہے اور وہ اپنے اثبات میں کسی دوسرے کی محتاج نہیں ہوتی۔ وہ ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہونٹوں پر بیٹھی رہتی ہے اور ایسی بے تکلف نکلتی ہے کہ ہمکو بھی اسکی خبر نہیں ہوتی۔ برخلاف اسکے جھوٹ میں ایسا تکلف کرنا ہوتا ہے کہ ایک جھوٹ کے لئے اور بہت سے جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں جس سے بڑی اذیت ہوتی ہے۔ اسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کہ کسی عمارت کا کہ اسکی بنیاد بودی اور ناپائدار ہو کہ ہمیشہ اسکے سہارا دینے اور تھامنے کے لئے اڑواڑوں کی ضرورت ہوتی ہے پھر بھی آخر کو وہ نہیں تھمتی اور دھڑام سے گرتی ہے اور سچ ایک ایسی پختہ عمارت ہے کہ استوار بنیاد پر قائم ہوتی ہے کہ کسی طرح کی اسکو جھکول نہیں راست بازی میں کوئی بات ایسی

نہیں ہوتی کہ اُس کے کھل جانے کا خوف ہو۔ برخلاف اس کے جھوٹ ... کو ہر وقت
خوف لگا رہتا ہی کہ کہیں پردہ فاش نہ ہو جائے جس سے میں پکڑا نہ جاؤں۔ وہ اپنے نزدیک
اندھیرے میں چلتا ہی مگر اُس کے سارے مکر و فریب روشن دکھائی دیتے ہیں۔ وہ یہ
جانتا ہے کہ میں اوروں کو احمق بناتا ہوں مگر وہ خود گدھا بن کر اپنی ہنسی اُڑواتا ہے
جھوٹ بولنے کی برابر کوئی ذلیل بُرائی نہیں کسی حالت میں جھوٹ بولنا نہیں چاہیے۔ شعر

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے عصا ہے پیر کو اور سیف ہی جواں کے لئے

(۳) جھوٹ بولنا نامردی ہی۔ ڈرپوک آدمی جب کچھ کرتا ہے یا کوئی بات کہتا ہے اور
جانتا ہی کہ اسکی سزا ملے گی یا لعنت ملامت ہوگی تو اُس سے بچنے کے لیے جھوٹ بولتا
ہے سچ کہنے سے ڈرتا ہے۔ یا وہ کسی شخص کے ناخوش کرنے سے خوف کرتا ہی تو خوف کے
مارے خوشامد کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہی۔ نفع حاصل کرنے کے لئے آدمی گول مول
ذومعنی مبہم باتیں بناتے ہیں کہ جسکے معنی مشتبہ ہوتے ہیں سچے معانی بھی اُن کے بیان
ہو سکتے ہیں مگر وہ سُننے والے کے دل پر جھوٹا نقش جماتے ہیں۔ بعض آدمی اپنی اس
ذہانت پر فخر کیا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسے کنایات میں باتیں بنانی آتی ہیں کہ جنمیں ذرا
جھوٹ نہ ہو مگر وہ سُننے والے کے دل پر جھوٹ کا نقش جمائیں۔ ایسی گول مول باتوں کے
باب میں یہ ایک بنگالی مثل خوب ہی کہ جو پاجی کمینے گول مول باتیں بناتے ہیں وہ کچھوے
کے سر کی مانند ہوتی ہیں کہ جب چاہا نکال لیا اور جب چاہا سکیڑ لیا۔ ایسے ہی باتوں کے
معانی جو چاہتے ہیں چھپاتے اور نکالتے ہیں۔ یوں تو کل جھوٹ بولنا برا ہے مگر یہ گول
مول باتیں بنا کنایات و رموز میں جھوٹ بولنا سب سے بدتر ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے شخص کو
فریب دیتا ہے اور اپنے کونشنس کو بھی۔

(۴) سب طرح کا جھوٹ بولنا عصیان ہے خاص کر وہ جھوٹ تو بڑا جرم ہے جو دوسرے کو
ضرر پہنچانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور عدالت میں کسی کے حق میں زہر ہو۔ جھوٹی گواہی دینی کسی کی

سخت کر لی کسی کو گالی دینی تمام ملکوں میں جرم سمجھی جاتی ہیں اور بڑی سخت سزا اُن کی دی جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ایسے جرموں کی سزا نہ دی جائے تو اجتماع انسانی میں خلل پڑ جائے۔

(۵) جھوٹ نئی نئی طرح سے اپنے رخ ان صورتوں میں دکھاتا ہی مبالغہ میں اخفائے واردات میں بات کی صورت بدلنے میں - اپنے باب میں اوروں کی رائے کو مغالطہ دینے میں وعدہ خلافی میں جہاں سچ بولنا واجب فرض ہو وہاں اس سے باز رہنے میں - باتیں ملانے میں غلط وعدے کرنے میں ایسی لیاقتوں کے ادعا کرنے میں جو اصل میں نہ ہوں مبالغہ کے جھوٹ کو لوگ بہت برا نہیں جانتے - مگر اسکی اگر کسی کو عادت پڑ جائے تو پھر اُس کا اعتبار نہیں رہتا غلط بیان اُور جھوٹا سمجھا جاتا ہی جو خوشامد کرتا ہی وہ پاجی اور کمینہ سمجھا جاتا ہے اور پاجی طور سے جو جھوٹ بولتا ہی وہ اوروں کو فریب دینے کا قصد کرتا ہی مگر خود فریب کھاتا ہی اور اپنا اعتبار کھوتا ہی اور کاموں میں ناکام رہتا ہی گو وہ مکار و دغا باز نہ ہو

(۶) حق کا اللہ مددگار رہا کرتا ہی + اہل باطل کی طرف روئے ظفر کیا ہوگا

سچا آدمی جھوٹے آدمیوں کی طرح اپنی لیاقتوں اور قابلیتوں کا طومار نہیں باندھتا - پاک طینت جھوٹ سے خوف کرتے ہیں اور ثروت و شان و شوکت میں بڑھتے ہیں اُن کا حال ایسی لو کا ہوتا ہی جو بتی میں تیل پہونچنے سے برابر روشن رہتی ہی - اور جھوٹے آدمیوں کا تنزل روز بروز ہوتا جاتا ہی اور ان کا فروغ اس طرح جاتا رہتا ہی کہ جیسے بتی کی روشنی پانی پہونچنے سے چڑچڑ کرکے بجھ جاتی ہی +

(۷) رگبی اسکول کے نامور ہیڈ ماسٹر مسٹر ارنولڈ صاحب راستی کو آئینہ اخلاق کہتے تھے وہ اپنے طالب علموں کے دلوں میں اس نیکی کی جڑ جمانے میں زیادہ اہتمام کرتے تھے اور اُس کو مردمی اور انسانیت کی جڑ سمجھتے تھے - اس پاک طینت اور نیک خصلت ہیڈ ماسٹر کے حالات میں لکھا ہی کہ جب لڑکوں کا جھوٹ پکڑا جاتا تو وہ اس کو اخلاقاً بڑی خطا جانتے

Marfat.com

مگر جب طالب علم سے اس کے باب میں استفسار کیا جاتا تو وہ اظہار [illegible]
کر لیتے اور اس سے کہہ دیتے کہ میں تیرے کہنے کا یقین کرتا ہوں۔ پس یہ ان کے یقین اور اعتبار کرنے نے طلبہ کو راست کرداری سکھا دی کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ تو ہماری باتوں کا اعتبار کریں اور ہم ان سے جھوٹ بولیں +

(۸) افلاطون کہتا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ جھوٹ سے بالطبع دیوتاؤں اور آدمیوں کو نفرت ہے اور بچے بالطبع سچے ہوتے ہیں مگر خوف۔ شیخی۔ نمود۔ ڈینگ۔ خود مطلبی۔ اور اغراض اس خلقی خوبی کو ان میں کم کرتے ہیں جس سے وہ آخر کو بالکل تھوتھے اور نکمے ہو جاتے ہیں۔ بعض فرقے ایسے ہوتے ہیں کہ جھوٹے بڑے ہوتے ہیں مگر دل میں اپنے جھوٹ سے نادم بھی بہت ہوتے ہیں۔ آدمی خوب سمجھ لے کہ دنیا میں حقیقت حال کھلے بغیر رہتی نہیں اگر کوئی اس وقت جھوٹ بول کر بات بنا لے گا تو کیا آخر کو ملمع اتر جائے گا اور قلعی کھل جائے گی جو اصل ہے وہ معلوم ہو جائے گی۔ طلبہ کو بڑا شوق اصلی لیاقت سے زیادہ لیاقت دکھانے کا ہوتا ہے۔ باوجود ناواقف اور ناتجربہ کار ہونے کے وہ اپنی واقف کاری اور علم اور تجربہ کاری کا دعوے کرتے ہیں مگر وہ یہ خوب سمجھ لیں کہ اسے کوئی ان کی لیاقت اصل سے زیادہ نہیں سمجھے گا۔ ابتدا ہی سے اپنی ناواقفیت کو ایمانداری سے تسلیم کرنے کی عادت ڈالیں ورنہ شیخی کی عادت سے کل انکی زندگی جھوٹی نمائش میں صرف ہوگی جس سے ان کو ہمیشہ نقصان ہوتے رہیں گے۔ شیخی سے زیادہ بزدلی اور پست ہمتی میں ذلتیں اٹھانی پڑتی ہیں شیخی و نمود بالطبع لڑکپن میں ہوتی ہے وہ ابتدا ہی سے دور کرنی چاہیے۔

اے لڑکو تم سچ بولنے میں جوانمرد ہو خواہ سچ بولنے سے تم پر کیسی ہی آفت آئے مگر تم اس سے خوف نہ کرو جو کام حق ہو اس کو بے خوف و خطر کرو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ بے ضرورت ایسا سچ نہ بولو کہ لوگوں کے دل اس سے دکھیں کیونکہ سچ کی برابر کوئی شے زیادہ ناراض کرنے والی نہیں ہوتی (الحق مُر) (سچ بڑا کڑوا ہوتا ہے) مشہور ہے۔ اسلیے بے وجہ کسی کو سچ بول کر ناراض نہ کرو اور اگر

[اگر کو]ئی وجہ ہو تو پھر کسی کی ناراضی کا خوف نہ کرو۔ بیدہڑک راستی کا نعرہ مارو۔ اشعار

گر حکیمی دروغ ساز مباش   با کجی و دروغ یار مباش
راستی کن کہ راستاں رستند   در جہاں راستاں قوی دستند

(۵) عدالت۔ دیانت

جب ہم اپنے معاملات میں اور اوروں کے حق ادا کرنے میں حزم و احتیاط سے راستی کو کام میں لائیں گے اور اپنے ارادہ و نیت و عزم میں سچے ہونگے تو ہمارے اخلاق میں عدالت و دیانت کی اصول قائم ہونگے۔ عدالت اسی کا نام ہے کہ جو جس کا حق ہو وہ اُس کو ہم دیں۔ دیانت اسی کو کہتے ہیں کہ کسی کے حق میں خیانت نہ کریں پس اس عادل و متدین ہونے سے ہم ہر شخص کا جو حق ہوگا وہ ادا کرینگے۔ اوروں کی حق تلفی کا خیال نہ کریں گے جہانتک ہوسکے گا غیروں کے حقوق کی حفاظت کریں گے۔ نہ کوئی کام ایسا کرینگے نہ کوئی کلام ایسا زبان سے نکالینگے کہ جس سے دوسروں کی خصلت ناموری شہرت کو بٹا لگے۔ اور اس سے شوخی اور شرارت کی بات پیدا ہو۔ اپنی تمام کاروبار میں کسی ناجائز بلا لحاظ سے متمتع نہ ہونگے بے دیانتی سے فائدہ اٹھانے کا خیال نہیں کرینگے۔ زبور میں عادل صادق کا بیان حضرت داؤد نے اسی طرح فرمایا ہے کہ وہ صداقت کی راہ پر چلتا ہے اور راستی سے کام کرتا ہے دل میں سچ بولتا ہے کبھی اپنی زبان کو غیبت سے خراب نہیں کرتا ہے۔ اپنے ہمسایہ کے ساتھ برائی نہیں کرتا اور نہ اُسے بُرا کہتا ہے۔ شریر کو ذلیل جانتا ہے اور جو شخص خوف الٰہی کرتا ہے اُس کو معزز سمجھتا ہے۔ غرض عادل و متدین کسی کی حق تلفی نہیں کرتا جو جس کا حق ہے وہ اُس کو دیتا ہے جو عزت کا مستحق ہے اُس کی عزت کرتا ہے جس سے اُسے ڈرنا چاہیے اُس سے ڈرتا ہے جس کو خراج دینا چاہیے اُسے خراج دیتا ہے۔ دیانت دار آدمی کو کہا کرتے ہیں کہ وہ خود خدا تعالیٰ کے ہاتھ کی کام ہیں جو شخص اپنے کانشنس کے موافق کام کرتا ہے اُس کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی دیانت کا خیال ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بڑے بڑے کاموں میں ایک انگریزی ضرب المثل مشہور ہے

جو سب کاموں پر صادق آتی ہے۔ اِس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیانت سب سے زیادہ عمدہ مصلحت ہے اگر دیانت ظاہر بھی نہ ہو اور اُس کی سزا بھی نہ ملے تو بھی تجربہ اِس کا شاہد ہے کہ حرام اور ناجائز دولت کی کمائی پھولتی پھلتی نہیں دُنیا میں بڑی کامیابی دیانت میں ہی شہرت سے حاصل ہوتی ہے خرید و فروخت میں جو چالاکیاں اور دھوکہ بازیاں کی جاتی ہیں وہ چوری سے کچھ کم نہیں ہوتیں اور رشوت کا لین دین تو چوری سے بھی بدتر ہے۔ بے دیانتی کی بہت سی صورتیں ہیں جو شخص قرض لیتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے نہ اُتر سکے گا تو وہ بے دیانتی کرتا ہے۔ جو شخص اپنی حیثیت سے خرچ زیادہ رکھتا ہے وہ بے دیانت ہے۔ جس شخص کو دیانت کا اور اپنی عزت کا خیال ہوگا وہ اِن سب باتوں سے کوسوں بھاگے گا فند۔ فریب۔ دھوکہ ظلم سے کچھ دیر کے لئے آدمی کامیاب ہو سکتا ہے مگر مستقل کامیابی اُس کو دیانت و عدالت ہی سے حاصل ہوتی ہے جن ملکوں کی تجارت میں بایانت امانت مشہور ہوتی ہے وہ دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ یہ انگلستان کو جو دولت تجارت کی بدولت حاصل ہوئی ہے وہ فقط اسی سبب سے حاصل نہیں ہوئی کہ وہاں کے تاجر بڑے اولوالعزم اور عالی ہمت ہوتے ہیں۔ اور صناع بڑی عمدہ دستکاری کی چیزیں بناتے ہیں اور آدمی وہاں کے بڑے عاقل فرزانہ ہوتے ہیں بلکہ اِس سبب سے کہ عدالت اور دیانت کی نیکیاں اُن میں کوٹ کوٹ کے بھری ہیں اگر آج اُن میں سے یہ مفقود ہو جائیں تو وہ جہاز مال و اسباب کے جو سمندر پر پٹے ہوئے پڑے ہیں اور ہر ساحل سے محنت کے بدلہ میں دولت کے انبار اپنے ملک میں لاتے ہیں وہ سارے کے سارے غائب ہو جائیں +

دیانت دار کون شخص ہے؟ وہ جو خدا۔ بندگان خدا اور اپنے ساتھ سچا ہے اور سب کے ساتھ نیکی کا طریقہ استحکام و استقلال کے ساتھ برتتا ہے نہ کسی کی خفگی اُس سے حق تلفی کرا سکتی ہے اور نہ کسی کام میں فریب دھوکہ دلا سکتی ہے۔ اُس کے کاموں میں باتوں میں۔ وضع میں صفائی۔ پاکی سچائی۔ طمانیت پائی جاتی ہے +

Marfat.com

(۶) صاحب کونشنس ہونا یعنی صاحب نفس مطمئنہ ہونا

جو شخص اپنی زندگی کے کاروبار میں کونشنس کا پاس لحاظ رکھتا ہے اور اُس کے موافق کام کرتا ہے وہ صاحب کونشنس کہلاتا ہے۔ کونشنس ایک نوائے الہی ہمارے دل میں ہے۔ اُستاد حق آموز ہے وہ بتلاتی اور سکھلاتی ہے کہ اس طرح خیال کرنا۔ یوں کلام کرنا۔ کسی کام کا اس طرح کرنا حق ہے۔ زندگی کا کوئی معاملہ ومقدمہ ہو۔ اول سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ اِس کے اندر نوائے الہی کا ارشاد کیا ہے صاحب کونشنس اس خیال سے کام نہیں کرتا کہ اُس سے بہت خوشی حاصل ہو۔ یا وہ بہت آسانی سے حاصل ہو سکے۔ یا وہ خلائق کی نظر میں اچھا معلوم ہو بلکہ وہ کارِ حق کرتا ہے کہ پروردگار عالم کی نظر میں حق ہو۔ یہی اصول ایسی حبل متین ہے جس پر انسان کو متمسک چاہیئے۔ کونشنس آدمی کو اسلحہ فولادی سے مسلح کر دیتا ہے ورنہ بغیر اسکے تو ایک زبردست ساز بردست آدمی بری ترغیبوں کے ہاتھ سے لغزش کھاتا ہے۔ کونشنس ہی آدمی کو سیدھا اپنے قدموں پر کھڑا کرتا ہے اور شہوات نفسانی کی طرف میلان کرنے سے بچاتا ہے۔ سب سے زیادہ کار عظیم انسان کا یہ ہے کہ وہ سوچے کہ مجھ پر فرض کیا ہے۔ مہابھارت میں لکھا ہے کہ دن بھر ہم کو وہ کام کرنے چاہئیں کہ رات کو چین سے سوئیں۔ نو عمری میں وہ کام کریں کہ آگے عمر میں اطمینان سے زندگی بسر کریں۔ اس طرح عمر کاٹو کہ خدا کی نعمتوں اور برکتوں کے پانے سے مایوس نہ ہو +

پاک طینت صاف باطن بزرگ نمائش دنیاوی شان وشوکت وعزت ودولت وصلہ وانعام کے لئے اپنی خدمات نہیں بجالاتے بلکہ ان کو اپنا فرض سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں ڈیوک ولنگٹن و ویشنگٹن ونیلسن جو بڑے جوانمرد و شجاع تھے اور انھوں نے دنیا کو وہ اپنے کام دکھائے ہیں کہ صفحۂ دہر پر وہ ہمیشہ قائم رہینگے۔ انھوں نے اپنی تمام خدمات عالی کے انصرام اور مہمات عظیم کے سرانجام میں ہمیشہ اپنی ذاتی جاہ ومنصب سے قطع نظر کر کے ساری توجہ اُس پر مصروف کی کہ ہمارا فرض کیا ہے جس کو ہم ادا کریں +

(۲) کونشنس کسی خاص کام کے ساتھ مخصوص نہیں وہ ہر پیشے وعہدے سے متعلق ہے۔ مگر اکثر

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ تر آدمی اپنے پیشے و حرفے و خدمت و عہدہ میں [illegible]
کونشنس کو سلا دیتے ہیں اور سب کاموں کو ایمانداری سے کریں گے۔ مگر اپنے پیشے کے کاموں
میں جل و دہوکہ و فریب دینگے۔ آدمی پر واجب ہے کہ ہر کام میں خواہ وہ کچھ ہو کونشنس کا پابند
اُس کو خاص کاموں کے ساتھہ مخصوص نہیں کرنا چاہئے جس کام کا کرنا بُرا ہے وہ اپنے پیشے
میں بھی کرنا بُرا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کام کسی خدمت سرکاری میں جائز ہو مگر اور کاروبار
میں ناجائز ہو۔ اگر جھوٹ بولنا بُرا ہی تو وہ سب کاموں میں خواہ اپنے ذاتی کاروبار ہوں یا
سرکاری خدمات۔ کونشنس کے احکام کل کام میں ایک ہی ہیں اسکے دو دفتر نہیں ہیں کہ اپنے
پیشوں اور ذاتی کاموں میں کچھہ اور سرکاری کاموں میں کچھہ اور غرض خواہ پیشوں کی رقابت ہو
یا حُب جاہ کے جھگڑے ہوں۔ یا تجارت میں مقابلے ہوں یا عہدوں کے لئے مقابلہ کے امتحان
ہوں سب میں کونشنس کو رہنما بنانا چاہئے۔ یہ وہ روشنی ہی کہ اُس کو بغیر سزا پائے کوئی بجھا
نہیں سکتا اور نہ اسکے اندیشوں کو کوئی دور کر سکتا ہے۔

(۳) کونشنس کی برابر نہ کوئی شے انسان کو مسرور کر سکتی ہی نہ دل کو اطمینان دے سکتی۔ طمانیت قلب
کونشنس ہی کا نام ہے۔ اس سے آدمی آگاہ ہوتا ہی کہ میں نے اپنی فرض کے ادا کرنے میں سعی کی
اور سب کاموں میں کونشنس کی ہدایت کے موافق اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہی۔ ولی اللہ جانتے
ہیں کہ ہماری مختصر زندگی کا ایک حصہ آج سورج ڈوبنے سے کم ہو گیا۔ اسلئے وہ روز اپنے نفس کا
محاسبہ لیا کرتے ہیں اور ایک دن بھی ایسا نہیں جانے دیتے کہ جس میں نیک کام نہ کریں اور
بیدار اور ہوشیار ہو کر اپنے نفس سے یہ استفسار نہ کریں کہ ہم نے آج کا کام اپنا پورا کیا۔ ہر شخص کو
چاہئے کہ وہ نظر امتحان سے اپنے کاموں کو دیکھے اور تحقیق کرے کہ کونسے کام میں نے بہائم کے
کئے اور کونسے کام نیک آدمیوں کے سے کئے۔ یہ محاسبہ نفس کاموں کے کرنے کے بعد نکو کار
ہونے کے لئے ضرور ہے +

(۷) حیا

حیا جس انگریزی لفظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے اس کے اصلی معنی یہ ہیں کہ آدمی کے مزاج میں اعتدال ہو۔ اپنے کسی وصف کے اظہار میں نمود و مبالغہ نہ کرے بلکہ اس سے شرمائے اور ہماری اخلاق کی کتابوں میں حیا سے مراد وہ وصف ہے کہ طبیعت انسانی امر قبیح کی قباحت کو نہایت جلد ادراک کرنے اور اس سے ایسا احتراز کرے کہ جہاں وہ نظر آئے اس سے آنکھیں نیچی کر لے۔ اس سیرت مقبول کو مسلمان تو اپنے ایمان کے درخت کی شاخ جانتے ہیں انکے ہاں حدیث ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان + اور حکماء کے بھی یہ مقولے اس کے باب میں ہیں کہ جیسے تصویر کو رنگ سے زیبائش اور لباس کو لیس سے آرائش ہوتی ہے ایسے ہی اور نیکیوں کو حیا سے وہ اور نیکیوں کی فقط زیب و زینت ہی نہیں ہے بلکہ محافظ بھی ہے اور اور بدیوں سے بچانے والا کوئی اس کی برابر نہیں نظام عالم کی شرائط میں سے ایک حیا بھی شرط ہے حیا ہی ہر احسان کا سبب ہوتی ہے۔ اگر یہ صفت شریف جاتی رہے تو جو مصالح خلائق باہم ہیں وہ درہم برہم ہو جائیں۔ یہ حیا ہی کی صفت ہے کہ ہر شخص اپنا چاہا نہیں کر سکتا۔ مناہی اور ملاہی کو اسی نے روک رکھا ہے۔ اسی کے تابش سے ثمرات اخلاق پختہ ہوتے ہیں اسی کے سبب سے رسم عصمت قائم ہے۔ گناہ گاروں کو اپنے گناہ گاری کی شرمساری ہوتی ہے حکیم مند کا کا قول ہے کہ اگر یہ فضیلت شریف دنیا سے معدوم ہو جائے تو آدھی نیکیاں دنیا سے رخصت ہو جائیں وہ حیا کی پابندی کی تاکید آدمیوں کو یہاں تک کرتا ہے کہ خیالی باتوں میں بھی اس کو ملحوظ خاطر رکھیں اور تصور میں بھی کوئی بات ایسی نہ لائیں کہ جس میں بے حیائی ہو۔ سلطنت روم کی باج گزار ایک ریاست تھی۔ وہاں کے رئیس کے ظلم و ستم کی شکایت عدالت سلطنت میں پہنچی معذرت کے لئے رئیس نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ بیٹا جب باپ کی تقصیرات کو عدالت میں سننے کو کھڑا ہوا تو وہ ایسی دلائل کے ساتھ بیان کی گئیں کہ عرق انفعال سے وہ پانی پانی ہو گیا اور بجائے معذرت کرنے کے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس کی اس حیا کی خاموشی نے عدالت پر

وہ اثر کیا کہ کسی بڑے خوش بیان کی ہزار تقریریں بھی [illegible]
کے جرموں کو معاف کر دیا +

(۲) حیا بھی طرح طرح کی ہوتی ہے اور بے حیائی بھی قسم قسم کی سب سے زیادہ سخت بے حیائی اپنی محبت میں اندھا ہونا ہے جس میں اکثر انسان مبتلا ہیں ایک شخص جو سرشت انسانی سے بڑا ماہر ہے وہ یہ کہتا ہے کہ آدمی اپنے سے سب کے بعد محبت کرے۔ مگر دنیا میں بہت سے آدمی ایسے دیکھنے میں آتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے اپنے سے محبت کرتے ہیں وہ اپنی ذات میں ان صفات کا یقین کرتے ہیں جو درحقیقت اُنمیں نہیں ہوتیں اور اپنی ذات کی قدر و منزلت وقیمت میں مبالغہ کرتے ہیں۔ یہی سخت عیب ہے جس سے انسان جو اپنے سے آپ دھوکا کھاتا ہے اور ذلت اُٹھاتا ہے۔ خلق کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔ جب آدمی خودستائی کرتا ہے اور اس طرح اپنے تئیں دکھانا چاہتا ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ کوئی بڑی قابلیت و قدر و منزلت کا آدمی ہے تو ضرور اُس کی ہنسی ہوتی ہے۔ ہم کو چاہیے کہ جب کوئی دوسرا شخص ہماری تعریف کرے تو اُس کو حیا و شرم کے ساتھ قبول کریں۔ ظاہر اور باطن دونوں میں فروتنی اور عجز و انکسار اختیار کرنا چاہیے جب آدمی اپنی نیک صفات کو جو حقیقت میں اس کے اندر ہیں نمود کے ساتھ دکھائے گا تو شیخی کرکری ہو جائے گی۔

(۳) غرور کرنا بڑی بے حیائی ہے مغرور بڑا بے حیا ہوتا ہے۔ مغرور اپنی نخوت کے زور سے مصیبتوں کا مقابلہ عبث کرتا ہے۔ وہ اپنے دگنے زور سے اپنے سرکش دل کے ٹکڑے کرتا ہے۔ جب نرم پودا ہوا کے جھکڑوں کے آگے سر جھکاتا ہے اور اُس کے تمام زور کو اپنے سے دور کر دیتا ہے اور خود قائم رہتا ہے۔ ایسے ہی فروتن متواضع منکسر اپنے عجز و انکسار سے بلاؤں کو سر پر سے ٹال دیتا ہے +

(۴) سفلے کم ظرف ناشائستہ اپنی اصلی لیاقتوں کی شیخیاں بگھارا کرتے ہیں۔ سچے مہذب و شائستہ اپنے عجز و ناتوانی کو ظاہر کیا کرتے ہیں۔ علم میں جو لوگ تھوڑی لیاقت رکھتے ہیں

وہی اپنے عالم ہونے کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ مگر حقیقت میں جو عالم علم دستگاہ اور حقیقت آگاہ ہوتے ہیں وہ اپنے آگے بہ نسبت پیچھے کے زیادہ دیکھتے ہیں وہ اپنے میں یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ہم کیا جانتے ہیں بلکہ یہ کہ کیا نہیں جانتے جتنا اُن کا علم بڑھتا ہے اُتنا ہی اپنی جہالت کے علم سے اُن کی حیا زیادہ ہوتی ہے۔ وہ سمندر کے تیراک ہوتے ہیں۔ ایک عمق کے بعد دوسرا عمق اُن کے آگے ہوتا ہے اُسکی تھاہ کبھی اُن کو نہیں ملتی یہ کم علم ندی تالوں کے تیراک ہوتے ہیں کہ جلدی سے تھاہ کو پاکے خوش ہو جاتے ہیں اور اُس پر گھمنڈ اور فخر کرتے ہیں۔ عالموں کی نظروں کے روبرو پہاڑ پر پہاڑ اور ایک ہمالیہ پر دوسرا ہمالیہ آتا جاتا ہی جس سے اُن کا منظر فراخ ہوتا جاتا ہے جتنا یہ منظر وسیع ہوتا ہے اُتنا ہی اُن کو حیا اپنی کوتاہ نظری کی بڑھتی جاتی ہے۔ کم علم اپنے تئیں عالم دکھلانا چاہتے ہیں ان پر یہ نقل صادق آتی ہی کہ ایک کوّے کی جو کم بختی آئی تو اُس کے دل میں یہ ہوس سمائی کہ میں اپنی تئیں طاؤس بناؤں۔ اس نے اپنے پروں کو اُکھیڑ کر اُسکی جگہ مور کے پر لگائے اور یہ سمجھنے لگا کہ ان اپنے پروں سے میں طاؤس خوش نما بن گیا۔ ایک مور نے اُس کو ناجنس سمجھ کر اُسکے پر اکھیڑ کے لنڈ منڈ بنا کر اُسکے بھائی بندوں میں بھیجدیا۔ تو اُنھوں نے بھی اُس کو ذلیل سمجھ کر ذات باہر رکھا اور اپنے گروہ میں نہ داخل کیا۔ پس یہی حقیقت ان طالب علموں کی ہی کہ سرمایہ علمی پاس نہیں ہوتا اور خالی دعوے بڑے بڑے کرتے ہیں کہ ہم یہ جانتے ہیں ہم وہ جانتے ہیں زاغ بن کر طاؤس نمائی کرتے ہیں۔ تھوڑا علم مضر ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ پائی ریں کے چشمہ کا پانی چکھو نہیں یا پیو تو خوب سیر ہو کر پیو اس کا کم پینا دماغ میں خمار پیدا کرتا ہے اور زیادہ پینا ہوشیار۔

غرض یہ بے حیائی بڑی مضحکہ کی ہے کہ کوئی شخص اپنی لیاقت علمیت ثروت۔ امارت کو اس سے زیادہ دکھائے جتنی دراصل اُس میں ہو۔

(۴) حیا کی ہمشیر شرمساری۔ خجالت۔ انفعال بھی ہیں۔ ایک طرح کی خجالت اخلاقی چلن سے

Marfat.com

جدا ایک چیز ہوتی ہے۔ وہ اُن حالات یا شستہ مندیوں۔ یا درجوں سے پیدا ہوتی ہے جن کا روکنا آدمی کے اختیار میں نہیں ہوتا یا جنکا ٹھیک کرنا اُس کی قدرت سے باہر ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں بجائے خجل و منفعل ہونے کے آدمی کو چاہیے کہ وہ عمدہ آزادی اختیار کرے اور اپنے بے اختیار نقصوں کا ازالہ اپنے اُن کمالوں سے کرے جو اُسکے اختیار میں ہیں قیصر کا سر گنجا تھا اُس نے اس اپنے عیب کو فتوحات عظیم کے پھولوں سے ڈھک دیا محمود غزنوی نے اپنی بدصورتی کو آئینہ میں دیکھ کر اپنے خوبیوں کے حسن سے اسکو مٹا دیا تیمور لنگڑا تھا اُس نے معرکہ رزم میں ثبات قدم سے لنگ کے عیب کو بے عیب کر دیا

(۸) اپنے آپ عزت کرنی اور اپنے اوپر آپ اعتماد کرنا

ہر انسان کو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ کسی لیاقت و قابلیت کا ہو کسی درجے و رتبے کا ہو یہ جاننا ضرور ہے کہ آدم زاد کی فطرت میں ایک خداداد عظمت و شرافت ہے جس سے وہ فرشتوں سے کچھ کم اور باقی تمام مخلوقات میں اشرف سمجھا جاتا ہے۔ اس شرافت ہی کا پاس و لحاظ و ادب کرکے اپنی عزت آپ کرنی چاہیے۔ اسلئے اپنے تئیں ذلیل و خوار و بے مقدار سمجھنا گویا اُس شرافت خداداد کا بھولنا اور اپنے فرائض سے ہاتھ اٹھانا ہے۔ اور قدرت نے جو ذہانت و لیاقت دی ہے اس کا معطل کرنا ہے۔ اور دو نوجہان کی بہبودی سے محروم ہونا ہے۔ اپنے آپ عزت کرنے سے ہی عزم شاہانہ ہم میں پیدا ہوتے ہیں۔ فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی اسی کے نتیجے ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ آدمی اپنی صفات ذاتی کی قدر و قیمت کا تخمینہ اصل مقدار سے بڑھ کر نہ کرے اور خوب جان لے کہ خواہ وہ کیسا ہی اپنے تئیں کمال کے درجہ پر پہنچائے۔ مگر اُسکی ذات میں عجز و قصور و نقص باقی رہے گا۔ ہمکو چاہیے کہ اپنی صفات کا تخمینہ ٹھیک ٹھیک کریں۔ گو اپنی ذاتی لیاقتوں کا درست تخمینہ کرنا انسان پر دشوار ہے اور مشکل ہے کہ وہ اپنے تئیں اس طرح دیکھے جس طرح اور اُس کو دیکھتے ہیں یا وہ اپنی لیاقتوں کے اندازہ کرنے میں ہمیشہ مبالغہ کرتا ہے اور اس لئے وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے

Marfat.com

اور ایسی شیخی اور نمود کرتا ہے کہ بعض دفعہ انسانیت سے خارج ہو جاتا ہے جیسا اپنی لیاقتوں کا اندازہ بڑھا کر کرنا مکروہ ہے ایسا ہی ان کا گھٹا کر تخمینہ کرنا بھی ممنوع ہے جس سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہماری اولوالعزمی اور عالی ہمتی مُردہ ہو جاتی ہے۔ انسان پر یہی فرض نہیں ہے کہ وہ اپنی ہوائے نفسانی کو دبا کر اُس پر غالب ہو بلکہ خود اُس کو جو لیاقت اور ذہانت خدا نے دی ہے اُس کو بھی بڑھائے۔ یہ نہیں کہ اپنے تئیں عاجز و ناتوان و ذلیل سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ رہے۔ جو اوپر دیکھتا ہے وہی بلند نظر ہوتا ہے اور کام میں پیش قدمی کرتا ہے۔ پس اپنے تئیں معزز جاننا واجب ہے اور ذلیل و خوار جاننا گناہ ہے کیونکہ اِس سے اخلاق کا تنزل ہوتا ہے اپنی ذات کے اچھا جاننے سے وہ بُرائیاں نہیں پیدا ہوتیں جو اپنے تئیں ذلیل سمجھنے سے بے حیائی و بے عزتی کی بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں +

(۲) اپنا آپ ادب کرنا وہ خلعت ہے جو انسان ہی کے لئے قطع کیا گیا ہے۔ یہ عالی خیال اُس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ فیثاغورث نے کیا خوب اپنے طلبہ کو یہ سمجھایا ہے کہ تم خود اپنا آپ ادب کرو جس کے دل میں یہ بلند خیال ہوگا۔ بھلا وہ کب جسمانی نجاستوں اور روحانی خباثتوں سے اپنے تئیں آلودہ کریگا۔ یہ نیکی ایک رکن اعظم و اصل محکم اِن نیکیوں کی ہے۔ صفائی۔ عصمت۔ ہوشیاری۔ حسن خلق۔ مذہب۔ خداشناسی و عدالت کے ساتھ عزت کرنا اور وہی اصلی سرچشمہ اس خیال کا ہے کہ مہمات عظیم اور کارہائے بزرگ قابل ستائش کے سرانجام دئے جائیں جو شخص خود اپنے تئیں رذیل و ذلیل جان کر کمتر جانتا ہے وہ اوروں کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے اور رذیل کمینہ سمجھا جاتا ہے۔ آدمی کے جیسے خیالات ہوتے ہیں ویسے ہی افعال اُس سے سرزد ہوتے ہیں۔ جو شخص ہمیشہ نیچے دیکھتا ہے وہ اپنی نظر بلند نہیں کر سکتا جس کو پستی پسند ہے وہ بلند کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر بلند ہونے کا خیال ہے تو بلند نظری چاہئے۔ اپنی آپ عزت کرنا غریبوں کا آسرا ہے۔ افلاس کا بار اس سے ہلکا ہوتا ہے غریبوں کو سرافراز کرتا ہے۔ اسی سبب سے جب کوئی ادنیٰ آدمی بری ترغیبوں میں اپنی عالی ہمتی دکھاتا ہے تو کیسے وہ

Marfat.com

بھی معلوم ہوتی ہے۔ اسی سے کمینگی و سفلگی انسان سے دور ہوتی ہے۔ ہما بھارت میں کہا ہے کہ آدمی کو ہرگز اپنے تئیں ذلیل نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جو اپنے تئیں ناتوان بناکر اپنے تئیں ذلیل جانتا ہے وہ کبھی بلند درجہ پر نہیں پہونچ سکتا۔ دولت کا چڑہاؤ اسے روک دیگا۔

(۳) مدرسہ و مکتب میں طلبہ کو اپنے آپ ادب کرنے کی تعلیم کرنی چاہیئے وہ مدرسہ میں بھی اور گھر میں بھی کام آئیگی۔ طلبہ اپنے رتبے اور درجے سے آگاہ ہونگے تو وہ جانیں گے کہ کن کن باتوں کی جواب دہی اور بازپرس ہمارے ذمے ہے جب اعتماد کرنے کی خوبی پیدا ہوگی تو وہ ہمیشہ اپنی کامیابی اپنے استحقاق سے چاہینگے کسی کی مہربانی اور سفارش سے نہیں۔ ایک فرانسیسی امیر کا ذکر ہے کہ اُس کو اکیس برس کی عمر میں اعلیٰ عہدہ ججی کا خاندان کی شرافت اور رعایت کے سبب مل گیا۔ مگر اس نے اس سبب سے اُس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے میں اس عہدہ کی لیاقت نہیں جانتا تھا۔ اور اس کی غیرت یہ نہیں مانتے دیتی تھی کہ شرافت نسبی کی سفارش کے سبب سے اُسے قبول کرلے۔ اسے ترک کرکے اپنی لیاقت اور قابلیت کے استحقاق کے موافق ترقی کرنے اور آگے بڑہنے کا ارادہ کیا۔ بظاہر یہ حرکت حماقت کی معلوم ہوتی تھی۔ مگر وہ اس عہدہ سے دست بردار ہوکر امریکہ میں چلا گیا اور وہاں سلطنت جمہوری کے قائم کرنے میں اپنے جوہر لیاقت وہ ظاہر کئے کہ بڑا نیک نام اور نام آور ہوگیا۔

(۴) جو شخص اپنے اوپر بھروسا کرتا ہے وہ دوسرے کا دست نگر نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو نہیں چاہتا کہ اُس کے کنبے کی پرورش میں ذرا بھی اعانت کریں۔ بیکن صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اپنی پیشانی کا پسینا نکال کر روٹی کھانی اور پانی بھی اپنے برتن سے پینا چاہتا ہے۔ انگلستان کے ایک امیرزادہ کا ذکر ہے کہ اس کا خطاب بزرگ بیرونٹ تھا۔ اسکی اُنیس برس کی عمر تھی۔ یہ خالی خطاب اُس کے پاس تھا روپیہ پیسا کچھہ نہ تھا

ایسی حالتوں میں اپنے خرچ کا بار دوستوں کے ذمے ڈال دیا کرتے ہیں مگر اس عالی ہمت نے اپنے اوپر بھروسہ کرکے یہ چاہا کہ میں اپنی قوت بازو سے روٹی پیدا کروں اور کسی کا بار احسان سر پر نہ لوں - یہ سوچ کر اس نے سپاہ میں نوکری کرلی - ایک دن سنتری بنے پہرا دے رہے تھے کہ کرنیل صاحب سے کوئی شخص کسی کام کے لئے ملنے آیا - اسوقت کرنیل صاحب کسی اور شخص کے ساتھہ باتوں میں مصروف تھے - وہ اس سنتری سے باتیں کرنے لگا - باتوں سے معلوم ہوگیا کہ یہ کوئی شریف زادہ ہے اور غالباً وہ بیرونٹ ہے جب وہ کرنیل صاحب کے پاس گیا تو اس نے اُنسے کہا کہ آپ کی عزت تو اب تاجداروں سے بھی زیادہ ہوگئی کہ آپ کے آستانہ پر بیرونٹ پہرہ دیتے ہیں - کرنیل صاحب یہ سن کر متحیر ہوئے اور اُنہوں نے اس سنتری کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم اگر بیرونٹ تھے تو کیوں یہ سپاہی کی نوکری اختیار کی - اس نوجوان نے حیا کے ساتھہ یہ جواب دیا کہ میں بیرونٹ ہوں مگر مفلس اسلئے میں نے مناسب جانا کہ میں اپنے اس خطاب کو بھول جاوں اور کسی دوسرے کا دست نگر محتاج نہ ہوں جسکو میرا مدد کرنا ناگوار ہو - اپنی قوت بازو سے کماوں کھاوں - کرنیل صاحب کو جیسے پہلے حیرت ہوئی تھی یہ حال سن کر مسرت ہوئی - اور جانا کہ جب اس نوجوان کی یہ ہمت ہو تو اس میں لیاقت بھی ضرور ہوگی - ترقی کسی عہدہ پر کردی - یہ دلیر رابرٹ بیرونٹ کی سرگذشت ہے

قناعت

اے قناعت توانگرم گرداں + کہ وراے تو ہیچ نعمت نیست

قناعت کی دو قسمیں ہیں ایک پرصواب و محمود - دوسری پرخطا و مذموم - قناعت مذموم یہ ہے کہ اگر ہم ایسی بلاوں میں مبتلا ہوں کہ وہ ہماری قوت بازو اور سعی معقول سے ٹل سکتی ہوں ان کو نہ ٹالیں - ہاتھہ پر ہاتھہ دہرے ہم بیٹھے رہیں اور قسمت پر ایسی قناعت اختیار کریں کہ جہاں تھوڑی محنت و استقلال سے بھی ترقی ہوسکتی ہو وہاں کچھہ بھی نہ کریں اور پرصواب قناعت یعنی سچی قناعت یہ ہے کہ وہ یہ ہم کو نہیں سکھاتی کہ ہم ان آفتوں کو

Marfat.com

جو ہمارے سر پر آئیں اور ان کو ہم ٹال سکتے ہوں تو ان کو نہ ٹالیں ۔۔۔ اپنی حالت کی بہتری جائز سعی سے جہانتک کر سکتے ہیں وہاں تک نہ کریں۔ بلکہ وہ یہ سکھاتی ہو کہ جب ہم کو اپنی لیاقت و قابلیت و حالت کے مناسب سزاوار اسباب میسر ہو جائیں تو ہم راضی وخوش ہو جائیں۔ اور جب ایسی مصائب سر پر آئیں کہ اُن کا علاج ہماری طاقت سے باہر ہو تو صبر و شکر کے ساتھ اُن کی برداشت کریں۔ مگر اس ملک کے نوجوان تعلیم یافتہ کب ایسی قناعت کو مانتے ہیں وہ اپنی ترقی کے لئے بیتاب و بے صبر جب تک رہتے ہیں کہ ان کا زمانہ خاطر خواہ انکے نہ شروع ہو۔ وہ پڑھتے تو ہیں کہ شہر روم ایک دن میں نہیں تیار ہو گیا تھا مگر اس پر عمل اپنے لئے نہیں کرتے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ پہاڑ کی چوٹی پر پہونچنے میں کیسے قدم بقدم اپنے تئیں سنبھال کر اور تکلیفیں اُٹھا کر راہ کاٹنی پڑتی ہے جس کام میں صبر و استقلال کی ضرورت ہوتی ہے اُس کے سرانجام کرنے کے لئے دل کا قانع اور خوش ہونا ضرور ہے جب تک دل خوش نہ ہو محنت نہیں ہو سکتی۔ قانع کا دل خوشی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اسلئے وہ اوروں کو بھی خوش کرتا ہے۔ خواہ کسی مد میں ہوں اصلی خوشی کے لئے قناعت کا ہونا ضرور ہے۔ اور قناعت کا نہ ہونا ایک رنج ہے ایسکی عادت آسانی سے پڑ جاتی ہے اسکندر میں قناعت نہ تھی اسلئے وہ باوجود ایسی وسیع مملکت و سلطنت کے خوش نہ تہا۔ اُس نے دُنیا کا بڑا حصہ فتح کر لیا تہا اور بہت سی سلطنتوں پر ظفر یاب ہوا تھا اُس پر بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک دن اسلئے رویا کہ دنیا میں اسکے فتح کرنے کے لئے کچھ اور ملک باقی نہیں رہے۔ اکثر آدمیوں کا حال یہ ہو کہ جو کچھ اسباب ان پاس ہوتا ہے اُسکی وہ قدر نہیں کرتے اور اُسکو ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور جو اسباب ان پاس نہیں ہوتے اُن کے حاصل کرنے کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ اگر جاڑا ہے تو تابش گرما کی خواہش ہے اور اگر گرمی ہے تو برف زمستاں کی تلاش ہے۔ غرض بوجہ بے قناعت نہ کرکے معدوم کی حرص بجا کرتے ہیں

(۲) انسان کی سرشت میں قناعت بھی ایک راز سربستہ ہو اُس کا اثر دل پر ایسا ہوتا ہو کہ

ہیں کہ سنگ پارس کا بیان کرتے ہیں کہ وہ سونے کا ڈھیر تو نہیں لگاتا مگر سونے سے
دل میں استغنا پیدا کر دیتا ہے۔ ایسے ہی قناعت دولت کا انبار تو نہیں لگاتی مگر دولت کے
لئے جو بے چینی دل میں ہوتی ہے اُس کو وہ بالکل تو دور نہیں کرتی ہے مگر اسمیں تخفیف ایسی
کر دیتی ہے کہ پھر تکلیف نہیں رہتی + درویشی بہ قناعت بہ از توانگری بہ بضاعت + دلی قانع
اپنے سب متعلقین کے ساتھہ ملائمیت و شفقت کرتا ہے۔ خدا کی شکایت کا خیال اُس کے
دل میں نہیں آتا۔ راضی برضاء الہی رہتا ہے۔ بیجا اولو العزمیاں نہیں کرتا۔ اپنے ہم جنسوں کے
بدخواہیوں کے میلانوں کا نشان باقی نہیں رکھتا۔ شیریں کلامی کرتا ہے۔ پاکیزہ نفیس ایسی
خیالات رکھتا ہے +

(۳) قناعت کے حاصل کرنے کا دو مختلف طریقے ہیں انمیں سے ہر ایک کا بیان جدا جدا کرتے ہیں
طریقہ اول۔ آدمی کو ہمیشہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہمارے پاس اسباب ہماری ضرورتوں سے
کتنا زیادہ ہے +

شعر

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش	انچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست

ایک شخص کا ایک کارخانہ زراعت کا بگڑ گیا تھا اُس پہ دوسرا شخص متاسف ہو کر تسلی و
تشفی دینے لگا۔ اُسپر پہلے شخص نے کہا کہ آپ کے پاس تو ایک کارخانہ زراعت ہے اور میرے پاس
اب بھی تین اور کارخانۂ زراعت باقی ہیں اسلئے مجھے آپ پر افسوس کرنا چاہئے نہ آپ کو مجھہ پر
برخلاف اسکے احمق جو مال اسباب اپنے پاس موجود ہوتا ہے اُس پر خیال نہیں کرتے بلکہ جو مفقود
ہو جاتا ہے اُسکے لئے روتے ہیں وہ ہمیشہ اپنی نظر اُن پر رکھتے ہیں جو دولت اور امارت میں اُن
سے بہتر ہوتے ہیں اور جو اُن سے کمتر و بدتر و سخت تکلیف میں ہوتے ہیں اُنکو دیکھتے ہی نہیں
انسان کی زندگانی کے اصل چین و آرام کا احاطہ ایسا مختصر و تنگ ہے کہ جسپر قبضہ آسانی سے
ہو سکتا ہے مگر بشریت کا مقتضائیہ ہے کہ آدمی اپنے سے زیادہ دولت و عزت والوں کی پیروی
میں جانفشانی کرکے اپنے احاطہ آمال کو ایسا فراخ کر دیتا ہے کہ اُسپر محیط ہونے سے طبیعت تنگ ہو جاتی ہے

Marfat.com

حقیقت میں غنی وہ شخص ہے جو اپنی احتیاجوں کے
کم ہوا کرتے ہیں جو اپنی دولت و مقدور کے حد سے پرے قدم نہیں لیتے ا مدل ہے
یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس قدر ہے کہ ہماری ضرورتوں اور
احتیاجوں سے زیادہ ہے اور ہم ساری دولت سے متمتع نہیں ہوسکتے مگر اکثر جلیل القدر آدمیوں
کی محتاجی بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مصرعہ آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند
وہ زندگی کی اصلی خوشیوں کو حاصل کر کے بس نہیں کرتے بلکہ اوروں پر ظاہری اور اصل
امور میں صرف سبقت لے جانے میں جانکاہی کرتے ہیں اسلئے وہ ہمیشہ محتاج رہتے ہیں
اور حماقت اُنکے سر پر سوار کھیلتی ہے۔ دانائے والاخرد اپنی خواہشوں کو مختصر کرتے ہیں اور اس
شعر پر عمل کرکے + کار دُنیا کسے تمام نہ کرد ہرچہ گیرید مختصر گیرید
وہ راحتِ دل اور اطمینان قلب حاصل کرتے ہیں جسکی تمنا و جستجو میں آدمی لگا رہتا ہے
خلاصہ یہ ہے کہ قناعت کا پلہ دولت کے پلہ کی برابر ہے اگر اس خیال کو اور وسعت دیجئے تو
یہ کہئے کہ قناعت قدرتی دولت ہے ثروت مصنوعی مفلسی ہے۔

(۴) قناعت کا ایک طریقہ اوپر بیان ہوا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ میری
خوشی اصلی ناخوشی سے کسقدر زیادہ ہے جن لوگوں کو سب طرح کا اسباب کہ جس سے وہ چین
سے رہ سکتے ہیں حاصل ہو اور وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ ہم کسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہیں
تو یہ خیال اس طرح بہت کم ہوسکتا ہے کہ اپنی حالت کو کسی ایسے شخص کی حالت سے
مقابلہ کریں کہ جو اپنے سے زیادہ مصیبت اور بدنصیبی میں گرفتار ہو۔ یہ ایک ڈچ کی
خوب مثال ہے کہ وہ جب مستول کے اوپر سے نیچے گر پڑا اور اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی
تو وہ اپنے گرد و پیش کے کھڑے ہونے والوں کے سامنے خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ ٹانگ
ٹوٹی خیر گذری کہ گردن شکستہ نہ ہوئی حضرت شیخ سعدی کی اپنی حکایت بھی قناعت کا
خوب سبق دیتی ہے کہ ہرگز از جور زماں نہ نالیدہ بودم و از گردش آسمان روئے درہم نکشیدہ

لکڑ وے کہ پایم برہنہ بود و استطاعت پاپوشی نداشتم۔ بجامع کوفہ درآمدم دل تنگ یکے را دیدم کہ پاے نداشت شکر نعمتِ حق بجاے آوردم و برے کفشی صبر کردم۔ مذہب سے جو دل کی تسلی دینے والی قناعت پیدا ہوتی ہے وہ حکما کے اقوال و شعرا کے اشعار سے نہیں پیدا ہوتی۔ یہ مذہبی قناعت ہر حال میں دل کو خوش رکھتی ہے مصرع
خوش حال کسا نند کہ بہر حال خوشند ؎

(۶) جاپانیا میں لکھا ہے کہ ہم کتے سے یہ عمدہ صفات سیکھ سکتے ہیں کہ تھوڑے پر قائم ہونا اچھی طرح سونا۔ نگاہبانی کرنا۔ محسن کا احسان ماننا۔ مستقل مزاج ہونا۔ تلنگو زبان میں ایک ضرب المثل ہے کہ اگر تم اپنے توے پر قناعت کرو تو مفلس نہ ہوگے۔ اہل عرب کی ضرب المثل ہے تعزمن قنع وذل من طمع + اہل عرب یہ بھی کہتے ہیں کہ جیسے غذا سے جسم کو تقویت ہوتی ہے ایسی روح کو قناعت سے شعر

دلا گر قناعت بدست آوری	در اقلیم راحت کنی سروری
قناعت کند ہر کہ نیک اختر است	تامل کی ضرب المثل ہے کہ قناعت سونا بناتی ہے

خلاصہ یہ ہے کہ دل اگر قانع ہو جائے تو ایک نعمت عظمیٰ ہاتھ لگ جا ے حضرت شیخ سعدی نے خوب فرمایا ہے

مطلب گر توانگری خواہی	جز قناعت کہ دولتست ہنی
اگر غنی زر بدامن افشاند	تا نظر در ثواب او نکنی
کز بزرگاں شنیدہ ام بسیار	صبر درویش بہ کہ بذل غنی
اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو	کہ اہل حرص کب کام خاطر خواہ پاتے ہیں
حرص کرواتی ہے وہ بازیاں ورنہ یہاں	اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا شیر تھا
اگر انسان قانع ہو غنی ہو دو عالم سے	ہوا و حرص لیکن اسکی مٹی خوار کرتی ہے

(۱۰) عزم جزم

عزیمت درست یا عزم جزم سے مراد ہماری ایسی ارادہ سے ہے کہ آدمی کسی کام کے انجام دینے کا

اس طرح کرے کہ خواہ کیسی موانع اسکے اندیشں آئیں [illegible]

دنیا کے کاموں میں خواہ وہ کوئی پیشہ حرفہ ہو یا کالج مدرسہ ہو انسان کے لئے یہ عزمیت کامیابی کی جان ہے۔ وہی تمام مشکلات کی سہل کرنے والی اور اُس پر غالب آنے والی ہے ہماری مثل ہے کہ جدہر دل اُدہر ہاتھ۔ انگریزی مثل ہے جدہر عزم اُدہر قدم یہ بڑی سچی مثل ہے کامرانی کے لئے عزم درست کرنا ہی لازمی ہے۔

شعر

بے عزم درست و سعی کامل	کس را نہ شود مراد حاصل

جس کام میں آدمی ناکام ہوتا ہے اُس کے اندر حقیقت میں اُس کا عزم درست ہی ناتمام ہوتا ہے۔ بڑے بڑے جہاں داروں سے اس عزمیت ہی نے کارہائے نمایاں کرائے ہیں۔ نپولین بوناپارٹ میں گو اور صفات ہوں مگر اُس کی ساری مہمات عظیم میں عزمیت ہی اپنے جلوے و کرشمے دکھاتی تھی۔ اس درست عزمیت ہی نے نپولین سے یہ کہوایا کہ دنیا کے کاموں میں نہیں کر سکنے کو یا ناممکن ہونے کو میں نہیں جانتا۔ مجھے ان دونو لفظوں سے جیسی نفرت ہے ایسی کسی اور چیز سے نہیں اس عزمیت ہی نے اس کے منہ سے یہ مقولہ کہلوایا کہ سیکھو۔ کرو۔ آزماؤ۔ اس عزمیت ہی نے اُس کے کاموں سے یہ بتلا دیا کہ انسان کے دل میں جو قابلیتیں ہوتی ہیں وہ عزم جزم استقلال سے کیا کیا اپنے جوہر دکھا سکتی ہیں اُسکو یہ اپنا مقولہ بڑا پیارا لگتا تھا کہ سچی دانشمندی عزمیت درست اور استقلال میں ہے یہ عزمیت ہی ہر مہم میں اُس کے جسم و جان کو سرتاپا محو کر دیتی تھی۔ کمزور حاکموں کے ماتحت جو قومیں تھیں اُن سب کو اُس نے محکوم و مطیع بنا لیا۔ یہ اُس عزمیت ہی نے اُس سے کام کرایا کہ جب لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیری سپاہ رواں کے آگے کوہ الپس ہے تو اُس نے کہا الپس کچھ نہیں اُس کی بلندی پہ وہاں سڑکیں بنوادیں جہاں کبھی انسان کی رسائی نہیں ہوئی تھی۔ اس عزمیت ہی نے اُسے کہوایا کہ ناممکن کا لفظ بیوقوفوں کی ڈکشنری میں ہوتا ہے اسی سبب سے یہ لفظ ہی فرانسیسی ڈکشنری سے خارج ہو گیا +

عزیمت درست و غلط دو تو ہو سکتے ہیں حکایات لقمان میں کچھوے اور خرگوش کی
کہانی مشہور ہی کہ جب دوڑ میں دونو کی شرطیں ہوئیں تو کچھوا اپنی آہستہ آہستہ چال سے
چلے گیا اور خرگوش پہلے بہت تیز رفتاری سے چلا اور پھر سو گیا۔ اور کچھوے سے بازی ہار گیا
دُنیا کے ہزاروں کاموں کو اس نقل کا مصداق پاتے ہیں کہ جو نوجوان کسی کام کے کرنے کا
قصد کرتے ہیں اور اُس میں بڑے زور شور سے جد و جہد کرتے ہیں مگر خرگوش کی سی تو وہ
ناکام رہتے ہیں۔ مگر جو آہستہ آہستہ جد و جہد جتنی ہو سکتی ہو برابر کئے جاتے ہیں تو کچھوے
کی طرح وہ کامیاب ہوتے ہیں غرض عزم حزم کے ساتھہ استقلال اثبات ضروری ہی
بغیر اسکے آدمی کو کامیابی نہیں ہوتی۔ مشہور ہی کہ کپتیا پاندھنے میں وہ خوشی نہیں جو لنگے
اتارنے میں ہی۔ کار کنی میں وہ خوشی نہیں جو کامیابی میں ہمت نہ زور آور کے لئے فتح ہے نہ
دوڑ میں تیز دو کے لئے جیت ہے۔ بلکہ اُس شخص کے واسطے کامیابی ہی جو موقع مناسب پر
اپنی لیاقت قابلیت سے آہستہ آہستہ استقلال و ثبات کے ساتھہ کام کئے جاتا ہی وہ اپنے
اِس رقیب پر فتح پاتا ہی جو الا دھندا کر لیں۔ بغیر آئندہ کے خیال کے اور نادیدہ دشواریوں
کے آسان کرنے کی تدبیروں اور منصوبوں کے جد و جہد کئے جاتا ہے +

(۳) عزیمت جیسی بھلے کاموں کے لئے ہو سکتی ہی ایسے ہی بُرے کاموں کے لئے بھی۔ پس بدباطن اور
بے دیانت اور شریر کی عزیمت کا ہاتھہ بڑا زبردست ہوتا ہی اور بڑا فساد مچاتا ہی۔ اس لئے
ہم کو انھیں کاموں کی عزیمت میں جد و جہد کرنی چاہئے جو ایمان داری اور احکام الٰہی کے
موافق ہوں۔ اسی سے ہم کو اپنی ریاضت کا ثمرہ ملے گا۔ جو شخص نیک نیتی کے ساتھہ کسی کام
کی عزیمت میں جد و جہد کرتا ہی اُسکو اچھا پھل ضرور ملتا ہے۔ برخلاف اسکے ...
کے بل پر جلد بازی و شتابی کرتا ہی اُسکی مرادوں کے شگفتہ پھول بھی جلد مرجھا جاتے ہیں اگر
کوئی شخص کسی نیک عمدہ کام کا منصوبہ باندھے اور جب تک اُس میں کامیاب ہو اُس میں وہ
تساہل نہ کرے اور اپنی جد و جہد سے موانع دور کئے جائے خواہ اُسمیں کیسی جگر خراشی ہو تو

Marfat.com

ضرور اس کی کامیابی کی ساعت آئیگی اور وہ اپنی مراد ...

عنانِ عزم پھر جانبے کہ بر تابی	مکن بدست تردد عنان خود را
کہ کس بمنزل مقصود رہ نمی یابد	مگر بسعی تمام و دگر بعزم درست

(۱۱) قوت فیصلہ یا تصفیہ افعال

(۱) انسان کی بعض صفات بالکل حسن خلق سے متعلق ہوتی ہیں جیسے کہ صداقت۔ عفت۔ عدالت۔ شجاعت۔ سخاوت بعض اوصاف زیادہ تر حسن تعقل سے ہیں قوت فیصلہ یا تصفیہ افعال کو سب پر تقدیم و سبقت حاصل ہے۔ قوت فیصلہ یا تصفیہ افعال سے مراد ہماری انسان کی اس صفت سے ہے کہ اس میں ایسی قوت ہو کہ جس طرح کام کرنے کا وہ فیصلہ کرے اسی طرح کرے اس میں ڈھل مل نہ ہو کبھی ادہر کبھی ادہر۔ اسکے بالعکس یہ صفت ہے کہ آدمی کام کرنے میں پس و پیش و تاخیر کرے اور کوئی قطعی فیصلہ نہ کرے کہ کس طرح اسے کروں۔ تمام مشکلات میں یہ قوت کام میں آتی ہے جو شخص اس طرح تصفیہ پر قادر نہیں ہوتے۔ اُن کے کام خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں پاتے بغیر اس صفت کے ان دو سوالوں کا جواب با صواب آدمی نہیں دے سکتا کہ میں کیا ہونگا اور کیا کرونگا یعنی کیا چیز میں اپنے تئیں کروں گا۔ اور پھر جو چیز مجھ میں پیدا ہوگی اس سے کیا کروں گا +

(۲) انسان جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو مختلف حالتیں اس کو پیش آتی ہیں کبھی وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ کام اختیار کرنا چاہئے کبھی کہتا ہے کہ نہیں جب وہ اسکی خوبیوں پر خیال کرتا ہے تو اس کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور جب اسکی مشکلات اور برائیوں پر خیال کرتا ہے تو اس کے کرنے میں متردد ہوتا ہے اور ڈگمگا جاتا ہے اور قوت فیصلہ کے نہ ہونے سے اس کے اختیار کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چند امور اسکے سامنے ہوتے ہیں وہ ہر ایک کی بھلائی اور برائی پر غور کرتا رہتا ہے۔ مگر قوت فیصلہ کے نہ ہونے سے اُن میں سے کسی کو اختیار نہیں کر سکتا بیان مذکور کی توضیح کے لئے ہم مثالیں لکھتے ہیں مثلاً ایک شخص

Marfat.com

سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کبھی اس کے سفر کی خوبیاں ایسی خیال میں آتی ہیں کہ سفر وسیلۂ ظفر معلوم ہوتا ہے تو طبیعت سفر پر آمادہ ہو جاتی ہے کبھی اسکی خرابیاں ایسی تصور میں آتی ہیں کہ سفر نمونۂ سقر معلوم ہوتا ہے تو ایسے سفر سے حذر مانگنے لگتا ہے۔ قوت فیصلہ کے نہ ہونے سے کوئی امر قرار نہیں پاتا۔ دوسری مثال۔ ایک شخص کے دل میں آئی کہ قدیمی محلہ و مسکن سے اٹھکر ایک نئے محلہ و مکان میں جا کر رہے۔ اب کبھی تو اس کو یہ خیال آتا ہے کہ نئے محلہ میں جانے سے بہت سی باتیں پیش آئینگی کل جدید لذیذ کا لطف آئے گا۔ تو فوراً اس کا دل چاہتا ہے کہ ابھی اٹھکر دوسرے محلہ میں جا بسئے کبھی اس کو یہ خیال آتا ہے کہ ہمسایہ بدذات الجنب ہوتا ہے اگر کوئی ہمسایہ بدل گیا تو تکلیف ہوگی۔ پرانے رفیق شفیق چھوٹیں گے نئے رفیق معلوم نہیں ملینگے یا نہ ملینگے تو وہ اپنے ارادہ میں متردد ہو جاتا ہے۔ اس شش و پنج میں کچھ کام نہیں کرتا۔ تیسری مثال ایک شخص جس گروہ میں رہتا ہے اسکے لئے رسم و رواج کو بدلنا چاہتا ہے۔ اول اس کے دل میں اس رسم و رواج کی برائی آتی ہے تو اس کے ترک کرنے یا تبدیل کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو بہت ہی اچھا ہو مگر پھر اس کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تبدیلی اور ترک میں کوئی برائی تو نہ نکل آئے اسلئے پہلے سے خوب سوچ لینا چاہئے۔ اس شش و پنج میں وہ اپنے خیال کو چھوڑ تو نہیں دیتا مگر اس کے کرنے کا ارادہ سست کر دیتا ہے۔ پھر اس کے دل میں اپنے پہلے خیال کے عمدہ ہونے کا جوش اٹھتا ہے اور دلیری و جرائت کر کے اس کام کو کرنا چاہتا ہے تو لوگوں کے لعن طعن اور دوستوں کی ہنسی اور اغیار کی دل لگی اور اپنے حالات کی نقل محفل ہونے اور نا مہذبوں کی پھبتیوں اور بدطینتوں کی دشنام دہی کے خوف اسکے دل کو گھبرا دیتے ہیں اور قوت فیصلہ کی کمزوری سے وہ کچھ اپنے لئے تصفیہ نہیں کر سکتا۔ چوتھی مثال کسی اعلیٰ مضمون کو سن کر یا پڑھ کر یا کسی والا حوصلہ عالی منش کے حالات زندگی دیکھ کر کسی شخص کے دل میں یہ جوش اٹھتا ہے کہ میں بھی کوئی کام رفاہ عام کا کروں اور اس کام کا یقین بھی کر لیتا ہے

اور اُس کے کرنے کی ایک تصویر اپنے تصور میں باندھ لیتا [illegible]

کی منفعتوں پر بھی خوب نظر کر لیتا ہے اور دل ہی دل میں خوش ہوتا ہے کہ اب میں اس کام کا

بانی بنتا ہوں کہ اسی خوشی کی حالت میں یہ سوجھتی ہے کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا

معلوم نہیں کہ میری قسمت میں اس کام کا کرنا لکھا ہے یا نہیں غرض ایسے بہت سے خیالات

باری باری سے آتے ہیں جو دل کو شگفتہ اور پژمردہ کرتے ہیں مگر قوت فیصلہ کی کمزوری

کوئی کام نہیں کرنے دیتی فقط تصورات ہی تصورات ہوتے رہتے ہیں جس شخص میں قوت

فیصلہ نہیں ہوتی وہ اپنا مالک آپ نہیں ہوتا وہ اوروں کے ہاتھ میں بکا ہوا ہوتا ہے جیسے

دریا پر چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں بہاؤ پر بہی چلی جاتی ہیں اسی طرح وہ اوروں کے بس میں

موم کی ناک بن جاتا ہے +

(۳) قوت فیصلہ کے لئے ضرور ہے کہ آدمی کو اپنی رائے پر اعتبار ہو۔ شاید اس پر کوئی شخص یہ اعتراض کرے گا کہ ہر شخص عقل خود را بکمال میداند۔ یہ شرط تو ہر شخص میں موجود ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا موقع پیش ہوتا ہے کہ جس میں ذرا سی رائے کی غلطی سے سارا کام بگڑتا ہے تو بہت ہی کم آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ایسے موقع پر اپنی رائے پر بھروسا کر لیں اور پریشان خاطر نہ ہوں اور غیروں کی استعانت نہ چاہیں ایسی حالت میں انسان پر ایسی تاریکی چھا جاتی ہے کہ کسی طرف کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ اسکے کل قوائے عقلی بیکار ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی رائے کے غلط و صحیح ہونے کے اندر نہایت متردد و متفکر ہوتا ہے اور نہایت اضطراب اور اضطرار کی حالت اُس پر طاری ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں وہی لوگ کام کرتے ہیں جن میں قوت فیصلہ ہوتی اور وہ اپنی ہوائے نفسانی کے تابع نہیں ہوتے اور اُن کی دلائل روشن ہوتی ہیں۔ یہاں ان ضدی اور ہٹ دھرم آدمیوں کا ذکر نہیں ہے کہ جو بے سمجھے بوجھے اپنی رائے پر قائم ہوتے ہیں بلکہ اُن لوگوں کا ذکر ہے کہ جو قوت فیصلہ رکھتے ہیں اور اُن کو خدا پر بھی یہ توکل ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آئے گی تو اُس کے سہل کرنے کی سمجھ خدا تعالیٰ ہم کو عطا کریگا۔ ایسے لوگ تھوڑے [illegible]

Marfat.com

مشورہ سے ہی اپنی قوت فیصلہ کو مدد دیتے ہیں گو ان مشوروں کے وہ تابع نہیں ہو جاتے
وہ اوروں کی آراء سے نفرت نہیں رکھتے مگر ان کی مقدار کا اندازہ کرتے ہیں اور
زیادہ تر اپنی رائے پر اعتماد رکھتے ہیں۔

(۴) قوت فیصلہ کے لئے فقط اپنی رائے پر اعتماد ہوتا ہی کافی نہیں بلکہ اس رائے پر
پورا عمل بھی ہونا چاہئے۔ اکثر آدمیوں کی رائے صائب و صواب ہوتی ہے مگر وہ اس کو
عمل میں نہیں لاتے۔ جن آدمیوں نے دنیا میں بڑے کام کئے وہ صرف خیالی میدان
میں گھوڑا دوڑانے والے نہ تھے بلکہ ہر وقت مناسب کام کرتے تھے۔ وہ ایسی بات
کے سوچنے میں اپنا وقت نہیں ضائع کرتے جس پر عمل نہ کریں وہ کبھی تلون مزاجی اور طبیعت کی
کاہلی کے سبب سے اپنے کام سے ہاتھ نہیں کھینچتے تھے۔ وہ تو اپنے مدعا کے ساتھ لوہے کی
زنجیروں کے ساتھ وابستہ ہوتے تھے۔ صرف موت ہی انکو اپنے مدعا سے جدا کر سکتی تھی
اور کوئی نہیں۔ انکی عقل کو انکے لئے کاموں سے ایسا لگاؤ ہوتا ہے جیسے کہ چاند کو جوار
بھاٹے سے۔ انکی خواہشیں ان کی قوائے عقلی کی برابر ہوتی ہیں انکو اپنے مقصد میں قائم
رہنے کا ایسا یقین ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب کے طلوع ہونے کا۔ ایسے آدمی نیک چلن بھی ہوتے
ہیں بدچلن بھی۔ مگر جن بدچلنوں میں بھی اس استقلال کے ساتھ قوت فیصلہ ہوتی ہے اسکو بھی
لوگ اسی طرح کی عظمت سے دیکھتے ہیں جب ایسے آدمیوں کے حالات تواریخ اور قصے کہانیوں
کی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو بحسرت زبان پر بے اختیار آتا ہے کہ کاش ایسی طبیعت کے آدمی
کسی نیک کام کی طرف متوجہ ہوتے۔ جن لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ حب جاہ کے شوق میں دیوانے
بن رہے ہیں اور اس میں استقلال اور قوت فیصلہ سے کام کر رہے ہیں تو اس قوت کی دل سے تعریف
کرتے ہیں کہ اسنے انکو آرام اور عیش سے متنفر رکھا مزاحمتوں سے ڈرنے نہ دیا۔ مصیبتوں سے خوف نہ
کرنے دیا مقصد کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ارادہ کو بدلنے نہ دیا شک و شبہ میں پڑنے نہ دیا۔
گو حب جاہ کو نیک نہیں جانتے۔

تھوڑے دن ہوئے کہ ایک جوان کو دو [illegible]

برس کے عرصہ میں بڑا ہی مفلس اور محتاج ایسا ہو گیا کہ خودکشی کا ارادہ کیا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی
گرنے کے مقصد سے چڑھا کہ وہاں سے اُسکو اپنی ساری زمین اور باغ نظر آئے۔ انکو دیکھ کر وہ
تصورات کے دریا میں ڈوب گیا اور اُس کی لہروں میں غوطوں اور [illegible] ابھرا۔ آخر کو قوت فیصلہ
نے سہارا دیا اور ہمت و استقلال نے بازو پکڑے تو سارا مقصود اسکو نظر آنے لگا اور خوشی
مارے اچھلنے لگا اور کہنے لگا کہ میں پھر اپنی کل جائداد کا مالک ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر نیچے اُترا۔
کوئلہ اُٹھانے والوں کے ساتھ مزدوری کرنے لگا۔ مزدوری میں سے کچھ کھایا کچھ بچایا۔ جب کچھ
اندوختہ ہو گیا تو چھوٹی سی تجارت شروع کی۔ غرض اس سوداگری نے اُس کو اپنی کل
جائداد کا مالک پھر بنا دیا۔ اور پچاس لاکھ روپے نقد چھوڑ مرا۔ یہ قوت فیصلہ نے کام کیا +

(۵) قوت فیصلہ کا جزو اعظم دلیری و ہمت ہے۔ یہ دلیر شخص ہی کا کام ہے کہ جب وہ کسی کام پر
مستعد ہوا اور اس کے کرنے کا ارادہ کر لے تو ساری قوتوں کا مقابلہ کرے۔ لوگوں کے ڈرانے سے
نہ ڈرے۔ اپنی مردانگی کے سبب سے جان لے کہ کوئی میرا کچھ نہیں کر سکتا۔ کسی خوف سے [illegible]
نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ میرے اس کام کرنے سے اور لوگ ناراض ہونگے مگر اس سے اسکی
مستقل مزاجی میں خلل نہیں پڑتا۔ وہ لوگوں کی لعنت و ملامت مذمت اور تعریف کو برابر سمجھتا ہے
کسی کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ اس لعنت و ملامت کا سُن لینا اس قسم کا ہے
جیسا کہ بے حیاؤں کا ہوتا ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہ عالی دماغ جو نیک کام کو اختیار
کرتا ہے تو وہ یہ نہیں پوچھتا کہ لوگ مجھ پر ہنستے تو نہیں وہ کہتا ہے کہ لوگوں کے دل میں جو آئے
وہ کریں میرے جی میں جو آئے گا وہ میں کرونگا۔ اگر کوئی ہم یا گروہ مجھ پر ہنسے گا تو البتہ مجھے اتنے
بے وقوفوں کو دیکھ کر افسوس ہوگا۔ مگر اُس کے ساتھ یہ خوشی بھی ہوگی کہ وہ جماعت
اپنا ہم جماعت مجھے نہیں سمجھتی ہے میں نے جس کام کو ہاتھ لگایا ہے اُس کو پر نفع سمجھتا ہوں۔
پہلا نفع اُس کا یہ ہے کہ اتنے بیوقوفوں کو دل لگی اور تفریح کا موقع مل گیا اگر یہ بے وقوف

Marfat.com

اس کی خوبی کو سمجھ لیتا۔ نہ عوام و جاہل اس میں شریک ہوتے تو مجھے اپنی عظمت کا
یقین نہیں ہوتا +
یہ جوانمرد پہلے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالنے سے ذرا نہیں ڈرتے اور اپنے بچانے کا
خیال نہیں کرتے +
(۶) قوت فیصلہ کے لئے کل قواء انسانی اور خواہشہائے نفسانی کا متفق ہونا ضروری اور لابدی
ہے اگر گھوڑے منہ زور اور بدلگام ہوں تو کوچوان کو جوڑیوں میں اُن کو جوت کر چلانے
میں کیسی دشواریاں پیش آئینگی۔ اگر چار گھوڑوں میں سے تین گھوڑے شائستہ ہوں مگر
اور ایک شریر ہو تو ایک لنگڑا آدمی بھی اس جوگڑی سے آگے بڑھ جائیگا۔ اسی طرح
متضاد خواہشیں آدمی کے دل کو پریشان کرتی ہیں اور مقصود کو برباد۔ مثلاً ایک شخص نام آوری
کی تمنا رکھتا ہے لیکن اسکے ساتھ آرام طلبی کی آرزو ہے تو ایسے آدمی کا کامیاب ہونا ناممکن ہے
کسی کو سیاحی کا شوق ہو اور اہل و عیال کی محبت بھی دامن گیر ہو تو پھر سیاحی کے
لئے قدم نہیں اُٹھیں گے۔
غرض خواہ دل کی خواہشیں متضاد ہوں یا ایک خواہش کے دو مطلوب ہوں تو ایسی حالت
میں کوئی قطعی رائے نہیں قائم ہو سکتی +
(۷) قوت فیصلہ رکھنے والے آدمیوں سے جیسے کہ دنیا کو فائدے پہنچے ہیں ایسے ہی نقصان
بھی بہت پہنچے ہیں ظالم بادشاہوں۔ راہزن قزاقوں جھوٹے مدعیان تخت نے اس قوت
کی وجہ سے دنیا کو بڑے بڑے ضرر پہنچائے ہیں۔ پس جب تک دنیا میں نکو کاروں کی تعداد
نہ بڑھ جائے اُس وقت تک اس قوت والے انسانوں کا کثرت سے ہونا خوشی کی بات نہیں
اس قسم کے آدمی کا حلیم اور ہر دل عزیز ہونا ضرور ہے اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس قسم کے
آدمی بے پروا ہوتے ہیں اُن کے دوست اُنکو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم پر حکمرانی کرتے ہیں اور عزیز
رشتہ دار یہ سمجھتے ہیں وہ کسی کی رائے کو کچھ نہیں سمجھتا جب وہ کسی کام کو بلا مدد دوسرو نکے

Marfat.com

کر سکتے ہیں تو وہ کسی کی خوشی و ناخوشی کی چنداں پروا نہیں کرتے
کسی کی مزاحمت سے ڈرتے ہیں وہ کسی سے مشورہ نہیں لیتے اور اگر لیتے ہیں تو ان کے اطوار
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اصل بات کو چاہتے ہیں اور کسی کی رائے کے محتاج نہیں جب
اُن کو اپنی رائے صحیح نہیں معلوم ہوتی تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ضرور اپنی رائے خود صحیح کرینگے
وہ دوستوں کی رایوں کا فیصلہ جج بن کے کرتے ہیں اور اوروں کے فیصلے کے وہ محتاج
نہیں ہوتے اگر دوستوں کی رائے انکی رائے سے ملے تو اس سے انکو اپنی رائے کی راستی پر
زیادہ یقین نہیں ہوتا اور اگر نہ ملے تو کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ لوگ
ہماری رائے کو مانیں۔ ایسے آدمی بعض اوقات ظالم نظر آتے ہیں اسلئے کہ وہ اپنی رایوں
کو صحیح اور تدابیر کو درست جانتے ہیں اور باقی اوروں کی رائے سے لاپروائی کرتے ہیں وہ
اپنے کام کے اختتام تک پہنچانے کے خیال کے سوا اوروں کی خوشی اور رنج کی طرف
توجہ نہیں کرتے۔ گو ایسے آدمی کہ قوت فیصلہ پر قادر ہوتے ہیں رحم دل ہو سکتے ہیں مگر
عموماً رحم دل نہیں ہوتے کیونکہ یہ نیچر کا قانون نہیں کہ نازک اور سخت اوصاف کو ایک ذات
میں جمع کرے۔ ایسے آدمیوں کا حال تو گینڈے کی کھال کا سا ہوتا ہے جسپر تیر کا اثر نہیں ہوتا
ایسے آدمی اپنے مقصد کی طرف بڑی دلیری سے جاتے ہیں اور کبھی آرام طلبی کا خیال نہیں
کرتے جو امور کہ اُنکے حصول مدعا سے خارج ہوتے ہیں اُن سے اُن کو بڑی نفرت ہوتی ہے۔ ان کے
دل میں کوئی خواہش سوا اپنے منزل مقصود تک پہنچ جانے کی ہوتی ہی نہیں بعض اوقات
ایسے آدمیوں کا دل تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔ پروشیا کے بادشاہ فریڈرک اعظم
نے اپنی فوج کو حکم دیا تھا کہ آٹھ بجے رات سب اپنے لیمپ گل کر دیا کریں اور جو اس حکم کی
تعمیل نہیں کریگا وہ قتل کیا جائیگا۔ ایک رات کو بادشاہ سپاہ کے خیموں پر اسلئے گیا کہ اپنے
حکم کی تعمیل دیکھے کہ پوری ہوئی ہے یا نہیں وہاں اپنے عزیز کپتان زیٹیزن کے خیمہ میں
دیکھا کہ لیمپ جل رہا ہے۔ اور وہ لفافہ میں خط بند کر رہا ہے کپتان نے جھٹ بادشاہ کو دیکھا تو

Marfat.com

یں معافی مقصود کے لئے اسکے قدموں پر اپنا سر رکھہ دیا اور عرض کی کہ میں اپنی بیوی کو خط لکھتا تھا چند ایسی ضروری باتیں لکھنی تھیں کہ کئی سنٹ تک برخلاف حکم شاہی کے اس لیمپ کو روشن رکھنا پڑا یہ سُن کر بادشاہ نے کہا کہ خط میں اپنی بیوی کو یہ ایک سطر اور لکھہ بھیجو کہ میں کل صبح کو قتل کیا جاؤنگا۔ یہ مضمون لکھا گیا اور وہ صبح کشتہ تیغ ستم ہوا دیکھو اس قوتِ فیصلہ نے کیا اُسکو بے رحم بنایا۔ اگرچہ رحم دل ہونا اور اُس کے ساتھہ اپنے کام میں مستقل ہونا ناممکن نہیں ہے۔ مگر ایسے آدمی شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں کہ جن میں یہ اوپر کی دونو باتیں ہوں +

(۸) قوت فیصلہ کی تقویت کے بہت سے سبب ہوتے ہیں ان میں سے ایک مزاحمت ہے کہ کوئی شخص بڑی خوشی سے کسی کار عظیم کو کر رہا ہے کہ کوئی اس کا مزاحم کھڑا ہوا تو غصہ۔ نفرت۔ انتقام کی خواہشیں جو سب اَور خواہشوں سے زیادہ زور آور ہوتی ہیں جوش میں آتی ہیں اور اپنا زور مزاحمت کے دور کرنے میں دکھاتی ہیں جتنی دفعہ مزاحمت پیش آتی ہے اُتنی دفعہ وہ اور زیادہ مدافعت میں اپنی قوت دکھاتے ہیں اس کا حال لکڑی کی آگ کا سا ہوتا ہے کہ جتنی ہوا زیادہ لگتی ہے اُتنا ہی زیادہ وہ بھڑکتی ہے۔ ہاں اگر دل کمزور ہوگا تو وہ اس طرح بجھہ جائیگا جیسا کہ چراغ ہوا کے لگنے سے۔ دوسرا سبب تقویت کا دوسروں پر نہ بھروسا کرنا ہے۔ کیونکہ غیروں پر بھروسہ کرنے سے آرام ملتا ہے مگر اپنی ذاتی قوت کمزور ہوجاتی ہے اور کسی شخص کو کسی پر بھروسا نہیں رہتا تو وہ صرف اپنی قوت بازو پر بھروسا کرکے کام کرتا ہے اُسکا کام پختہ اور پورا ہوتا ہے۔ اگر ایسے آدمی کے دل میں رحم کم ہے تو درندہ کی طرح اکیلا رہیگا اور جس کو پائے گا شکار کرے گا اور اگر عالی ہمت اور بلند خیال ہے تو وہ بڑے بڑے کام کریگا۔ اور اگر رحم دل ہوا تو سبحان اللہ۔ وہ اہل دنیا سے اپنے کام کا صلہ نہیں چاہے گا بلکہ کہے گا کہ یہ کام میں نے فی اللہ کیا ہے۔ اس کا انعام تم سے کیوں لوں + سوم قوت فیصلہ کو کامیابی

سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ صاحب اس قوت کا [illegible]

ہمت نہیں ہار رہا۔ اور اس کا سبب سمجھ لیتا ہے مگر تھوڑا ساتھ [illegible]

ضعیف ہو جاتی ہے۔ چہارم اپنے سے کمزور درجہ کے آدمیوں کے معاملات کرنے سے بھی قوت فیصلہ

میں تقویت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں موقع اپنی رائے پر چلنے کا ملتا ہے۔ پنجم کسی کام

یا کارخانہ کی کمال واقفیت سے بھی قوت فیصلہ کو تقویت ہوتی ہے جو شخص بغیر

واقفیت کامل کے کسی کام یا کارخانہ میں قوت فیصلہ کو کام میں لائیگا اس کا حال ایسا

ہوگا جیسا کہ کوئی جنگل میں بغیر رستہ جانے جائے۔ ششم قوت فیصلہ کو سوچنے

سے بھی تقویت ہوتی ہے۔ مگر یہ سوچنا خیالی پلاؤ پکانا اور ہوائی قلعہ بنانا نہ ہو۔ نہ تھوڑی

فکر سے بڑے نتیجے نکالنے۔ کیونکہ یہ باتیں ساری نکمی ہوتی ہیں اور ان پر استواری

کے ساتھ آدمی قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ تو پانی کی مانند ہوتے ہیں جدھر دباؤ پڑا ادھر

ہی پھیل گیا۔ اس سوچنے میں بعض دفعہ یہ دقت ضرور پیش آئے گی کہ دو باتیں ایسی سامنے

آئینگی کہ ایک کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہوگا۔ لیکن عقل و سمجھ والے بہت جلد جان جاتے

ہیں کہ کدھر کا پلہ بھاری ہے۔ سب سے زیادہ ہدایت اس مضمون کو پڑھ کر یہ حاصل کرنی چاہیئے

کہ آدمی ایسے کام میں قوت فیصلہ کو کام میں لائے کہ جس پر اس کا دل خود راضی ہو اور

اسکے ساتھ یہ یقین بھی ہو کہ خدا بھی اس سے راضی ہوگا۔ اکثر آدمی اس قوت فیصلہ

کے رکھنے والے ایسے ہوئے ہیں کہ جنسے دنیا میں بڑے کام بہت ہوئے ہیں۔ مگر کمتر ایسے

ہوئے ہیں کہ جنسے دنیا کو فائدہ ہوا ہو سب سے زیادہ عمدہ مثال فائدہ پہنچانے والوں

میں اسکی کولمبس کی ہے جو ہمیشہ انسانوں کے دلوں پر بڑا اثر کرے گی اور اس قوت

کی عظمت کا سبق سکھائے گی۔ کولمبس کو جو یہ خیال پیدا ہوا کہ زمین پر ایک اور دنیا

بھی ہے وہ یونہیں ٹکریس اٹکل پچو نہ تھا۔ بلکہ علم و عملی تجربوں کا نتیجہ تھا۔ اسکی جوانمردی

اور عالی ہمتی اور مستقل مزاجی کو دیکھو کہ کن کن مزاحمتوں اور مخالفتوں کا مقابلہ اسنے کیا تھا

Marfat.com

[illegible] کی مخالفت اور دغا فریب سلاطین کی خود بینی اور غرض پرستی - اہلکاروں اور ایجنٹوں کی حسد و نامردی ہمراہیوں کا جی چھوٹنا - باوجود ان سب باتوں کے اس جوانمردی نے اُس سمندر کو طے کیا جسکی ہوا پہلے کبھی انسان نے نہیں کھائی تھی - فقط اُسی کو نئی دنیا کے ہونے کا یقین تھا مگر اور سب لوگ اسکے اس خیال کو خبط جنون جھوٹا خواب جانتے تھے - اس لئے اپنی قوت فیصلے کے زور سے اوروں کے ارادوں کو اپنے ارادہ کا محکوم بنالیا اور نامرد سیاہ سے فتح عظیم حاصل کی +

(۱۲) اوقات کی پابندی اور نصرام کام میں پھرتی

جس انگریزی لفظ کا ترجمہ ہم نے اوقات کی پابندی کیا ہے اُسکے معنی یہ ہیں کہ جس کام کے واسطے جو وقت مناسب ہے اُس وقت وہ کیا جائے +

(۱) سب کو جاننا چاہیے کہ انضباط اوقات کاروبار کے پورا کرنے کی جان ہے - ایک نوجوان کسی عہدہ پر مقرر ہو گیا تھا اُسنے سر والٹر سکوٹ سے درخواست کی کہ مجھے ملازمت کے باب میں کچھ ارشاد و ہدایت ہو اسپر انھوں نے اُس کو یہ نصیحت لکھ بھیجی جو یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہوشیار و خبردار رہو کہ کسی شوق و ذوق میں ایسے نہ پھنس جاؤ کہ وہ تمھارے کام کے وقتوں میں حرج ڈالے اور تضیع اوقات کرائے - تفریح طبع کے لئے اوقات اختتام کام کے پیچھے مقرر کرو پہلے کبھی نہیں - پلٹن جب سفر کرتی ہے تو اس سبب سے کہ آگے کی صفیں ترتیب سے باقاعدہ برابر نہیں چلتیں ـــــ پیچھے کی صفوں میں ابتری و بے ترتیبی پیدا ہوتی ہے - یہی حال کام کا ہے کہ جو سر دست کام پیش ہو اگر اسکو فوراً قائم مزاجی کے ساتھ باقاعدہ انجام دوگے تو اُس پیچھے کاموں کا انبار لگ جائیگا اور دفعتہً اُس کے سرانجام کرنے کا بار ایسا سر پر آن پڑیگا کہ دماغ جس کا متحمل نہ ہوگا - کیونکہ انسان کا دماغ پراگندگی اور انتشار میں اپنا کام اچھی طرح نہیں سرانجام دے سکتا - کیا خوب یہ مقولہ ہے کہ کار امروز بر فردا مگذار - دنیا کے سارے کاموں میں صادق آتا ہے شعر + خار در دیدہ فرصت مکن + کار امروز بہ فردا مفگن +

Marfat.com

(۲) کام میں مستعد اور پابند اوقات ہونے کی محرک وقت کی قدر شناسی [illegible]

آدمی تو وقت سے زیادہ کسی چیز کو بیش قیمت نہیں جانتے۔ وہ اپنے ایک ایک منٹ اور ایک ایک لمحہ کے لئے کام مقرر کرتے ہیں جس کام کا وقت آتا جاتا ہے اُس کام کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور اسی بات کو وہ کاروبار کے پورا ہونے کی اصل سمجھتے ہیں یہ سیدھا سادہ قاعدہ وقت پر کام کرنے کا بھی کیا تعجب خیز ہے کہ اُسکی پابندی سے کیسے کیسے کام جلد سر انجام ہو جاتے ہیں اور نہ پابندی کرنے سے کس قدر وقت و جھمیلے میں پڑ جاتے ہیں جن پیشوں میں کام مشکل اور پیچیدہ ہوتے ہیں جیسے کہ سوداگری وکالت بیرسٹری و طبابت وغیرہ ہیں۔ ان میں کوئی شخص سرافراز اور ممتاز بغیر پابندی اوقات نہیں ہو سکتا۔ سوداگر وقت پر زرِ تیمہ نہ ادا کرے تو دوالہ نکلتا ہے۔ بیرسٹر وکیل مقدمہ کی پیشی کے وقت نہ حاضر ہو تو مقدمہ خارج ہو طبیب مریض کی وقت پر خبر نہ لے تو وہ قریب المرگ ہو۔

ہاں بعض پیشے اور خدمات ایسی ہیں کہ اُن میں دستور و عادت نہیں ہے کہ پابندی اوقات کا لحاظ کما حقہ کیا جائے۔ مگر عقل اور ان پیشوں کی خود سرشت یہ اجازت نہیں دیتیں کہ ان میں وقت پر کام کرنے کے قاعدہ کی پابندی نہ کیجائے۔ اسلئے کہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی پیشہ و خدمت جس میں توجہ کی ضرورت ہو قطعی اتفاقی ہو جس سے وہ وقت کی پابندی کے قاعدہ سے آزاد ہو جائے اگر ان کو قاعدہ مذکور کی دستیاری سے شروع کرو تو وہ انتظام اور انضباط کے ساتھ انصرام پائینگے اور اگر اسے ہاتھ اُٹھاؤ گے تو کاموں میں وہ انتشار اور پریشانی پیدا ہو گی کہ گھبرا جاؤ گے

(۳) کارگزار اور کاربردار آدمی اکثر اس مقولہ کو زبان پر لایا کرتے ہیں کہ وقت زر ہے۔ وقت زر سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہے وقت کو اچھی طرح استعمال میں لانے سے آدمی اپنی تہذیب تعلیم ترقی اخلاق کر سکتا ہے۔ اگر آدمی چند سال تک ہر روز ایک گھنٹہ لہو و لعب یا کاہلی میں ضائع کیا کرے اور اُسے اپنی تہذیب و ترقی کے اندر خرچ کیا کرے تو وہ جاہل سے دانا ہو جانے کا

خیال محمود کا خزمن موت کی زاد راہ کے

...لے گا نیک خیالات اور ہوشیاری کے ساتھ تجربوں کا اجتماع ہر مقام پر بغیر کسی خرچ
اور بار کے انسان کے ساتھ چل سکتا ہے۔ وقت کو انتظام اور کفایت کے ساتھ خرچ کرنا ہی
ایک عمدہ طریقہ فرصت و فراغت حاصل کرنے کا ہی۔ اس سے ہم اپنے کاموں کو نیک آغاز و خوش
انجام بناتے ہیں اور کام سے بھاگتے نہیں برخلاف اسکے اپنے وقت کا غلط حساب کرنا اضطراب
و انتشار و دشواریوں میں ڈالتا ہی۔ اور سارے منصوبے درہم برہم ہو جاتے ہیں اور بڑی شاہ
و کم بختی آتی ہی۔ نیلسن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میری ساری فتح و ظفر کا سبب یہ تھا کہ ہر کام کے
واسطے اسکے وقت سے پانچ منٹ پہلے تیار ہو جاتا تھا۔

(۴) وقت کی پابندی بادشاہوں کی نیک اطواری اور شائستگی میں اور بھلے مانس اشراف
کے فرائض میں اور کارپردازوں کی ضرورت میں داخل ہی۔ جو شخص کسی کام کرنے کا وعدہ
کسی وقت معین پر کرتا ہی اور اُس کو ایفا کرتا ہی تو اس سے اعتبار اسکا لوگوں میں ایسا بڑھتا
ہی کہ کسی اور نیکی سے نہیں بڑھتا۔ جو شخص وقت موعود پر کام کرتا ہی وہ اپنے کام کے انتظار
کے لئے دوسرے کا وقت ضائع نہیں کرتا جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جیسے وہ اپنے وقت کا لحاظ
کرتا ہے ویسا ہی دوسرے کے وقت کا۔ حقیقت میں کسی دوسرے شخص کی تضییع اوقات کرانی
بے دیانتی اور وقت موعود پر نہ کام کرنا وعدہ خلافی یا عہد شکنی ہے۔ پس اس تمام اوپر کے
بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ جو شخص اپنے وقت سے بے پروا اور غافل ہی وہ اپنی کاموں سے
بھی ایسا ہی ہی اور وہ اس قابل نہیں ہی کہ معاملات عظیم میں اسپر اعتبار اور بھروسا کیا جا...
واشنگٹن صاحب کے ایک سکریٹری نے جب اپنے وقت پر نہ حاضر ہونے کا عذر یہ کیا کہ میری
گھڑی غلط تھی تو انھوں نے یہ فرمایا کہ آپ دوسری گھڑی مول لے لیں اور میں دوسرا
سکریٹری مقرر کر لوں +

(۵) بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ پابندی اوقات آسان کام ہے مگر وہ ایسی حقیقت میں نہیں ہے

Marfat.com

اسلئے کہ انسان کی سرشت میں وہ داخل

ہوتی ہے۔ اور عادت کا حال یہ ہے کہ وحشی قومیں

جاہل اور گنوار اس سے ناآشنا ہیں۔ انضباط اوقات ایسا ضروری ہے کہ ہر شیر خوار بچہ کو بھی

اسی کا سبق ہم کو پڑھنا چاہئے۔ سب جانتے ہیں کہ جو شخص پابند اوقات نہیں اس کے ساتھ

کام کرنے اور معاملہ رکھنے میں کیسی کیسی دشواریاں اہل معاملہ اور شہر کا رکو اٹھانی پڑتی ہیں

اور انکی تضیع اوقات ہوتی ہے۔ اسلئے انکے ساتھ معاملہ کرنے سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔

(۷) انسان کے کمالات میں سے یہ بھی ایک کمال ہے کہ کاموں کو پھرتی اور مستعدی سے بخوبی

انجام دے۔ جیسے یہ بات مشہور ہے کہ جلدی دینا دگنے دینے کی برابر ہے۔ ایسے ہی کاموں کا

جلدی بخوبی سرانجام دینا دگنے کام کرنے کی برابر ہے۔ مگر یہ جلدی اور شتابی وہ نہ ہو جسمیں کوئی

خرابی ہو بلکہ خوش سلیقگی اور ہنرمندی کے ساتھ ہو۔ اعلیٰ پیشوں میں تو یہ کمال بڑے کام کا

ہے۔ ہر نوجوان کو وہ حاصل کرنا چاہئے۔ اول ان کو اپنا کام تمام وکمال بخوبی سیکھنا چاہئے

تو پھر کام کرنے میں چستی و پھرتی کرنی چاہئے۔ کام کے تمام وکمال بخوبی انجام دینے کے

جاننے کے بغیر شتابی و سرعت کرنی ایسی ہی خطا ہے جیسے کوئی شخص ہتیاروں کی طاقت

کو بنا آزمائے اور انکو تیز کرنے ہو بیٹھے بعض نوجوان کاموں کے سرانجام کرنے میں چستی چالاکی

و تیزدستی کی عادت ڈالتے ہیں اور جھپاک جھپاک کام کو کرتے ہیں مگر اس سبب سے کہ ان کو

تمام وکمال کام کا بخوبی انجام دینا نہیں آتا ہے۔ وہ کام پر ذقندیں لگاتے ہیں مگر اسکی

گرفت نہیں کرتے۔ بہتر ہے کہ کام سہج سہج بخوبی ختم کیا جائے یا اس میں وقفہ دیا جائے

بہ نسبت اسکے کہ کام ناقص جلد اور شتابی کیا جائے۔

ہر شخص کو یہ بھلا لگتا ہے کہ کام جلدی بھی کیا جائے اور اچھی طرح سے بھی۔ ہر کارخانہ و سررشتہ

میں اچھے اور برے کام کرنے والوں کی یہی تمیز ہے کہ اچھا کام کرنے والا کام کو بخوبی تیزدستی

و چستی و چالاکی سے اچھی طرح جلد پورا کر دیگا۔ ذہانت جو ترکیب و ترتیب و نظم کو جانتی ہے

Marfat.com

...بری نا تجربہ کاری سے صعوبتوں کو انسان کو دیتی ہے اور ایسے نتیجے پیدا کر دیتی ہے کہ جنکا بغیر اُس کے یقین بھی نہیں ہوتا۔ غرض تعلیم میں یہ امر داخل ہونا چاہیے کہ جو کام مستعدی و جلدی سے ہو سکیں وہ بے تاخیر و پھرتی سے کرنے آجائیں +

(۱۳) محنت

(۱) ہمارے کریم کارساز نے گو زمین کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ ہماری پرورش و آسائش کی ساری چیزیں پیدا کرتی ہے۔ مگر ہمیشہ انمیں سے چند چیزیں بمقدار کافی استعمال کے لئے بغیر محنت کے ہاتھ نہیں لگتیں۔ اناج جب ملتا ہے کہ زمین کو بوئیں جوتیں کاٹیں۔ کپڑا جب بدن ڈھکتا ہے کہ روئی۔ اون۔ سن۔ کو توڑیں۔ کاتیں بنیں۔ اور زر جب میسر ہوتے ہیں کہ دھاتوں کو زمین سے کھود کر نکالیں اور اُن کو بنائیں انہیں کاموں سے اور ایسے ہی اور کاموں سے دُنیا کی دولت بڑھتی ہے مگر گنج کے حاصل کرنے کے لئے رنج اٹھانا پڑتا ہے۔ ہر ایک کو اپنی ریاضت کے موافق اکثر ثمرہ ملتا ہے۔ جو کام نہیں کرتا ہے وہ محتاج رہتا ہے اور جو محنت مشقت اٹھاتا ہے وہ غنی ہوتا ہے۔ انسان کے کل اعصاب پر۔ جسم کی بناوٹ پر۔ ہاتھ پر۔ دماغ کے بیچ بیچ پر اندر اور باہر کام کرنے کا فرمان ید قدرت نے مختلف صورتوں میں لکھ دیا ہے۔ حقیقت میں انسان بڑا عاجز و ناتوان ہے۔ خدا تعالےٰ نے ہر شے کی قیمت محنت پر منحصر کی ہے۔ بغیر محنت کے کوئی کام ہی نہیں بنتا۔ بے ریاضت کے نہ حال درست ہو نہ کوئی کمال حاصل ہو۔ دنیا میں آدمی کو محنت مشقت جو استقلال و صبر کے ساتھ ہو بزرگ و جلیل القدر بناتی ہے خواہ انسان کی طبیعت میں کیسی جودت اور قواء عقلیہ میں قوت ہو مگر وہ نامور و نامدار صرف محنت و سعی کی بدولت سے ہو سکتا ہے لیس للانسان الا ما سعی (نہیں ہے انسان کے لئے مگر جو کچھ سعی کی) پیشے خواہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ سب میں کامیابی کے لئے محنت شرط ہے۔ جو کام نہیں کریگا وہ بھوکا مریگا۔ روزانہ کام کے دور جاری رکھنے میں جینے اور زیست کا مزہ ہے محنت پر خدا کی رحمت ہو کہ وہی انسان کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے اور روح کے لئے ایک شدید حاجت ہے +

(۲) ہر شریف کے پیچھے سب حالتوں میں محنت کرنے اور [illegible]

شریف شرافت نسبی اور شرافت حقیقی تعلیم و تہذیب کے سبب رکھتا ہو وہ اپنے دل سے [illegible] کو اپنے فرض سمجھتا ہے کہ بہبود عوام اور رفاہ عام میں سعی کر کے محنت میں اپنا حصہ لوں۔ اس ہرگز یہ گوارا خاطر نہیں ہوتا کہ میں اوروں کی محنت سے کھاؤں یوں فراغت سے رہوں اور اسکا معاوضہ خود محنت کر کے اپنی سوسائٹی کو نہ دوں۔ عالی خیال نیک کردار اس تصور سے بھاگتا ہے کہ یونہیں بیٹھا رہے اور دعوتیں اڑایا کرے اور اس کا معاوضہ کچھ نہ دے۔ نکما پن اور سستی نہ کوئی عزت ہے نہ کوئی منفعت ہے اس سے فرومایہ اور کمینہ طبیعت راضی ہو جائیں مگر عالی ہمت تو ایسی حالت کو مذلت سمجھتے ہیں اور حقیقی عزت اور عظمت سے اسے بعید جانتے ہیں +

(۳) ایک دانشمند بلند خرد جو خود جد و جہد میں مجتہد تھا وہ اپنے بیٹے کو جو مدرسہ میں پڑھتا تھا یہ پند سودمند ارقام فرماتا ہے کہ ای میرے پیارے بیٹے تیرے دل پر اس بات کا نقش شدت زور دے کر نہیں جما سکتا کہ ہر شریف امیر و غریب فقیر کی شرط زندگی محنت ہے۔ غریب کسان روٹی اپنی پیشانی کی عرق ریزی سے کماتا ہے اور امیر اپنی شکار کی جستجو میں سعی کر کے اپنی سستی کو کھوتا ہے۔ جیسے گیہوں کے کھیت میں بغیر ہل چلائے کاشتکار کو کچھ پیداوار ہاتھ نہیں لگتا۔ ایسے ہی مزرعہ دل میں تخم علم بغیر محنت کیے بارآور نہیں ہوتا۔ مگر ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ضرور ہے کہ ایسے اتفاقات اور واقعات پیش آ سکتے ہیں کہ ایک کسان کھیت بوئے اور وہ اس کی پیداوار سے محروم رہے اور کوئی دوسرا آدمی اس سے متمتع ہو۔ مگر علم میں یہ نہیں ہو سکتا کہ آفت زندگی یا وقوع حادثات ایسے کوئی شخص اپنے مطالعہ علمی کی ریاضت کے ثمر سے محروم ہو جائے اور یہ ثمر دوسرے کو ملجائے اسکی تحصیل علم کی تکمیل اور توسیع خاص اسی کی ذات کی منفعت کے لئے ہے۔ اسواسطے میرے پیارے بچے محنت کر اور وقت کو اچھے کام میں لا۔ لڑکپن میں ہمارے قدم ہلکے ہوتے ہیں اور دل ملائم ہوتا ہے اس میں علم خوب جڑ پکڑ سکتا ہے۔ آدمی کی بھی عمریں مثل فصلوں کے ہوتی ہیں کہ اگر ایک فصل کی کاشت میں غفلت کیجئے تو دوسری فصل میں [illegible]

یہ نہیں ہوتا۔ پس اگر ہم اپنی عقل اور جوانی جو خریف ربیع کی فصلیں ہیں ضائع کردیں گے تو بڑھاپا ہمارا کہ گرما کا موسم ہے نہایت خوار اور ذلیل ہوگا۔

(۴) اس باب میں کسان اور اس کے بیٹوں کی نقل مشہور ہے کہ بڈھا کسان جب مرنے کو ہوا تو اُس نے اپنے تینوں بیٹوں کو جو بڑے کاہل اور سست تھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میں تم کو ایک بڑے راز کی بات بتاتا ہوں کہ جو زمین میرے پاس ہے اُس میں خزانہ دبا ہوا ہے تینوں بیٹے ایک دم سے بولے کہ ابا جان وہ کہاں ہے۔ باپ نے کہا کہ میں تم کو بتاتا ہوں زمین کھود کر تم نکال لینا۔ مگر پھر اُس میں دم باقی نہ رہا کہ وہ کچھ اور آگے اُن سے کہتا غرض بیٹوں نے باپ سے یہ سُن کر تمام زمین کو کدال پھاوڑے سے کھود ڈالا کچھ خزانہ نہ نکلا مگر اس کھدائی کے سبب سے جب زمین بوئی گئی تو پیداوار بہت کچھ ہوا۔ تب تو اس پیر کہن سال کے خزانہ بتلانے کا راز کھلا کہ زمین کے اندر خزانہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ محنت کرکے زمین کو خوب بو، جو تو+

(۵) ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھے اپنے تجربہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ کام خواہ کیسا ہی سخت دشوار ہو۔ وہ بھی خوشی اور ترقی کے مصالح سے پر ہوتا ہے سب اچھے معلموں میں بہتر معلم محنت یا ذہانت ہے اور تمام مدرسوں میں سب سے زیادہ عمدہ مدرسہ محنت مشقت ہے۔ یہی مدرسہ ہے جو اُس کو اوروں کے لئے مفید ہونا سکھاتا ہے وہی آزادی کا سبق پڑھاتا ہے مستقل جد و جہد کی عادت ڈلواتا ہے+

(۶) زمیں بوئیں اور زر بنائیں کپڑا بُنیں یا صنعت کی چیزوں کو بیچیں غرض خواہ کسی قسم کی محنت و مشقت ہو اُس کے اندر ذلت نہیں بلکہ سیدھی طرح سے اُس کے کرنے کے اندر عزت ہے۔ جو لوگ جد و جہد کرکے اپنے تئیں ادنیٰ و ذلیل حالت سے اعلیٰ درجہ پر پہنچاتے ہیں تو اُنکو پہلی ذلیل حالت سے شرمندہ ہونا نہیں چاہیئے بلکہ اُس پر فخر و ناز کرنا چاہیئے کہ ہم نے اپنی یہ حالت اپنی قوت بازو کی سعی سے حاصل کی۔ تمام بزرگیاں انسان میں محنت و جد و جہد سے پیدا ہوتی ہیں گو وہ بعض اوقات بار خاطر ہوتی ہیں مگر وہی شوکت و عظمت کا سبب

ہوتی ہیں سستی آدمی کے دل کو ایسا کھاجاتی ہے ...
پر خدا کی لعنت ہوتی ہے محنت کے سبب سے نہیں کاہلی ... سے ...
وہ دایہ ہے اور تمام بدیوں کی بڑی ماں ۔ جیسے کہ حوض میں پانی ٹھہرا رہنے سے سڑ جاتا ہے
اور اُس میں کیڑے مکوڑے زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں ایسے ہی کاہل آدمی کے دل میں بُرے
خیالات پیدا ہو جاتے ہیں خواہ کسی شان کے مرد یا عورت کیوں ہوں ۔ اور کیسے ہی دولتمند
و توانگر ہوں اور اپنی آرزوؤں سے زیادہ اُن کو اسباب فراغت حاصل ہوں ۔ مگر وہ
جب تک کاہل رہینگے کبھی اُن کا دل خوش نہیں ہوگا نہ اُن کا جسم و روح امراض سے
خالی رہے گا ۔ بلکہ تھکے ماندے دق روتے ہوئے بسورتے ہوئے آہیں بھرتے ہوئے دنیا سے
خفا اُسکی ہر چیز سے رنجیدہ موت کے آرزومند ہونگے ۔ اشعار

یکے را کہ سعی قدم بیشتر	بدرگاہ حق منزلت بیشتر
چناں سعی کن کز تو ماند چو شیر	چہ روبہ چہ باشی بوا ماندہ سیر
بچنگ آر و با دیگراں نوش کن	نہ بر فضلۂ دیگراں گوش کن
بخور تا توانی ببازوے خویش	کہ سعیت بود در ترازوے خویش
چو مرداں ببر رنج و راحت رساں	مخنث خورد دست رنج کساں
برو دست گیر اے نصیحت پذیر	نہ خود را بیفگن کہ دستم بگیر
خدا را براں بندہ بخشائش است	کہ خلق از وجودش در آسائش است
کسی نیک بیند بہر دو سرائے	کز نیکی رساند بخلق خدائے

(۱۴) کفایت شعاری

ہمارے لئے فقط یہی کافی نہیں ہے کہ محنت مشقت کرکے اسباب معاش حاصل کریں اور
خوش ہولیں بلکہ اُس کے ساتھہ یہ بھی ضرور ہے کہ اِن اسباب کو نہایت احتیاط ...

[بے]جا [اور] بے محنت جاتی ہے جو کچھہ ہم نے پیدا کیا اگر اس سے زیادہ جلدی سے
خرچ کر دیا تو ہم کو سوا اس کے کچھہ اور فائدہ نہ حاصل ہوا کہ کاہل نکمے نہ بیٹھے رہے
کام پر محنت کرتے رہے۔ اگر کام بھی نہ کرتے اور زیادہ صرف کرتے تو اور بھی حال ابتر
ہوتا جو کچھہ پاس ہو اُسکے جلد خرچ کر ڈالنے سے کیا قرض کا عذاب جان کو لگتا ہے۔ یا عزیز
اقارب دوستوں کا محتاج بننا پڑتا ہے۔ اسلئے سب سے زیادہ عمدہ تدبیر یہ ہی کہ جو کچھہ آمدنی
ہو اُس سے خرچ کم ہو اور آمد و خرچ میں ایک مناسبت معقول ہو۔ ہم کو ہمیشہ آمدنی میں سے
کچھہ بچا کر جمع کرنا چاہئے تاکہ یہ بچت ہم کو محتاجی سے بچائے اور اُس وقت کام آئے
کہ ہم کسی کام کے نہ رہیں اسی کو کفایت شعاری غرض سمجھی۔ تدبیر منازل یعنی انتظام
خانہ داری کہتے ہیں آدمی آیندہ کا خیال کر سکتا ہی اسلئے اسکے ذمے یہ فرض لگایا گیا ہی
کہ وہ آیندہ کے لئے اسباب معاش کا فکر کرے۔ مگر اکثر آدمی ایسے ناعاقبت اندیش ہوتے
ہیں کہ آیندہ کا فکر کچھہ نہیں کرتے۔ زمانہ حال ہی کو سمجھتے ہیں اور کچھہ نہیں بچاتے نہ کچھہ
اپنے لئے نہ کچھہ اپنے کنبے کے واسطے وہ دور اندیشی کرتے ہیں جو کچھہ کماتے ہیں
وہ سب کھا جاتے ہیں اُن کو اجرت خوب خاطر خواہ ملتی ہے مگر اُس کو چکھہ ڈالتے ہیں
فضول خرچوں میں کل آمدنی کو اُڑا دیتے ہیں اسلئے ہمیشہ مفلس و محتاج رہتے ہیں
مگر دانشمند ایسا نہیں کرتے وہ پیش بیں عاقبت اندیش ہوتے ہیں وہ وقت ضرورت
کے لئے سرمایہ اندوختہ رکھتے ہیں لکشمی انھیں کو دیکھہ کر مسکراتی ہے جو نہایت محنت
سے اسکی سیوا کرتے ہیں اور عزت و آبرو کے ساتھہ ہر حیلہ سے مال جمع کرتے ہیں مگر
اسلئے نہیں کہ کہیں اُس کو جھاڑی کے نیچے زمین میں دفن کریں یا نوکروں کی فوج کو
ساتھہ رکھیں بلکہ محض اسلئے کہ فارغ البال اور مستغنی ہوں کسی کے دست نگر نہ ہوں
(۲) کفایت شعاری کا مفید ہونا ایسا ظاہر ہی کہ ثبوت کا محتاج نہیں کوئی اُس کی
سودمندی کا منکر نہیں اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کفایت شعاری سے لوگوں نے

Marfat.com

کیسے کیسے بڑے فائدے حاصل [illegible]
کرسکتے ہیں کفایت شعاری ایسی نیکی نہیں ہے کہ وہ کبھی [illegible]
ذلتوں اور خواریوں سے بچاتی ہے۔ البتہ اس میں اپنی ہوا و نفسانی کے مٹنے میں [illegible]
ہے۔ مگر وہ کسی جائز و مناسب خوشی کی مانع نہیں وہ تو عزت و آبرو کے ساتھ مسرت و نشاط
کا باعث ہوتی ہے جو مسرفوں اور فضول خرچوں کو میسر بھی نہیں ہوتیں۔

(۳) کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کفایت اور جزرسی انتظام خانہ داری نہیں کرسکتا بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ ایک ہفتہ میں مہینہ میں ایک پیسا نہیں بچا سکتے۔ اگر ہر ہفتہ میں تین آنے بھی بچایا کریں تو بیس برس میں ۲۹۴ روپیہ جمع ہو جائیں اگر دس برس تک ان کا سود اس پر زیادہ کرتے جائیں تو ۴۰۰ روپیہ ہو جائیں گے بعض یہ کہیں گے کہ ہم اتنا نہیں بچا سکتے تو وہ دو آنے بچائیں اگر دو آنے نہیں بچا سکتے تو ایک آنہ اور اگر ایک آنہ نہیں بچا سکتے تو آدھ آنہ غرض کچھ ہی ہو اس کو جمع کرنا شروع کرو۔ اگر سیونگس بنک میں ہفتہ میں آدھ آنہ جمع کرو گے تو وہ ۱۲۸ روپیہ بیس برس میں ہو جائیں گے۔ فقط اپنی فضول خواہشوں کا روکنا بچانے کی عادت کے لئے ضرور ہے +

(۴) کفایت شعاری اور جزرسی کے لئے کوئی بڑی جراءت اور ہمت اور اعلیٰ درجہ کی عقل اور کیاست کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط معمولی عقل کی اور اپنے نفس کی فضول خواہشوں کے روکنے کی ضرورت ہے۔ اور اپنے روزمرہ کے خرچوں میں کفایت شعار ہونا معمولی سمجھ کا کام ہے۔ اس کے واسطے کسی بڑے مستقل ارادہ کی ضرورت نہیں اپنی خواہشوں کے روکنے میں بسم اللہ کرنی اسکی تدبیر ہے جتنی اسکی عادت بڑھتی جائیگی اتنی ہی آسان ہوتی جائے گی۔ اور خواہشہا نفسانی کے روکنے کا معاوضہ ملتی جائیگی۔

(۵) جیسے متوسط درجہ کے دولت مندوں کے لئے کفایت شعاری و انتظام خرچ خانہ داری ضرور ہے ایسا ہی غریبوں کے لئے۔ بغیر اس انتظام کے آدمی سخی نہیں ہوسکتا۔ دنیا کی

سطے اصول میں شریک نہیں ہوسکتا جو شخص اپنی ساری کمائی کو خرچ کر دیتا ہے وہ
... کی مدد نہیں کرسکتا۔ اپنی اولاد کو تعلیم نہیں کرسکتا۔ نہ اُن کو اور کاروبار میں اچھی طرح
لگا سکتا ہی۔ بڑے بڑے دانشمندوں کو کفایت شعار نہ ہونے سے سخت مصائب پیش آتے
ہیں اور ہزاروں اُن سے کم عقل والے اس نیکی کی بدولت چین اور آرام پاتے ہیں +
(۶) سب آدمیوں پر فرض ہی کہ وہ اپنے اسباب معاش کا اچھا انتظام کریں۔ ایک
دانشمند فرزانہ نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہی کہ مجھے دولتمند کسی اور چیز نے نہیں بنایا
مگر کفایت شعاری اور انتظام خانہ داری نے۔ میری نو عمری سے یہ عادت تھی کہ میں اپنے
پاس کچھ نقد جمع رکھا کرتا تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو اُسے خرید لوں۔ اگر آدمی بیاہا
ہوا ہو تو اُس پر اور بھی کفایت شعاری فرض ہی۔ اسکی بیوی بال بچے بڑی فصاحت
سے اپنی وکالت کرتے ہیں کہ اگر تم نا وقت مر جاؤ گے تو ہم کو کس کے سہارے پر چھوڑ
جاؤ گے۔ ہم بیکسوں اور بے بسوں کو دنیا میں جوتیاں کھلواؤ گے بھیک منگواؤ گے۔
محنت مشقت سے جو آدمی حاصل کرتا ہی اُسمیں جو لطف و مزہ ہی وہ خیرات کے لینے میں
نہیں جو دیانت کے ساتھ بچت اپنی کفایت شعاری کی وجہ سے کرتا ہے کہ وہ کسی غریب
بیکس کے دل کو آزار نہیں پہنچاتا ہی اور اپنے لئے اطمینان کی نعمت حاصل کرتا ہی۔ اسیواسطے
جس سے ہو سکے وہ کفایت شعاری کا انتظام کرے۔ مگر اس نیت سے نہیں کہ وہ ایک دفینہ جمع
کرے۔ بلکہ اس نیت سے کہ وہ اپنی اس تھوڑی سی بچت کو اپنی زندگی میں تو اپنی بھلائی اور
خوشی کے لئے کام میں لائے اور جب جائے تو اوروں کی خوشی اور کام کے
لئے چھوڑ جائے +
(۷) جو آدمی کسی بھلے کام کے واسطے روپیہ بچانے میں کوشش کرتا ہی گو وہ آخر کو اس کوشش
میں ناکام بھی رہے تو بھی اس میں ایک عزت و عظمت ہی۔ اس کے سبب سے وہ فضولی و اسراف
سے باہر فرزانہ و ہوشیار و منتظم ہوتا ہے۔ وہ نیکی پیدا ہوتی ہے جو بدیوں کو مغلوب کرتی ہے،

تمام جذبات نفسانی کو محکوم کرنی ہو [illegible]

بچت کا روپیہ خواہ کیسا ہی تھوڑا ہو ہمارے آنسوؤں کو پونچھے [illegible] دل کی سوزشوں کو ٹھنڈا کریگا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو یہ سب چیزیں اُس کو کہا جاتیں [illegible] کے پاس تھوڑا بھی سرمایہ ہوتا ہی تو وہ ہلکے پھلکے قدموں سے چلتا ہی اور امن میں [illegible] رہتا ہی جب اُس کے کام کا مندا پڑ جاتا ہی یا کسی بلا میں پھنس جاتا ہی تو وہ اُس کی مدد کر لیتا ہے۔ ایسے نازک وقت میں سرمایہ کیا اُس کے تنزل کو روک دیتا ہی یا بالکل اُسے بچا دیتا ہی۔ دانائی اور ہوشیاری کے ساتھ کفایت شعاری سے شرافت انسانی قائم ہوتی ہی۔ زندگی میں برکت ہوتی ہی اور بڑھاپے میں عزت۔ مرنے کے وقت دل کو یہ اطمینان ہوتا ہی کہ ہم اپنے ہم جنسوں کے بار خاطر نہیں ہوئے بلکہ اُن کی عزت و حرمت و زیب و زینت کے سبب ہوئے اور جیسے ہم خود مستغنی اور فارغ البال تھے۔ ایسی ہی ہماری اولاد ہماری پیروی کر کے خوش حال رہے گی اور جو کچھ اُن کے لئے ہم نے سرمایہ چھوڑا ہے اُس کو اسی طرح کام میں لائے گی جس طرح ہم لائے تھے اور دنیا میں خوش و خرم اور فارغ البال رہے گی۔ ایک میرے دوست نے مجھ سے کہا کہ مجھے اس کی برابر کوئی خوشی نہیں کہ مرتے وقت میرے پاس تین لاکھ روپیہ ہو۔ میں نے کہا کہ اس میں کیا خوشی ہے تو انھوں نے کہا کہ اس سے زیادہ کیا خوشی ہو سکتی ہی کہ میری اولاد نسلاً بعد نسلٍ اس سرمایہ سے فارغ البال ہمیشہ رہ سکتی ہی +

(۸) ایک ضرب المثل ہے کہ خالی تھیلی سیدھی نہیں کھڑی ہوتی اسی طرح جو شخص قرضدار ہے اُس کی کمر سیدھی نہیں ہو سکتی۔ مشکل ہی کہ جو شخص قرضدار ہو وہ راست گفتار ہو اسی لئے کہا کرتے ہیں کہ جھوٹھ کی پیٹھ پر قرض سوار رہتا ہی۔ وعدہ کے موافق قرض کا ادا کرنا مشکل [illegible] قرضداروں کے وقت پر نہ ادا کرنے کے ملتوی رہنے کے عذرات قرض خواہ کے سامنے پیش کرتا ہی جس میں زیادہ تر جھوٹ کا ملاؤ ہوتا ہی۔ آدمی کے واسطے بلحاظ انسانیت [illegible]

Marfat.com

[...] قرض لیتے ہیں کسی سے نہ لوں گا نہ کسی کا احسان اٹھاؤنگا۔ مگر اکثر اوقات اول قرض لینے اور احسان اُٹھانے کے لئے ترغیب ہوتی ہے۔ پس اس طرح قرضدار ایسا جال میں پھنس جاتا ہے کہ محنت و کوشش سے بھی اس اسیری سے آزاد نہیں ہو سکتا قرض میں پہلا ہی قدم رکھنا ایسا ہی ہے جیسا جھوٹ میں اول پاؤں رکھنا جس وقت سے قرض شروع ہوتا ہے اُسی وقت آدمی کے ادبار کا آغاز ہوتا ہے مثل مشہور ہے قرض کا لینا غم کا خریدنا ہے۔ ایک شخص نے اپنا حال لکھا ہے کہ قرضداری کے ساتھ ہی میرے تنزل کی حالت شروع ہوئی۔ کبھی قرض ادا نہ ہوا تادم مرگ قرض سے نجات نہ ہوئی۔ روپیہ کے معاملات میں مجھ کو ایسی تکالیف پیش آئیں کہ میں اپنا کام نہ کر سکتا تھا اور سخت رنجوں سے دل بھرا رہتا تھا بار بار دقتیں اٹھانی پڑتی تھیں۔ اُس نے ایک نوجوان جس کو بحری خدمت ملی تھی یہ نصیحت کی کہ کوئی غیر ضروری چیز نہ خریدنا جسکی قیمت دینے کے لئے روپیہ قرض لینا پڑے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی کو قرض نہ دینا مگر جب اُس کے دینے سے تمہارا اپنا قرض نہ ادا ہو تو ہرگز نہ دینا اور کسی حالت میں قرض نہ لینا ایک غریب طالب علم جسکے والدین اس سے زیادہ غریب تھے اُنکے لئے کوئی چیز تحفہ بھی نہیں لیتا تھا۔

(۹) ایک عالی دماغ روشن ضمیر کی یہ رائے ہے کہ قرض کے ابتدا ہی میں تباہی ہے۔ اس باب میں اُس کی یہ نصیحت سنجیدہ و متین قابل یاد رکھنے کے ہے کہ قرض کو یہ نہ جانو کہ وہ بے آرامی کی ایک چیز ہے۔ بلکہ اسکو ایک بلاء عظیم سمجھو۔ بڑی احتیاط یہ کرو کہ کسی کے قرضدار نہ ہو۔ اگر مفلس ہونا نہ چاہو تو جو کچھ پاس ہو اُس سے کم خرچ کرو۔ افلاس کی برابر کوئی انسان کی خوشی کا دشمن نہیں وہ آزادی اور فارغ البالی کو بالکل نیست کرتا ہے بعض نیکیوں کے کرنے کی قابلیت کھوتا ہے اور بعض نیکیوں کے کرنے کو سخت دشوار کر دیتا ہے۔ کفایت شعاری فقط آرام اور راحت ہی نہیں پہنچاتی بلکہ کریم و سخی بناتی ہے جو شخص خود احتیاج رکھتا ہے وہ دوسرے کی احتیاج کیا روا کر سکتا ہے۔ مہابھارت میں لکھا ہے کہ ہم محنت کر کے اور تکلیف اٹھا کے جو دولت

جمع کرتے ہیں اس سے ہم کو اپنا مطلب ...
نیک کاموں کی دعائیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ پہاڑوں سے پانی ...
گم ہو جاتی ہے تو یہ کام بھی ایسے ٹھہر جاتے ہیں جیسے خشکی کے ہونے سے تالاب۔ دولت
دونوں زمینی اور آسمانی برکتیں اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے کہ دولت صدا اپنا سونا خدا
کے کاموں کے لئے بچا سکتا ہے۔ **اشعار۔**

بہ دختر چہ خوش گفت بانوے دہ	کہ روز نوا برگ سختی بنہ
ہمہ وقت پر دار مشک و سبوے	کہ پیوستہ در دہ رواں نیست جوے
بہ دنیا تواں آخرت یافتن	بزر پنجہ دیو بر تافتن
زر دست نہی بر نباید امید	بزر بر کنی چشم دیو سپید
اگر تنگ دستی مرو پیش یار	و گر سیم داری بیا و بیار
و گر ہر چہ داری بکف بر نہی	گفت وقت حاجت بمانند تہی
گدایاں بسعی تو ہرگز قوی	نگہ دیدنتر سم تو لاغر شوی

(۱۵) ہمت وجرأت

ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق	باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

ہمت کے معنی اصلی لغت میں دل کے ارادہ کے ہیں اور جس انگریزی لفظ کا ترجمہ کیا گیا
ہے اس کے اصلی معنی دل کے ہیں پس کام میں دل کے لگا دینے کو یا جرأت کرنے کو ہمت کہتے
ہیں۔ ہمت ہی دلیری اور دلاوری ہے سمائلس صاحب فرماتے ہیں ہمت ہی زندگی کے
سارے نازک وقتوں میں آدمی کو جری بناتی ہے۔ وہی ارادہ کو ایسا مصمم کراتی ہے کہ کوئی
خوف و خطر اسکا مانع نہیں ہو سکتا۔ وہی طاقت و زور اعلیٰ درجہ کے کاموں کے کرنے کے لئے
دے دیتی ہے۔ وہی ادائے فرض میں اگر ضرورت آن کر پڑے تو مرنے پر آمادہ کرا دیتی ہے
ہنگامہ کارزار میں خواہ وہ بڑی ہو یا بحری سپاہی اپنی دلیری ...

Marfat.com

[ا]ن[کے] جوہر یا[ں] کس طرح دکھلاتے ہیں دنیا کی ترقی کے بانی اپنی کارگزاری میں اسکے جوہر نمایاں کرتے ہیں غرض جو کام دلیری اور دلاوری کا کسی نازک حالت میں ہوا ہی وہ اسی کی کرامت سے ہوا ہی یہ جلوے تو اسکے نمائشی و ظاہری ہیں مخفی جوہر اس کے ان چپ چاپ کوششوں و سعیوں اور حالتوں میں کھلتے ہیں جو حق یابی اور ادا، فرائض اور کمینے باجی کاموں سے بچنے میں جرأت کے ساتھ کئے جاتے ہیں حقیقت میں یہ بہادرانہ کام اسکے پہلی نمائشی بہادری سے کہیں زیادہ عظمت رکھتے ہیں یہ ہمت اخلاقی ہی کہ دیانت داری میں راست گفتاری میں شہوات نفسانی سے پرہیزگاری میں رنج و تکلیف کے اندر صبر کرنے میں قرضداری سے بچنے میں اپنے فرض کے ادا کرنے میں وہ الاہتی کریں۔اس ہمت اخلاقی کی کمی نے دنیا میں مصیبتوں اور برائیوں کو پھیلا رکھا ہی۔اگر یہ ہو تو پھر شرارت و نامردی کا پتا نہ لگے۔

(۲) سمائلس صاحب پھر ارشاد کرتے ہیں کہ دنیا میں بڑے بڑے کام اس ہمت ہی کے سبب پورے ہوئے ہیں۔تاریخ میں دیکھو کہ ترقی کے میدان میں جو قدم بنی آدم کا بڑھا وہ والاہمتوں کی باہمردی اور جوانمردی سے اسی کے سبب سے سب کاموں میں بڑے بڑے محققین حقیقت یاب اور کاملین اولوالالباب۔اور آدم زاد کے فدائی اور کار آگاہ کار پرداز ہوئے مشکل سے کوئی مسئلہ حق ایسا قائم ہوا ہوگا جسکے ماننے میں عام خلائق کی مزاحمت نہ پیش ہوئی ہو۔سقراط جیسے خرد گزین کو بہتر سال کی عمر میں زہر کا پیالہ پینا پڑا فقط اس سبب سے کہ اسکی حق پرستی خلائق کو نیکی اور بقاء روح کا سبق سکھاتی تھی جسکو اس زمانہ میں خلائق اپنے تعصب مذہب کے سبب کفر سمجھتی تھی۔گیلو لیو نے جب یہ مسئلہ حق تحقیق کیا کہ زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہی تو لوگوں نے اس پر یہ ظلم و ستم کیا کہ اس کو جان سے عاجز کر دیا۔ بیکن نے جب اصول حکمت کا بیج اپنے ہاتھ سے بویا جسکے سبب سے آج کل علوم و فنون سے یہ فصل بہار آئی ہوئی ہی اسنے لوگوں کو یقین تھا کہ ایک ہولناک انقلاب پیدا ہوگا۔پاک دل نیوٹن نے جو بچے کی برابر معصوم تھا قوائین کشش منکشف کئے تو اسپر یہ تہمت تھوپی گئی کہ وہ خدا تعالی کے

عرش کو اتارنا چاہتا ہو۔ ترقی علوم کے [illegible]
علما و حکما و شجاعوں ہی کی ولا ہمتی ہر زمانہ میں تھی کہ ہم کو [illegible]
حاصل ہو گئی۔ علوم کے سبب جس شان و عظمت سے شرف شہادت والا [illegible]
پیا۔ اس سے زیادہ عزت کے ساتھ اہل مذہب نے اپنے ایمان کی خاطر شہادت پائی [illegible]
مجتہدین کو قومی برائیوں کے ساتھ لڑنے میں بڑی ہمت صرف کرنی پڑتی ہے جو کم
یا بے ہمت ہوتے ہیں وہ مرنے کے بعد کوئی نشان اپنا نہیں چھوڑتے بلند ہمت والا
ہمت ہو۔ آیندہ نسلوں کے لئے رہنمونی اور ہدایت کے چراغ روشن کر جاتے ہیں رفعت
ارجمند کو ہمت بلند کے ساتھ ایسا پیوند ہے کہ وہ کسی طرح جدا نہیں ہو سکتا جسکی ہمت کا
قدم پیشتر ہے اسی کی شوکت بیشتر ہے۔ ہمت عالی ہی بزرگ کاموں میں مددگار کاتی اور
مددگار روانی ہوتی ہے۔

(۱۶) خوش دلی

کوئی دانشمند کہتا ہے کہ دنیا میں انسان رنج و غم کھانے کے لئے پیدا ہوا ہے کوئی فرزانہ فرماتا ہے
کہ خوش ہونے کے لئے۔

شعر

بنایا اس لئے اس خاک کے پتلے کو تھا انسان	کہ اس کو درد کا پتلا بنائیں سر پا [illegible]
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جس چیز کے ناسخ کوئی قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مگر تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ شادی و غم عجب طرح سے توام کئے گئے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے کہ ہمارا
خندہ کے ساتھ گریہ ہے اور سب سے زیادہ ہماری شادمانی کے گیت وہ ہیں جن میں غمگین خیالات ہوں
ہے۔ مسرت و ملال قدم بقدم ساتھ چلتے ہیں اب گفتگو اس میں ہے کہ ہم ان دونوں میں سے
کس کے حاصل کرنے کو اپنا فرض جانیں رنج خوف کا قاصد ہے۔ ایک عالم کہتا ہے کہ [illegible]
گرد اگر سوار یا ہر چیز کسی نہ کرتے رہیں تو یکایک دشمن اس [illegible]

ایسے ہی اگر ہم اپنے لذتیات کی پوری حفاظت نہ کرتا ہے تو ہر قلعہ سلامت نہ رہے دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ جائے۔ مگر اس کے سبب سے ہماری عیش زندگانی اور نعمتیں جو ہمارے گرد ہیں اکثر زہریلی ہو جاتی ہیں مشرقی بڑے بڑے نامور شاعروں کا میلان خاطر ہمیشہ رنج و غم ہی کی طرف رہا۔ انھوں نے اپنے اشعار میں غم ہی کا پلہ بھاری رکھا۔ انمیں سے ایک شاعر کہتا ہے کہ ہم باد و زاں کی آوازیں ہیں جو آرام قرار کے لئے آہ و فغاں کرتے ہیں مگر کبھی وہ میسر نہیں ہوتا۔ ایس ہوا کی طرح کبھی ہم واویلا کرتے ہیں کبھی آہیں بھرتے ہیں کبھی ٹھنڈے سانس لیتے ہیں کبھی ایک طوفان مچاتے ہیں۔

(۲) ایک حکیم کا قول ہے۔ انسان کی دلی ناخوشی اپنی خطاؤں و گناہوں کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے اور جس کا ایک نام اسٹیمی ہے انسان کو خوشدل بنایا ہے۔ اس کلام کی ایک شاعر تائید کرتا ہے جو شخص اپنی زیست سے مسرت نہیں حاصل کرتا گو وہ بظاہر آدمی کی صورت معلوم ہو مگر حقیقت میں بھوت ہے۔ آدمی اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ خود خوش دل ہو اور اپنے گرد خوش دلی کو پھیلائے اسلئے آدمی پر فرض ہے کہ حتی الامکان ایسی خوشدلی کے اکتساب میں سعی اور کوشش کرے کہ آفتاب کی طرح جہاں جاوے وہاں آئے اور دوسرے دلوں کو بھی روشن اور خوش کرے۔ حالی سود مند ہونا اور بات ہے مسرت افزائی کے ساتھ فائدہ مند ہونا دوسری بات ہے۔ اپنی تیئں نفع رسانی میں چمکانا خوب ہے۔

(۳) مگر اب سوال یہ ہے کہ کیونکر یہ امر حاصل ہو سکتا ہے۔ زندگی کا معیار ادائے فرائض ہے۔ اگر وہ کام ہم کریں جو ہم پر فرض ہیں اور ساری حالتوں میں جو سب سے بہتر کام ہو وہ کریں۔ ذلیل کاموں کو بزرگ نہ بنائیں اور چیزوں کی حالت دیکھنے میں کوشش کریں۔ گرد جو نعمتیں ہیں اُن سے فائدہ اٹھائیں انتظام الٰہی جسمیں سراسر دانائی ہے اُس پر یقین کریں اور اسکا شکر دل سے بجا لائیں تو البتہ ہم خوش دل ہو سکتے ہیں۔ ایک حکیم کہتا ہے کہ جو کام تیرے سامنے پیش ہوا اُسے تو فہم سلیم و عقل مستقیم کے ساتھ سنجیدگی سے جیسا چاہئے اپنی قوت کے ساتھ کر۔ اور کوئی ایسا کام نہ کر جس سے حیران و پریشان ہووے اور روح کو اپنی ایسا پاک کر جس سے معلوم ہو کہ تو اسکو خدا کو دیگا

واپس کرنا چاہتا ہے [illegible]
کریگا بلکہ فطرت کے موافق تیرے لئے جو پھرتی و چستی [illegible]
جو لفظ بولے گا اُس میں دلیرانہ راستی ہوگی تو تو خوش رہے گا۔ ایک عالم [illegible]
دل و خوش حال و خوش وقت رہنا چاہتا ہے تو زندگی کا عالم آسمان کے ستاروں کا سا [illegible]
جو اپنے گرد کی خاموشی سے ڈرتے نہیں جن نگاہوں سے وہ دیکھے ہیں اُن سے حیران پریشان
نہیں ہوتے۔ جو چیزیں اُن سے خارج ہیں اُن سے وہ محبت۔ تعریف کے۔ ہمدردی کے
خواستگار نہیں صرف اپنے فرائض سے وابستہ رہتے ہیں خدا کے اور کاموں کے مشاہدہ میں نہیں
مصروف ہوتے۔ اپنے کاموں میں ساری قوت خرچ کرتے ہیں پس تو بھی اپنی ساری قوت و
طاقت کو اپنے فرائض کے ادا کرنے میں صرف کر +

(۴) بہت کم آدمی ہیں جو اپنی زلیست اور نعمتوں سے جو ورثہ
میں آئی ہیں اور عالم کی حسانت اور شان و شوکت سے متمتع ہوتے ہوں ۔
اور اُس قوت سے جو ہم میں امن و عافیت حاصل کرنے کی اور اندوہ و ملال کے پائمال کرنے کی ہے
انسان کی خوشدلی کا بہت کچھ ضروری سامان خود قدرت نے مہیا کر رکھا ہے اناج کا تخم و نما
ان میں بادوں کا نکلنا ہل کا چلنا اُسکے چلانے میں گرم نفسی۔ پڑھنا۔ سوچنا۔ محنت کرنی۔ دعا
عبادت کرنی سب چیزیں انسان کو خوش کرتی ہیں جرمنی ٹیلر صاحب جب چوروں کے ہاتھ
میں پھنس گئے تو کیا خوب اُنھوں نے فرمایا ہے کہ مجھے کچھ پروا نہیں گو چوروں نے سب کچھ چھین لیا ہے
مگر چاند سورج۔ پانی۔ آگ کو میرے لئے اُنھوں نے چھوڑ دیا ہے محبت کرنے والی بیوی اور میرے
دوست مجھ پر شفقت اور رحم کرنے کے لئے اور بعض ان میں سے میری مدد کرنے کے لئے موجود ہیں
چوروں نے میری خندہ پیشانی کو میری مسرت روحانی کو میرے [illegible]
کے پاس اتنے اسباب عظیم مسرت دلی کے لئے موجود ہوں وہ اندوہ و ملال کا [illegible]
خوشیوں کو کھو بیٹھے اور اُسکے مٹھی بھر کا موں [illegible]

Marfat.com

ہم میں سے بعض آدمی آفتاب عمر پہ جیسے چھوٹی چھوٹی تکالیف کی گھٹا چھاتی ایسے بڑے بڑے رنجوں کا گرہن نہیں لگتا۔ اکثر ہماری تکالیف چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں اور آسانی سے وہ رفع ہوسکتی ہیں۔ مثلاً ہمارا گھر ہے۔ اگر اس میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں غلط فہمی اور کج کج اور جھگڑا نہ ہوا کرے تو کیسا خوش وخرم وشاد ہوسکتا ہے۔ یہ ہماری اپنی خطا ہے اگر خود بدمزاج شکی اور شاکی ہوں اور ان کی بدمزاجی اور شکوہ وشکایت کرنے لت سے ناراض وناخوش ہوں۔ جو کچھ ناخوشی ورنجیدگی ہوتی ہے وہ ہماری اپنی ہے جہالت وغفلت سے ہوتی ہے اسمیں ہماری اصلی خطا وگناہ ہوتا ہے۔ ازچہ برماست ازماست۔ گو رنج وتکالیف ہمارے پاس خود کم آتے ہیں مگر ہم ان پاس زیادہ جاتے ہیں۔ بعض آدمی اپنی زندگی اسطرح بسر کرتے ہیں کہ وہ انکی باقی آئندہ زیست کو تلخ کرتی ہے

(۶) ان وجوہ سے آدمی کو چاہیے کہ وہ خوش دلی کے ساتھ زیست کو بسر کرنے کا فن اور ہنر سیکھے۔ اسی سبب سے ایک غریب آدمی بھی بہت سی خوشیاں اور برکتیں و نعمتیں حاصل کرسکتا ہے۔ دنیا آنسوؤں کا نالہ خود بنانا نہیں چاہتی جب تک انسان خود اسکو ایسا نہ بنانا چاہے ہم اپنی قسمت پر بہت سا اختیار رکھتے ہیں جیسا اسکو چاہیں بنائیں ہمارا دل ہمارے بس میں ہے ہم اس میں خوش دلی کے خیالات بسا سکتے ہیں بہت زیادہ اپنی طبیعت کو مغلوب اور مزاج کو منتظم ومنضبط کرسکتے ہیں ہم اپنے تئیں تعلیم کرسکتے ہیں تہذیب سکھا سکتے ہیں ہم اپنی خلقت وفطرت کے اس عمدہ حصے کی نمائش کرسکتے ہیں جو اکثر آدمیوں میں گہری نیندیں پڑا سوتا ہے ہم کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔ پاک خیال ونیک اندیش ہوسکتے اپنے نفس کو مطمئن کرسکتے ہیں اعتدال ونیکی کے ساتھ زندگی ایسی بسر سکتے ہیں کہ نیک مرد ہماری عزت کرنے لگیں۔ اور اپنی زندگی کو اسطرح ختم کرسکتے ہیں کہ وہ آئندہ نسل کے لئے عمدہ نمونہ خوشی ومسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا ہو یہی باتیں انسان میں خوش دلی پیدا کرتی ہیں +

Marfat.com

(۱۷) اوقاتِ فرصت [illegible]

ہر شخص اپنی عمر میں کچھ وقت کام کرتا ہے کچھ وقت فرصت کا پاتا ہے جس [illegible]
ہی کے کام میں لانے پر زیادہ تر آدمی کی خوش دلی کا مدار ہے یہ امر خصوصاً بچے [illegible]
نوعمروں کے واسطے ہے کہ اُن کی اوقاتِ فرصت باقاعدہ ہوتے ہیں اُن کو چھٹی [illegible]
ہوتے ہیں اور دنیا کے دہندوں اور گھر کے کاروبار کا بار بہت ہی ہلکا اُن کے سر پر ہوتا
اُن کا دل تو نو بہ نو تازہ بتازہ ہوتا ہے۔ اُن کے لئے یہ اوقاتِ فرصت نہایت بیش
ہوتے ہیں ضرور ہے کہ انہیں سے کچھ وقت وہ اپنی جسمانی تازگی و توانائی کے لئے مقرر
کریں اور کچھ اصلاح و فلاح روحانی کے لئے یعنے جسکے سبب وہ ایسے بیش بہا ہو جائیں کہ
جنکی بیش بہائی کا اندازہ نہ ہو سکے۔ جو دولت کہ کام کرنے سے کمائی جاتی ہے اُن سے
کہیں زیادہ اِن اوقات کی قیمت ہوتی ہے۔ انہیں کے کام میں لانے کے اندر سچی خوشی
اور کام کے گھنٹوں کا درست و صحیح کام میں آنا بھی موقوف ہے انہیں میں ہم کو ایسے
موقعے ملتے ہیں کہ جن کو آدمی چاہے اپنے اعلیٰ اور سچے فائدوں میں کام میں لائے خواہ
اُن کو ضائع کر کے تکلیف اٹھائے

(۲) آدمی زیادہ مغالطہ اسمیں کھاتے ہیں کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اصل تعلیم کیا ہے ہم بہت سے ذہین و ذکی
اور توانا تنومند آدمیوں کو اس امر پر شکایت افسوس کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ابتدائے عمر میں
تعلیم سے بہرہ یاب نہیں ہوئے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے مضامین میں انکی تعلیم ناقص رہی۔ وہ یہ
جھینکنا جھینکتے ہیں مگر وہ اپنی اوقاتِ فرصت کو رائگاں کھوتے ہیں جن کو اگر اب بھی وہ نیک
طور سے استعمال کریں تو ہر علم میں تحصیل کی تکمیل وہ اس سے کہیں زیادہ کر سکتے ہیں جو ابتدائے عمر
کی آموزش میں ممکن تھی یہ ایک ایسا امر واقعی ہے کہ جس میں ذرا بھی شک کو جگہ نہیں جن عالی
منشوں نے اپنی زندگی میں کارہا نمایاں کئے وہ سب خود آموز تھے یعنے جنہوں نے اپنی
تعلیم آپ کی تھی۔ وہ خود اپنے آپ ہی حقیقت میں [illegible] ابتدا سے [illegible]

Marfat.com

[illegible] اسکو لائق اپنی زندگی کے کام دھندوں کے بناتی ہے وہ وہی ہے جو وہ خود کرتا ہے اور بغیر اُسکے وہ کسی اور طرح سے حاصل نہیں ہوسکتی مستعدی و محنت کی قوا میں کوئی عادت ایسی نہیں پڑتی جیسے کہ یہ عادت کہ اپنی فرصت کے ہر لمحہ کو اپنی اصلاح میں خود کام میں لائے —

(۳) جو کچھہ ہم اپنی جانکشی اور مستقل کوشش و سعی سے حاصل کرتے ہیں وہی ہمارا ملک اور قبضہ میں ہوتا ہے جو کوئی دوسرا ہمکو کچھہ دیدیتا ہے وہ ہمارا نہیں ہوتا۔ جو علم ہم اپنی محنت سے حاصل کرتے ہیں وہی ہمارے قبضہ میں رہتا ہے۔ وہی مال ہمارا ہے اُس میں بقا و ثبات ہے۔ جو واقعات و حقائق اسطرح حاصل کئے جاتے ہیں وہ دل پر پتھر کی لکیر کی طرح جم جاتے ہیں پس یہ خود تعلمی ہمارے قوا کو سامنے لاتی ہے اور اُنکو نشو و نما دیتی ہے۔ ایک سوال کا حل کرنا دوسرے سوال کے حل کرنے میں اعانت کرتا ہے پس اس طرح علم ایک قوت ہوجاتا ہے۔ نہ اسباب علم کے میسر ہونے کی آسانی نہ کتابیں نہ اُستاد نہ زبانی سبقوں کی مقدار ہم کو تحصیل علم میں خاص اپنی ذاتی کوشش سے بچاسکتی ہے پس یہ اپنی سعی و کوشش اصل چیز ہے —

(۴) مدرسہ و مکتب کی تعلیم فقط اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی چوکھٹ ہے اُسکے اندر جانے کے لئے اس چوکھٹ کا چومنا ضرور ہے۔ اصل حقیقت میں بہت سی صورتوں میں مدرسہ چھوڑنے کے بعد تعلیم شروع ہوتی ہے۔ تمام عقلی قابلیتیں و استعدادیں اور قوتیں کام کرنے میں چُستی و چالاکی کرتی ہیں۔ اُن کی تادیب ہوتی ہے۔ جن عمروں میں طلبہ اُستادوں اور پروفیسروں کے زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ اُن میں بہت ہی کم اُن کے خیالات میں اصل جان ہوتی ہے۔ اُس پر تعجب ہوتا ہے کہ بعض طلبہ کی طالب علمی کا زمانہ بڑا ہی فاضلانہ ہوتا ہے مگر اُنکی عاقلانہ زندگی ضعیف ہی رہتی ہے۔ اصل حال یہ ہے گو بعض صورتیں اسکی مستثنےٰ بھی ہوں کہ جب طلبہ کو اصل اشغال سے دنیا کے ساتھہ معاملات رکھنے سے کام پڑتا ہے تو قوائے عقلیہ تیزی پر آتی ہیں اپنے تئیں ابھار دکھاتے ہیں پس اس تیزی کے شروع ہونے کے بعد یہ کہنا چاہئے

کہ ہماری اعلیٰ درجہ کی تعلیم مستقل پیدا ہوئی - اس [illegible]
اگر وہ ہم مدرسہ میں نہ سیکھتے تو پھر عمر بھر ہرگز وہ ہمیں حاصل ہو سکتی [illegible]
جب سیکھی جائیں کہ حافظہ کی قوت رخصت ہو جاوے اور ذہن کی شگفتگی پژمردہ ہو جاوے -
یہ ناممکن ہے کہ پھر ان اشیاء میں تکمیل ہو جس نے لڑکپن میں قدیمی زبانوں کو نہیں سیکھا
کبھی اُن میں عالم فاضل نہیں ہوا - گو یہ تحصیل سب طرح عمدہ ہے مگر وہ ایک وسیلہ تعلیم ہے وہ
عقلی خزانہ کے قفل کی کنجی ہے جو اس کو کام میں نہیں لاوینگے وہ اس خزانہ سے محروم رہینگے
اسکے کام میں لانے کی لیاقت بغیر عقل کی تحریک اور تقویت کے نہیں پیدا ہو سکتی - بعد
برسوں کے غور و خوض اور جہان بین کے یہ تحقیق ہوا ہے کہ یہ قوت ہی اصلی و زندہ تعلیم ہے

(۵) جب طالب علمی کا زمانہ ہوتا ہے تو نوجوانوں کو بہت سے یہ موانع ایسے پیش آتے ہیں کہ علم کی
اصلی خواہش نہیں پیدا ہونے دیتے - رشک - اولوالعزمی - اوروں کی رائے میں اپنی قدر و
منزلت پیدا کرنی گو یہ سبب عمدہ اور آزادانہ اور امید دلانے والے بے شک ہوتے ہیں - مگر وہ
بالکل علیحدہ مطالعہ علمی کے شوق سے ہوتے ہیں - فی نفسہ علم سے بے پروا اور بد مذاق
کرتے ہیں - جب یہ اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور کوئی وجہ کشش علم کے لئے باقی نہیں رہتی
سوا اپنی پیروی اور شوق علمی کے اس وقت اصلی حال کھلتا ہے کہ وہ علم کو محض علم کی خاطر
سے حاصل کرتا تھا یا اور سببوں سے - بہت دفعہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض طلبہ نے مقابلہ کے
امتحانوں میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا الا جب اُن کو یہ سرفرازی اپنے حصول مطلب سے حاصل
ہوگئی تو پھر وہ کاہلی اور تاریکی میں ڈوب گئے اور بعض طلبہ فقط علم کے شوق و محبت کے سبب
خاموش آگے قدم بڑھاتے گئے اور بڑی بڑی مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کی
دل شکنی کے لئے بہت سے سبب پیدا ہوئے - مگر وہ دلاوری سے اُن کا سامنا کرتے رہے آخر
کو وہی نیکنامی اور ناموری کی معراج پر پہونچ گئے +

باب سوم

حقوق اور مخلوق کے جو انسان پر ہیں

اطاعت و آزادی

ہر آنکس کہ گردن بفرماں نہد + بسے بر نیاید کہ فرماں دہد

(۱) نوعمری میں اور سب سبقوں سے اول یہ سبق سیکھنا زیادہ تر ضرور ہے کہ ہم اپنی مرضی اور ارادوں کو اُن کی مرضی اور رضا کے تابع بنائیں جو ہم پر حکومت کا استحقاق رکھتے ہیں پس ایسی حکومت کے تابع ہونے کو اطاعت کہتے ہیں اور وہ تمدن انسانی کی نظم و نسق کی اصل اصول ہے۔ انسان میں بالطبع یہ میلان خاطر ہے کہ جو کام اپنی طبیعت کو پسند ہو وہ کیجئے جب اُس کا یہ میلان خاطر روکا جاتا ہے تو اُس کو ایسا ہی ناگوار گذرتا ہے جیسے ایلی بچھیرے کو منہ میں لگام دیکر سدایا جانا۔ مگر جب تک یہ بچھیرا بیش قیمت نہیں ہوتا کہ وہ اچھی طرح سدھایا نہ ہو ایسے ہی آدمی بھی جب تک وہ اپنے میلان طبع اور ہوائے نفسانی کے روکنے پر قادر نہیں ہوتا جلیل القدر نہیں ہوتا بچہ ہو بوڑھا ہو لڑکا ہو جوان ہو وہ اُسی قدر زیادہ قدر و منزلت کے قابل ہوتا ہے جسقدر اُس کو اپنے میلان طبعی کے روکنے کی قدرت ہوتی ہے۔ ہمارے جو اصلی فرائض ہیں اُن کا ادا کرنا زیادہ تر اِس پر موقوف ہے کہ ہم اپنی مرضی کو اُن کی رضا کے حوالہ کردیں جو ہم پر حکومت کا استحقاق رکھتے ہیں مثلاً خدا کے حقوق جو ہم بندوں پر واجب الادا ہیں اُن کے ادا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ہم اپنی مرضی کو خدا کی رضا کا تابع بنائیں اور جیسی اُسکی رضا ہو اُس میں راضی رہیں اپنی ذات کے اور غیروں کے حقوق کے ادا کرنے کا قانون کسی فرد بشر نے اپنی خودسری و خودمختاری سے نہیں بنایا بلکہ یہ قانون اوروں نے اُس پر جاری کیا ہے۔ ہمارا بڑا فرض یہ ہے کہ ہم اُس کے قانون کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں اسی پر اجتماع انسانی کا مدار ہے +

Marfat.com

(۲) آج کل ہمارے ملک میں ہر ایک کی زبان پر آزادی کا لفظ

بولنا بہت آدمیوں کو آتا ہے مگر اسکا سمجھنا تھوڑے آدمیوں کو آتا ہے اور جو

سمجھتے ہیں وہی اس کے معنی کم سمجھتے ہیں آزادی کی خوبی و نیکی میں کسی کو کلام نہیں جسکی عقل

سالم ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جیسی بدن کی صحت پر آدمی کی خوشی و مسرت کا مدار ہے ویسا ہی قوم

کی بہبودی اور آسودگی کا آزادی پر انحصار ہے۔ مگر یہ آزادی وہ ہے جسکے معنی حقیقی یہ ہیں کہ جو

اپنی تمام استعدادوں اور قابلیتوں کے استعمال میں رسمی و تصنع و تکلف کی قیدوں اور روکوں

کا مقید نہ ہو۔ جو آزادی سب کے نزدیک نیک و خوب ہے — وہ انسان کو بتلاتی ہے کہ زندگی

کی دوڑ میں کس مقام دوڑنا چاہیئے وہ اس کو بہت دور نہیں لے جاتی۔ تماشا گاہ دنیا میں تماشائی

کو تماشے کا مقام بتلاتی ہے۔ مگر تماشہ کا حصہ جو اس کو کرنا ہے اور جس طرز و روش سے

کرنا ہے اس میں خاموش رہتی ہے۔ زندگی کی منزل پیمائی میں خط رفتار کا آغاز مقرر کرنا آزادی

کا کام ہے باقی اور سارا کام زندگی کے آزادی سے بعد اور قیود کے سلسلہ میں پابند ہیں غرض کام

کا آغاز آزادی سے ہوتا ہے مگر جب اُس کے قاعدے اور قوانین مقرر ہو جاتے ہیں تو وہ آزادی

کی روکیں ہوتی ہیں معقول اور مہذب اور شائستہ زندگی کا دوسرا نام قانون ہے۔

ان قوانین و قواعد کی پابندی انسان پر لازم ہے علی العموم یہ قوانین کسی نے خود رائی

اور خود مختاری سے نہیں مقرر ہوئے بلکہ اوروں نے تمدن و معاشرت انسانی کی خوشحالی و بہبودی

کو زیادہ تر ملحوظ رکھ کے مقرر کئے ہیں پس جو شخص اس تمدن اور معاشرت انسانی کی مجلس

کا عمدہ رکن بننا چاہتا ہے تو اول اُس کو اطاعت اور فرمانبرداری اُس کے قوانین اور قواعد

کی سیکھنے چاہیئے۔ قانون۔ مذہب۔ فوج۔ جذبات۔ گورنمنٹ انسان کا رشتہ ہر طریقہ

رویہ۔ اور سارے کاروبار۔ اوضاع و اطوار۔ اصول مذکور کی توضیح اور تشریح کرتے

ہیں ہر فرد بشر کو اپنے ذاتی کاموں کے ایک خاص حلقہ میں آزادی دی گئی ہے۔ اس لئے

کسی صورت کی آزادی کو نہ رکھنا اسکو محض کل بنا دینا اور اس کی انسانیت کا کھو دینا ہے

میں جہاں تک اس کا م سوشل یعنی اجتماع کے ساتھ معاشرت و زندگی بسر کرنے کے ہیں انہیں
ہ آزاد ہوکر شتر بے مہار نہیں ہوسکتا اور وہ قیدیں اور روکیں نہیں اُٹھ سکتیں جنھوں نے
کثرت جماعت کو وحدت معینہ و مواضعہ بنا دیا ہے خواہ وہ کیسا ہی اپنے سرگروہ میں ممتاز
ہو جائے مگر پھر بھی وہ اس گروہ کا خادم اور غلام ہے کوئی شخص اپنے جتھے اور گروہ میں سربلند ہو
اور اعلیٰ درجہ پر پہونچے مگر اُس کے آئین اور دستور اور قوانین سے آزاد نہیں ہوسکتا۔
جتنی سرفرازی ہوگی اتنی ہی پابندی ہوگی۔ اعضاء بدنی کے قواعد عامہ کا اثر جو سر پر
ہوتا ہے وہی پانوں پر۔ ہر رکن کی سلامتی اور اُس کا فرض یہ ہے کہ سچی وفاداری کے ساتھ
فرمانبرداری کرے۔ خودسری و خودپسندی خودرائی کا کوئی کام کرنا ایسا ہی جیسا دروازہ
میں دراڑ ڈالنا ہے جسکے بند کرنے کی خبرگیری نہ کی جائے گی تو وہ درہم برہم یا منہدم
ہوجائیگا۔ کارتھیج کا ایک بڑا نامور سپہ سالار ہنی بل تھا اُس کی اس وصف کی اور سب صفات
سے زیادہ تعریف کی جاتی ہے کہ اُس کی طبیعت متضاد و مخالف چیزوں کی طرف ایک سی
رغبت کرتی تھی۔ فرماں روائی اور فرماں بری دونو اُس کے مزاج میں ایک سی تھیں حکومت
اور اطاعت باہم مخالف و متضاد ہیں مگر حکومت بے اطاعت کے حاصل نہیں ہوسکتی اطاعت
کے ہی مدرسہ میں حکومت کی تعلیم ہوتی ہے۔ خدمت ہی کرنے سے مخدوم ہوتا ہے مشہور ہے کہ
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ جن کو فقط حکومت ہی کی عادت ہوئی ہو وہ ان قیدوں
اور روکوں ہی کو نہیں جانتے جنسے حکومت ان کے لئے مفید ہو۔ نوعمروں کو اس اطاعت کی
تعلیم ہونی چاہئے جو رومیوں کے ہاں حکومت کی اطاعت کی ہوتی تھی وہ اُنکو نیکی ابتداء عمر سے
جانیں اور اُس کے مطیع رہیں جو بزرگ عالم حکم دیں اُنکو سر آنکھوں پر رکھیں فقط اس سبب سے
کہ وہ حکم تعمیل کے لئے دیا گیا ہے وقت پر اُسکی تعمیل کریں۔ انسان کی سوشیل لائف یعنی
معاشرت ایسی پیچ صحیح ہے کہ اگر کسی آدمی میں اطاعت کی صفت نہ ہو تو پھر اُسکا مبادلہ
وہ کسی اپنی ذہانت و ذکاوت سے نہیں کرسکتا۔ اگر گھڑی ایاپ سانپ چلتی ہو کسی شخص کو

اس سے دن کا ٹھیک وقت ہمیں معلوم ہو سکتا ہے ...
دوسرے آدمی کے ضروری کاموں کے سلسلے میں صرف وقت کی پابندی ہو تو ہم اسکا لحاظ کر سکیں اور
اسکو اعتبار تم پر ہو۔ انجمن کے کسی رکن کی تعریف و تحسین اس سے زیادہ کوئی اور نہیں
ہو سکتی کہ وہ ایسا شخص ہے کہ ہمیشہ اپنے کار مفوضہ کو وہ انجام دیتا ہے اور ہمیشہ جس وقت اسکی
حاضری مطلوب ہوتی ہے وہ حاضر ہوتا ہے +

(۳) اطاعت سیکھنے کے لئے سب سے بڑا مکتب آدمی کا کنبہ ہے۔ والدین اور اولاد میں قدرتی فرق ہی
ہے جس سے والدین کو حکومت کا اور اولاد کو اطاعت کا استحقاق حاصل ہے والدین پر اپنی قدرتی
محبت اور عمر و تجربہ کاری کی لیاقت کے سبب سے یہ فرض ہے کہ وہ فقط اولاد کی پرورش
ہی نہ کریں بلکہ انپر حکومت کریں اور ان کو سیدھی راہ بتائیں۔ اولاد پر بسبب محبت
اور احسانمندی کے یہ فرض ہے کہ وہ اطاعت کریں۔ ان کی اطاعت یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی کو
بالکل ماباپوں کی مرضی کے تابع کر دیں۔ جب طرفین سے یہ امر وقوع میں آتا ہے تو کنبے میں
موافقت اور خوش دلی و مسرت پیدا ہوتی ہے۔

جس گھر میں موافقت و یگانگت و محبت ہے اس سے زیادہ کوئی شے دنیا میں خوشنما اور مسرت افزا نہیں ہے
اس گھر پر خدا کا بڑا فضل ہے جس میں ہر خرد اپنے بزرگ کی اطاعت میں سبقت لیجانا چاہتا ہے
والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اولاد کی ہدایت اور اطاعت میں کوشش کریں اور بچوں کی بڑی خوبی
اور خوش خصلتی یہ ہے کہ وہ مشتاق ہو کر خوشی و مسرت سے مربیوں کی اطاعت کریں۔ یہ گھر ہی کی
اطاعت و حکومت آئندہ دنیا میں آدمیوں کو فرائض کا ادا کرنا اور انضباط طبیعت سکھاتی ہے
ایک مطیع خدمتگار بیٹا ایک وفادار اور محسن ملازم ہوتا ہے لیکن گھر میں جس نے رشتہ اطاعت
کو توڑ دیا وہ دنیا میں بادشاہ کسی کی سخت حکومت تلے ہیں چلے گا۔ جسقدر کسی قوم میں حکومت
مربیانہ فرزانگی کے ساتھ ہوتی ہے اسی قدر اس کی اولاد وفادار اور مانند اپنی مہربان
اپنی سلطنت کی ہوتی ہے +

Marfat.com

عمدہ مدرسہ ہیں جن میں بچوں کو اطاعت سکھائی جاتی ہے۔ دنیا میں بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ جنکی ناموری اور شہرت کا سبب فقط وہ اطاعت تھی جو انھوں نے مدرسہ کی حکومت کی اختیار کی اور اپنی خودرائی کو ترک کیا اسی سبب انمیں وہ خصائل اور عادات پیدا ہوئیں جنسے وہ بنی نوع انسان میں متبرک و مقدس ہوئے پس ہر طالب علم کو چاہئیے کہ مدرسہ میں جو اُن کے واسطے قیدیں اور روکیں مقرر کی جائیں اُن کو کبھی بے سود اور ذلیل نہ جانیں اُن کے ماننے میں خود اُنکا اپنا بھلا بھی ہے اور اُن سے اوروں کا بھی بھلا ہوتا ہے۔ والدین کی طرف سے اولاد کے لئے اُستاد وکیل ہوتا ہے اور انھیں کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اسلئے وہ شاگردوں پر حکمرانی اور اُنسے فرمانبرداری کرانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ اطاعت شاگردوں پر فرض ہے۔ جب اُستاد اپنا فرض پورا ادا کرتے ہیں تو طلبہ کی تعلیم و بہبود کی عمدہ اغراض حاصل ہوتی ہیں۔ تادیب بغیر عمدہ عادات طلبہ میں نہیں پیدا ہوتیں بغیر تادیب کے جب نوعمر طلبہ اپنے گھروں سے دور دراز فاصلوں سے آن کر مدرسہ میں جمع ہوتے ہیں تو بہت ترغیبیں اور تحریصیں اُنکو بہکاتی ہیں۔ اور اُن میں اُنکے ہمجنس معاونت کرنے کو شریک ہوتے ہیں جن سے بہت سی برائیاں اُن میں پیدا ہو جاتی ہیں پس بڑا فرض اُستاد کا یہ ہے کہ وہ شاگردوں کو اُن آفات سے بچائے۔ اگر طلبہ تادیب سے گھبرائینگے تو اُن کی اعلیٰ درجہ کی نیکیاں جوکھوں میں پڑ جائینگی یہ برائی کی علامت ہے کہ غافل اور نالائق استاد کی تعریف شاگرد کریں۔ مگر جہاں دانشمندانہ تادیب کی قیود کی اطاعت خوشی سے کرتے ہیں وہ ایک فال نیک ایسی ہے کہ طلبہ وہ عادت اور ہمت پیدا کر رہے ہیں جو تادیب کی علت غائی ہے اور جس سے اُن کی فضائل آراستہ ہوتی ہیں مدارس میں تادیب کے ہونے سے جو فائدے اور نہ ہونے سے جو نقصان ہوتے ہیں اُن کو ایک شاعر نے اسطرح بیان کیا ہے کہ قدیمی زمانہ میں مدرسوں اور اُن کے حجروں میں علم سکھایا جاتا تھا خداپرستی و نکوکاری اور راست بازی کا درس نہایت احتیاط سے دیا جاتا تھا اور سب سے زیادہ قدر و منزلت رکھتا تھا۔ وہاں ایک ٹیلی رہتا تھا جسکا نام تادیب تھا اُسکی آنکھوں میں حیا

Marfat.com

وشرم بھی لبوں پر تبسم رہتا تھا۔ اس کے کلام سے مربیانہ محبت ٹپکتی
اپنا یہ کام سب سے زیادہ عزیز تھا۔ کہ وہ خندہ خوئی و نکوکاری کا حامی ہو تاکہ ان کی
علم کا درخت نشو ونما پاکر برومند و تنومند ہوا۔ طلبہ کے دل میں تمنا پیدا ہوگئی کہ جذبات
نفسانی فرو ہو کر اُن کے بس میں آئے تندہی اور جفاکشی کی عادت ہوئی کبھی کبھی
اتفاق ہوتا کہ بعض طلبہ اُسکی تسلط کی حد سے باہر قدم رکھتے تو وہ انہیں کھاتا اور سخت لعنت
ملامت کرتا۔ اور اس دبدبہ اور سطوت سے انکو ڈراتا کہ دل اُن کا دہل جاتا اور سوا اس کے کوئی
چارہ اُن کو نہ ہوتا کہ اپنے قصور اور خطا سے توبہ کرتے۔ اس توبہ کے بعد پھر اُس کی پہلی
مہربانیاں اُن کے حال پر ایسی عود کرتیں کہ گویا اُن سے خطا ہوئی ہی نہیں تھی۔
مگر جب اس ولی (تادیب) کے حال پر سے توجہ اُٹھ گئی اور کسی نے اس سے کچھ کام نہ لیا تو
وہ بیمار پڑ کر مر گیا۔ پھر تو مطالعہ علمی میں سستی آئی اور رشک آپس کا اُٹھ گیا نیکی بھاگ گئی یہی
مدرسے تماشا گاہ ہو گئے جنمیں جہالت اپنے تماشے دکھاتی۔ وہ اپنا کلاہ بر منطق کی لیس لگاتی
مگر وہ اپنی نہیں ہوتی طلبہ کو طوطا بنا دیتی جو کچھ وہ یاد کرتے طوطے کی طرح بر زبان ہوتا
امتحانوں میں پاس ہو کر سند یافتہ احمق ہو جاتے اور اپنی ساری رشتہ مندیوں سے آزاد
ہو جاتے خرچ اتنا اُٹھاتے کہ ماں باپ عاجز ہو جاتے اور اُنکی محبت کا کشادہ ہاتھ روپیہ دینے
سے تنگ ہو جاتا وہ یہ سمجھتے کہ سست کھیلوں کے سکھانے اور آرام طلبی کی عادت ڈلوانے
میں ہمارا سارا روپیہ برباد گیا +

(۲) شفقت ونوازش

شفقت کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنے اقوال اور افعال سے اوروں کی مدد کر کے اُنکا دل
خوش کر دیں جب کسی پر کوئی امر ناملائم واقع ہو تو اُس سے ہمارے دل میں ایسا اثر ہو
کہ ہم اُس کے دور کرنے میں اپنی ہمت بالکل لگا دیں شفقت کی بنا اس خیال پر
مبنی ہو کہ سب آدمیوں کے درمیان رشتہ برادری ہے یعنی سب آپس میں بھائی ہیں

Marfat.com

... ۔۔۔ کے سبب شفقت پیدا ہوتی ہے۔ ہم دنیا میں فرداً فرداً جُدا جُدا نہیں کہ فقط اپنی ذات سے محبت کرنی ہمارا مقصد اعظم ہو بلکہ ایک بہت بڑی برادری میں پیدا ہوئے ہیں جس میں سب کی اصل ایک ہی اور سب کی تقدیر ایک ہی **اشعار۔**

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضو ہا را نماند قرار
تو کز محنت دیگراں بے غمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی

ان اشعار کو جتنا زیادہ کوئی سمجھے گا اُتنا ہی اُسکو زیادہ اتحاد اپنے ہمسایوں ہی کے ساتھہ نہیں بلکہ کل بنی نوع انسان کے ساتھہ ہوگا۔ انسان میں اتحاد روحانی ہی کا سبب ہے کہ اُسنے تمام دُنیا کو رشتہ مہر میں باندھ رکھا ہے اور اسی کے سبب سے اپنے شرکاء انسانی پر ہم مہربانی اور شفقت کرتے ہیں آدمی فقط اپنی ہی ذات کی چیزوں کی نگہداشت کے لئے نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اپنے ہمسایوں کی چیزوں کی نگہداشت کے واسطے بھی اُسکو کوئی موقع اپنے ہمسایوں کے ساتھہ بھلائی کرنے کا ہاتھ سے نہ دینا چاہئے خواہ نوازش اور شفقت کے کام کیسے ہی چھوٹے ہوں مگر وہ بڑے پیارے سندر ہوتے ہیں۔ شفقت کے چھوٹے چھوٹے کام اور محبت کے چھوٹے چھوٹے کلام دُنیا کو بہشت بنا دیتے ہیں۔

(۲) نوازش اور شفقت کے طور اور طریقے بے شمار ہیں کبھی ہم اپنے ہمسایوں کو نصیحت سے فائدہ پہنچاتے ہیں کبھی لعنت ملامت کرنے سے بچاتے ہیں کبھی وہ ہمارے سہارا دینے اور ہمت بندھوانے کے منتظر ہوتے ہیں کبھی نصیحت پانے اور عبرت دلانے کے متوقع۔ کبھی کبھی ہمکو اپنے ہمسایہ کی خاطر سے شفقت شاقہ اُٹھانی پڑتی ہے اور دشواریوں اور مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے توسط و توسل سے کبھی اُسپر سے بڑی بڑی بلائیں آنیوالی ٹل جاتی ہیں اور کبھی بہت سی منفعتیں اُسکو حاصل ہو جاتی ہیں کبھی اُسکی نیکنامی کو بٹا لگنے سے بچا دیتے ہیں کبھی اُسکی ساکھہ اور بھا میں فرق آتا ہے تو ہم اپنی ہنرمندی سے اُسکو مٹا دیتے ہیں کبھی وہ اپنی حرکتوں سے اُنکا انتقام لینے کا ارادہ کرتا ہے تو ہم انتقام لینے والوں کو دھیما اور ڈھیلا کر دیتے ہیں۔

کبھی وہ ایسے کاموں کے معاہدہ کر لیتا ہے ...

باہر ہوتا ہے تو اُسکے ہم اُس کو نجات دلاتے ہیں وہ بے روزگار ہے جو ...

کرا دینے میں ہم مدد کرتے ہیں وہ عزت و جاہ کا طالب ہوتا ہے تو اُنکے حاصل کرانے میں ہم ...

کرتے ہیں - خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی جیسی حالتیں اور تعلقات مختلف ہیں ویسے ہی یہ اصلی

اشفاق مختلف فرائض پیدا کرتے ہیں خود مطلب خود کام اپنی خوشیوں کے حاصل کرنے

پر بس کرتا ہے اور اوروں کی خوشی کے بڑھانے میں ساعی نہیں ہوتا لیکن ایک فیاض شفیق

کی بڑی غرض یہی ہوتی ہے کہ جتنے آدمی اُسکے گرد ہوتے ہیں بغیر اُنکی درخواست کے اُنکی ترقی و بہبودی

میں ہمہ تن ساعی ہوتا ہے -

(۳) ہمارے دروازے پر ان شخصوں کا ہجوم ہوتا ہے جنکے حال پر ہم شفقت خاص یا عام کر سکتے

ہیں ہم اُنکے دیکھنے میں بے اعتنائی کرتے ہیں ہمارا میلان طبع یہ ہے کہ بڑی بڑی دور کی چیزوں پر

نگاہ کرتے ہیں اور اُنپر شفقت کرنیکا ارادہ کرتے ہیں اور پاس کی چیزوں سے غفلت - ایسا

ہمکو ہرگز کرنا نہیں چاہیے محتاج مسکین مریض نا تعلیم یافتہ آدمیوں پر توجہ کرنی چاہیے

جو برائیاں ہمارے درمیان پھیل رہی ہوں اُنکے دور کرنے میں اول اہتمام چاہیے جیسے شہروں

کی نجاست و غلاظت کا دور کرنا - ان رسوم کا دور کرنا جنسے کہ رنج و تکلیف لوگوں کو پہنچتا ہے

ان مغالطہ اور جھوٹی باتوں کا اور تعصبات کا دور کرنا جنسے کہ فساد اور شر برپا ہوتے ہیں ایک

شخص جو اُن کاموں میں سے ایک کام بھی کریگا وہ بہت فائدہ پہنچائے گا اسکی تو کسی کو انکار

نہ ہوگا مگر سوال یہ ہوگا کہ اپنے کاموں میں سے کونسا کام ایک آدمی اختیار کرے اور کسطرح اسکو

انجام دے اسکا جواب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں جو کام نوع بشر کی رفاہ کا تمھارے سامنے آوے

اور تم کو دلچسپ معلوم ہو اور جو کام فیض رسانی کا مخصوص تمھاری حالت سے پیش ہو اسکے

سرانجام دینے میں اہتمام کرو اور اگر کوئی کام ایسا پیش آوے تو اُسکے انتظار میں ... جو کام

رفاہ خلائق کے ہیں اُن میں سے جو پہلے ہاتھ تلے آئے اُسکے کرنے میں لگ جاؤ

[illegible] اُس کے سچ و تلاش کے درپے ہو اور اگر وہ تمھارے دل تک آیا
ہو تو اُسے دیکھو جس ملک میں کبھی ہم نے قدم نہیں رکھا اُس کے نقشہ کو تمھاری آنکھ بڑی بے
اعتنائی سے دیکھتی ہی مگر اُس کے برخلاف جس ملک میں ایک دفعہ تم سفر کر آئے ہو تو فقط اُسکی
سرحدوں کی لکیروں کو نقشہ میں کیسی اطمینان کے ساتھ دیکھتی ہی جو کام ہوا اُس کو شوق سے پوا در
سچے دل سے تحقیق کرو یقین ہی کہ تم کو اس سے اُنس ہو جائیگا۔ پھر تم کو یہ شکایت نہیں رہیگی کہ
کس طرف متوجہ ہوں۔ ایک شاعر کے شعروں کا یہ مضمون ہی۔ کیا فقیر تمھارے دروازے پر
نہیں بیٹھے ہیں غریب آدمی تمھاری سرا میں نہیں بستے ہیں کہ تم کو اپنا وقت کاٹنا دشوار معلوم
ہوتا ہی یتیم بچوں کو پڑھنا لکھنا۔ لڑکیوں کو سینا بتلاؤ خدا سے دعا مانگو کہ ہم کو دل ایسا دے
کہ جسمیں انسانیت و مروت و محبت ہو۔ اپنے دل سے غرور کے خیالات کو دور کرو۔
(۴) بیشک بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہم جنسوں کی احتیاجوں اور مصیبتوں کو نظر
التفات سے دیکھتے ہیں مگر اُنکے دل پر ایسا گہرا اثر نہیں ہوتا کہ وہ اُنکے دور کرنے پر آمادہ ہوں وہ اپنے
کام کا بڑا حصہ یہی جانتے ہیں کہ اپنے اہل منزل کے حقوق کو ادا کریں فیاضی کریں اور اسی کو منتہائے
انسانیت جانیں اور اس اپنی شفقت کے چھوٹے احاطہ سے باہر قدم نہ رکھیں شفقت کے لئے یہ کافی نہیں کہ
جب کوئی تجویز فیاضی کی پیش ہو تو اُسمیں امداد سریع الزوال کریں اور یہ سمجھا ہیں کہ ہم بھی بنی نوع انسان
کے خیرخواہ و بہی طلب ہیں۔ بلکہ اصل شفقت یہ ہی کہ ہم اوروں کی بہبودی اور فلاح کے لئے
مشقت شاقہ اُٹھائیں اپنے سارے خیالات کو اس کیمیں شوق سے بسر کریں ہمیشہ اُس کی
خبرگیری کریں اور بڑی گرمجوشی سے سعی کریں اور اِن سب کاموں کے کرنے میں تحمل و صبر کو اختیار
کریں فقط اُنکے لئے اور اپنی تمام تمناؤں اور مذاقوں کے سخت چھوڑنے کی عادت ڈالیں۔ سب سے بڑا
فرض یہی ہی جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ واسطہ کرتا ہی +
(۵) شفقت کرنے میں عوض معوض طرفین سے ہوتا ہی اور شفقت کرنیوالے کو تو شفقت کا عوض
[illegible]ل ہی جاتا ہے۔ ایک حکیم نے یہ اصل قائم کیا ہی کہ کوئی شخص جتنا اپنی خوشی کے سرمایہ کو اور

اور دل میں [illegible] ہو [illegible]

کو بڑھاتی ہو اور اُس کی شفقت دوسری شفقت بتلاتی رہتی ہو [illegible]

زیادہ خرچ نامہربانی کے الفاظ بولنے کی نسبت نہیں ہوتا۔ یہ امر اتفاقی نہیں [illegible]

متکلم میں شفقت آمود کلام سے شفقت کے کام پیدا ہوتے ہیں۔ یہ امر واقع ہو سکتا ہے کہ کسی کی [illegible]

سے فائدہ اُن لوگوں کو نہ پہونچے جنکے لئے وہ کی گئی ہو۔ لیکن اگر عاقلانہ طور پر کی گئی ہے

تو اُس سے فیاض کو ضرور فائدہ پہونچے گا۔ نیک و دوستانہ طریقہ کا بالا کسی نا احسانمند و ناواقف

پر کیوں بھی تو محسن کے احسان نہ ماننے سے محسن کا کار ستودہ برباد نہیں جاتا اُس کا معاوضہ اُس کو

مل جاتا ہے۔ پس ہمکو شفقت اور تواضع کی تخم ریزی کرنی چاہیئے۔ اُن میں سے ضرور ہے کہ

کچھہ بیج اچھے دلوں کی زمین میں پڑیں اور اُن میں فیاضی کے درخت پیدا ہوں اور سب

خوش دلی کے ثمر پیدا کریں۔ تمام نیکیاں ایکدفعہ ہمیشہ خوش دل کرتی ہیں مگر

کبھی کبھی دو دفعہ حکیم سینکا کہتا ہی کہ جو شخص دوسرے کے ساتھہ بھلائی کرتا ہے وہ اپنے ساتھہ

بھلائی کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ اسکا نتیجہ نیک ہوتا ہی بلکہ محض اسکا کرنا ہی بھلا ہوتا ہے۔ اسلئے کہ یہ

جاننا کہ ہم نے نیک کام کیا ہی خود بڑا اصلہ ہے۔

(۶) ایک لڑکی کی کہانی مشہور ہی کہ اُسکو پیار کرتے تھے اور اُس سے محبت رکھتے تھے جب اُس سے

پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ تجھسے لوگ اسقدر محبت رکھتے ہیں تو اُس نے کہا کہ اسکا سبب

یہ ہی کہ میں بھی سب سے محبت رکھتی ہوں حضرت شیخ سعدی نے اس مضمون کی [illegible]

بره در یکے پیشم آمد جوان
بدو گفت این ریسمان ہست و بند
سبک طوق و زنجیر از و باز کرد
بره ہمچنان در پیش می دوید
چو باز آمد از عیش و بازی بجائے

تنگ در پیش گوسفند [illegible]
کہ مے آرد اندر پیش گوسفند
چپ و راست پوئیدن آغاز کرد
کہ جو خوردہ بود از کف مرد خوید
مرا دید و گفت [illegible]

بدین ریسمان میبر و باره کش — که احسان کمندیست در گردنش
بلطفی که دیدست پیل دمان — نیارد همی حمله بر پیلبان
بدان را نوازش کن ای نیک مرد — که سگ پاس دارد چو نان تو خورد
بران هر دگندست دندان یوز — که مالد زبان بر پنیرش دو روز

اشعار

خدا را بران بنده بخشائش است — که خلق از وجودش در آسایش است
کسے نیک بیند بهر دو سرائے — که نیکی رساند بخلقِ خدائے
بدی را بدی سهل باشد جزا — اگر مردی احسن الی من اسا
اگر نفع کس در نهادِ تو نیست — چنین جوهر و سنگ خارا یکیست
غلط گفتم اے یار شائسته خوئے — کہ نفع ست در آهن و سنگ و روئے
چنیں آدمی مرده به ننگ را — که بر روئے فضیلت بود سنگ را
نه هر آدمی زاده از دو به است — که دو از آدمی زادهٔ بد به است
به است از دو انسانِ صاحب خرد — نه انسان که در مردم افتد چو دد
چو انسان نداند بجز خورد و خواب — کدامش فضیلت بود بر دواب
کسے دانهٔ نیک مردی نه کاشت — کز و خرمن کام دل بر نداشت
نه هرگز شنیدیم در عمرِ خویش — که بد مرد را نیکی آید به پیش

(۳) نیک اطوار و اوضاع

(۱) اطوار یا اوضاع سے مراد ہماری افعال کی ظاہری صورتوں سے ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بری جب ہم اپنی نیک باطنی کی ظاہری صورت اچھی دکھاتے ہیں تو ظاہری اور باطنی حسن دونوں جمع ہو جاتے ہیں اس لئے حسن دوبالا ہو جاتا ہے جس سے دیکھنے والوں کو ایک لطف آتا ہے اور جب اس کے خلاف کرتے ہیں تو اپنی حسن باطنی پر پردہ ڈالتے ہیں اور اسے لوگوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں بے اعتراض ابرار ا

کی یہ رائے ہے کہ افعال باطنی کی ظاہری صورت بنانا غلطی ہی۔ نیک اعمال کی ظاہری صورت دنیا کے کاروبار میں بھی بکار آمد ہے اس لئے وہ اکسیر ہے۔ اس کا سب جگہہ کام پڑتا ہی۔ دوستوں میں ملاقات کا لطف اور مزا اسی سے اُٹھتا ہے۔ ایک آدمی نیک باطن ہو مگر بظاہر اکھڑ اور روکھا ہو تو اُس کی نیک باطنی زیادہ تر ناپسندیدہ ہوگی اگر وہ اپنی ظاہر و باطن کی ایک صورت بناتا ظاہری اخلاق خوبصورتی سے اچھا ہوتا تو اس سے جیسا آدمی کا دل خوش ہوتا ہے ایسا کسی خوش صورت نیک پیکر اور تصویر کو دیکھ کر نہیں ہوتا۔ صنائع میں سے زیادہ عمدہ صنعت خوش وضعی ہی۔ دنیا تو ظاہر کو دیکھتی ہی۔ باطن کو کیا جانتی ہے اسلئے اطوار کی ظاہر آرائی بکار آمد ہوتی ہے +

(۲) آدمی کا ظاہر اُس کے باطن کا عنوان ہوتا ہی۔ اسلئے آدمی کا اخلاق ظاہری دلیل ہوتا ہے باطن کی نیکی پر مزاج پر طبیعت پر۔ مذاق پر صحبت پر جسمیں وہ رہتا سہتا ہی۔ یہ ظاہری خوش اطواریاں انسان کی نیک فطرتی اور وفاشعاری کے ثمرات ہوتے ہیں وہ یونہیں نہیں پیدا ہو جاتیں گو اس خوش خلقی میں بہت سی باتیں شامل ہوتی ہیں مگر زیادہ تر اس میں تواضع تکریم تعظیم ظاہری آداب کا برتاؤ ہوتا ہی خوش خلقی کرنا ایک فن ہی جسکو علم مجلسی بھی کہتے ہیں اسمیں کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی تعظیم و تکریم و آداب اور آدمیوں کا اس سبب سے کرتا ہی کہ اُس کے دل میں بھی عزت و عظمت اُنکی ہوتی ہیں اور کبھی دل میں کچھ ادب لحاظ نہیں ہوتا فقط ظاہری اُنکا برتاؤ ہوتا ہی آدمی کی نیت یہ ہوتی ہی کہ میں اوروں کا دل خوش کروں اور کسی کو رنج نہ دوں تو وہ خوش خلقی اختیار کرتا ہے جو سب کو بھلی لگتی ہے۔ جو ظاہری خوش خلقی تکلف تصنع سے برابر برتی جاتی ہے وہ چنداں قابل قدر نہیں ہوتی۔ مگر جب طبیعت اور تربیت اور طینت سب اس میں شامل ہوتی ہیں تو زیادہ خوبیاں اُس میں عیاں ہوتی ہیں۔ جو آدمی ایسا ہوگا کہ اسکی طبیعت اور تربیت کا مقتضا خوش اخلاقی ہو تو وہ سب امیر غریب سے اور جنسے اسکو کام پڑیگا کُنے خندہ پیشانی اور مہربانی و شفقت و التفات و تواضع اور شیریں کلامی سے

...ہی بیٹھا اور خود بھی اُس کا آرام پائیگا۔ خوش خلقی اسی کا نام ہی کہ شفقت آمیز کلام کرے اور
مہربانی کے کام کرے۔ انہیں دو باتوں سے کاموں کی قدر و منزلت زیادہ ہو جاتی ہی۔ اکھڑ روکھا آدمی خواہ
کیسا ہی نیک نیت ہو جب کام کریگا تو لوگوں کو ناگوار ہوگا۔ ایسے آدمی کو کوئی نہیں پسند کرتا گو وہ
کسی کی ناک پکڑ کر نہیں مروڑتا مگر وہ باتیں ایسی کر بیٹھنے کی کرتا ہی جس سے دل میں چٹکیاں لی جاتی
ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ غرور کرتا ہی اور دوسرے کا ادب نہیں کرتا۔ اگر کسی شخص کے سر پہ
مفلسی کی شامت آجائے اور کسی یار سے مدد کا خواستگار ہو۔ اور یہ دوست جو وہ مانگے اُس کو
کراہت کے ساتھ دیدے اور یہ کہدے کہ مجھے دینے سے نفرت ہی تو اسکی یہ عنایت لات مارنے کے برابر
معلوم ہوگی۔ یہ دینے والے کا طور لینے والے کے دل میں تیر سا لگیگا۔ حقیقت میں خوش اطواری
و مہربانی اور شفقت میں ہی یہ تاثیر ہے کہ جس سے آدمی کا دل تسخیر ہو جاتا ہے اور احسان مانتا ہی ع
خلق خوش خلق را شکار کند + اگر ایک شخص ہم کو رستہ میں ٹھیرا کر بیہودہ اور لغو باتیں کہنے
لگے تو یہ اُس کی بیہودگی وحشی بننے سے بھی بدتر ہے لیکن اگر تم اُس کی باتوں پر کان نہ
لگاؤ اور احمق اور کندہ ناتراش اُس کو سمجھو تو یہ تمھاری ناشائستگی ہے۔

(۳) خوش اخلاقی میں زیادہ تر حصہ تو عقل مندی کا ہوتا ہی اور کچھ حصہ شرافت نسب کا اور کچھ
کسرنفسی کا ان تینوں باتوں کے ملنے سے نیک اطواری کا نتیجہ پیدا ہوتا ہی۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو شخص
عقلمند اور نیک نژاد ہو وہ خوش اطوار نہ ہو۔

(۴) نیک اخلاقی کو تعلق سب عام و خاص کے ساتھ ہی اور نیک اطواری کو تعلق اپنی خاص جماعت و صحبت
کے ساتھ ہی۔ کوئی بداخلاق جب کسی کا مال مارتا ہی تو اُس کو سزا دی جاتی ہی اور بداطوار جب
اپنی بداطواری سے کسی کے دل کو دکھاتا ہی اور کسی کی آسائش و آرام میں خلل ڈالتا ہی تو وہ
اپنی جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہی۔ آدمی کو چاہئے کہ بھلا کام بھلے طور سے کرے۔ اگر بھلا کام دلھن ہے
تو بھلی طرح کرنا اُس کا زیور ہی۔ بھلے کام کو بُری طرح کرنا دلھن کو زیور سے ننگا کرنا ہے۔

(۵) شاید ایسے آدمی بہت تھوڑے ہونگے جو اُن آدمیوں کا ادب نہ کرتے ہوں جنکی بے انتہا

زیادہ بزرگی کو وہ دل سے قبول کرتے ہیں [illegible]
اُن کا ادب سب کے دل میں ہوتا ہے مگر اُسکے دکھانے کے [illegible]
تعظیم اور ادب کا پورا حق بالطبع بے تکلف و تامل ادا کرینگے [illegible]
صحبتوں میں نہیں بیٹھے۔ وہ گنواری طور پر ادب و تعظیم کرینگے اور ایسے لوگوں کو بہت [illegible]
اور تکلف کرنا پڑے گا۔ بداطوار جو ہمیشہ ناشائستہ کام کرتے ہیں وہ کسی اچھی صحبت میں [illegible]
ادب کرتے ہیں نہیں بیٹھتے جب مجلسوں میں جاؤ تو کسی جگہ بیٹھنے کا ارادہ نہ کرو جب مجلس
میں آؤ تو صدر مقام میں بیٹھنے کا قصد نہ کرو۔ دسترخوان پر بیٹھو تب کھانے پر اوروں سے
زیادہ ہاتھ نہ دوڑاؤ غرض ان چیزوں میں سب کا حق مساوی ہے کسی کے حق غصب کرنے کا
ارادہ نہ کرو۔ بلکہ تم اپنا حق اوروں کے نذر کرو تو تم کو اپنے حق کا حصہ زیادہ مل جائے گا
تم نے دیکھا ہوگا کہ جو خوش اخلاق اور نیک اطوار ہوتے ہیں وہ مجلس میں جا کر جہاں جگہ ملتی ہے
بیٹھ جاتے ہیں چیر پھاڑ کے اور لوگوں کے سر پر سے پھلانگ کے صدر مقام میں نہیں جاتے لیکن اور
آدمی ان کو خود جگہ دیکر صدر مقام میں لے جاتے ہیں +

جو لوگ ہمارے گہرے آشنا ہوتے ہیں اُن کے ساتھ ادب کے برتاؤ میں ہم جو بے تکلفی برتتے ہیں اُس سے یہ جتاتے
ہیں کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم غلطی نہیں کرتے اُن کے ساتھ زیادہ تر بے تکلفی نہیں برتنی چاہیے [illegible]
اپنے حق میں گستاخی اور بے ادبی سمجھیں بلکہ آزادی اور بے تکلفی کی ایک ایسی حد مقرر کرنی چاہیے
کہ جس سے دوستوں میں جو بے تکلفی کی باتیں ہوتی ہیں اُن میں خلل نہ پڑے غرض [illegible]
ایسے اختیار کرنے چاہیے کہ جس سے بے تکلف دوستی اور رشتہ داری اور دل [illegible]

(۵) خوش اطواری سے اپنے تئیں آراستہ کرنا اِن لوگوں کو نہایت ضرور ہے [illegible]
کی گفتگو اوروں کے ساتھ کرتے ہیں ہر اعلیٰ عہدہ و منصب ملکی میں [illegible]
ضرور ہے۔

محبت ۔ لیاقت ۔ حیا ۔ [illegible]

Marfat.com

...دنیا ظاہری خوبیوں کی دیکھنے والی ہے۔ باطن کی خوبیوں دیکھنے کے لئے
لیاقت اور سمجھ کا ہے سو وہ بہت کم کسی میں ہوتی ہیں۔ نیک اطواری کچھ مخصوص امیری
کے ساتھ نہیں ہے بلکہ وہ امیر و غریب کے لئے یکساں ہے جیسے ایک امیر کبیر نیک اطوار ہو سکتا ہے
ایسا ہی ایک غریب کسان +

(۴) دوستی

(۱) دوستی کے معنی ہم یہ لیتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی قدر اور لحاظ ایسی آرزو کے ساتھ کریں کہ ہم
ایک دوسرے کی بہبودی بڑھائیں ہم کو عام آدمیوں کے ساتھ محبت کرنی چاہئے مگر خاص قدر کرنی کچھ اسکے برخلاف
نہیں ہے انسان بالطبع دوستی کا محتاج ہے۔ دنیا کے کاروبار میں یار کی ضرورت ہے بے یار کوئی
کار بنتا نہیں ہمیشہ دوستوں کی حمایت اور اعانت کی ضرورت ہی پڑتی ہے جو فائدہ اور خوشیاں
اس سے حاصل ہوتی ہیں وہ سب پر ظاہر ہیں بغیر دوستوں کے تو دنیا ایک جنگل ہے۔ سچا دوست انسان
کی جان کے لئے ایک حصن حصین ہے اور جس کو سچا دوست ہاتھ لگ گیا اس کو خزانہ مل گیا۔ دوستی
ایک سایہ دار درخت ہے جس میں محبت کے پیارے پیارے پھول لگتے ہیں۔ دوستی محبت
آزادی سے خوشیوں کا مینہ برستا ہے +

(۲) دوستی خوشی کو بڑھاتا اور رنج کو گھٹاتا ہے۔ جو شخص اپنے دوست کے روبرو اپنے رنج اور خوشی
کو بیان کرتا ہے تو دونوں کے خوش ہونے سے خوشی دو چند ہو جاتی ہے اور دونوں کے رنجیدہ ہونے سے
رنج آدھا آدھا بٹ جاتا ہے اسلئے رنج آدھا رہ جاتا ہے۔ دوستی کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ دوستوں سے صلاح و مشورہ
لیا جاتا ہے جسکو وہ ایمانداری سے دیتے ہیں ضرورت کے وقت وفادار دوست کے مشورہ سے کوئی چیز
زیادہ مفید نہیں ہوتی۔ اسکی رائے میں کوئی آلائش تعصب کی نہیں ہوتی کیونکہ اس کو
معاملہ سے کوئی ذاتی تعلق نہیں ہوتا۔ دوست کی اور اپنی صلاح و مشورہ میں ایسا فرق ہوتا ہے
جیسے کہ دوست اور خوشامدی کی صلاح و مشورہ میں کیونکہ آدمی کا اپنے آپ سے زیادہ
خوشامدی کوئی نہیں ہوتا۔ اس اپنے آپ کے خوشامد کا علاج دوستی کی آزادی سے زیادہ کوئی

Marfat.com

اور اچھا نہیں دوست ہمارے کاموں [illegible]

ہمت جرأت پیدا ہو جاتی ہے ایک مرد بھی دوستوں کی [illegible]

ہے۔ دوست اپنی ذات ثانیہ ہوتا ہے بلکہ دوست اپنی ذات سے [illegible]

کام آپ نہیں کر سکتا۔ مگر وہ اپنا نائب دوستوں کو بنا کے بہت کام کر [illegible]

انکی لیاقت مقرر ہے وہ بہت دفعہ دل میں اپنے بہت ارمان لے کے دنیا سے سدھار جاتے ہیں

جیسے بچوں کی شادی اور بعض اور شوق کے کام جو کہ ناتمام رہ گئے ان کاموں کو انکے دوست

ایسا ہی پورا کر دیتے ہیں جیسے کہ وہ خود پورا کرتے۔ آدمی کا ایک ہی جسم ہوتا ہے [illegible]

جگہ مقید ہوتا ہے جہاں وہ کام کر سکتا ہے مگر دوستوں کے ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک جسم

بہت جگہ کام کر رہا ہے۔ بہت سے کام آدمی خود اپنی شان سے نہیں کر سکتا وہ انکے دوست

کر دیتے ہیں مثلاً اپنی لیاقت کا اظہار اور اپنی تعریف وہ خود کرنے سے شرماتا ہے مگر دوستوں

کی معرفت بخوبی ہو سکتی ہے +

(۳) دوستی کا بڑا فرض جو ہمیشہ ادا کرنے چاہئیں خواہ اُس میں کیسی ہی ناچاقی کیوں نہ ہو یہ ہے کہ

دوست کو اُس کے عیبوں پر مطلع کرے صداقت اور وفاداری اسی کا نام ہے کہ دوست سے جو بیجا کام

ہو اُس پر اُسکو متنبہ کرے اور پھر اس کام کو وہ خوشی سے کرے یا اخلاص میں فرق آنے نہ پاوے +

از صحبتے دوستے برنجم
کاخلاق بدم حسن نماید

عیبم ہنر و کمال بیند
خارم گل و یاسمن نماید

کو دشمن شوخ چشم بے باک
تا عیب مرا بمن نماید

ہر آنکس کہ عیبش نگویند پیش
ہنر داند از جاہلی عیب خویش

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول قابل یاد رکھنے کے ہے کہ میرا دوست وہ ہے جو میرے

عیبوں کا تحفہ میرے لئے لاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے دوست کو ایک بیجا کام سے روکنے کے لیے اُسکے پاس بھی گیا [illegible]

Marfat.com

[illegible] کی بھلائی سب طرح سے اپنے مقدور کے موافق وہ چاہتا ہے۔ دوست دوست کے ساتھ ایسا یگانہ ہو کہ دو دلوں ایک پوست معلوم ہو۔ دوست کا دوست پندگیر و پند پذیر ہو۔ خودبین و خندہ گین ہو۔ دوست کی مصیبت کے وقت دستگیری نہ کرنا ظلم ہے +

(۵) ہم اثری و ہمدردی

ہم اثری سے مراد ہماری یہ ہے کہ اوروں کے رنج وخوشی کا تاثر اور انفعال قلب میں ہو۔ یہ تاثر جب زیادہ ہوتا ہے کہ ہم اوروں کی خوشیاں دیکھتے ہیں اور بہت جلد اُسکی مبارکبادیں اُنکو دینے لگتے ہیں مگر غم کی حالتوں میں بھی بالطبع انسان میں یہ تاثر موجود ہے کہ دل میں رحم آتا ہے گو ہمدردی کے الفاظ ایسی جلد منہ سے نہیں نکلتے جیسے کہ مبارکباد کے نکلتے ہیں۔ سب انسانوں کی حقیقت فطرت ایک ہی ہے وہ بالطبع ایک دوسرے کی محبت و خیرخواہی رکھتے ہیں۔ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ ہمدردی میں زیادہ تر حصہ خودمہری کا ہوتا ہے کہ ہم اپنے تئیں تصور میں غیروں کا قائم مقام بنا کے دیکھتے ہیں کہ اُن کے دلوں پر کیا تاثیر ہوتی ہوگی اسمیں شک نہیں کہ تصور میں رنجیدہ اور خوش آدمیوں کے قائم مقام ہم بنتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمکو مصیبت کسی نہ کسی دن پہنچی ہوگی اور اوروں کی ہمدردی کی احتیاج پڑیگی اسلئے ہم اوروں کے ساتھ دل سے سچی ہمدردی کرتے ہیں کہ وہ ہماری ایسی حالت میں وہی سلوک کریں جو ہم نے اُنکے ساتھ کیا تھا مگر یہ سبب گو ہم اثری کا ایسا تنگ نہیں ہے کہ وہ خودمہری سے پیدا ہو بلکہ وہ تو خدا کی طرف سے ہے کہ سب آدمیوں کی فطرت میں انسانیت مشترک ہے۔ ہم اثری کا حال الکٹرسٹی کرنٹ کا سا ہے کہ وہ برابر ایک روح سے دوسری روح میں دوڑا کرتا ہے زور آور کمزور کے ساتھ اور آسودہ رنجیدہ کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے یہ ہم اثری ہمارے غموں کی تاریکی میں آفتاب کی کرن ہے۔ ہماری خوشیوں میں وہ زیادہ لطف و بہار پیدا کرتی ہے غم کے تاریک گھر میں وہ ایک خوبصورت جگنو کی طرح آتی ہے جسکی حرکتوں کے دیکھنے سے اسکا غم جاتا رہتا ہے۔ انسان کے جسم و روح میں جو رشتہ ہے وہ جان کو جان کے ساتھ اور دل کو دل کے ساتھ ایک ہی رشتہ سے وابستہ کرتی ہے +

(۶) قلب انسان کے دل پر کسی چیز کا اثر ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ دوسرے شخص کی ہمدردی اور دلسوزی کا

Marfat.com

اسکے سبب سے مختلف ہی وہ نہیں جیسا [illegible]

مختلف فرقوں اور نسلوں میں اخوت اور برادری [illegible]

انسان میں جو عمدہ صفات اور فضائل ہیں پیدا ہوتی ہیں جو [illegible]

کبھی تو وہ کچھہ نہ کچھہ پیدا ہوتی ہی وہ زور سے زیادہ کام کرتی ہی [illegible]

اثر کر جاتی ہیں جیسے جبر و زور کا کچھہ اثر نہ ہوتا تھا سختی اور [illegible]

محبت اطاعت پیدا کرتی ہی محبت میں جو زور ہی اُس سے [illegible]

اسی سبب سے ہی کہ آدمی ایک دوسرے کی معاونت کریں اور آپس میں [illegible]

ہوں اس سے دُنیا کو ترقی ہوتی ہی سب سے زیادہ یہ ہمدردی آدمیوں پر اثر کرتی ہی [illegible]

جسکے ساتھہ کرتا ہی دونو کو وہ مبارک ہوتی ہی ہماری ہمدردی [illegible]

بلکہ پھر پلٹ کر ہمارے دل میں آتی ہے اور اُسکو [illegible] جو شخص [illegible] خیر خواہی

اور بھلائی میں سعی کرتا ہی وہ حقیقت میں بڑا [illegible] خصلت ہی۔

(۳) ہمدردی حقیقت میں محبت کا دوسرا نام ہے اسی سے انسانیت کو شرف حاصل ہے۔ وہ مصیبت زدوں

آفت ماری ہوؤں کی راحت جان ہے۔ جہاں جور و جفا جہالت فلاکت پاؤں پھیلاتی ہیں وہاں اُس

ہاتھہ اُن کے پاؤں کو پکڑتا ہی غم کا دیکھنا آہ و نالہ کا سُننا ہمدرد دلوں پر ایسا اثر کرتا ہی [illegible]

اُسکے دور کرنے کے در پے ہوتے ہیں۔ اسی ہمدردی کی قوت نے دُنیا میں [illegible]

سبب سے انسان اپنے ابنائے جنس کی ترقی اور خیر خواہی میں ساعی ہوتا ہو [illegible]

سے اور مصیبتوں اور آفتوں سے بچاتا ہی اور جمہور انام کی حالت کو بہتر [illegible]

کے نتائج نوع بشر میں شائع کرتا ہے۔ اور ایک [illegible]

رشتہ برادری کو اور صلح و امن کو قائم کرتا ہی [illegible]

اور وہ دولت ثروت امارت حکومت و علم و عزت و [illegible]

یہ بڑا فرض ہی کہ [illegible] ترقی اور بہبودی [illegible]

Marfat.com

نیت دنیا میں ہوتے ہیں اُن میں ہمدردی کی صفت ضرور ہوتی ہے خواہ کیسی
ہی ادنیٰ درجہ کے ہوں جب کسی ادنیٰ درجہ آدمی سے باتیں کرینگے تو یہ معلوم ہوگا کہ وہ اسی فرقہ کے
ہیں ہمارے باتیں کرینگے تو اُس کو یہ معلوم ہوگا کہ مجھ سے ہمارے ہی باتیں کرتا ہے اور اُنکا اچھا اثر سب
بجھڑوں کے دل پر ہوتا ہے۔ نیک خواہان خلائق کے حالات کو اگر تم پڑھو تو یہ معلوم ہوگا کہ اُنھوں نے اپنا
دل جان و دنوا انسان کی بھلائی کے پیچھے وقف کر دیا تھا۔ کوئی بات بھلائی کی آدمی کر لئے ہو وہ آگے
ہمدردل وجان سے مدد ہی کرنے کو موجود ہوتے ہیں کشادہ دل فراخ حوصلہ فیاض ایسے ہوتے ہیں کہ
رات دن بنی آدم کے ساتھ ہمدردی میں مشغول رہتے ہیں غریب مفلس محتاج ننگے بھوکے۔ ذات سے
باہر مسرف دل شکستہ محبت کی نگاہ ڈالتے ہیں۔ انکو دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے
اُس ان کی مردہ دلی میں جان آتی ہے چین آرام اُن کو معلوم ہوتا ہے اُنکے امراض گھٹتے ہیں
تسلی تشفی ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کیا ہمدردی نیکی ہمدردی میں کوئی اُنکی اپنی غرض شامل نہیں ہے +

(۵) ہماری ملکہ معظمہ قیصرِ ہند میں ادنیٰ اور اعلیٰ کے ساتھ ہمدردی کرنے کا وصف ایسا ہی کہ
اس زمانہ میں دنیا کے کسی بادشاہ میں نہیں ہے وہ اپنے ادنیٰ ادنیٰ نوکروں کے ساتھ جیسے کہ باورچی۔
جوان بھائی درزی موچی خدمتگار ہیں وہ الفت اور شفقت کرتی ہیں کہ جیسے کوئی برابر کا
سلوک کرتا ہے اس جاہ و جلال کے ساتھ اپنے تئیں ایسا متواضع اور فروتن منکسر بنانا نہایت دشوار
ہے پھر خوبی یہ ہے کہ وہ ہمدردی بغیر ضابطہ بے تکلف و تصنع کرتی ہیں اُن کی غرض اس سے یہ نہیں
ہوتی کہ میں جو رعایا کے ساتھ ہمدردی کرتی ہوں تو وہ اُسکی تعریف و تحسین کریں۔ وہ بعض دفعہ
تعزیت کیلئے اپنے دوستوں کے گھر گئی ہیں تو بے اختیار اُنکی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے ہیں اور سینہ سے
آہیں نکلی ہیں وہ ہمدردی کرنے میں اپنی شان و شکوہ کا ذرا خیال نہیں کرتیں۔ اگر اُنکی اس
کی حکایات لکھی جائیں تو ایک کتاب اخلاق بن جائے۔

(۶) ہمارے غریب آدمی ہونگے ہمدردی خوب کر سکتے ہیں اسلئے کہ وہ حقیقت میں ایک ہی درد میں مبتلا
ہو کر دکھ کو خوب سمجھتے ہیں۔ جو امرا فیاضوں کی خیرات کا ذکر خلق بہت کیا کرتی ہے

اگر غریبوں کی خیرات کرا کے اُنکی یہہ صفت نہیں محتاجوں [illegible]

ہمدردی ہوتی ہی وہ کبھی دولتمندوں میں نہیں ہوتی اپنی مزدوری [illegible]

کی محنت مزدوری سے جو کچھہ اُن پاس جمع ہوتا ہی اُسکو بھی وہ دوسروں کی مصیبت [illegible]

خرچ کر ڈالتی ہیں وہ اپنی بیمار بھائیوں کی خدمت ایسی محبت سے کرتے ہیں کہ [illegible]

ہوتی ہی خاص کر یہ صفت غربا کی عورتوں میں زیادہ ہوتی ہی وہ ایسی خصلت میں اپنی [illegible]

خود محتاج ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتی ہیں اُن کے صبر و تحمل کا سمجھنا مشکل ہی [illegible]

سمجھہ ہی نہیں سکتے اور یقین بھی نہیں کر سکتے + اشعار

آنکہ در راحت و تنعم است	او چہ داند کہ حال گرسنہ چیست
حال درماندگان کسے داند	کہ باحوال خویش درماند

(۶) مسالمت

جسوقت آرا مختلفہ کا تصادم ہوا اور متفرقہ کا تراکم ہو تو جو مجاملت اور مجاہلت ہو اُسکو مسالمت کہتے ہیں یعنی جسوقت رائیں گوناگوں اور ہوا ہے نفسانی بوقلموں جمع ہوں اسوقت نفس کا [illegible] جمیل کام کا کرنا مسالمت یعنی صلح آشتی چاہنا کہلاتا ہی۔ مسالمت کو صلح کل بھی کہتے ہیں +

(۱) آدمی اینٹوں کی طرح تو سانچے میں ڈہلے نہیں جاتے کہ سب کی صورتیں ایکسی ہوں اگر ایسا ہوتا دنیا کا کارخانہ بھنڈ ہو جاتا۔ اسلیے ایک ہی ملک میں انسان ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکی عقل اُنکی [illegible] شوق اُنکی رائیں اُنکے اوضاع و اطوار اُنکی صورتوں اور چہروں سے زیادہ مختلف ہوتے ہیں پھر مختلف ملکوں کے باشندوں کے اندر اور بھی زیادہ تخالف و تضاد ہوتا ہے اُنکے سوا [illegible] خودفہمیدگیوں مقصدوں طریقوں میں اختلاف ہوتا ہے [illegible] دلوں میں اختلاف رہیگا تو ان سب باتوں میں جنمیں آدمی [illegible] جب تک زمین پر طول و عرض ملک مختلف قدرتیں رہینگے تب تک [illegible] اغراض مختلف رہینگے جب کسی قوم کسی فرقے کسی شخص [illegible]

Marfat.com

ہوتے ہیں ہم کو چاہئے کہ ایک عالی حوصلگی اور فراخ دلی کے ساتھ اپنی مسالمت پیدا
کی چاہیے اگر ہمکو یہ یقین ہوجا کہ ہمارے مخالف غلطی پر ہیں مگر وہ اپنی غلطی کو سچے دل سے صحیح سمجھتے ہیں تو
انکے ساتھ ہمکو مسالمت برتنی چاہئے ان کی راست بازی کی داد دینی چاہیئے۔ مسالمت ایک اعلیٰ درجہ کی
نیکی ہے کہ جسکے سبب سے ہم اپنے مخالفوں کی برداشت کرتے ہیں جنکے طریقوں کو ہم نہیں پسند کرتے ہیں جہاں
موت حیات کے معاملات عظیم میں اختلاف آپڑا ہو وہاں مسالمت کا اختیار کرنا زیادہ دقت رکھتا ہے
علوم میں فلسفہ میں اعتقادات میں کسی بات اندر کوئی شخص ہمارے ساتھ اتفاق نہیں کرتا تو فقط اسی پر
خاتمہ کرنا چاہیے کہ ہم ایسے اتفاق کرنے پر اختلاف کرتے ہیں ہمکو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم سب
انسان سہو و خطا سے خالی نہیں ہیں ہم اور وہ دونوں ایک ہی طرح کی غلطیاں کرسکتے ہیں پس ہمکو
ان کی غلطیوں کی برداشت کرنی چاہیے۔ ہم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور
آپس میں بھائی بھائی ہیں اسلئے ہمکو برادرانہ اتفاق رکھنا چاہیئے پنچ تنتر میں لکھا ہے کہ سفلے تنگدل
کسی سے یہ پوچھا کرتے ہیں کہ تو ہماری قوم کا ہمارے فرقہ کا ہمارے خاندان کا آدمی ہے مگر کشادہ دل
فراخ حوصلہ کل بنی آدم کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔

(۲) مذہب میں سب سے زیادہ دشوار مسالمت ہے۔ یورپ جب نہایت شائستہ و مہذب ہوگیا تو آخر اس
زمانہ میں یہ مسالمت مذہبی پیدا ہوتی ہے مگر پھر بھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں مٹ بھیڑ ہو جاتی ہے۔ یہ مسالمت
مذہبی زمانہ حال کا تحفہ جدید ہے۔ پہلے زمانہ کی طرح مخالفان مذہبی کو نہ جلاتے ہیں نہ گولی سے
اڑاتے ہیں نہ پہیوں کے تلے زندہ ڈلواتے ہیں نہ اور تعزیر دیتے ہیں لیکن اب بھی ان کے باب میں غلط
بیانی کرتے ہیں انکی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان پر الزام لگاتے ہیں وہ قومیں بھی جو ایک ہی خدا تعالیٰ
کی عبادت کرتے ہیں جزئیات کے اختلافات کے سبب سے آپسمیں ملنا چھوڑ دیتے ہیں اور یہ پابندی لیتی
ہیں اور آپسمیں کوئی معاملہ نہیں کرتے عیسائی باپ بیٹوں کی حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو
مختلف گرجاؤں میں لے گیا وہاں دیکھا کہ مختلف گرجاؤں میں مختلف طور سے عیسائی عبادت کرتے
ہیں بیٹے نے باپ سے پوچھا کہ یہ سب عیسائی ایک جگہ ایک طور سے کیوں نہیں عبادت کیا کرتے۔ باپ نے

Marfat.com

... جب وہ ... [illegible]

رکھتے ہیں۔ سب آدمی ایک سا لباس نہیں پہنتے۔ سب ایک گھنٹے اور گھڑیاں نہیں ... [illegible]
نہیں بہلاتے۔ ان چیزوں میں انکو اختیار کا حق دیا گیا ہے ایسے ہی انکو یہ استحقاق حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ کی
جس طرح چاہیں کریں یہ خاص انکا اپنا ذاتی کام ہے اس میں کسی کو دخل نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا
تم اپنے دل و جان سے میری عبادت کرو کوئی خاص صورت اور طور اسکا نہیں مقرر کیا۔ اس میں ہر شخص کو اجازت
دی گئی ہے کہ جس طور اور طریقہ کو اپنی طبیعت اور رائے سے پسند کرے اسکے موافق عبادت کرے۔ پس
ہر شخص اپنے طریقہ سے جو اسکو پسند آتا ہے عبادت کرے اسکو ضرور نہیں ہے کہ دوسرے کی پسند کے
موافق عبادت کرے۔ مذہب ایک ایسی چیز ہے کہ جسمیں آدمیوں کا اختلاف رہا ہو۔ پھر ان باپ بیٹوں
نے دیکھا کہ ایک آدمی سخت مصیبت و بلا میں مبتلا تھا اور اسکی وہ عیسائی جنکو اپنی طرح سے عبادت
کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ بالاتفاق طرح طرح سے خدمت کر رہے ہیں اس پر باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ گو
خدا کی عبادت کے طریقوں میں عیسائیوں میں اختلاف ہے مگر انسانوں کے مصائب دور کرنے میں اتفاق ہے

(۳) حضرت شیخ سعدی نے رسالت کے باب میں یہ حکایت خوب لکھی ہے +

شنیدم کہ یک ہفتہ ابن السبیل	نیامد بہ مہماں سرائے خلیل
ز فرخندہ خوئی نخوردے پگاہ	مگر بینوائے در آید ز راہ
بروں رفت ہر جانبے بنگرید	بر اطراف وادی نگہ کرد و دید
بہ تنہا یکے در بیاباں چو بید	سر و موئیش از برف پیری سفید
بدلداریش مرحبائے بگفت	برسم کریماں صلائے بگفت
کہ اے چشمہائے مرا مردمک	یکے مردمی کن بنان و نمک
نعم گفت و برجست و برداشت گام	کہ دانست خلقش علیہ السلام
رقیباں مہماں سرائے خلیل	بعزت نشاندند پیر ذلیل
بفرمود و ترتیب کردند خوان	نشستند بر ہر طرف ہمگناں

Marfat.com

چو بسم اللہ آغاز کردند جمع ‏ ‏ بیامد ز پیرش حدیثے بسمع

چنیں گفت اے پیر دیرینہ روز ‏ ‏ چو پیراں نبی بینمت صدق و سوز

نہ شرط است وقتے کہ روزی خوری ‏ ‏ کہ نام خداوند روزے بری

بگفتا نگیرم طریقت بدست ‏ ‏ کہ نشنیدم از پیر آذر پرست

بدانست پیغمبر نیک فال ‏ ‏ کہ گبر ست پیر تبہ بودہ حال

بخواری براندش چو بیگانہ دید ‏ ‏ کہ منکر بود پیش پاکاں پلید

سروش آمد از کردگار جلیل ‏ ‏ بہ ہیبت ملامت کناں کاے خلیل

منش دادہ صد سالہ روزی و جاں ‏ ‏ ترا نفرت آمد از و یک زماں

گر آدمی برد پیش آتش سجود ‏ ‏ تو با پیش چرا می بری دست جود

(۴) مذہبی مسالمت کے نہ ہونے سے کچھ کم خرابیاں نہیں پیدا ہوتیں اسکے خیالات کی آزادی ادائے تجارت کی آزادی پابزنجیر ہوتی ہے اور انسان کے جو بیش بہا حقوق ہیں اُنمیں خلل پڑتا ہے اور دل کی آزادی اور اعمال کی آزادی جاتی رہتی ہے جب کسی قوم میں یہ مسالمت نہیں ہوتی تو اُنمیں ہمدردی نہیں ہوتی اُنکی ترقی رُک جاتی ہے عدم مسالمت کی افراط اُنکو برباد کرتی ہے۔ ملک سپین کے حال دیکھو کہ کسی زمانہ میں وہ سب سے یورپ کے ملکوں کا سرتاج تھا۔ لیکن بے وقوفی۔ خود غرضی اور مذہبی تعصب نے ہر جگہ اُس کا پیچھا پکڑا اور اُس کا انجام یہ ہوا کہ وہ برباد ہو گیا۔ جس سے خوب ثابت ہوتا ہے کہ مذہبی مسالمت کا نہ ہونا جانی دشمن ہے۔ سپین نے چار دفعہ اپنی ساری قدرت کو کلیسا میں صرف کیا اور چاروں دفعہ اُس کو صدمہ پہنچا۔ اُنھوں نے یہودیوں کو خارج کر دیا جس کے ساری دولت مند مہاجنوں اور اعلیٰ درجہ کے سوداگروں سے وہ محروم ہو گئے۔ مسلمانوں کو ملک سے نکال دیا جسے وہ عمدہ مزارعین سے محروم ہو گئے۔ اُن کے خارج ہونے سے زراعت پر آفت آگئی تمام ملک ویران ہو گیا فقط اسپین قزاق اور رہزن آباد رہ گئے۔ غرض یوں تجارت

Marfat.com

اور زراعت دونو ہمیشہ کے لئے تباہ ہو گئیں انگلستان کرنے کے لئے جو ہر اسکی آزادی اور ... قوت جسمیں وہ ساری دنیا سے سبقت لے گئی تھی خاک میں مل گئی اور اسکو انگلینڈ اور ہولینڈ نے چھین اور آپسمیں تقسیم کر لیا۔ نذر لینڈ میں جو اُس نے ظلم و ستم اختیار کیا تو اُس سے مخالفت کا بازار گرم ہوا اُسکی سپاہ کو پریشان کر دیا اور ایک ایسی سلطنت قائم ہو گئی جو تجارت۔ ذہانت شجاعت اور مذہبی آزادی میں نامور ہوئے +

(۵) سب آدمیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی ہمدردی کے احاطہ کو تنگ نہ رکھیں اور آدمیوں سے احمقانہ نفرت اور تعصب نہ کریں۔ ایک سچا دشمن سرد مہر دوست سے اچھا ہوتا ہے۔ مگر آدمی کو کسی سے دشمنی کرنی نہیں چاہئے نیک مرد اپنے تئیں برائیوں سے پاک رکھتے ہیں اور آدمیوں اور گروہوں میں جنسے کہ انکی ایک قسم کی مخالفت ہوتی ہے خوبیوں اور نیکیوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بعض آدمیوں میں یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ اُن دو آدمیوں کے عزیز ہوتے ہیں جنکے درمیان سخت عداوت ہوتی ہے۔ تم کبھی اپنے ابنائے جنس کے بڑے بڑے گروہوں اور جماعتوں کی تحقیر و توہین نہ کرو۔ اس قسم کی توہین گو بزرگانہ معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ طفلانہ ہے۔ اگر کسی شخص کی مخالفت میں ساری دنیا تیار بنا رہی ہو تو بھی تم اسکی خاطر داری کرنے سے دل میں انکار نہ کرو۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے گروہ و جماعت میں سے ہو جسکو ہر شخص حقیر و ذلیل جانتا ہو اور علی العموم اس کا ذکر برائی کے ساتھ ہوتا ہو جیسے کہ خاص حالتوں میں بڑے بڑے بزرگوں اور لائق آدمیوں کی نسبت بُرا ہوتا ہے تو وہ مستحق اسکا ہے کہ تم اسکے ساتھ دوستانہ انصاف کرو۔ یہ خدا کا حکم ہے کہ سب آدمیوں کی عزت کرو یہ حکم بالکل دانائی اور پاکیزگی سے معمور ہے۔ مگر اس حکم کی بجا آوری جبتک نہیں کر سکتے کہ سب آدمیوں کے جاننے میں کوشش نہ کرو۔ تم کسی آدمی سے واقف نہیں ہو سکتے جبتک اسکی خوبیوں کو برادرانہ نظر التفات سے نہ دیکھو۔ بس یہی حکمت اخلاق کا اصل اصول ہے اور سب دولتوں سے بہتر دولت ہے۔

(۶) زندگی کے کاروبار خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے دونوں میں سلامت کے عزم کی یکساں ضرورت ہے

بہانتک کہ مدرسے کے لڑکوں کو بھی اکثر موقعوں پر اسکی ضرورت پڑتی ہے۔ اس حکایت سے
اس امر کی توضیح ہوتی ہے کہ ایکدفعہ کسی لفظ کے املا کی بابت دو لڑکوں میں بڑا جھگڑا پڑا ایک کہتا تھا
کہ اسطرح لفظ صحیح ہے دوسرا کہتا کہ اسطرح۔ آخر کو کتابیں لفظ کی املا دیکھنے کے لئے لائی گئیں تو
ہر طالب علم کا املا بتلانا اپنی کتابوں کے موافق درست تھا مگر ایک کتاب میں لفظ کا املا غلط چھپا ہوا
تھا۔ اسپر استاد نے کہا کہ یہ ایک ادنیٰ مثال عدم مسالمت کی ہے جسکی بڑی بڑی مثالیں
دنیا میں موجود ہیں۔ ہر طالبعلم اپنے تئیں سچا جانتا تھا اور سچے جاننے کی وجہ بھی صحیح درست
رکھتا تھا اور ان دونوں میں سے ایک بھی غلطی پر نہ تھا۔ ہر ایک اپنی کتاب میں اپنی آنکھوں سے
اس لفظ کو دیکھتا تھا اور یہی شہادت یعنی ہر ایک کے واسطے کافی تھی۔ مگر ایک کی شہادت کو
دوسرا نہ جانتا تھا نہ مانتا تھا اسی سے یہ حماقت پیدا ہوتی ہے کہ ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ ہر شخص
وہی اور اسی طرح خیال کرے جسطرح ہم خیال کرتے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک ہی طرح کے
دلائل ہوتے ہیں اور ان دلائل کا ایک ہی سا اثر جو ہم پر ہے وہی انپر ہے۔ اگر وہ ایسے دلائل اپنے
پاس رکھتے ہیں کہ جنکو ہم نہیں جانتے اور وہ ہمارے دلائل سے ناواقف ہیں جنکی نسبت وہ ہماری
سی رائے نہیں رکھ سکتے تو وہ اسطرح خیال نہیں کر سکتے جسطرح ہم خیال کرتے ہیں۔ ایسے رہنے
اور گریز چاہتے کہ ہم اور ونکو سزا دینے میں اسوجہ سے کوشش کریں کہ وہ اسطرح دیکھتے اور خیال نہیں کرتے
جس طرح ہم دیکھتے اور خیال کرتے ہیں سراسر ظلم و ستم ہے۔ پس تمکو اس سے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ
ہم کبھی اسبات پر خفا و ناراض نہ ہوں کہ کسی شخص کی رائے ہماری رائے کی مخالف ہے کبھی اسبات پر
غصہ نہ کریں کہ ہم جس شخص کی رائے بدلنی چاہتے ہیں وہ رائے نہیں بدلتا اور جو شخص تم سے مخالفت رائے
رکھتا ہے ہرگز ہرگز اسکو تکلیف و نقصان نہ پہونچاؤ اور اسکے ساتھ بھلائی کرنے میں دریغ و تامل نہ کرو۔ یہ بڑی
آفت ہے کہ ہر شخص اپنے آئین کو حق جانکر اور بندگان خدا کی دل آزاری پر کمر باندھی اور اونکی خونریزی اور آبرو
ریزی کو اپنی دینداری کا غازہ بنائے۔ اگر آئین مخالف برگزیدہ ہو تو اسکے اختیار کرنیوالوں کے خون سے کیوں اپنے
دست آلودہ کریں اور اگر آئین انکا غلط ہو تو انکو بیمار نادانی سمجھکر مہربانی کرنی چاہئے نہ کہ ستمگری اور خونریزی

غرض شتر شتی اور خیر سخی کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے صلح کل کا مذہب سب سے اچھا ہے جب ہمارا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے آئین و رائے و مذہب میں مخالف ہے تو فقط اس جانب سے کہ ہم میں اور اس میں مخالفت ہے اور زیادہ پرخاش نہ کریں +

(۷) سخاوت - فیاضی

جواں مرد و خوش خلق و بخشندہ باش	چو حق بر تو باشد تو بر خلق باش

(۱) سخاوت کے معنی اعلیٰ درجہ کی خیر خواہی خلائق کے ہیں حقیقت میں خود فراموشی کا نام سخاوت ہے۔ وہ ابنائے جنس کے ساتھ ہمدردی کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس کا اظہار اوروں کی اغراض پر خیال کرنے سے ہوتا ہے۔ عدالت و سخاوت کے باہمی تعلق کی بابت مقولہ مشہور ہے کہ اول عادل ہو پھر سخی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اول ہم کو سب کا حق واجب ادا کریں۔ اور پھر اُن کی خوشدلی بڑھانے کے لئے ان کی امداد و اعانت کے زیادہ درپے ہوں مگر عدالت کی حد سے تجاوز کر کے اپنے ہمسایوں کو فائدہ پہنچانا کچھ کم احسان کرنا نہیں ہے۔ ہم سب خدا کی مخلوق ہیں سب طرف سے رنجوں و مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں محتاج بیکس بے بس ہیں۔ یہ ہماری زیست کا قانون ہے کہ ہم احتیاج مندوں کی حاجت روائی میں امداد کریں سارے انسانوں کی جو ایک بڑی برادری ہے۔ اُنمیں ہمکو اپنے ہمسایہ سے ایسی محبت کرنی چاہیے جیسی کہ اپنے سے۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی محبت کرنی چاہیے اور اُنکے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے۔ اگر ہم اُنسے محبت کریں جو ہم سے محبت کرتے ہیں تو اسمیں ہماری شکر گزاری کیا ہے یہ تو گناہگار بھی کرتے ہیں لیکن دشمنوں سے محبت کرنا اور جو ہم پر لعنت کرتے ہیں ان پر رحمت بھیجنا اُن کے ساتھ بھلائی کرنا جو ہم سے نفرت کرتے ہیں ان کے واسطے دعا کرنی جو ہم کو ذلیل و خوار جانتے ہیں ان سب باتوں کے کرنے میں خدا تعالیٰ کے اخلاق کی پیروی کرنی ہے +

شعر

بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردی احسن الی من اسا

خدا تعالیٰ اپنے آفتاب کو سب بُرے بھلوں پر یکساں چمکاتا ہے اور عادل اور ظالم پر ایک ہی سا مینہ برساتا ہے پس یہی محبت و سلوک آدمی کے ساتھ آدمی کی سخاوت ہے۔

Marfat.com

... محتاجوں کی امداد خیرات دے کر نا سخاوت میں داخل ہے۔ مگر خیرات دے کچھ شرط سخاوت نہیں ہے سچی سخاوت ایک دل کی نیکی کا نام ہے وہ ہاتھ کے دینے کا نام نہیں ہے خیرات اور بخشش اظہار سخاوت ہے مگر کچھ حقیقت میں سخاوت نہیں ہے۔ ایک شخص بہت سی دولت غریب آدمیوں میں تقسیم کر کے بھی سخی نہیں ہوتا اور ایک آدمی بغیر کسی مال کے دینے کے سخی ہو سکتا ہے مصرعہ تونگری بدل است نہ بمال۔ سخاوت ایک دلی خیر خواہی خلائق کا نام ہے یا روحانی فیاضی کا جس سے کہ ہم میں محبت اور یاری۔ یاوری اور آدمیوں کے ساتھ کرنے کی خواہش ہوتی ہے خصوصاً اُن کی جو ہماری اعانت وعنایت کے محتاج ہوں۔ سخاوت یہی ہے کہ غم زدوں کی غم خواری اور بیماروں کی تیمارداری کریں جن بچوں کے سر سے ماں باپوں کا سایہ اُٹھ گیا ہو اُن کو اپنے سایہ میں لائیں۔ وہ حقیقت میں ایسے فرومانده ہیں جیسے کہ درخت بن جڑ کا ہوتا ہے۔ ہم کو اُن کے رخساروں کا غبار دھو کر بوسہ لینا چاہیے۔ اگر وہ روئے تو ناز برداری کرو غصہ ہو تو بردباری کرو۔ بیواؤں کی خبرگیری و دستگیری کرو۔ اور ہر طرح کے حاجت مندوں کی حاجت روائی کرو +

(۸) وفا

انجاز مواعید وقضاء حقوق کا نام وفا ہے یعنی کوئی وعدہ کیا جائے تو وہ پورا کیا جائے اور جو کام سپرد کیا جائے اُسکے کرنے کا حق پورا ادا کیا جائے یہ ایک بڑی نیکی ہے۔ مگر اُن نیکیوں میں نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی نظر میں زیادہ آئے اور تحسین اور آفرین کا آوازہ بلند کرائے۔ یہ ایک ایسی خوشی ہے کہ شہرت طلب اس سے ناآشنا ہیں اس میں اور آدمی غل مچا مچا کے تعریف نہیں کرتے بلکہ آدمی کا دل تعریف کرتا ہے جس سے نہایت مسرت حاصل ہوتی ہے۔ سچی دیانت کا امتحان وفا ہی سے ہوتا ہے کہ ایک کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ مگر اس میں ذاتی منفعتیں ایسی صورت زیبا دکھاتی ہیں کہ نیت بگڑتی ہے۔ مگر وفا اعتبار کو جانے نہیں دیتی۔ اور بے دیانتی کے شیطان کے بہکانے میں نہیں آنے دیتی۔ غرض وفاداری آدمی سے بڑے استقلال اور ہمت کے کام نہایت دیانت اور امانت سے کراتی ہے +

Marfat.com

(۹) سچا بھلا مانس یا شریف

(۱) سب وقت سچا بھلا مانس بڑا شستہ زور ہوتا ہی۔ وہ ہر وقت بھلا مانس ہی ہوتا ہے محل خوف و خطر میں وہ متغیر نہیں ہوتا حاجت و ضرورت کی حالت میں وہ نہیں بدلتا غرض بھلمنسائی خود ایک جاہ و عظمت ہی جسکا دل ہر معزز ادب کرتا ہی اور وہ لوگ جو بڑے بڑے القاب و خطاب اون کا ادب نہیں کرتے وہ بھلے مانس اشراف کا ادب کرتے ہیں اُسکے اوصاف کچھہ وضع طرح پر موقوف نہیں ہوتے بلکہ اخلاق کی خوبی اور لیاقت پر۔ اور ذاتی صفات پر نہ خاندان و املاک پر۔ وہ راہ راست پر چلتا ہی۔ وہ راستی سے کام کرتا اور دل میں سچ بولتا ہی غرض وہ راست کردار۔ راست گفتار۔ راست رفتار ہوتا ہی۔ وہ گھر کے اندر اور باہر نہایت نیک کام کرتا ہی۔ اور اشرافانہ کام کرنے پر بڑی توجہ کرتا ہی

(۲) اشراف بھلا مانس حسب قاعدے اپنا ادب کرتا ہی اُسی قاعدے اوروں کا۔ اُس کو اپنی عزت و شرافت کا بڑا لحاظ و پاس ہوتا ہی اسلئے وہ کمینگی اور سفلگی کی حرکت نہیں کرتا اور افعال اور کلام کی پسندیدگی کا پیمانہ برابر رکھتا ہی۔ اُس کو ایچ پیچ۔ ہیر پھیر کی باتیں بنانی نہیں آتیں وہ تین پانچ کرنی نہیں جانتا۔ بلکہ جو بات کہتا ہی اور جو قسم کرتا ہی اُنمیں راستی اور سچائی ہوتی ہی کسی طرح کا لوث اُسمیں نہیں ہوتا۔ اُسکی بات ایک قانون کا حکم رکھتی ہی۔ اپنے مناسب موقعوں پر وہ نفیں بھی دلیرانہ کہتا ہی۔ کوئی بھلا مانس رشوت نہیں لیگا۔ یہ پاجی کمینوں کا کام ہے کہ وہ رشوت لیکر اپنے تئیں رشوت دینے والوں کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ ڈیوک ولنگٹن جو دکن کی لڑائیوں کے سپہ سالار تھے جب اس اسیا کی لڑائی کا خاتمہ ہوا تو ایک دن صبح کو وزیر نظام حیدرآباد اس غرض سے اُن پاس آیا کہ نظام اور مرہٹوں کے سرداروں کے درمیان جو صلح نامہ لکھا گیا ہی اُس میں نظام کے واسطے کتنا ملک اور حقوق اُنھوں نے چھپائے ہیں اِس راز کے بتلانے کے لئے دس لاکھ روپئے پیش کئے۔ ڈیوک صاحب نے وزیر کی طرف کئی سکنڈ تک مہربانی کی نگاہ سے دیکھا اور یہ فرمایا کہ غالباً آپ کو اپنے آقا کے راز کا مخفی رکھنا آتا ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ بیشک آتا ہی۔ پھر انھوں نے ارشاد کیا کہ آپ مجھکو بھی ایسا ہی سمجھا

Marfat.com

خیال کریں۔ اور وزیر کو سلام کر کے رخصت کیا +

(۳) اصل شرافت اور بھلمنسائی کے لئے دولت اور منصب جاہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک غریب آدمی بھی اپنی زندگی کے روزمرہ کے کاموں میں اور نیت و عزم میں بھلا مانس ہو سکتا ہے۔ سچے بھلامانس ہونے کے لئے دیانت صداقت۔ راست بازی۔ خوش خلقی۔ اعتدال۔ دلیری۔ خودداری۔ خودامدادی و ہمت کی ضرورت ہے غریب آدمی عالی ہمت والا فطرت ہونے سے اس امیر سے بہتر ہو سکتا ہے جو پست فطرت اور دون ہمت۔ وہ ہر چیز کی امید رکھتا ہے اور خوف کسی چیز سے نہیں کرتا ہے اور یہ امید کسی چیز کی نہیں رکھتا ہے اور ہر چیز سے خوف کرتا ہے۔ پس جو شخص اپنے ارادہ و ہمت میں پست ہے وہ حقیقت میں غریب ہے۔ کسی شخص کا پاس سے سب کچھ جاتا رہے مگر اسکی دلیری و ہمت خوش مزاجی۔ امید نیکی خودداری باقی رہے تو وہ دولتمند ہے۔ ان باتوں کے ہونے سے اسکے اعتبار میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ وہ اپنی ہمت سے سچی شرافت کو نباہے جائیگا۔

(۴) غریبی کے لباس میں بھی بعض آدمی بڑے سچے اشراف بھلے مانس ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دریا ایسا طغیانی میں آیا کہ اسکا پل ٹوٹ کر بہہ گیا صرف بیچ کی محراب باقی تھی جس پر ایک بھلے مانس کا گھر بنا ہوا تھا بنیاد میں لغزش آچلی تھی۔ مکان ڈھینے کو تھا۔ اہل خانہ کھڑکیوں میں سے سر نکال کر امداد کے لئے دہائی دے رہے تھے کہ ایک امیر آدمی نے یہ کہا کہ جو شخص ان مصیبت زدوں کو بچا کر لے آئے گا تو میں اس کو ہزار روپیہ انعام دونگا۔ ایک غریب کسان نے مکان کا یہ حال دیکھ کر ایک کشتی لی اور اس میں بیٹھ کر مکان کے پاس گیا اور سب مکان والوں کو صحیح سلامت کنارہ پر لے آیا۔ اس وقت امیر نے کسان سے کہا کہ شاباش کیسے تم بہادر اور جوانمرد ہو یہ انعام لو مگر اس بھلے مانس کسان نے کہا کہ میں اپنی جان نہیں بیچتا۔ یہ روپیہ ان آفت زدوں کو دیجیے جنکو میں بچا کر لایا ہوں۔ جنکے پاس کچھ نہیں بچا۔ بس اس شرافت نجابت تھی گو لباس ایک غریب کسان کا تھا۔

(۵) دو ہزار برس گذرے کہ ارسطو نے جو سچے بھلے مانس کا چربہ بنایا تھا ویسا ہی ابتک چلا آتا ہے کہ سچا بھلا مانس وہ ہے جو اپنی اقبال اور ادبار کی حالت میں اعتدال کو ہاتھ سے نہ دے۔ وہ اس بات کو جانتا ہو کہ آدمی کس طرح شریف ہوتا ہے اور کس طرح ذلیل۔ نہ وہ اپنی کامیابی سے خوش ہوتا ہے

Marfat.com

ناکامی سے رنجیدہ — نہ وہ خوف ایسی میں [illegible] احتیاط کرتا ہی - وہ کم گو ہوتا ہی اور سہج سہج باتیں کرتا ہی مگر برمحل بات کہتا ہی وہ اس دل میں ہے اور اُس کا اظہار دلیرانہ کرتا ہی - وہ کسی چیز کو بُرا نہیں جانتا - وہ اپنی مصیبتوں سے چشم پوشی کرتا ہے وہ اپنا ذکر کم کرتا ہی اسلئے کہ اُسکو پروا اُسکی نہیں ہوتی کہ لوگ میری تعریف کریں اور نہ اس کی کہ اوروں کی ہجو ہو - وہ ادنیٰ باتوں کا کچھ ذکر نہیں کرتا اور کسی سے مدد نہیں چاہتا

(۶) اگرچہ بہت سی کسوٹیاں ایسی ہیں کہ جنسے کسی کے بھلے مانس ہونے کا امتحان ہو سکتا ہی مگر صرف یہ ایک سچی کسوٹی اُسکی ہی کہ جو اُسکے ماتحت ہیں اُن پر وہ اپنے اختیار کو کس طرح کام میں لاتا ہی - بچوں اور عورتوں کی مدارات کس طرح کرتا ہی - افسر بنکر اپنے ماتحتوں سے کسطرح پیش آتا ہی - آقا بنکر نوکروں کے ساتھہ کیا سلوک کرتا ہی معلم ہو کر اپنی شاگردوں کے ساتھہ کیا طور برتتا ہی غرض ہر حال میں وہ اپنی کمزوروں کے ساتھہ کیا برتاؤ کرتا ہی ہوشیاری تحمل شفقت جو اپنی اختیار و حکومت کے ساتھہ وہ کام میں لائیگا وہ اُسکی شرافت و بھلمنسائی کی معیار کامل ہوگی - ایک بڑا عالی شان شخص ایک بھیڑ میں جاتا تھا کہ اُسکا پیر ایک نوجوان کے پانوں پر پڑ گیا اس نوجوان نے ایک تھپڑ اُسکے مُنہ پر لگایا تو اس بھلے مانس نے کہا کہ تمکو میرے تھپڑ مارنے کا نہایت افسوس ہوگا جب تم کو معلوم ہوگا کہ میں اندھا تھا - جو شخص ان ضعیفوں کو ستاتا ہی جو اُنکا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ گنوار ہی وہ شریف نہیں ہے جو شخص بیکسوں اور کمزوروں پر ظلم کرتا ہی وہ نامرد ہی سچا مرد نہیں ہے - جو نیک دل ہیں اُنکو اپنی اختیار اور قدرت کا علم زیادہ تر خصائل میں نیک بناتا ہی اور وہ اپنی اقتدار کو نہایت عقل و ہوش و احتیاط سے کام میں لاتے ہیں یہ ایک عمدہ بات ہی کہ ایک آدمی میں دیو کا زور ہو لیکن اُسکو دیو کی طرح کام میں لانا ظلم و قہر ہے +

(۷) اشراف سچے بھلے مانس کی خصلت میں یہ خوب جوہر چمکتا ہوتا ہی کہ وہ اوروں کی دل داری کا پاس بہت پاس رکھتا ہی اُن کا مذہب ہوتا ہی - شعر

مباش درپے آزار و ہر چہ خواہی کن	کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

Marfat.com

آئین ماست دل چو آئینہ داشتن		کفر است در طریقت ما کینہ داشتن	

وہ اپنے سے کمتر آدمیوں اور متعلقین و ملازمین اور دوستوں کی خاطر داری اور ما وجب ادب کرتا ہے کسی کے دل کو درد نہیں پہنچاتا۔ دل آزاری کو بڑا گناہ جانتا ہے۔ اوروں کی چال چلن کی خطاؤں کے رد کرنے کے لئے وہ اپنا نقصان گوارا کرتا ہے۔ اوروں کے عتاب اُٹھانے میں سر تابی نہیں کرتا۔ جو آدمی کہ اُس کی برابر خلائق کو نفع نہیں پہنچاتے اُن کے ضعف و نقصوں و غلطیوں کا متحمل ہوتا ہے۔ حیوانوں پر بھی رحم کرتا ہے۔ کبھی اپنی دولت کی اپنی حکومت کی و اقتدار کی اپنی عطا و بخشش کی شیخی نہیں مارتا اوروں کی نسبت بُرا خیال نہیں کرتا۔ اوروں کے عیبوں سے چشم پوشی کرتا ہے۔ کسی کے عیبوں کی تلاش نہیں کرتا

(۱۰) اہل منزل یعنی کنبے کے حقوق ادا کرنا

اولش حق واجب مطلق		واجب آمد ز آدمی شش حق	
وان ہُشتا دو شاہ و پیغمبر		بعد ازان حق مادرست و پدر	

(۱) ہم نے اول بیان کیا ہے کہ تعلقات سے سارے فرائض پیدا ہوتے ہیں بس اپنے گرد کے لوگوں کے تعلقات سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں انھیں لکھتے ہیں۔ سب سے چھوٹا دائرہ کنبے کا اُس کے گرد ہے جسمیں ماں باپ بچے رشتہ دار اور نوکر موجود ہیں۔ اُسکے بعد ہمسایوں کا دائرہ۔ اور اُس کے بعد اپنے شہر کے رہنے والوں کا دائرہ۔ اُس کے بعد اپنے اہل ملک کا دائرہ۔ اور اُس کے بعد سب سے زیادہ فراخ بنی آدم کا دائرہ۔ جتنا دائرہ بڑا ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی تعلقات تھوڑے ہوتے جاتے ہیں اور آخر کو چند ہی فرائض عام رہ جاتے ہیں جو نوع بشر کے لئے ہم کو ادا کرنے باقی رہتے ہیں جیسے دائرے سکڑتے جاتے ہیں اُتنا ہی تعلقات کا تعداد اور تشدد بڑھتا جاتا ہے۔ کنبے کے بے شمار فرائض ہیں۔ سچ یہ ہے کہ گھر سب سے اول اور اچھا مکتب آدمی کی تعلیم کے لئے ہے۔ اگر ہم اپنے فرائض کا ادا کرنا چاہینگے تو ہم اپنے گھر ہی میں محبت کا۔ اپنی نفس کشی کا اوروں کی خبر گیری کا بردباری و صبر کا خوشی و خرمی کا سبق پڑھینگے۔ اور اُس کی مشق ہر روز وہیں کریں گے۔ کیا مبارک وہ گھر ہے جس میں

محبت شفقت صداقت طہارت بے غرضی [illegible]

خوشیاں اچھی معلوم ہوتی ہیں دونوں میں آپس میں اعتبار ہوتا ہے۔ آپس میں [illegible]
اور مسکرانا دل کو خوش کرتا ہے۔ اب ہم خاص رشتہ داروں کے تعلقات سے جو فرائض پیدا ہوتے
ہیں ان کو بیان کرتے ہیں +

(۱۱) میاں بیوی کے فرائض

میاں بیوی کے رشتہ میں خاوند کا بڑا فرض یہ ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ ملائمت نرمی برتے۔ مالتی مادھو
میں لکھا ہے کہ عورتیں پھول کی مانند نازک ہیں ان کے ساتھ نرمی اور ملائمت چاہیے۔ جرکنی میں لکھا ہے
کہ باغ کے گرد دیکھو کہ کیسے بڑے بڑے درخت کھڑے ہیں۔ رکھے حلقہ سے انکی بڑی رکھوالی ہوتی ہے۔ انمیں
بہت سے پھل پھول لگتے ہیں۔ ان میں بیلیں لپٹی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے خاوند اور پیار کرنیوالی بیوی
مرد بہ نسبت عورت کے زیادہ قوی ہوتا ہے اُس کو چاہیئے کہ اپنی قوت سے اپنی بیوی کو ہر طرح سے سہارا
دے۔ خاوند کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی کو ایسی تعلیم و ہدایت کرے جس سے کہ اُس کی خوشیوں اور
نفعوں میں شریک ہونے کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ جب خاوند خود اچھی تعلیم پائے تو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی
کو اچھی تعلیم دے جس سے وہ لائق مصاحب ہونے کے ہو جائے اور اُس میں بھی لکھا ہے کہ عورت کی تعلیم صرف
خلقت و فطرت ہوتی ہے۔ وہ اُنسے بہ نسبت مرد کے زیادہ عقل کی باتیں سیکھتی ہے۔ مرد کتابوں کی
خوشہ چینی سے خود نمائی کرتا ہے۔ برہما چریا میں لکھا ہے کہ جب تک مرد جورو نہیں کرتا آدھا ہوتا ہے
جس گھر میں بچے نہیں ہوتے وہ مرگھٹ ہوتا ہے۔ تمام دُنیا کی کتابوں کو ڈھونڈ لیجئے تو کوئی مثال میاں بیوی
کی محبت و اخلاص دلی کی سری رامچندر اور سیتا جی کی سی نہیں ملینگی۔ بھرتری کہتا ہے کہ میاں بیوی کی
باہم محبت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ دو قالب یک جان ہو جاتے ہیں اسکی نشانی یہ ہے کہ انمیں ہمیشہ آپس میں
ملائمت نرمی پاس ادب لحاظ ہوتا ہے۔ پولوس کا قول ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے
وہ اپنے سے محبت کرتا ہے۔ بعد اس محبت و ملائمت کے فرض کے دوسرا فرض یہ ہے کہ آپس میں
اعتبار اور ایک کو دوسرے کی بات کا تحمل ہو۔ اگر یہ دو نو باتیں ہونگی تو ان دونوں [illegible]

Marfat.com

بے وقعت ہو جاتے ہیں جس گھر میں مجانہ اعتبار نہ ہو گا وہاں سے خیر و خوبی کی گھما گھمی جاتی رہی اور سونا بن آئیگا۔ اگر آپسمیں ایک دوسرے کا تحمل نہ ہو گا تو ذرا ذراسی باتوں پر احمقانہ لڑائی جھگڑا کھڑا ہو گا آپس کی بدگمانی بدزبانی کرائیگی۔ بدزبانی رنجیدگی کو بڑھائے گی محبت و شفقت و ہمدردی اور دل سوزی کا اقتضا ہی کہ آپس میں سب باتوں کی برداشت ہو باتوں کا یقین ہو سب باتوں کی امیدیں ہوں۔ اسی سے گھر رنجوں اور محنتوں و مشقتوں کی سختی کو نرم کر دیتا ہی اور اسی سبب سے آدمی گھر میں بعد محنت مزدوری کے آرام پاتا ہی۔ مہابھارت میں لکھا ہی کہ محنتی آدمی ہارا تھکا گھر میں آتا ہی تو وہ اپنی بیوی کے بغل میں آرام پاتا ہی اور پھر ایسے تازہ دم اور توانا ہو جاتا ہی۔ زن پارسا شمع خانہ زن شوخ آفت زمانہ۔ زن عصمت مآب طلعت دوست شوہر کے ساتھ ایک مغز دو پوست ہوتی ہی۔ زن ناپارسا شکنج دل ہوتی ہی کہ دل کو رنج دیتی ہے +

(۱۲) ماباپ و اولاد کے فرائض

ایک تعلق ماباپ کا اولاد کے ساتھ ہی دوسرا تعلق اولاد کا ماباپ کے ساتھ ہی۔ پہلے تعلق سے ماباپ پر یہ فرض ہوتا ہی کہ وہ اولاد کا انتظام اچھی طرح کریں اور اُن میں نیک عادتیں پیدا کریں۔ ماباپوں کی خلقی محبت کا اقتضا یہ ہوتا ہی کہ وہ اپنی اولاد کی بھلائی کا۔ اُن کے دلوں کی ترقی کا۔ اُنمیں اچھی عادات ڈلوانے کا۔ اُن کی خوش دلی اور خرمی کا خیال رکھتے ہیں مگر ان باتوں کا پوری طرح سے نباہنا آسان نہیں کہ ادہر محبت کا جوش ہو اُدہر حکومت و ہدایت خوش اسلوبی کے ساتھ ان دونو باتوں کا ساتھ نبہنا مشکل ہوتا ہی۔ ایک بادشاہ کے حال میں لکھا ہی کہ وہ زیادہ تشدد گھر کے اندر بہ نسبت اپنی مملکت کے کرتا تھا۔ اس مشکل میں بڑی خرابی یہ ہی کہ اس کا علم مدت کے بعد ہوتا ہے۔ کنبے کی حکومت کرنیکا اصل اصول محبت و صداقت ہی۔ ہم کو چاہئے کہ اپنی اولاد کے مزاج سے خود واقف ہوں اور اپنے مزاج سے اُنکو آگاہ کریں اس مطلب کے لئے ہمکو اُن کے ساتھ محبت و شفقت کرنی چاہئے اور یہ اُنکے دل نشین کرنا چاہئے کہ وہ ہمارے ساتھ محبت و الفت کریں اُن کے دل میں یہ بات پیدا کرنی چاہئے کہ اُن کی خوشیاں ہماری خوشیاں ہیں اور وہ اپنی بھلائی کے لئے ہماری اعانت و

Marfat.com

عنایت کے محتاج ہیں تو اُن کے دل میں ہمارا اعتبار پیدا ہوگا۔ پھر بغیر ہماری تالیف کے اِدھر
لگینگے اور اُنمیں سستی اور دنایت پیدا ہوگی۔ سبب یہی ہے گھر میں بادشاہ ہوتا ہے جو کنبے پر حکومت کرتا ہے مگر
یہ حکومت محبت کی حکومت ہونی چاہیے۔ تمام ترقیاں گھر سے شروع ہوتی ہیں اور اسی جگہ سے خواہ
پاک ہو یا آلودہ اصول سیاست حکومت پیدا ہوتے ہیں جو بنی آدم پر فرماں روائی کرتے ہیں۔ والدین
میں اولاد کے ساتھ سارے کاموں کی محرک محبت و ہمدردی ہوتی ہے۔ اولاد کی پرورش و منفعت کے لئے
سب سے زیادہ عمدہ صفت ماں کے اندر قدرت نے محبت رکھی ہے جو اپنی ذات کی محبت سے بھی زیادہ شدید ہوتی
ہے مگر بے غرض ہوتی ہے اور معاوضہ طلب نہیں ہوتی۔ بچہ سے ماں محبت کرتی ہے اُسکو پیار کرتی ہے اُسکی نگہ
اُس کی حفاظت کرتی ہے اُس کے عوض میں کچھ نہیں پاتی ہے بچہ محنت بہت کراتا ہے مگر اُسکی اُجرت
بہت کم دیتا ہے ماں کی محبت کبھی موقوف نہیں ہوتی بلکہ اولاد کی ضرورت اور شکر گزاری کے موافق زیادہ
ہوتی جاتی ہے اولاد کے ساتھ بے بسی کی حالت میں ماں کو ایسی محبت دلی ہوتی ہے جیسی باپ کو اولاد
کی قوی ہونے کی حالت میں ہوتی ہے حکومت و سیاست خانہ باپ پر اور انتظام خانہ ماں پر موقوف ہوتا ہے
باپ کو چاہیے کہ سیاست منزل میں مہربانی اور الفت اور اپنے نفس کو مغلوب کرنا سیکھے ماں کو چاہیے کہ انتظام
خانہ کے لئے وہ ہنر و فن جانے کہ گھر میں سب طرح کا چین و آرام ملے۔ اگر یہ دونو باتیں نہ ہونگی تو ازدواج
افعال اور اقوال میں فساد پیدا کرے گا۔ اگر سرپرست خاندان میں ہمدردی دل سوزی شفقت
نہیں ہے تو وہ ظالم سے کم شرارت نہیں کرتا +

(۴۲) والدین کے حقوق اولاد پر یہ ہیں۔ اطاعت محبت ادب۔ اعتبار۔ ہم اطاعت کا ذکر پہلے کر چکے ہیں
محبت یہ رشتہ مندی ہی خود پیدا کرتی ہے۔ ادب محبت کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اعتبار اُس تادیب میں داخل
ہے جو طبیعت کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ ماں باپوں کے ساتھ دوستی خالص بجان تعظیم بالغ بزبان و
ارکان۔ اور ان کے اوامر و نواہی کی اطاعت بقدر امکان۔ مصالح معاش میں
ان کی مساعدت کرو بی طلب اور بے منت و توقع عوض خیر خواہی ان کی پوشیدہ
اور ظاہر۔ ان کی وصیتوں کی محافظت خواہ ان کی حیات میں یا بعد وفات

Marfat.com

جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انکی ہر طرح کی خدمت کرنی اپنے اوپر واجب جانو۔ یہ قرض اپنا ادا کرنا ہے انھوں نے بھی تمہاری بیکسی میں بڑی خدمتیں کی تھیں باپ ہی نے طرح طرح کی محنت و مشقت اٹھا کے تمہارے لئے اسباب دنیوی جمع کیا تھا اور اسکو تمہارے حوالہ کیا تھا۔ ماں نے تحمل حمل شفقت کے ساتھ کیا۔ ولادت کے رنج کو اٹھایا۔ فرط شفقت سے اپنے تئیں تم پر فدا کیا۔

(۱۳) نوکروں کے حقوق

(۱) نوکر چاکر بھی بمنزلہ ہاتھ پاؤں کے آدمی کے لئے ہوتے ہیں کیونکہ وہ اُس کا کام کرتے ہیں اگر وہ کام نہ کریں تو خود اُس کو کام کرنا پڑے جس سے اسباب راحت میں خلل پڑے اسلئے ان کے ساتھ رفق اور مدارات کرے اور حد اعتدال سے زیادہ کام ان کے لئے نہ مقرر کرے۔ اُن کے رنج و تکلیف و تکان اور ماندگی کا خیال رکھے اور یہ سمجھے کہ میں اور یہ نوکر جو ہر فطرت میں اشتراک رکھتے ہیں یہ خدا کی شکر کی جگہ ہے کہ انکو مامور کیا ہے۔ مسلمانوں کے مکارم اخلاق میں داخل ہے کہ جو وہ کھائیں اور پہنیں وہی نوکروں کو کھلائیں پہنائیں۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے نوکروں کے ساتھ اسطرح کلام اور مدارات کرے جیسے کہ وہ خود اپنے ساتھ کسی کے نوکر ہونے کی حالت میں چاہتا۔ آقاؤں کو چاہئے کہ نوکروں کے ساتھ شفقت و ملائمت کے ساتھ پیش آئیں اُن کے قصوروں کو معاف کریں ان کی خطاؤں کے متحمل ہوں۔ اُن کے ساتھ لڑیں جھگڑیں نہیں۔

انصاف سے طرح سے ان کے ساتھ برتیں۔ کبھی نوکروں کے ساتھ غرور اور نخوت سے بولنا نہیں چاہئے۔ اگر وہ خطا کریں تو اُن کو کام سے معزول نہیں کرنا چاہئے لیس من العدل سرعۃ العزل (جلد معزول کرنا عدل نہیں ہے) جیسے ہم بہت سے گناہ کرتے ہیں خدا ہمکو ان کے مواخذہ میں نہیں پکڑتا۔ اسطرح ہم کو بھی اپنے نوکروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے۔ کوتاہ بینوں کا کام ہے کہ وہ نوکروں کو جلد جلد معزول کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ بعد از عزل کیا ضرور ہے کہ بدل اُس کا اچھا ملے۔ خادموں کے دل میں اس کا یقین دلانا چاہئے کہ انکو

جدا کرنا پسند نہیں ہے تاکہ وہ شرط خیرخواہی بجا لائے اور اُس کو زیادہ رغبت اُن اسواسطے جب خادم کو اپنا مخدوم کے ساتھ ہمیشہ رہنے کا یقین ہوگا تو وہ آقا کی ملک اور نعمت کو اپنی ملک و نعمت جانے گا اور جب یہ جانے گا کہ میرا علاقہ مخدوم کے ساتھ مستحکم نہیں ہے۔ اور تھوڑی بات میں زوال خدمت ہو جائیگا تو نوکری کو عاریت جانیگا تو کمتر شرائط امانت و کفایت بجا لائیگا۔ اصل خدمت وہ ہے جو خادم محبت کے سبب سے کرے یہ خدمت عاشقانہ ہوتی ہے اور جو ضرورت کی وجہ سے ہوتی ہے وہ مزدورانہ ہوتی ہے گو مظلومانہ خدمت نہ ہو لیکن یا تحت امید ہو یا تحت خوف نہ ہو جو نوکر سے کام تخویف سے لیا جاتا ہے تو اُس کام میں فرق باطنی کوئی نہیں ہوتا فقط رفع ضرر کے لئے وہ کیا جاتا ہے آقا کو چاہئے کہ مصالح خادم کو اپنی مصالح پر مقدم رکھے اس طرح کام لے کہ وہ خوشی سے کریں نہ ملال سے۔ اُن کے حال کی اصلاح کو پیش نظر رکھے

(۱۴) بہن بھائیوں کی اور رشتہ داروں کے

(۱) بہن بھائی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں ایک ہی گھر میں پرورش پاتے ہیں ساتھ کھیلتے ہیں ایک ہی طرح کی تعلیم پاتے ہیں اور ایک ہی طرح کی اُن کی طرز زندگی ہوتی ہے۔ اُن کو چاہئے کہ جب اُن میں اتنی باتیں مشترک ہوں تو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کریں آپسمیں ادب واجب بجالائیں اور ایک دوسرے کی خوش دلی میں زیادہ سعی کریں ایک کی اغراض کو دوسرا اپنی اغراض سے مقدم جانے جو بڑا اور بزرگ قوی ہو وہ اپنے سے چھوٹے اور ضعیف کا معلم و ہادی اور محافظ بنے۔ کنبے میں رہ کر جو آدمی اپنی خصلت بناتا ہے وہی ساری عمر رہتی ہے۔ اپنے گھر میں جیسے باانسانیت اور باشفقت مودب ہوگے تو ویسے ہی عمر بھر رہو گے اور یہ خصائل تم کو اوروں کا محبوب بنائے گی اگر تم ترش و بدمزاج سخت کلام ناشائستہ غضبناک اپنے گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ رہو گے تو ایسے ہی باہر رہو گے۔ بجائے اسکے کہ لوگ تم سے محبت کریں زیادہ تر تم سے نفرت رکھینگے اور ناپسند کرینگے۔ اس دنیا میں کہ سرد مہری و خود مطلبی کا بازار گرم ہے اگر ابتدائے عمر میں بہن بھائیوں کے ساتھ محبت کرنے کی عادت پڑ گئی اور یہ عادت پختہ ہوگئی تو ایک ایسی لیاقت پیدا ہوگی

Marfat.com

کی تعریف نہیں ہوسکتی - سارا ورثہ ترکہ جس پر اکثر جھگڑے ہوتے ہیں قیمت میں اس محبت کی برابر نہیں ہوگا - لاکھوں روپیہ کی دولت پر پانی پھر جائے مگر بہن بھائیوں کی محبت میں فرق نہ آئے

(۲) رشتہ داروں کے حقوق اُنکے بُعد و قرب کے موافق کم و بیش ہوتے ہیں - دادا دادی - نانا نانی چچا چچی خالو خالا - پھوپھا پھوپھی - یہ سب رشتہ دار بزرگ ہوتے ہیں اُنکی ساتھ بھی محبت و اخلاص تعظیم و تکریم ایک نیک کام ہے آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ بھی رعایت رکھے +

(۱۵) کُنبے کا اثر

(۱) انسان کے زبردست معلموں میں سے ایک معلم مثال یا نمونہ بھی ہے جو زبان سے کچھ نہیں بولتا مگر اعمال کرکے انسان کو عمل کرنا سکھاتا ہے جو اقوال سے بہت زیادہ موثر ہوتا ہے - ہزار گفتن بیک کردن نمے رسد + زبانی پند و نصائح راہ بتلاتے ہیں مگر یہ خاموش متواتر مثال جو ہماری عادت میں داخل ہوکر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتی ہے اُس راہ پر لیجاتی ہے - نیک نصائح اپنا اثر رکھتی ہیں مگر بغیر نیک مثال کی مصاحبت کے وہ اپنا کم اثر رکھتی ہیں یہ جو مثل مشہور ہے - میرے اقوال کے موافق کام کرنا نہ میرے اعمال کے موافق یعنی جیسا میں کہوں ویسا کرو نہ جیسا میں کروں ویسا کرو دنیا کے تجربہ میں بالکل اس سے برعکس معاملہ ہوتا ہے آدمی ناصح کے اعمال کی پیروی بہ نسبت اقوال کے زیادہ کرتا ہے

- اشعار -

پند و وعظ از کسے درست آید — که بکردار خوب و چست آید
خلق را بوئے مشک ناب دہد — سر او نور آفتاب دہد

اپنے تئیں مہذب بنانا ناصح بننے کے لئے اول شرط ہے +

(۲) سب آدمی کم و بیش بہ نسبت کان کے آنکھ سے زیادہ سیکھتے ہیں جس چیز کو دیکھتے ہیں اُسکا نقش دل پر بہ نسبت اُس کے سننے یا پڑھنے کے زیادہ جمتا ہے + شنیدہ کے بود مانند دیدہ - خاص کر یہ حالت بچپنے میں اور بھی زیادہ ہوتی ہے - آنکھ ہی علم کے آنے کا بڑا دروازہ ہوتا ہے

بچے جو آنکھ سے دیکھتے ہیں وہی بے سوچے سمجھے کرنے لگتے ہیں [illegible]
اُن کے گرد ہوتے ہیں اُنکے مشابہ ہوجاتے ہیں گو اسکی خود ان کو اطلاع نہیں ہوتی۔ الغرض
بعینہ ان کیڑوں کا سا ہوتا ہے کہ جس رنگ کے پتے کھاتے ہیں اُسی رنگ کے ہوجاتے ہیں اِس سے
معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے گھر کی تعلیم و تربیت بڑا اثر رکھتی ہے خواہ مدرسوں کی تعلیم ہم کچھ ہی
کریں مگر گھروں میں ہم جو مثالوں سے سیکھتے ہیں وہ آیندہ ہماری خصائل و عادات پر بڑا اثر رکھتی
ہیں۔ گھر ایک سوسائٹی کا ہے۔ قومی خصائل کا مغز ہے اور اُسی چشمہ سے خواہ وہ پاک ہو یا آلودہ
عادات۔ اصول اخلاق و اقوال نکلتے ہیں جو جمہور پر اور افراد پر سیاست رکھتے ہیں قوم درود
بلانے والوں سے بنتی ہے۔ نیک رائے اور خیر خواہی خلائق کا مولد گھر ہی ہے۔ وہی اپنے
گھر کے آدمیوں کی چھوٹی مجلس یا پلٹن کی باہمی محبت نیک خواہی خلائق کا بیج ہمارے دل میں
بوتی ہے۔ ہمدردی خلائق کا مرکز گھر ہی ہے جہاں وہ اُٹھ کر بڑے بڑے دائروں میں پھیلتی چلی
جاتی ہے جب تک کہ ساری دنیا کو نہیں گھیر لیتی۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ فیاضی کی طرح نیک خواہی گھر
ہی سے شروع ہوتی ہے مگر یقینی وہاں وہ ختم نہیں ہوجاتی اور آگے پھیلتی ہے +

(۳) ظاہری خفیف باتوں میں بھی مثال خفیف نہیں ہوتی اسلئے کہ وہ ہمیشہ اوروں میں گھستی
چلی جاتی ہے اور اُنکی طبیعت نیک یا بد بناتی ہے۔ پس ماں باپوں کی خصائل بچوں کے اندر بار بار داخل
ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی چاہت۔ تادیب۔ محنت۔ ضبط و تحمل جسکی مثالیں وہ ہر روز اپنی اولاد
کو دکھاتے ہیں ہمیشہ اولاد میں باقی رہتی ہیں اور اپنا عمل کرتی ہیں جو کچھ اُنھوں نے کان کی راہ
سے سیکھا ہے وہ فراموش ہوجاتا ہے۔ ایک دانشمند اپنے بچوں کو کہا کرتا تھا کہ وہ میری حیات مستقبل ہیں
والدین کا خاموش عمل اور چہرہ اولاد کی خصائل پر وہ نقش جاتا ہے کہ وہ کسی طرح مٹ نہیں سکتا
دنیا میں بہت سے بُرے کام اسلئے رُک جاتے ہیں کہ اولاد اپنے ماں باپوں کی نیک فعالی کو خیال کر کے
ان کو اپنی بداعمالی اور زشت خیالی سے نجاست آلود نہیں کرتی۔ پس ادنی ادنی باتیں بھی اولاد
کی خصائل پر بڑا اثر رکھتی ہیں بعض بڑے بڑے آدمیوں پر ماں کا ایسا اثر ہوا ہے کہ اُنھوں نے کہا ہے

Marfat.com

اگر ساری دنیا کا اثر ہم پر ایک پلڑے میں اور زبان کا اثر دوسرے پلڑے میں رکھا جاوے تو یہ دوسرا پلڑا بھاری رہیگا۔

(۴)، بچپنے کی خصائل بمنزلہ مغز کے ہوتی ہیں اور بڑی عمر کی خصائل اُن پر بمنزلہ پوست کے - ہمیشہ مغز وہی رہتا ہے - یہ کسی شاعر کا مقولہ بہر حال درست معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا باپ بچہ ہوتا ہے ایک نامور شاعر کہتا ہے کہ جیسا صبح سے دن کا حال معلوم ہوتا ہے بچپنے سے آدمی کا حال معلوم ہوتا ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات - ہماری چال چلن کی محرک جو مدت تک قائم رہتے ہیں اور ہمارے دل میں جڑ پکڑے ہوئے ہیں ہمیشہ اُن کی اصل ہماری پیدائش کے قریب ہوتی ہے غرض نیکیوں بدیوں کے دل پر اثر کی راہوں کے بیج جو اول ہمارے دل میں بوئے جاتے ہیں اُن سے ساری زندگی میں خصلتیں ہماری پیدا ہوتی ہیں جب بچہ اس دُنیا کے دروازہ پر اول قدم رکھتا ہے اور آنکھیں کھولتا ہے تو اُس کو ساری چیزیں نئی اور عجیب غریب دکھائی دیتی ہیں - اول فقط دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ چیزوں کا آپس میں مقابلہ اور مشاہدہ و ملاحظہ کرتا ہے اور ان کے تصورات اور صورتوں کو ذہن میں محفوظ رکھتا ہے اور جو دانستہ اپنا کے موافق وہ ترقی کرتا ہے عجیب غریب ہوتی ہے - لارڈ بروہم صاحب فرماتے ہیں کہ اٹھارہ اور تیس مہینے کی عمر کے اندر بچہ مادیات دنیا کے باب میں اپنی قوا کے باب میں - مخلوق کے باب میں اپنی عقل اور اوروں کی عقل کے باب میں جو کچھ سیکھتا ہے وہ اُس کی باقی عمر کے سیکھنے سے زیادہ ہوتا ہے - بچہ اس عمر میں جو علم حاصل کرتا ہے اور خیالات جو اُس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اگر وہ بعد ازاں معدوم ہو جائیں تو اُس کے مقابل میں کیمبرج یونیورسٹی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی سند کا علم ہیچ ہوگا اور پھر وہ کسی کام کا نہ رہیگا -

(۵)، بچپنے ہی میں دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک لوح سادہ ہر نقش کے [illegible] وہ تیار جو اول چنگاری اُسکے اندر جاتی ہے وہ اُسکو بھڑکا دیتی ہے جلدی ذہن میں تصورات آجاتے ہیں اور دیر تک وہ قائم رہتی ہیں بچپنا آئینہ کی مانند ہوتا ہے جو عکس اُس میں اول پڑتے ہیں وہ آئندہ زندگی میں منعکس ہوتے ہیں جو ابتدا میں بچے کے ساتھ چیزیں ہو لیتی ہیں

Marfat.com

وہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہتی ہیں اول خوشی۔ اول غم اول کامیابی اول ...

اول خطا کاری آدمی کی آیندہ زندگی کی تصویر کا خاکہ ہوتا ہی۔ ایسی عمر میں آدمی خصائل کی

ترقی کرنے کی مزاج ارادہ کی۔ عادات کی تعلیم کرتا ہی۔ اور انھیں پر اسکی آیندہ زندگی کی خوشدلی

موقوف ہوتی ہی۔ آدمی میں ایک قوت خود کام کرنے والی اور اپنی اعانت آپ کرنے والی ایسی ہی

کہ جس سے وہ اپنے تمام قواء عقلیہ کا اظہار کرسکتا ہی اور جو حالات اسکو گھیرے ہوئے ہیں اُنسے آزاد ہوسکتا

ہے اور جو اور گرد کے آدمی اسپر اثر کر رہے ہیں اُن سے مفارقت کرسکتا ہی۔ مگر اُسکے اخلاقی

خصائل ابتداءِ عمر میں جو پیدا ہوگئی ہیں اُسکی طرف داری کا اثر ہمیشہ برقرار رہتا ہی۔ ایک اعلیٰ درجہ

کے حکیم کو روزانہ تکالیف میں اور بداخلاق شریر بد صحبت میں رہنے دیجیے تو خود بخود تنزل

اس میں پیدا ہوگا اور اُس کو خود علم نہ ہوگا پس جب ایک دانا حکیم کا حال اپنے ہم صحبتوں کے

ساتھ ملکر یہ ہو جائے تو ان بچہ بیکس کا کیا حال ہوگا۔ یہ ممکن نہیں کہ خباثت۔ نجاست

شرارت میں کسی کو پال کر نیک مزاج۔ پاک دل روشن عقل بنا لیجیے جس کو برا کام کرنا برا معلوم ہو

(۶) گھر جس میں بچے دودھ پیتے اور بڑھ کر عورت مرد ہوتے ہیں وہ نیک اور بد ایسے ہی ہونگے جیسی

وہ قوت ہے جو اُن پر سیاست کرتی ہی جس گھر میں محبت اور ادائے فرائض کا عزم بالجزم غالب ہوگا

جس گھر میں دل و دماغ عاقلانہ حکومت کرتے ہونگے۔ جس گھر میں روزانہ زندگی کے کاموں

میں راست بازی نکوکاری ہوگی جس گھر میں عاقلانہ انتظام اور شفقت اور محبت ہوگی تو ہم ایسے ہی

گھر سے یہ توقع کرسکتے ہیں کہ اسمیں تندرست توانا۔ فائدہ رساں۔ دانا خوشدل مولود مسعود ہونگے

جس میں ضرور قوت ہوگی کہ وہ اپنے والدین کے قدموں پر چلیں نیک راہ ہوں اور اپنی ہوا و

نفسانی پر عدالت کے ساتھ اختیار رکھیں اور اپنے گرد کے آدمیوں کے ساتھ نیک خواہی اور

خیر خواہی کرسکیں۔ برخلاف اسکے اگر جاہلوں خود پرستوں کے تہذیب میں بچے گھرے ہوئے

ہونگے تو جوان ہونے پر اسی خصلت وحشی ناشائستہ کندہ ناتراش ہونگے اور عاقبت گرگ

زادہ گرگ شود + اگر وہ بہت سی ترغیبوں کے درمیان جنکو شائستگی اور تہذیب کہتے ہیں رہینگے۔

دونوں ہی کے لیے بہت ہی خطرناک ہونگے۔ کیا اچھا مقولہ ایک قدیم یونانی کا ہے کہ اگر تم اپنے بچے کو پرورش کے لئے ایک غلام کو حوالہ کردو تو تمہارے پاس ایک غلام کے دو غلام ہو جائینگے +

(۷) بچے کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ جو کچھ دیکھے اسکی تقلید نہ کرے۔ اطوار اوضاع حرکات سکنات۔ گفتگو خصلت میں سے ہر ایک چیز اس کے سامنے بطور نمونہ کے موجود ہے۔ بچے کے واسطے اسکے بچپنے کا زمانہ ہی بڑا زمانہ زندگی کا ہے جس میں وہ مصاحبوں کو دیکھ کر اپنے رنگ ڈھنگ چال ڈھال سانچہ میں ڈھالتا ہے۔ اگر ہم ساری زندگی کو ایک درس گاہ قرار دیں تو اسمیں تعلیم مقدم سے تعلیم موخر تک جاری رہے کم اثر کرے گی۔ اگر ایک شخص تمام دنیا کے گرد پھر آئے تو اس پر تمام قوموں کا اثر وہ نہیں ہوگا جو دودھ پلانے والی کا اثر ہے۔ بچہ کی طبیعت کو سانچے میں ڈھالنے کے لئے سانچے کی ضرورت ہے اگر ہم ان میں نیک خصائل پیدا کرنی چاہیں تو اچھے سانچے تلاش کریں جن میں وہ ڈھلیں ہر بچہ کی آنکھ کے آگے جو سانچہ ہوتا ہے وہ ماں ہوتی ہے ایک دانشمند کا مقولہ ہے کہ نیک ماں ہزار مدرسوں کی معلموں کی برابر قدر و قیمت میں ہے گھر میں وہی اولاد کے دلوں کے لئے سنگ مقناطیس ہے اور وہی سب آنکھوں کے لئے قطبی تارا ہے۔ اسکی تقلید بچہ ہمیشہ کرتا ہے۔ یہ تقلید ایک گونہ اوامر و نواہی کا ہے زبانی اوامر و نواہی سے مثال کہیں زیادہ موثر ہوتی ہے۔ وہ عملی تعلیم ہوتی ہے۔ وہ بغیر الفاظ سکھاتی ہے اور جیسا کہ مثال سکھاتی ہے استاد زبان نہیں سکھا سکتی۔ بری مثال کے آگے اچھے اوامر و نواہی بہت ہی کم فائدہ دیتے ہیں مثال کا امتثال آدمی کرتا ہے اوامر و نواہی کا نہیں۔ قول بے عمل بے فائدہ ہے اور نقصان پہنچاتا ہے۔ نامردانہ برائیاں اور مکاریاں سکھاتا ہے۔ بچہ اپنے ماں باپوں کو جب دیکھتا ہے کہ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں تو وہ ان کی اس حرکت کو خوب سمجھ جاتا ہے اور اس کا ٹھیک فیصلہ کرتا ہے +

(۸) اعمال کی تقلید سے خصلت آہستہ آہستہ لاعلمی کے ساتھ بنتی چلی جاتی ہے اور آخر کو

Marfat.com

وہ مستقل ہوجاتی ہو۔ بہت سے کام خفیف معلوم ہوتے اور نظر نہیں آتے۔ ان کا حال بعینہ ایسا ہوتا ہو جیسا کہ برف کی بارش کا۔ برف کے گالے برستے ہیں اور وہ برستے ہوئے معلوم نہیں ہوتے۔ ہر ایک گالہ تو وہ برف پر کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جب وہ اکھٹے ہوکر ڈھیر ہوجاتے ہیں تو برف کے کراڑے کے کراڑے لگ جاتے ہیں۔ بس اسی طرح جب ایک دوسرے کے بعد کاموں کی تکرار ہوتی ہو تو وہ آخر کو ایک مستقل عادت ہوجاتی ہو اور اس ہو انسان کے کاموں کی برائی بھلائی جانچی جاتی ہے۔ یعنی خصلت دریافت ہوتی ہو۔ اسی وجہ سے گھر میں بچوں کی خصلت پر بہ نسبت باپ کے ماں زیادہ اثر رکھتی ہو اور اسکی مثال گھر میں سب سے زیادہ بڑی شی سمجھی جاتی ہو۔ اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتے ہو کہ گھر میں عورت کی سلطنت ہوتی ہو۔ اس میں وہ اپنی حکومت کو کام میں لاتی ہو۔ وہ اپنے بچوں پر بالکل اختیار رکھتی ہے ماں ہی سے ساری چیزوں کے ملنے کی وہ توقع بچے رکھتے ہیں۔ ہمیشہ وہی اس کی آنکھوں کے سامنے مثال اور نمونہ ہوتی ہو اسی کی وہ تقلید کرتے ہیں گو انکو معلوم نہ ہو۔ ماں کی محبت کو وہ ظاہر دیکھتے ہیں۔ اسکا اثر مستقل اور عام ہوتا ہو۔ ماں ہی سے نسل آدم منتظم ہوتی ہو انسان کے روز ولادت سے ماں کی تعلیم شروع ہوتی ہو اور نیک ماؤں کی تعلیم کا اثر تا دم مرگ رہتا ہی جب آدمی دنیا کے کام شروع کرتے تو وہ تمام محنت مشقت رنج مصیبت میں ماں کو یاد کرتے میں مثل مشہور ہو کہ مصیبت کے وقت ماں ہی یاد آتی ہو اور وہ اس سے تسلی تشفی پانے کی توقع رکھتے ہیں گو دشواریوں اور مشکلات میں اس سے صلاح و مشورہ نہ لیں +

(۱۶) اپنے ملک کی محبت

(۱) اپنے ملک کی محبت جسکو حب وطن کہتے ہیں وہ نری محبت ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ بہت سی فائدوں اور اثروں کا نتیجہ ہوتا ہی۔ ہمارے وطن میں ہمارا گھر ہوتا ہی جسمیں وہ ہمارے عزیز رہتے ہیں جن سے زیادہ ہم کو کسی سے محبت نہیں ہوتی۔ وہ ہی ہماری تمام خوشی و رنج کی امیدگاہ اور تجربوں اور امیدوں کی جلوہ گاہ ہوتی ہو۔ وہ ہمارے دلوں کے ساتھ جسطرح سے وابستہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

تمام روے زمین پر سب سے زیادہ وہی جگہ ہم کو زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اسلئے انسان کے سینہ میں اپنے وطن کی محبت جوش زن رہتی ہی۔ یہی محبت ہی جس کے سبب سے بادشاہ کا محل اور گنوار کا جھونپڑا محفوظ و مصؤن رہتا ہی۔ تمام رسم و رواج قوانین آئین اپنے ملک کے خواہ وہ کیسی ہی کہنہ و فرسودہ ہوگئی ہوں مگر ہی دل کے ساتھ چسپیدہ بہت پختگی کے ساتھ ہوتے ہیں جن جیزوں کی عادت ہوتی ہی اُنسے محبت ہوتی ہی۔ ہمارا پُرانا اسباب خواہ وہ کیسا ہی ذلیل ہو پھر بھی عزیز ہوتا ہے ماں کے بیٹھنے کی کھٹولی خواہ جھلنگا ہی کیوں نہ ہوگئی ہو اُس کو حفاظت سے رکھتے ہیں اور یاد کرتے ہیں کہ وہ اُس پر بیٹھتی تھی۔

(۲) مگر فقط یہ محبت کی تحریک ہی وطن کی محبت کا نام نہیں اُسکے بڑے کٹھن اور مشکل فرائض ہیں جنکا ادا کرنا آسان نہیں اس محبت کا کام ہی کہ حتی الوسع اپنی لیاقتوں اور قابلیتوں سے جہاں تک ہوسکے ہم اپنے ملک کی بہبودی اور عروج میں سعی کریں اور ایسی ہی اپنی تمام قوت اور استعداد کو ان باتوں کے سٹانے میں کام میں لائیں جو ہمارے ملک کے لئے مضر ہوں۔ اس کام کرنے کا ہر شخص کو کچھ نہ کچھ اختیار ہی۔ وہ خود ایک عنصر بن سکتا ہی کہ وہ اپنے حاکموں کے ساتھ وفادار ہو اُنکا نیک خواہ ہو۔ قوانین کی اطاعت دل و جان سے کرے اور اپنے ملک کے دستور اور آئین کی مودبانہ اطاعت کرے جو مفسد و مفتری کہ جاہلوں کے دلوں میں عناد و فساد کے بیج بونا چاہتے ہیں اُن کی سعی کے روکنے میں ہمہ تن ساعی ہو۔ جو فتنہ پرداز ملک کی آمدنی میں خلل ڈالنے میں کوشش کرتے ہیں اُنکو دبائے۔ اور رفاہیت خلائق اور امنیت ملک میں اور عدالت ملک میں مدد مستقل طور پر کرے۔ سوا اس کے وہ اپنے ملک میں علم کی ترقی میں اور خلائق کی اخلاق کی درستی میں نہایت سرگرمی کے ساتھ مشغول ہو۔ یہ پچھلی دو باتیں ایسی ہیں کہ اُن کے سبب سے ایک ایماندار آدمی خواہ وہ کسی رتبے اور درجہ کا ہو ایک پائدار اور استوار فائدہ اپنے ملک کو پہنچا سکتا ہی۔ یہ ساری باتیں ایسے شخص سے ہوسکتی ہیں جو سچا اپنے ملک کا خیر خواہ ہو۔

(۳) سمائلس صاحب کہتے ہیں کہ ان دنوں میں جو حب الوطنی کا غل شور مچ رہا ہے وہ کیا ہے

Marfat.com

تعصب اور تنگ حوصلگی ہے جو اپنے تئیں قومی ہمدردی ، قومی سرگرمی اور قومی اُلفت دکھلاتے ہیں حب الوطنی اپنے کاموں میں نہیں دکھاتے بلکہ شیخیوں اور منصوبوں اور ڈینگوں کے غل شور مچاتے ہیں بہاؤ بتاتے ہیں امداد کے واسطے عاجزانہ دہائی مچاتے ہیں گیت گاتے ہیں پھریرے اُڑاتے ہیں جن بُرائی بُرائیوں کا علاج ہو چکا ہے اور جو رنج و تکالیف مُردہ ہو چکی ہیں اُن کا راگ گایا جاتا ہے جس ملک کی محبت کا یہ حال ہو گا اسپر ضرور خدا کی لعنت ہو گی غرض جیسی کہ یہ ایک بُری صورت خیر خواہ ملک کے ہونے کی ہے ایسی ہی ایک نیک صورت بھی اسکی ہے ۔ کہ آدمی ایسے عمدہ کام کرے جس سے ملک طاقتور اور سرافراز و بلند اقبال ہو اور راستی و درستی و دلیری سے اپنے فرض کو ادا کرے ۔ دیانت ۔ امانت ۔ اعتدال و صداقت سے زندگی بسر کرے ۔ اور ہمیشہ یہ قصد کرتا رہے کہ ملک کی ترقی کے عمدہ مواقع پیش آئیں اور خیر خواہان ملک کی یاد و ذکر کو تازہ کرتا ہے جو پہلے زمانہ میں بڑے بڑے بزرگ ہو گذرے ہیں جنہوں نے اپنے مذہب اور اپنی آزادی کے لیے بڑی بڑی مصیبتیں سہی ہیں اور جفاکشیاں اُٹھائی ہیں اور اپنے لیے بھی ایک عزت و عظمت ایسی حاصل کی ہے جسکی یاد کبھی صفحہ روزگار سے نہیں مٹے گی اور اپنی قوم کے واسطے بھی آزادانہ زندگی اور آزادانہ قانون آئین و دستور کے فوائد عظیم حاصل کر گئے ہیں ۔ آدمی کا حال درخت کا سا نہیں ہے کہ وہ موٹا تازہ ہونے سے اچھا و بزرگ ہو جائے ۔ اسی طرح قوموں کا حال ہے کہ وہ آدمیوں کی تعداد زیادہ ہونے سے عظیم الشان نہیں ہوتیں ۔ کثیر التعداد ہونا اور بات ہے اور عظیم الشان ہونا اور بات ہے ۔ یہ غلطی ہے کہ اکثر کثیر التعداد قوم کو عظیم الشان کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کے پاس ملک بہت بڑا ہو اسکی آبادی زیادہ ہو مگر اُس میں سچی عظمت نہ ہو یونان کچھ بڑا ملک نہ تھا ۔ اُسے بہ نسبت کچھ آبادی میں بلاد نہ تھا مگر وہ کتنا بڑا عظیم الشان علوم و فنون فلسفہ و حکمت اور اپنی وطن کے ساتھ محبت کرنے میں تھا ۔ قومی ترقی مجموعہ افراد قوم کی محنت ، مستعدی ، راست کرداری اور درست اعمالی کا نام ہے اور ایسی ہی قومی تنزل افراد قوم کی کاہلی ۔ غرض پرستی اور بدکاری کا نام ہے ۔ ہماری عادت ہے کہ ہم اپنی جماعت کی برائیوں کا رونا رویا کرتے ہیں اور دیسی

جاتے ہیں کہ وہ خود اپنی ہی اوندھی طرح سے زندگی بسر کرنے سے وہ پیدا ہوئی ہیں اور ان کے دور کرنے کے واسطے ہم قانون بناتے ہیں مگر اور اسباب سے خرابی اور صورت کے پیدا ہو جاتے ہیں غرض قوم کی اصلاح جب تک نہیں ہو سکتی کہ اُس کی افراد کی حالت میں ترقی نہ ہو اور اپنے ملک اور اپنی قوم کی سچی خیر خواہی اور اعلیٰ درجہ کی یہی خواہی قوانین کی بدلنے اور دستور اور آئین کی ترمیم میں نہیں ہے بلکہ آزادانہ بے غرضانہ ایسے خاص کام کرنے میں ہے جس سے کہ اور آدمیوں کی رغبت اور توجہ اپنے تئیں مرتفع کرنے اور سر افراز بنانے میں ہو +

(۵) ہر ایک بات اِس پر موقوف ہوتی ہے کہ آدمی اپنے نفس پر کیسی حکومت رکھتا ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ اُس پر ظاہری حکومت ہو۔ وہ شخص بڑا غلام نہیں ہوتا جس پر کوئی بادشاہ عظیم قاہر جابر حکومت رکھتا ہے بلکہ وہ ہوتا ہے جس پر اخلاقی جہالت غرض پرستی اور بد اعمالی حکومت کرتی ہے پس جو قومیں اپنی نفس کی غلام بن رہی ہیں وہ فقط آقاؤں اور قوانین اور دستور اور آئین کے بدلنے سے آزاد نہیں ہو سکتیں اور جب تک اس مہلک مغالطہ میں پڑی ہوئی ہیں کہ آزادی گورنمنٹ پر موقوف ہے تب تک ایسی تبدیلیاں خواہ کسی طرح سے ہوں کہ حاکم بدلے جائیں یا قوانین آئین متغیر ہوں اُنکا اثر عملی ایسا ہی ہوگا جیسے کہ تصویریں بھی کل لین ٹرن (قندیل سحری) میں لیتی ہیں +

(۶) تمام قومیں آدمیوں کی چند نسلوں کے افعال و خیالات سے مبنی ہیں صبر استقلال محنت و جفاکشی ہر درجہ و رتبہ و ہر حالت کے آدمیوں کی مزارعین کی۔ کانوں کی تلاش کرنے والوں کی حکما کی مدبرانِ ملکی کی یہ سب ملکر ایک بڑے نتیجے کے معاون ہوتے ہیں پچھلی نسل پہلی نسل کی محنت کے نتیجوں کو آگے بڑھاتی چلی جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ پر پہنچاتی ہے۔ متواتر عمدہ کارکنوں اور کارپردازوں کے سبب سے کسب معاش علوم و فنون کے غیر منتظم مادہ میں انتظام پیدا ہوتا جاتا ہے۔ پس فطرت کے طریقہ کے موافق زندہ نسل وارث اپنے باپ دادا کی وراثت عظیم کی جو اُن کی محنت و علم و ہنر سے پیدا ہوئی ہے وارث ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ ہمکو اسلئے ملتی ہے کہ ہم اپنے ہاتھ سے اس کو بڑھا کر نہ گھٹا کر اپنی نسل کو دیں +

(۱۷) جانوروں پر شفقت

میازار مورے کہ دانہ کش است کہ جاں دارد وجان شیریں خوش است

انسان پر شفقت کرنے کا فرض ایسا ہی ہے کہ وہ سب جاندار وں سے متعلق ہے۔ رنج و راحت کے محسوس کرنے میں انسان اور حیوان یکساں ہیں اسلئے نرمی اور ملائمت جانوروں کے ساتھ برتنی چاہئے۔ اکثر ملکوں میں ایک جماعت ایسی ہے کہ وہ جانوروں پر ظلم ہونے کا انسداد کرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کو حیوانوں پر ظلم کرنے کی عادت ہے جسکے سبب سے ایک جماعت ان کے انسداد کے لئے مہتمم بنتی ہے۔ باربرداری کے جانوروں کو دیکھو کہ کیا کیا آدمی اُن پر ظلم کرتے ہیں کھانے کو کم دیتے ہیں بوجھ زیادہ لادتے ہیں مارتے ہیں بیلوں گدھوں خچروں کو دیکھو کہ کیسے وہ مار مارے زخمی ہوتے ہیں انسان کچھ بیرحمی کے سبب سے یہ ظلم نہیں کرتے بلکہ جہالت اور غفلت کے سبب سے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے جن باتوں سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اُنھیں سے ان جانوروں کو بھی۔ آدمی جو مخلوقات کا بادشاہ ہے وہ جب ان جانوروں پر ظلم کرتا ہے تو وحشی معلوم ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی ملک ہندوستان کی برابر نہیں ہے کہ جسکے اندر جانوروں پر خیالی رحم اور عملی ظلم ہوتا ہو۔ جانوروں کے شکار کرنے اور گوشت کھانے کا تو ایک مضمون دشوار ہے اسکی یہاں بحث نہیں ہو سکتی مگر بے ضرورت فقط تفریح طبع کے لئے جو تکلیف دی جاتی ہے اُسکا حال ہے کہ مرغ بازی ہوتی ہے جسمیں مرغے زخمی ہوتے ہیں گردنیں نوچتی میں زخم پر زخم پڑتے ہیں۔ مینڈھے لڑائے جاتے ہیں جن کے سر میں بھیجے ٹکروں سے ہل جاتے ہیں بلبل بازی بٹیر بازی وغیرہ ہیں جنمیں جانوروں کو حد زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور آدمی اس تکلیف کا تماشا دیکھتا ہے۔ یہ تو جاہل بھی دیکھتا ہے کہ جانوروں کو رنج و راحت کا ادراک ہوتا ہے۔ وہ خوف کے مارے لرزتے ہیں اُن کی آوازیں اور طرح کی نکلنے لگتی ہیں خوشی میں وہی آوازیں نکالتے ہیں اور اچھلتے کودتے ہیں ان کے بہت سے اعضا ہماری طرح کے ہیں جیسا خون ہمارے سارے بدن میں دورہ کرتا ہے ایسے ہی اُنکے جسم میں جیسے زخم اور چوٹ سے ہمکو تکلیف پہونچتی ہے اسی طرح ان کو۔ جیسے ہم بڑھاپے سے ضعیف

ہی وہ جیسے ہم بیمار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں ویسے ہی وہ ۔ جو جانوروں کے جسمانی بناوٹ کے محقق ہیں وہ تو اور باتیں بھی سمجھتے ہیں کہ جنمیں انسان اور حیوان مشترک ہیں ۔

غرض جانوروں پر شفقت اور رحم کرنا بھی انسانیت میں داخل ہے ۔ خدا کی ساری مخلوق پر رحم کرنا انسان کا فرض ہے خواہ وہ حیوان ہو یا انسان +

(۱۸) مذہب

(۱) انسان کا سب سے بڑا مقصد اور ضروری مطلب مذہب ہے ۔ کوئی شخص ان سوالوں کے جوابوں کے بوجھ سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کہ ہم کہاں سے آئے کہاں جائینگے ۔ دنیا میں ہم کو کیا کرنا چاہیے ۔ ہماری حیات اور موت کے کیا معنی ہیں ۔ ہمارے اوپر کیا ہے اور آگے کیا ہے ۔ نہایت کاہل خود غرض ۔ خود رائے خود پرست بھی ان سوالوں سے کنارہ کش نہیں ہوتے ۔ جنکو مذہب کی پروا کچھ نہیں ہے وہ اپنی طرف سے ان سوالوں کے جواب کچھ اختراع کر لیتے ہیں ۔ مگر تجربہ اور مشاہدہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ انسان اپنے دل سے اس ذو الجلال کا دکھائی نہیں دیتا خیال دل سے نکال ڈالے ۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایام طفلی میں جس عقیدہ و ایمان کا نقش اُس کے دل پر جمایا گیا ہو وہ اُسکو مٹا کے دل کو سادہ بنا لے اور اپنے مذہب کو کھٹ راگ اور وسوسہ اور وہم باطل جان کر ہنسنے لگے ۔ اور جب دل اسطرح خالی ہو اُس کو نئے عقیدہ اور ایمان سے پر کرے جو اکثر اُسکے پہلے عقیدہ اور ایمان سے بدتر اور زیادہ تر بے لطف ہوتے ہیں کسی مذہب پر اعتراض کرنا اور لغو و پوچ جاننا آسان ہے ۔ مگر اُس سے اچھا مذہب ایجاد کرنا نہایت مشکل ہے ایک عالم کل مذاہب کا رد کر کے آخر میں بنا نہایت افسوس اس بات پر ظاہر کرتا ہے کہ میں نے سارے مذہب باطل ثابت کئے مگر کوئی مذہب خود اختراع کر کے حق نہیں ثابت کر سکا +

(۲) رب کا خیال انسان کے ساتھ رہتا ہے ۔ یہ اُس کو اختیار ہے کہ اس خیال کے ساتھ جو چاہے سو کرے ۔ یہ خیال ایسا ہے کہ آدمی خواہ کیسا ہی شکی ہو اور دل اُس کا پتھر ہو مگر اس کو وہ ضرور آتا ہے ۔ نخوت ۔ دولت ۔ یا جیانہ نا یوسیاں ۔ نوجوانی کے عیش و نشاط کی مستی تھوڑی دیر کے لیے

یا بہت مدت کے لئے آدمی کے ذہن میں خیال [illegible]

آپس ہی میں آدمی کیا توجوان [illegible] کرنے لگتے ہیں یا ان کو [illegible]

ہیں۔ بہرصورت اس خیال سے [illegible] بے تعلق [illegible]

اور عقل کا پابند [illegible] اپنی [illegible]

جس کا اثر اس عالم کی حیات پر ہوگا۔ وہ سوچے [illegible]

موضوعات کیا ہیں اور وہ مجھ سے کیا تعلق رکھتے ہیں اور [illegible]

کہ ایک نوجوان اپنی زندگی کے کاروبار کو شروع کرے [illegible] کے ادا کرنے کا

بھی خیال مستحکم ہو۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ میں اپنے سامنے کا [illegible] کروں کہ جس

عقلی درست ہو تو وہ عقبیٰ کے خیالات کو دنیا کے [illegible] کے

بلکہ عقبیٰ کے خیالات کے سانچے میں دنیا کے [illegible] کو ڈھال سکے [illegible] عالم

ہے اسکی روشنی دنیا میں [illegible] عالم [illegible] آئندہ آنے والی ہے اور

دکھائی نہیں دیتی ہے [illegible] گا

تو تاریکی پھیلے گی [illegible]

(۳) نوعمری میں [illegible]

نتائج اعظم موقوف [illegible]

باہر نکل جاتا ہے۔ مذہب کا [illegible]

ہمیشہ ہی مباحثات مذہبی میں [illegible]

ان مباحثوں کی لیاقت [illegible]

ایسی ہوتی ہیں کہ [illegible] اور متانت [illegible]

خوب یقین کر لینا چاہئے کہ ہم کسی طرح سے ان مذہبی مباحث [illegible]

اور نہ ان کے بند ہونے کی خواہش کر [illegible]

Marfat.com

[illegible] دل میں بھری ہوں [illegible] زبان پر لانا ضرور ہے - اگر وہ دل ہی کے اندر بھری رہینگی تو [illegible] اور پیچیدگی پیدا کرینگی اور زیادہ بُرا حال بنائینگی - تو عمر حق کی راہ اس طرح نہیں [illegible] کہ اُن کے خیالات کا ایسا گلا گھونٹا جائے کہ وہ باہر نہ نکلنے پائیں - بیکن صاحب کا یہ کہنا سچ ہے کہ تھوڑا علم [illegible] کر دیتا ہے - مگر جب وہ گہرا اور عظیم الشان ہوتا ہے تو پھر وہ مذہب کی طرف عود کرتا ہے -

(۴) تعلیم کا [illegible] طلبہ میں نکتہ چینی اور نکتہ یابی کی استعداد اور قابلیت پیدا ہو جائے یہ استعداد مذہب کے باب میں بڑی بڑی باتوں کا فیصلہ کرتی ہے شہادت کو جو واقعات مذہبی کو ثابت کرتی ہے وہ [illegible] - جو نوشتے مذہبی ہیں اُن کے معانی وہ بیان کرتی ہے اور بعض لحاظ سے وہ مذہب کی حمایت کرتی ہے مگر اس کا تعلق زیادہ تر صرف ظاہری عقائد سے ہوتا ہے - باطنی عقائد کے حصار میں استدلال کا قدم نہیں رکھ سکتا - مذہب کے اصول حقہ منطق و فلسفہ کے قضیوں کی بُرائیوں کے پھندے میں نہیں پھنستے - ہمارے فطرتی حوائج کا باطنی علم خدا کا خیال ہمارے دل میں پیدا کرتا ہے مگر ہم اُن کو یہ حق باطنی مذہب کا آسانی سے نہیں کہا جا سکتا - گو وہ ایک راز [illegible] خاص ہے مگر اس سے یہ [illegible] عقیدہ کی حقیقت کا یقین [illegible] کر [illegible] تو وہ بصارت باطنی جو عقیدہ کو علم میں تبدیل کرتی ہے [illegible] دل میں ہوتا ہے وہ کچھ نکتہ چینی کا نتیجہ نہیں ہوتا - اگر ہم ظاہر احاطہ مذہبی کو طے کر کے مقدس مقامات پر پہونچ جائیں تو ہم کو [illegible] اور [illegible] کو رکھ دیں - اور عقلی گھمنڈ کو چھوڑ دیں اور بچہ کا سا اپنا دل [illegible] نہ بڑے عالم حکیم نہ بڑے فلسفی نہ بڑے فاضل اور مقرر آسمان [illegible] داخل ہو سکتے ہیں جب تک وہ اپنے تئیں بچہ نہ بنالیں -

[illegible] کہ وہ تعلق باخلاق اللہ کرے اور اپنے تئیں [illegible] کے مشابہ بنائے

اور تخلق باخلاق اللہ کے یہ معنی ہیں کہ آدمی خدا کے اخلاق کی ...
کاموں میں دیکھے کہ خدا تعالی کیا کرتا ہے وہی کرے۔ اسکی مرضی کے موافق کام کر کے اُس کے
جلال و عظمت کو دکھائے۔ مذہب حقیقت میں یہی ہے بعض دانشمندوں کا قول ہے کہ ذہانت
ذکاوت۔ سرعت فہم۔ ان سب پر مذہب کو فوقیت ہے آدمی کا عقیدہ درست ہو تو اُس سے وہ
نیک کردار ہوتا ہے اُس سے نئی نئی امیدیں اس حال میں پیدا ہوتی ہیں کہ دنیا کی کوئی
امید باقی نہیں رہتی۔ اس جسم فانی پر نور اپنا وہ چمکاتا ہے۔ وفات میں حیات کو جگاتا ہے
اور جسمانی انحطاط اور زوال کو حسن صورت اور معرفت باطنی بناتا ہے۔ وہ تکالیف اور دنیا
کی شکنجہ فرسائی کو بہشت کا زینہ بناتا ہے۔ اور دنیا کی امیدوں سے اوپر بہشت کی بہار دکھاتا ہے
اور ابدی مسرت پیدا کرتا ہے۔ یہاں شکی کو تاریکی تنزل۔ ہلاکت۔ مایوسی نظر آتی ہے۔ ایک فصیح
بیان لکھتا ہے کہ صرف خدا کی ذات کا خیال آدمی کے دل کو دنیا کے غموں اور رنجوں سے نجات
دیتا ہے اور اُس سے کشادگی دل اور فراخی حوصلہ اور محبت الہی پیدا ہوتی ہے۔ ہماری حاجتوں کی عقدہ
کشائی ہوتی ہے ان کا تعین اور تقرر ہوتا ہے۔ زندگی بسر ہو جاتی ہے۔ دولت اُڑ جاتی ہے پھر دل
عزیز ہونے میں خلل پڑ جاتا ہے۔ جوان ہی خستہ بکار جاتے ہیں۔ دنیا کچھ سے کچھ اور ہی نظر آنے
لگتی ہے۔ دوست مر جاتے ہیں۔ صرف وہی واحد ہمیشہ برقرار ہے۔ وہی واحد برحق ہے صرف وہی
واحد برحق ہو سکتا ہے۔ وہ واحد سب کچھ ہے۔ وہی واحد ہماری حاجتوں کو روا کرتا ہے۔ وہی واحد
سارے کمالات ہم میں پیدا کرتا ہے۔ ہماری فطرت کے نہایت دقیق اور پیچیدار عقدوں کو وہی واحد
مشکل کشا کھول سکتا ہے۔ وہی واحد ہم کو حق بتلا سکتا ہے۔ وہی واحد ہمارا مالک ہو سکتا ہے۔
ساری چیزیں معدوم ہو جائینگی اور کوئی چیز باقی نہیں رہے گی سوا خدا تعالی کے جو برحق
ہے اور برقرار ہے +

(۱۹) خدا کا جاننا

ہم خدا کو دیکھ نہیں سکتے مگر جان سکتے ہیں مثل مشہور ہے خدا آنکھوں سے دیکھا نہیں عقل سے پہچانا

Marfat.com

خدا موجود ہی اور سب جگہ موجود ہی۔ اسی کے سبب سے سارے عالم کی چیزیں پردۂ نیستی سے ہستی میں آئی ہیں۔ اُسی کے حکم سے سب چیزوں کو حرکت ہوتی ہے۔ اُس نے ہم ہی کو ایسا پیدا کیا ہی کہ اعمال کی بازپرس اور جوابدہی ہمارے ذمہ ہی ہے۔ وہ ہمارے افعال اور اعمال کی جزا سزا دیگا۔ اور ہر روز اور ہر ساعت وہ ہمارے اعمال و افعال کی سزا جزا دیتا رہتا ہے جس کے ہم مستحق و مستوجب ہوتے ہیں۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی خدا (لا الہ الا اللہ) وہ محی۔ قیوم۔ علیم۔ قادر۔ حکیم ہے۔ غنودگی اور نیند کبھی اُس کے پاس نہیں آتیں۔ جو کچھ زمین اور آسمان کے اندر ہی وہی اُس کا مالک ہی۔ یہ سب باتیں جو ہم اُسکی نسبت جانتے ہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ علم پہلے قدیمی حکایتوں اور روایتوں سے یا عقل سے یا الہام سے یا ان تینوں سے مل کر ہم کو حاصل ہوا ہے یہ علم ہمارا ایسا قوی ہے جیسے ہماری فطرت۔ اس زمانہ میں عقل کے بڑے بڑے پر نکل آئے ہیں اور وہ دور دور پہنچتی ہے خدا تعالیٰ کی ذات کے علم میں بھی وہ شبہات کی صورت ایسی بنا سنوار کے دکھاتی ہے کہ اُس کا اثر دل پر سحر کا سا ہوتا ہی۔ اسلئے ہم کو یہ ضرورت آن کر پڑی ہے کہ اپنے اس یقینی علم کی دلائل ہیں اور براہین مبرہن ایسی بیان کریں کہ وہ ہمارے اعتقاد اور ایمان الٰہی کی تائید کریں +

(۲) دنیا میں خالص الحاد دہریت یعنی خدا تعالیٰ کے نہ ہونے کا یقین اور اُس کی ذات سے بالکل انکار تو بہت ہی کم پایا جاتا ہی علی العموم یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کوئی وجود اعلیٰ یعنی ہستی بالا ایسی موجود ہے کہ وہ مدبر عالم ہے۔ خالص الحاد تو ایسا بدیہی خلاف عقل معلوم ہوتا ہے کہ وہ توجہ کے قابل نہیں مگر قابل تردید یہ امر ہے کہ جو بعض اوقات کہنے میں آتا ہے کہ ذات باری سے انکار نہیں کیا جاتا بلکہ وہ مانی جاتی ہے مگر اُس کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ اُس کی ذات تک رسائی طاقت بشری سے باہر ہی۔ اس صورت میں امر متنازعہ فیہ فقط یہ باقی رہتا ہی کہ ہم جسکو وجود اعلیٰ یا ہستی بالا کہتے ہیں وہ کیا شی ہی۔ اور اعلیٰ یا بالا کیا معنی ہیں

Marfat.com

ہمارا تو یہ ایمان یقین کے ساتھ ہے کہ اس کی ذات [illegible]
کی انتہا نہیں وہ حکیم ہے علیم ہے۔ خالق ہے۔ رازق ہے۔ حافظ ہے۔ حاکم ہے۔ اور
اس کے جواب میں دوسری طرف سے خدا تعالیٰ کی ذات سے انکار کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا
ہے کہ نیچر (دہر) کے سوا کوئی دوسرا خالق اور محافظ عالم نہیں ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کو نیچر سے
برتر سمجھتے ہیں اور اُس کو نیچر سے بے نیاز جانتے ہیں طرف ثانی نیچر کو خدا سے غیر نہیں جانتے
بلکہ دونوں کو ایک مانتے ہیں وہ نیچر (دہر) ہی کو جانتے ہیں کہ وہی خالق اشیا ہے اور سب پر
فرمانروا ہے۔ وہی مدبر و منتظم عالم ہے۔ اب سیدھا اور صاف سوال یہ ہے کہ نیچر خود واجب الوجود
ہے جو معدوم سے اشیا کو موجود کرتا ہے اور سب کاموں میں اپنی قدرت اور قوت کو کام میں لاتا
ہے اور روح اور عقل کو پیدا کرتا ہے۔ یا کوئی اور وجود اس نیچر سے بالاتر ہے جو اپنے ارادہ اور
قدرت سے عالم کا انتظام کرتا ہے اور خود نیچر کے تمام کاموں کا ہادی اور رہنما ہوتا ہے اور
کوئی اُس پر حاکم نہیں وہ سب پر حاکم ہے +

(۳) اب یہ ظاہر ہے کہ اس اوپر کے سوال کے جواب پر اخلاق اور مذہب کے باب میں تصفیہ
ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے ایسے اعتقاد میں کہ ہماری ارادے سے ایک اور برتر ارادہ ہے جس کے
سامنے ہمکو اپنے افعال اور اعمال کی جوابدہی کرنی ضرور ہے اور اُس کے قانون کے موافق
ہم کو اپنے قاعدے اور دستور بنانے فرض ہیں شبہ و شک غالب ہو جائے تو اطاعت و
طاعت و بندگی کی ساری کمائیاں ڈھیلی ہو جائینگی گو معلوم نہ ہوں جس وجود کے ہم قائل
ہی نہ ہوں اُس پر توکل کیسے کر سکتے ہیں جس کے اوصاف کی خوبی کی خبر دل کو نہ ہو تو اُس کا
اعتقاد اور اعتماد دل پر اثر کیسے کر سکتا ہے۔ اس سے کب محبت کر سکتے ہیں۔ لائق محبت نہیں
جان سکتے۔ اُس سے ہم خوف کیا کر سکتے ہیں جس سے کوئی وجہ معقول خوف کرنے کی نہ رکھتے
ہوں۔ پس جب دل میں خدا کے خیال سے زیادہ نیچر (دہر) کا خیال غالب ہوگا تو اُسکو قانون
نیچر کا پاس و لحاظ اپنے اعمال کی جوابدہی کی نسبت زیادہ ہوگا۔ اور اس باعث سے تمام تعلقات جو

انسان نے عالم کے ساتھ ہی بدل جائیں گے۔ غرض ان دو آدمیوں کے خیالات اور تاثر بی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے کہ ایک اُن میں سے ذات باری تعالیٰ کو مانے اور دوسرا کسی کو اپنے سے برتر نہ جانے۔ نیچر ہی کو سب کچھ سمجھے۔ اب یہ دو منظر تمھارے روبرو پیش کئے گئے ہیں اُن کو نظرِ غور سے دیکھ کر تجویز کرو کہ ان میں کونسا حق ہے۔

(۴) ابتدا میں بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ یہ دونو منظر آپس میں متضاد مقابل سمتوں میں قائم ہو کر نہیں لڑتے۔ موحد جو توحید الٰہی کا قائل ہے وہ کہتا ہے کہ میرے دل میں یہ یقین بیٹھا ہوا ہے کہ مجھے ایک قدرت مطلق کی پیشگاہ میں اپنے اعمال و افعال کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔ ملحد اس دل کے یقین سے انکار کرتا ہے۔ اور فطرت انسانی کے باب میں خارجی واقعات نفس الامری کی شہادت پر یقین کرتا ہے۔ موحد کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں اور دل میں یقین رکھتا ہوں کہ میرے باطن میں وہ شے ہے کہ جو نیچر سے بالاتر ہے اور اُس کی قیود سے آزاد ہے اور وہ مجھکو مجھ سے برتر کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسرا اس دل کے یقین کرنے کو مغالطہ اور دھوکہ بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان کی حیثیت مجموعی پر غور کرو تو تم کو تحقیق ہوگا کہ اسکے تمام افعال و اعمال ان قوانین کے جکڑبند میں ہیں کہ جنمیں تغیر کبھی نہیں ہوتا ہمیشہ حالات متشابہ و متماثلہ میں ایک ہی اخلاقی واقعات کا بار بار ظہور ہوتا ہے۔ سب کچھ قانون ہی قانون ہے انسان کو جو اپنی خود اختیاری اور اعمال کی ذمہ واری کا خیال ہے وہ محض دھوکا ہے۔ اب سوال فقط یہ ہے کہ قانون ہے یا قانون نہیں موحد بھی قانون کو تسلیم کرتا ہے۔ اخلاقی افعال و عقلی زندگی اور ان کے نازک مرکبات یہ سب یقینی قانون کے تابع ہیں۔ اب گفتگو یہ ہے کہ قانون جب ہے تو کوئی دلیل بھی ہے یا نہیں یہ تو کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی خیال نہیں کر سکتا کہ قانون بغیر دلیل کے ہو۔ بس سوال کی بڑی گرہ یہی ہے کہ جب قانون کے لئے دلیل کا ہونا ضرور ہے تو جو قانون کل مظاہرات عالم پر فرمانروائی کرتا ہے اُسکے لئے ایسے موجد کا ہونا ضروری ہے کہ جو عاقل حاکم ہو کہ جس نے قانون کو پہلے خیال کرکے قائم کیا ہو۔ پس جب التعالیٰ قانون کے اندر گرجتا ہو تو گرج کی

Marfat.com

آواز اوس کی آواز ضرور ہوگی ہم اپنے دل

کی ذمہ واری جوابدہی کا قانون ہے جس سے ہم اپنے خلیق خالق اور مالک کا خیال ر

بس یہی قانون مذہب کی بنیاد ہے جب آدمی میں اپنے اعمال کی بابۃ پرسش اور جوابدہی کا

دیکھتا ہے تو وہ خود بخود اطاعت و بندگی کے قانون کے آگے سر جھکا دیتا ہے

میں نے ساری دنیا میں ایک وہ نمار وشنی کی جستجو میں تگ و دو کی۔ نہ دن کے وقت

تھکا نہ رات کے وقت سویا تو میں نے یہ سنا کہ ایک عقدہ تمام اسرار کھول رہا ہے پھر میں نے اپنے سینے

دیکھا تو اس کا نور چمک رہا تھا یہ نور یہی ہے کہ اپنے اعمال کی جوابدہی اور ذمہ داری کو اپنے

اندر دیکھتے ہیں تو اُس عامل کامل کی طرف جو ہمارا خلیق احکم الحاکمین ہے ہماری نظر جاتی ہے

حکمت و قدرت الٰہی سب جگہ جلوہ نما ہے۔ ایک دل دوسرے دل پر آئینہ کی طرح عکس ڈالتا ہے۔ تمام

اسرار حیات اور پیچ کے عقدے فقط اس یقین سے کھل جاتے ہیں کہ ایک خدا حی اور

قیوم ہے جو حکیم قادر مطلق ہے کہ اپنی قدرت کے احکام اور کلام سے سارے عالم

کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔

(۱۹) سب چیزوں میں شان الٰہی نمایاں ہے

(۱) عالم باطنی ہی میں خدا جلوہ نما نہیں ہے بلکہ وہ عالم ظاہری میں بھی خود نما ہے۔ آسمان میں

بحر و بر میں مخلوق کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس میں اس حکیم کارساز کی شان کی نشانیاں

نہ موجود ہوں اور اس دارائے خلق کی قدرت و صنعت کی بے شمار شہادتیں نمایاں ہوں

خواہ اُس مخلوق کو جو اعضاء کی اجزا کی ترکیب سے مرتب ہوئی ہے خواہ اور انتظام و ترتیب عالم کو

دیکھو خواہ ذروں کو تو سب میں اسی کے ظہور کا جلوہ ہے جیسے انسان کوئی چیز بناتا ہے

تو اس میں صانع کی فہم کا اندازہ ظاہر ہوتا ہے ایسے ہی انتظام و مصالح عالم سے جہاں آفرین

کی حکمت دانائی بے انتہا معلوم ہوتی ہے۔ جیسے نوع بشر میں بھلے کام جو ہوتے ہیں تو وہ

فاعل کے حسن خلق کو ثابت کرتے ہیں۔ ایسے ہی دنیا میں جو انسان کے لئے خوش دلی کے

(اور) سامان ہیں وہ منعم حقیقی کی ذات پر شہادت دیتے ہیں جیسے کہ اس عالم میں قدرت ربانی۔ ارادہ کی نشانیاں ان گنت ہیں ایسی ہی اس عالم آرا کی قدرت وحکمت ولطف وکرم بے انتہا ہیں فلک اور فضاء آسمانی میں دیکھو کہ کیا صنائع بدائع اس صناع حقیقی کے ہاتھ کے موجود ہیں۔ دن سے دن اور رات سے رات کہہ رہی ہے کہ چاند سورج ستارے اُس فلک آفرین نے پیدا کئے ہیں اور انکو اپنا محکوم بنایا ہے۔ سارے عالم کے خزانوں کی کنجیاں اُسی نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہیں اس کے سوا کسی کو انکا حال معلوم نہیں وہی جانتا ہے کہ ان بحر وبر میں کیا کیا بھرا پڑا ہے۔ وہ ایسا علیم ہے کہ اگر یہاں کوئی پتا گرتا ہے تو اسے وہ جانتا ہے۔ وہ بجلی کو چمکاتا ہے۔ پانی بھرے بادلوں کو لاتا ہے وہ اناجوں اور کھجور کی گٹھلیوں کو پیدا کرتا ہے مردوں سے زندوں کو نکالتا ہے یقینی آسمان اور زمین کی پیدائش میں رات دن کے بدلنے میں آسمان سے پانی بھیجنے میں جس سے زمین سرسبز وشاداب ہوتی ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان ہوا اور بادل جو خدمت کرتے ہیں ان کے بدلنے میں ایسی آیات ربانی ہیں جو سمجھنے چاہیے۔

(۲) خدا تعالیٰ ہی سب چیزوں کی جان ہے۔ وہی جنگلوں کو بنا سنوار کے تہا انہیں خوش و بناتا ہے جسکو کوئی آنکھ نہیں دیکھتی۔ وہی کھیتیوں کی لہلہاتی صورت میں ہری بھری بنا کر دلوں کو لبھاتا ہے۔ وہ نورانی جلوا اپنے آگے لے کر چلتا ہے۔ وہ سال کی تقسیم ایک ترتیب سے کرتا ہے۔ جاڑے کی ایک حد مقرر کرتا ہے جس سے باہر قدم نہیں دھر سکتا۔ اسکی تیزی کو کند کر دیتا ہے اس موسم میں عجیب حکمت سے بعض میووں کے نرم بیجوں کو اندر رکھتا ہے کہ کوئی مضرت ان کو باہر سے نہیں پہنچ سکتی۔ ادہر ایک موسم کے پھول کملائے مرجھائے ادہر اس نے دوسرے موسم کے پھول کھلائے جنکو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ وہی سارے عالم کا خداوند ومالک ہے۔ وہی سب جگہہ پھیلا ہوا ہے۔ وہ سب جانداروں کی جان ہے۔ یہ سب معلول ہیں خدا تعالیٰ اُس کا سبب اور علت ہے۔ پھولوں میں دیکھو کہ اس مصور بے نظیر نے اپنی گلکاری بوقلموں سے کیا کیا نقش ونگار گوناگوں بنائے ہیں کیسی کیسی ان کو بوئیں

Marfat.com

عنایت کی ہیں کیا کیا رنگ ان کے بنائے ہیں ان کی شکلوں کو الگ الگ بنایا ہے
اُس نے ان دانوں میں کہ جنکی تعداد سمندر کے ریگستان کے ذرّوں کی طرح بے شمار ہے
صورتیں و اصل کی ہیں جو ساری زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ کیا خوش دل وہ شخص ہے جو
سانپہر رہتا ہی مزوں میں بوئوں میں میووں میں پھولوں میں اُسی کو وہ پاتا ہی خلقت میں
ایک بڑے درخت سے لیکر گھاس پھٹے تک جو دھوپ میں پڑا ہل رہا ہے یاد الٰہی میں کیا
شعر ہر گیاہے کہ از زمین روید + وحدہ لا شریک لہ گوید + +
اس امر واقعی کو نہ قبول کرنا کہ خدا ہی اس امر میں کوشش کرنی ہے کہ دخانی کل کے
موجد سٹرویسٹے انکار کیا جائے کہ ان کی ایجاد میں وہ اپنی ذہانت کو کام میں لایا تھا یا کسی بڑے
شہر کے پانی کے نلوں کا ایسا نقشہ بنایا جائے کہ جس میں وہ چشمہ جس سے پانی سب نلوں میں جاتا ہے
نہ تبلایا جائے۔ غرض اس امر واقعی کے نہ ماننے سے کہ خدا ہی اور بہت سے امور واقعی نامکمن
ہوئے جاتے ہیں اور جسم سے سر اترا جاتا ہی

(۳) ساری مخلوق اپنی کامل خالق کے بے انتہا کمال و ہنر کو تبلا رہی ہے۔ زمین پر جو تمہارے
ٹھیرنے کا سہارا ہی نظر ڈالو اور پھر نظر کو اٹھا کر گنبد آسمانی پر جو چاروں طرف سے زمین کو
گھیرے ہوئے ہے ڈالو تو ایک پر ہوا اور پانی کے محیط اعظم پاؤگے جنکی تھاہ کا پتا ہنیں
دوسرے میں ستاروں کو دیکھو گے جنسے ہم کو روشنی پہونچتی ہے کہ وہ گنتی سے باہر ہیں تبلاؤ
کہ اس زمین کو معلق ادھر کسنے لٹکا رکھا ہی۔ کسنے اُسکی بنیادیں قائم کی ہیں۔ اگر زمین سخت
ہوتی تو کیونکر اُس کی سینہ شگافی کرکے ہم کھیتی کر سکتے اگر وہ زیادہ نرم ہوتی تو بغیر دھسے
کیسے اپنی قدموں پر کھڑے ہو سکتے۔ گو زمین کی خود صورت میلی کچیلی خاک آلودہ بھونڈی اور
بے ڈھنگی ہے مگر وہ ہزاروں خوب صورت چیزوں میں اپنے روپ دکھاتی ہے کہ نظر کو
بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہیں ایک برس کے عرصے میں وہ شاخیں نکالتی ہے کلیاں لاتی ہی
پتے نکالتی ہی پھول پھل لاتی ہے بیج نکالتی ہی غرض اس طرح وہ ہر سال اپنی نعمتیں مناسب

انسان کو عطا کرتی رہتی ہے۔ ہزاروں زمانوں سے وہ اپنی خزانی خرچ کرتی چلی آتی ہے مگر کبھی وہ خالی نہیں ہوتی۔ کبھی اُس پر بڑھاپا نہیں آتا۔ سدا جوان ہی رہتی ہے اور اپنے پیٹ سے دولت کے خزانے جنتی جاتی ہے۔ آدمیوں کی نسلوں کی نسلیں بڈھی ہو گئیں اور دنیا سے چل بسیں مگر زمین کا جوبن وہی جوانانہ بنا رہا۔ اُسکی بہار پر خزاں کبھی نہ آئی۔

(۴) اب درختوں کو دیکھو جو زمین پر اُگتے ہیں ان کی انواع اور اوصاف و خواص بے شمار ہیں ان کے قد و قامت کیسی مختلف ہوتے ہیں ایک چھوٹے ایسے ہیں کہ دیواروں کی دراڑوں میں پیدا ہوتے ہیں دوسرے ایسے بڑے ہیں جنکے سایہ میں لشکر سوتے ہیں (جیسے بڑ) پھر اُن کی مختلف انواع کے ہزاروں گوناگوں رنگ ہیں۔ ہر ایک طرح کی ایک وردی خاص ہے اور وہ اپنے ذاتی رنگ سے پہچانا جاتا ہے۔ بہت سی اُن کی حسن ذاتی کی خوبیاں خردبین سے نظر آتی ہیں۔ بعض سیدھے کھڑے اُگتے ہیں بعض زمین پر مار پیچاں کی طرح غلطاں رہتے ہیں بعض بہت دنوں زندہ رہتے ہیں بعض چند مہینوں میں مردہ ہو جاتے ہیں۔ بعض تر زمین میں پیدا ہوتے ہیں بعض خشک زمین میں۔ بعض سوکھ بھی ہوتے ہیں بعض چھوئی موئی۔ ادہر ہاتھ لگایا اُدہر وہ مرے پھولوں اور درختوں کی انواع مختلف الصورت ہی نہیں ہوئیں بلکہ ایک نوع کی افراد بھی۔ مثلاً لالہ اور گلاب کے ایک ہی تختہ میں دیکھو گے کہ نہ دو درخت اُن میں ایک سے ہیں نہ ایک درخت کے دو پھول ایک صورت ایک رنگ۔ ایک جثہ کے ہیں غرض تمام درختوں گھاسوں پھولوں بیلوں میں دو افراد ایسی نہ ہونگی جو سب طرح سے آپس میں متماثل ہوں کسی جنگل میں ایک پتا بھی ایسا نہ ہوگا کہ جسکا امتحان بخوبی کیا جائے تو وہ کسی دوسرے پتے سے خاص باتوں میں اختلاف نہ رکھتا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم آرائے نباتات نے عالم کو کیسی بے انتہا اور عجیب و غریب بوقلمونی کے ساتھ آراستہ کیا ہے +

(۵) زمین پر جو حیوانات رہتے ہیں اُن کی خلقت کے نکات پر غور کرو۔ ان کی جسامت سب طرح کی ہوتی ہے چھوٹی ایسی جیسے دیمک بڑے ایسے جیسے ہاتھی اور وہیل۔ پھر دیمک سے بھی

چھوٹے اور لاکھوں ذرہ وار جاندار بعض ان میں سے ہوا میں رہتے ہیں بعض پانی میں بعض
ہیں بعض سخت زمین کے اوپر گشت کرتے ہیں ان سب کے اعضا کی ترکیب اور اندازں کی ساخت
جدا جدا ہیں جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہزاروں حرکتیں ان میں پیدا کیں
ہر ایک کو وہی آلات دئیے ہیں جو اسکی رفع حاجات کے لئے ضروری تھے۔ اگر ایک چیز کسی حیوان
کے پاس نہیں تھی تو دوسری چیز اسکے عوض میں دی۔ اگر گھوڑے کو سینگ نہیں دئے تو سم
دئے۔ غرض جو جسکے لئے مناسب تھا وہ دیا۔ ہر نوع کے ساتھ ایک ترتیب اعضا کا نظام مخصوص کیا
استخوان جوڑ پیوند۔ خون کی رگیں اعصاب کی حرکت ہر ایک نوع کی جدا جدا ایسے بنائے
کہ وہ اس کے لئے ضرور تھے اور بغیر انکے زندگی بسر نہیں کرسکتا تھا۔ پھر ان اعضا میں وہ
نازک حکمتیں اور صنعتیں رکھیں جو سمجھ میں نہیں آتیں ان جانداروں کو کہ دیکھ سی دس ہزار
دفعہ چھوٹے ہیں ایسے آلات اور اعضا دئیے ہیں کہ وہ انسے سوراخ یا لش گرفت کرسکتے ہیں
اور پھر ان حیوانوں کی ہزاروں نوع میں سے ہر ایک نوع کو جدا جدا اعضا کی ترکیب
کے لحاظ سے بنایا ہے پس جب ہم یہ خیالات دیکھتے تو اس جہان آفریں صانع کردگار کی
بے انتہا صنعت۔ قدرت۔ حکمت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ان بے شمار جانداروں میں جان
ڈالتا اور ان کی پرورش کرتا ہے +

غرض یہ سارا عالم جو نظر آتا ہے اس واجب الوجود کی شہود مستقل کی شہادت دیکے عقل کو یقین کراتا
ہے کہ جسنے ہم کو پیدا کیا جسکی سبب سے ہم زندہ رہتے ہیں اگر ہم اپنے خیالات کو حق سلسلہ میں
چلائیں تو ہم کو ہر ایک چیز میں ہر حرکت میں خدا تعالیٰ ہی نظر آنے لگے گا بگولے میں
طوفان باد و خاک و آب میں۔ زمین کے نیچے غار میں سمندر کی تھاہ میں مینہ میں نسیم میں
قوس قزح میں۔ شہاب ثاقب میں۔ بجلی کی چمک میں۔ آفتاب کی شکوہ و عظمت میں آسمان
کی ذی شان حرکات میں۔ جھلملاتی روشنی میں پرندوں کی نغمہ سرائی میں۔ کیڑوں کی بھن
بھن دسن سن میں ہمارے خون کے دورہ میں۔ ہمارے جوڑوں کی حرکت میں ہمارے

کی گردش میں۔ روشنی کی کرنوں میں جو اشیا سے چاروں طرف ہمارے دیکھنے کے لئے منعکس ہو رہی ہیں غرض ان سب میں یہ معلوم ہوگا کہ وہ ہمارا کردگار پروردگار کارساز بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے۔ نیچر کے نظام میں یہ افعال اور دس ہزار اور ایسے افعال اس خداوند تعالیٰ کی ذات کا اشتہار اور اعلان بنی آدم کے لئے بیحجاب مگر نہایت پرزور زبان میں دے رہے ہیں نچلے کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کے کاموں کو تو دیکھو کہ نہ گلاب میں کوئی رنگ ورنہ لالہ میں داغ اور نہ اور پھولوں میں کوئی نقش نگار ایسا ہی کہ اس مصور عالم کے ہاتھ کا نہ بنایا ہوا ہو۔ نہ کوئی ستارہ ہی جسکے جھلملانے سے زمین پر روشنی آتی ہو اور سنسان رات میں رونق ہوتی ہو جو اس نے اپنے فضل و کرم سے نہ بنایا ہو نہ اس وسیع زمین پر نہ سمندر کی تھاہ پر نہ ہوا پر کوئی جگہ ایسی مل سکتی کہ جس میں صانع قدیر کی بے نظیر قدرت و صنعت جلوہ گر نہ ہو۔ چاروں طرف وہی وہ ہے اور سب جگہ ہے نیچے اوپر دائیں بائیں جہاں مکان ہے وہاں خدا تعالیٰ اپنا فضل و کرم و لطف اتم اور قدرت و رحم ظاہر کر رہا ہے۔

(۲۰) خدا تعالیٰ کی قدرت و حکمت و لطف و کرم کی توضیح

مذہبی اعتقاد و یقین پر کوئی علم و فن علم سیارات کی برابر اثر نہیں رکھتا۔ ستاروں بھری رات میں اگر آسمان کو ہم دیکھیں تو اول کثرت اور عظمت و جلال کا نقش ہمارے دل پر جمے گا یہ جھلملاتی روشنیاں کہاں ہیں ہم سے ایسے بعید فاصلہ و بعد پر ہیں کہ جنکو ضیاء برق رفتار بھی برسوں میں طے کرتی ہے۔ انمیں بہت سے ہماری زمین سے بڑے ہیں سوا اس کے اگر ہم دوربین لگائیں تو پھر ہمکو ایک فضاء ناپیدا کنار میں ایک عالم پر دوسرا عالم متسلسل نظر آئے گا۔ ان سب پر وہ جہاں آفریں حکومت کرتا ہے۔ اسی نے انکو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اسی کے وہ زیر فرمان ہیں وہی ان سب میں موازنت رکھتا ہے۔ اسی نے فرمایا کن ہو ہیں فکن ہوگیا۔ بھلا یہ عظمت و جلال و قدرت و کمال اسکا کیسا حیرت انگیز ہے وہ فہم بشری کی حد سے پرے ہے

(۲) اجرام فلکی کی مقدار اور شمار سے کہیں زیادہ خداوند تعالیٰ کی بے انتہا قدرت [illegible]
اور باہمی موافقت اور مناسبت سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہی ایک نظام کو جس کا ایک رکن زمین
ہے۔ اس میں سیارے، رفتار جس سے وہ مرکب ہوا ہے، انکی اجرام انکی فاصلے ان کی
رفتاریں۔ ان کی سمتیں وغیرہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ منضبط اور مربوط ہوئی ہیں
کہ ایک حصہ دوسرے حصہ کی ایسی خدمت گزاری اور تائید کرتا ہے جیسے کہ جسم حیوانی
میں ایک عضو دوسرے عضو کی۔ زمین کا شمس و قمر کے ساتھ وہ ارتباط ہے کہ بحر میں جوار
بھاٹے کے وقت میں اور بر میں فصل کی کشت و درو کے وقت میں بال برابر بھی
کبھی فرق نہیں ہوتا۔ دونوں ہمیشہ اپنے وقت پر ہوتے ہیں۔ یہ ایک نظام شمسی ہی
ایسے کروڑوں لاکھوں اور نظام ہیں جن میں سے بعض ہمارے نظام سے
بے حساب بڑے ہیں یہ کروڑوں بے شمار آفتاب اور ستارے جو وسعت غیر متناہی میں
ہیں ان میں وہ انتظام کے ساتھ انضباط اور ارتباط باہم ہے کہ مہندسان محقق
کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب محفوظ و مصئون ہیں ہر جگہ پر موزونیت اور حسن ان
میں موجود ہے۔ ایک مدار دوسرے مدار پر اثر کرتا ہے اور ایک وہ کام دوسرے کے ساتھ
کرتا ہے کہ اگر اس کو وہ موقوف کر دے تو خود غارت ہو اور سب کو تباہ کر دے۔ مگر کل
ان کا کارخانہ اس خوبی کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ جو حادثات ان کے بظاہر غارت گر
معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں عالم کے سلامت رکھنے والے اور آفت اور مضرت سے انکو
بچانے والے ہوتے ہیں۔ ہر ایک میں اوقات معین میں ایسے زور دیے جاتے ہیں کہ وہ
آپس میں ایک دوسرے پر اثر کرکے موازنت و معادلت پیدا کرتے ہیں اب جیسی کہ عقل بشری
کی قدرت کی یہ شہادت پائی جاتی ہے کہ اس نے اپنی صدیوں کی متواتر کوششوں اور سعیوں
کو ملا کر تخمیناً اور تقریباً حساب ان سیاروں کے مداروں اور ان کی اوجاجوں کا جو آفتاب
کے گرد دورہ کرتے ہیں اور چند مدار ستاروں کی مراجعت کا کر لیا۔ تو پھر اس

Marfat.com

اس علت العلل اشیار کی عقل وحکمت کی شہادت کیوں نہ ہو کہ اس نے کروڑ در کروڑ آفتابوں اور ستاروں کے راستوں کا اور مدار ستاروں کی راہوں کا اور اعوجاجوں کا ایسا تعین کامل صحت کے ساتھ زمانہ گذشتہ اور آئندہ کے لیئے کیا کہ باوجود ان کی کثرت ازدحام کے ہر ایک سلامتی کے ساتھ اپنے مقررہ رستہ پر چلتا ہے اور سب مل کر باعظمت وجلال ایک موزونیت حرکت اور بناوٹ دکھاتے ہیں۔

(۳) علم حیوانات۔ جس میں حیوانوں کا بیان ہوتا ہے شہادت قوی اور ثبوت کامل قدرت وحکمت الٰہی پر ایسا دیتا ہے کہ کوئی اور علم نہیں دیتا۔ اس لئے ہم کو آسمان پیمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہم میں خود اور ہمارے گرد شہادت کاملہ قدرت کاملہ الٰہی پر بکثرت موجود ہے۔ انسان اپنے جسم ہی کو دیکھے کہ اس کی بوٹی بوٹی اور ہر رگ پے میں اسکی قدرت کا شہود موجود ہے۔ آدمی اپنی گردن کی ہڈیوں کو دیکھے کہ کیا کامل صنعت اسمیں پائی جاتی ہے کہ آجتک کسی کل میں خواہ کیسی ہی علم وہنر سے بنائی گئی ہو نہیں دیکھی گئی۔ بھلا کوئی کل ہم کو ایسی دکھا تو دے کہ آگے پیچھے جھکتی ہو۔ اور ادھر ادھر مڑتی ہو۔

سر میں ایسی قوت ہونی چاہیے تھی کہ وہ آگے اور پیچھے جھک سکے اور جسم کے گرد ادھر ادھر مڑ سکے اس کے لیئے مختلف دو حکمتیں رکھی گئیں ہیں۔ اول سر کو ریڑھ کی ہڈی کے سب سے اوپر کے حصہ پر رکھ کر ایک چول پر اس کا پیوند لگا دیا ہے جس سے وہ آگے اور پیچھے بے روک ٹوک جھک سکتا ہے اور دوسرے کام کے لیئے یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ وہ گردن کے اوپر کی ہڈی اور سر کے درمیان نہیں بلکہ اس ہڈی اور اس کے نیچے متصل جو ہڈی ہے اسکے درمیان اس پچھلی ہڈی کا ایک حصہ آگے کو نکلا ہوا بشکل دندانے کے بطور دردہ اوپر کی ہڈی میں ایک خانہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور اس سے ایک چول وہری اسی بن جاتی ہے جس پر دوسری ہڈی مع سر کے جو اس پر سہارا پاتا ہے ایک دائرہ میں آزادانہ گردش کر سکتی ہے۔ اس پر سر کا بوجھ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ گاڑی کی

Marfat.com

کمانیوں کا دہری پرکاری کا۔ بس۔ . . . دو نوحرکتیں اس طرح پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ باہم مزاحمت نہیں کرتیں۔ جب سر کو جھکاتے ہیں تو چول کے جوڑ کو کام میں لاتے ہیں جو اور اول ہڈی کے درمیان ہے۔ اور جب سر کو پھیرتے ہیں تو اس خانہ اور اس کے جوڑ کی چول کو جو اول اور دوم ہڈی کے درمیان ہے حرکت کر دیتے ہیں بس اب کون شخص اس میں شبہ کر سکتا ہی کہ یہاں تدبیر اور ارادہ نہیں پایا جاتا۔

(۴) آنکھ اور کان بھی عجیب و غریب صنعت و کاریگری کی چیزیں ہیں آنکھ علم مناظر کی کامل اور کان علم ... کی کامل ترین آلات میں سے ہیں غرض یہ مثالیں اور بہت سی اور مثالیں ایسی عجیب یقین دلانی والی مدبر و منتظم عالم کی دانائی کی اکثر عقلمند آدمیوں کی ہیں کہ بعض موحدین تو ان سے قطعی فیصلہ کر لیا ہی کہ کوئی ان کی بنانے والی دانائی ارادہ رکھنے والی ہی۔

ہم نے پہلے اجرام فلکی کے نظام کے استقلال اور موافقت کو اور باہمی ان کی معاونت کو بیان کیا ہے مگر وہ ایک وسعت بے پایان میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں بعینہ یہی حال تھوڑی سی وسعت میں ہمارے اجزاء جسمانی کی موافقت اور معاونت کا ہے اس کو ہم بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اس کی خداوند تعالی کی تدابیر اور ارادہ و انتظام کو خوب مشاہدہ کر سکتے ہیں جیسے دوربین آسمانوں کے انتظام ذی شان کی انتہا و انجام کو نہیں دکھا سکتی ایسی ہی خردبین اجزاء جسمانی کے انتظام کی انتہا اور انجام کامل کو نہیں دکھا سکتی غرض اجرام فلکی اور ہمارے اجزاء جسمانی کے انتظاموں کے اندر ایک مشابہت ہی۔

جیسے خدا کے ارادہ اور تدابیر و کمال وہاں نمایاں ہیں کہ جہاں آنکھ بغیر استعانت غیر کے خوبصورتی کو نہیں دیکھ سکتی ویسے ہی ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں ظاہر ہیں انسان نہی جسم کو دیکھو تو حق کی تدبیر و تقدیر کا ایک دفتر معلوم ہوگا۔ ہر عضو کو دیکھیے کہ کیسی اسکی صورت و شکل بنائی ہے رگوں اور نسوں کے باہم اتحاد اور انضباط میں کیا اعجاز کیا ہے جوڑ پیوند کس حکمت اور خوبی سے لگائے ہیں۔

(۱) یوں تو سارے ہی حیوانات میں حکمت حق نمایاں ہی مگر طائروں کی انواع مختلفہ میں

زیادہ تعریف کی مستحق ہے۔ پرندوں کو جو کام کرنے پڑتے ہیں ان کے سرانجام دینے کے واسطے خدا تعالیٰ نے عجیب و غریب سامان مہیا کیا ہے ان کے سارے جسم پر پروں کی پوشش ہوتی ہے۔ جو بالوں سے کہیں زیادہ ہلکی ہوتی ہے۔ وہ جسم سے متصل ایک دوسرے کے اوپر ایسے چنے ہوئے ہوتے ہیں جیسے کھپریلوں میں کھپرے اور وہ آگے سے پیچھے کی طرف مرتب ہوتے ہیں جسکے سبب سے ان جانوروں کو ہوا میں رستہ کاٹنا نہایت آسان ہوتا ہے اسی سبب سے ان کا سر چھوٹا بنایا گیا ہے اور ان کی چونچ مخروطی کی شکل بنائی گئی ہے۔ گردن لمبی ہے۔ بدن نازک ہے اور نیچے کی طرف تنگ اور اوپر کی طرف چپٹا یا گول۔ ہڈیاں کھوکھلی اس لئے اور جانوروں کی ہڈیوں کی نسبت بہت ہلکی۔ جسم کی گرمی کے لئے اس جگہ رو ئیں ہوتے ہیں جو پروں سے خالی ہوتی ہے۔ ان کے اڑنے میں خدا تعالیٰ نے عجیب صنعت کی ہے جسپر حیرت ہوتی ہے اسمیں وہ علم مکینک خرچ کیا گیا ہے کہ سوائے خداوند تعالیٰ کے کوئی اور اسکو نہیں کر سکتا۔ آج تک انسان کو کوئی حکمت ایسی نہیں سوجھی کہ وہ بھی پرندوں کی طرح اڑنے لگتا +

اس کارساز برحق نے پرندوں کی آنکھیں صاف کرنے کے لئے عجب حکمت رکھی ہے کہ اُس سے ہمیشہ ایسی صاف ہوتی رہتی ہیں جیسے کہ کسی کل کے شیشے۔ اور اسی سے ان کو ہوا میں تیز پروازی سے تکلیف بھی نہیں ہوتی اور جھاڑی جنگل سے مضرت نہیں پہنچتی۔ ان دونو باتوں کے لئے خدا تعالیٰ نے پرندوں کی آنکھوں میں ایک تیسرا پوٹا بنایا ہے جو نہایت باریک جھلی سی ہوتی ہے۔ جو بہت جلد آنکھ کے ڈھیلے پر دو پٹھوں کے ذریعہ سے جو عقب چشم میں ہیں آگے اور پیچھے کی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اگر تم کسی چیز کو کسی جگہ کی طرف کھینچنا چاہو جسمیں زور نہایت کم لگے تو تم اسکو خط مستقیم میں کھینچوگے جو اس چیز اور جگہ کے درمیان ہے لیکن تم اسکو یہ چاہو کہ بہت جلد نہایت آسانی سے اسکو کھینچیں اور زور کے نقصان کا کچھ خیال نہ کریں تو تم اس کو ترچھا دو سمتوں میں ایک ساتھ کھینچوگے۔ پہلے میں ایک رسی باندھو اور اسکو سیدھا اپنی طرف ایک ہاتھ سے کھینچو اور پھر ایک اور رسی کا پھندا بنا کر کے پہلی رسی میں ڈالو

Marfat.com

پھر ہر ایک رسی کو ایک ایک ہاتھ میں لے لو اور ان [illegible]
کھینچو یہاں تک کہ دونو رسیاں ایک خط مستقیم میں ہو جائیں تو تم دیکھو گے کہ نہایت آسانی سے
پتھر بہت جلد حرکت اسکی نسبت کرتا ہے۔ جب ایک ہاتھ سے اسے کھینچا تھا۔ بس یہی بات
اس پیرے پہوڈی میں مطلوب ہوتی ہی۔ اس میں بھی حکمت رسی اور پھندے کی رکھی گئی ہی
کہ دونو ہاتھوں سے کھینچی جاتی تھیں یہاں ہر یک بیٹھے سے وہ کام کشش کا ہوتا ہے
یہ علم ریاضی کی ایک مثال نہایت صحیح ہی جسمیں خدا تعالیٰ کا ارادہ اپنی مخلوق کی بھلائی کا پایا
جاتا ہی۔ ایک ابابیل بھی زمین پر بغیر اسکی مرضی کے نہیں گر سکتی۔

ای جہاں آفریں تو ہی اس عجیب و غریب جہان کی جان اور روشنی ہے یہ تیری ہی پرتو
افگنی ہی کہ دن کو دنیا چمکتی ہے اور رات کو مسکراتی ہی۔ اے فلک آرا یہ تیرا ہی رنگ شہود ہے کہ
جب آفتاب شام کو شفق میں اپنی شعاعوں کو رخصت کرتا ہی تو اپنے رنگ تاباں کی لطافت
نزاکت کے ساتھ دکھاتا ہی۔ اے انجم افروز یہ تیرا ہی ظہور ہے کہ جب طاؤس اپنے بازوں پر
ساری تاروں کو لے کر رقص کرتا ہی تو پاک تاریکی اور بیشمار روشنیوں کو دکھاتا ہی اے
بہار پیرا یہ تیری ہی چمن آرائی ہے کہ بہار نوخیز اپنی خوشبوؤں سے پھولوں کو معطر
کرتی ہی اور اپنے ہاتھوں سے پھولوں کو گوندھتی ہے۔ غرض جہاں نظر جاتی ہی وہاں
تیری ہی شان کبریائی آنکھوں کے سامنے آتی ہی اور جو چیز نظر آتی ہے وہ تیرے ہی
نور لا یزالی کو دکھاتی ہی۔ چاروں طرف تو ہی تو ہے۔

انتظام الٰہی

پروردگار عالم اپنی کل مخلوقات کی پرورش کے لئے اور تمام واقعات دنیا کی نگہبانی
اور خبرگیری کے واسطے جو تدبیریں اور انتظام کرتا ہی اس کا نام ہم انتظام الٰہی رکھتے ہیں
مذہب کا یقین اسی بنا پر قائم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا کا اور جو کچھ اسکے اندر ہی اس کا
فقط خالق ہی نہیں ہے۔ بلکہ محافظ۔ رازق۔ مدبر۔ مقدر بھی ہے اور ان کے انتظام میں

Marfat.com

وہ اپنی ساری کامل تدبیریں اور ارادے جو اُس نے اپنی حکمت سے کسی مقصد کے لئے تجویز کیے ہیں آخر وہ کام میں لاتا ہی۔ دُنیا میں بکثرت قوی شہادتیں اس امر کی موجود ہیں کہ کوئی کام بغیر مشیت ایزدی کے دُنیا میں نہیں ہو سکتا۔ مادہ کو دیکھو کہ خود اس میں کسی ارادہ اور نیت کی قابلیت و استعداد نہیں ہی مگر قوانین مادی درستی اور اُستواری کے ساتھ منضبط و مربوط ہیں کہ وہ اپنے پیچیدار تعلقات اور حرکات میں کام ایسی موافقت اور مناسبت کے ساتھ کرتے ہیں کہ جس سے نہایت بکار آمد دانشمندانہ نتائج پیدا ہوتے ہیں خواص مادی۔ حیات طبعی ہر جاندار کی حرکات طبعی و اختیاری بغیر کسی صلاح اور منصوبے کے باہم ایک دوسرے پر عامل ہیں جب ایک دوسرے پر عمل کرتا ہی دوسرا پہلے پر عمل کرتا ہی اور یہ معاملت نہایت ضروری اور مناسب اثر پیدا کرتی ہی۔ بعض اوقات آدمی اپنے ارادے اور اختیار سے ایسے بعض افعال کرتے ہیں کہ وہ نہایت نامناسب اور اٹکل بچو اور بے جوڑ ہوتے ہیں مگر وہ مشیت ایزدی کے موافق ہوتے ہیں اس لئے اس سے وہ مقاصد اعظم حاصل ہو جاتے ہیں کہ جن کا خیال بھی اُن کے ذہن میں نہیں گذرا تھا اس سی ثابت ہوتا ہی کہ انسان کی تمام تدابیر پر مشیت ایزدی محیط و حاوی ہی تدابیر انسانی کو جس طرح وہ کام میں لاتی ہی۔ اسکا طریقہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتا اس میں ذرا شبہ بھی نہیں کہ دُنیا اور مافیہا اس فرماں روا کے زیر حکم ہی جو ہمہ داں اور ہمہ خبیر ہے۔ خدا تعالیٰ کے خیال میں ان کے متقید کرنے کے واسطے بیشمار شہادتیں موجود ہیں جو شخص اپنی خود فہمیدگی سے دُنیا کو یہ سمجھتا ہی کہ اس کا کوئی خالق مہربان و رحیم و رحمان نہیں وہ قابل رشک نہیں ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ قادر مطلق کا انتظام ازلی و ابدی انسان کی خوشدلی کے لئے ہے۔ جیسے باپ اولاد پر شفقت کرتا ہی اس سی کہیں زیادہ وہ اپنی مخلوق پر رحم و کرم کرتا ہے ماں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف اپنے معصوم چہرہ سے کیسی کیسی شفقت اور محبت دکھاتی ہے کسی کا منہ چومتی ہے کسی کو گلے لگاتی ہی۔ کسی کو گود میں لیتی ہی۔ کسی کو پاؤں پر بٹھاتی ہی بچوں کے معصوم چہروں سے رونے دھونے سے بہانوں سے اُن کے دل کی باتوں کو انکی مرضی کو پہچان جاتی ہی تو کبھی اپنے آہنے

Marfat.com

کبھی اپنے دیکھنے سے انکا مطلب پورا کر دیتی ہے غرض خواہ وہ اپنی بچہ سے
کسی بچہ سے راضی ہو دونو صورتوں میں وہ اُن سے محبت رکھتی ہی ایسا ہی ہمارا کرد گار
ہماری ضرورتوں اور احتیاجوں پر نظر رکھتا ہی اور جن چیزوں کو اپنا حق سمجھ کر اُس سے مانگتی ہیں
وہ نہیں دیتا تو اُسکا یہ نہ دینا خالی حکمت سے نہیں ہوتا - یہ نہ دینا اُسکا حقیقت میں دینا ہی اُس کا
انکار ہی اقرار ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اس سے پھر التجا کریں -

(۲) انتظام آلٰہی میں ایسے راز پنہاں اور بے ضابطگیاں اور ناشائیستگیاں عیاں ہیں
کہ جنسے خدا تعالی کے مدبر و منتظم ہونے پر وہ اعتراضات اور شبہات وارد ہوتے ہیں کہ
خدا تعالی کے خالق ہونے پر نہیں عائد ہوتے - مثلاً دنیا میں بدیوں کا بکثرت موجود ہونا -
ابتداء نظر میں ان بدیوں کا موجود ہونا اُس عادل دانا کی شان سے بعید معلوم ہوتا
ہے بلکہ اس سے تو وہ نادان اور ظالم معلوم ہوتا ہی - جب اسکی ذات پاک مقدس گناہ
سے نہایت متنفر ہے تو اسکے انتظام میں پھر یہ گناہوں کا انبار بے شمار دنیا کے لئے کیا
سزاوار ہی ؟ ہم دنیا میں بہت دفعہ دیکھتے ہیں کہ نیک بلاؤں میں مبتلا ہو کر رنج اٹھاتے
ہیں اور نامراد رہتے ہیں اور بد امن و عافیت کے ساتھ چین اُڑاتے ہیں اور بامراد و شاد
رہتے ہیں +

دنیا میں گناہوں کا ہونا تو ایک راز آلٰہی ہی جو کسی پر نہیں کھلا - مگر نیکو کو جو بظاہر رنج
والم پہنچتا ہے وہ عارضی ہوتا ہی اور ان کے اُس ایمان کا امتحان ہوتا ہی جو وہ خدا کی
عدالت پر رکھتے ہیں پاک طینت جسکا دل ہٹ دھرمی کی خباثت سے پاک ہو - اس دنیا میں
دیکھ کر کہ نیک و بد کی سزا جزا میں بے تمیزی ہی - نہ عصیاں کاروں کو عصیان کا عذاب ملتا ہی
نہ نیکوکاروں کو نیکی کا ثواب ملتا ہے اور یہ بھی اس کی ساتھ جان کر کہ میں اس مشکل عقدہ کو راستی
کے ساتھ حل بھی نہیں کر سکتا وہ عالم اخلاق کو دیکھ کر اس خالق عالم کے عدل سے جو بالکل بے عیب
و خطا نہایت منظم ہے انکار کریگا ؟ ہر گز نہیں ہمیشہ گو نیکی کو جس جزا کی وہ مستحق ہوتی ہی

Marfat.com

اور بدی کو جس سزا کی مستوجب ہوتی ہی وہ نہیں ملتی ہے مگر اخلاق باطنی کے قوانین پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اصلی مکافات عمل کا سلسلہ متواتر جاری رہتا ہی۔ جس سے صاف اور بے ریب بے عیب، خدا کا عدل انسان کے اعمال و رخصائل کی نسبت دکھائی دیتا ہے نیکی خود اپنی جزا آپ دیتی ہے اور بدی اپنی سزا آپ۔ نیکی بذاتہ عزت و نجات کا سبب ہوتی ہے اور بدی بنفسہ ذلت و ہلاکت کا باعث ہوتی ہی۔ نیکی کی خوشی کے ساتھ اور بدی کی رنجیدگی کے ساتھ دو طرح کی بندشیں ہیں ایک ظاہری جو ڈھیلی اور شکستہ ہوسکتی ہیں یعنی بدوں کو سزا نہ ملے اور نیکوں کو جزا۔ اور ایک باطنی ہیں جنمیں کبھی خلل نہیں آسکتا۔ انمیں وہ استواری ہے جو عالم مادی میں علت و معلول میں ہے کہ جسمیں کبھی تبدیل و تحویل نہیں ہوسکتی۔ ممکن ہے کہ نیکیوں کو ظاہری منفعت نہ حاصل ہو بلکہ مضرت پہنچے۔ مگر یقیناً اس نیکی کا کرنا انسان کی روح کو مقدس منزہ۔ مشرف معظم۔ مکرم بناتا ہی اور بتدریج وہ اطمینان قلب پیدا کرتا ہی کہ جسکے آگے ساری دنیا کی نعمتیں و دولتیں ہیچ ہیں بدی میں گو ظاہری کامیابی ہو اور اس سے آدمیوں میں عزت ہوجائے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ سزا سے بال بال بچ جائے بدی روح کے حق میں زہر ہوتی ہی۔ اس کو مضمحل کردیتی ہے بدی ہمیشہ یہ کام کرتی ہی خاص کر اور بھی مستعدی سے اس آدمی کے ساتھ جو گناہ کرتا ہے اور اپنی کونشنس کی آواز کو بھی چپ کرتا ہی اور اپنے ہمجنسوں سے شرارت میں اعانت پاتا ہی۔ بس اب تم نظر غور سے دیکھ لو کہ جو ظاہر بعض ابطگیاں اور ناشایستگیاں انتظام الٰہی میں نظر آتی ہیں انھیں سطح کے نیچے خدا تعالیٰ کا مدبر و منتظم و عالم ہونا نظر آتا ہی۔

(۳) انتظام الٰہی کے برخلاف ایک اور یہ بات کہی جاتی ہی کہ اگر خدا تعالیٰ سب کا بھلا چاہنے والا مدبر و منتظم عالم ہوتا تو رنج و الم و مصائب و غم و تکلیفات اس کثرت سے دنیا میں کیوں ہوتے (ہم سب قسم کے رنجوں تکلیفوں مصائب آفات بلاؤں غموں رنجوں کا نام الم رکھتے ہیں) تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں گناہ سے بہت پہلے زمانہ سی

Marfat.com

الم کا قدم آیا ہے انسان ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ دنیا سے [illegible]
پھر جیسے بحر و بر ہوا جانداروں سے آباد ہوگئے ہیں ویسے زمین ان کی کارزار کی
تماشا گاہ ہی۔ باہم ان میں ایک دوسرے کو ہلاک کرتا تھا۔ اشتہائیں خوف۔ زبردستی
سرکشی بیماری۔ رنج و موت کی تکلیفات یہ سب باہم موجود تھیں کوئی جانور الم سے خالی
تھا۔ ہر جانور کو اشتہا ہوتی تھی۔ اشتہا کیا ہے ایک الم نا ملائم کا محسوس ہونا۔ ہر جانور کے تمام
حواس اور اوصاف ایسے بنائے گئے ہیں کہ الم ان کی ذات کے لئے لازمی ہی۔ ایک جم غفیر
حیوانوں کا ایسا ہے کہ جبتک وہ اور جانوروں کو چیر پھاڑ کر خوشیاں نہ کریں زندہ نہیں رہ
سکتے۔ بہت سے حیوان ایسے عظیم الجثہ ہیں کہ جب وہ حرکت کرینگے ضرور ہے کہ ان کے
تلے بہت سے ذرہ مثال جانور جو رنج کو محسوس کرسکتے ہیں ائس اور پس کر جان بحق تسلیم
کریں اب سوال یہ ہے کہ ایسے امور قبیح اس انتظام الٰہی میں جو خیر محض ہی کیسے وقوع میں آسکتی
ہیں اس سوال کا جواب عقل انسانی کافی وافی نہیں دے سکتی۔ مگر ہاں ایک سچی امید اس سے
جواب کی ایک خاص حد تک ہوسکتی ہے کہ وہ واقعات اصلی کو حسب موقع مطالعہ کرکے یہ
بتلائے کہ الم کے میلان ذاتی اور اثر کیا ہیں واقعات اصلی سے حسب موقع یہ امر ظاہر
ہوتا ہی کہ وہ حیوانات کو مضرات کریہ سے بچنے پر تنبیہ کرتا ہے آفتوں سے بچنا بتلاتا ہے
غرض الم محافظ و حامی جاں دار و نگہبان جان کا ہے۔ اگر جانوروں کو الم کا ادراک نہ ہوتا تو
وہ ہمیشہ جان جوکھوں میں گرفتار رہتے۔ جہاں تک ہمارے علم اور خیالات کی رسائی ہے وہاں تک
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خواہش کرنی کہ دنیا الم سے خالی ہو یہ چاہنا ہے کہ حیوانات زیست
سے ہاتھ دھو بیٹھیں ورنہ دنیا جیسی اب ہی ایسی نہ رہے۔ الم خود مآل کار نہیں ہوتا آلہ و وسیلہ
مآل کار کا ہی۔ اسکا مآل سرتاپا خیر ہی خیر ہے۔ الم کی ذات خود کہے دیتی ہے کہ خدا کا
مقصود اس کی پیدائش سے اپنی مخلوق کے لئے خیر محض تھا۔ پر ہمارا خالق کسی مخلوق کو
الم اپنے لئے نہیں پہنچاتا۔ بلکہ خود اُس کی بھلائی و نفع و بہبودی کے لئے خدا الم

Marfat.com

طریقے اور خیالات انسان کے سے طریقے و خیالات نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ انسان سے اعلیٰ و برتر ہی۔ ایسی ہی اسکے طریقے اور خیالات انسان کے طریقوں سے مرتفع و بالاتر ہیں (۴) اس اوپر کی بات سے یہ امر واقعی اور بھی ظاہر ہی کہ الم بھی جانداروں کو سعی اور کوشش پر آمادہ کرتا ہی اور یہ سعی و کوشش انسان کی قابلیتوں اور استعدادوں اور قوتوں کی کاشف و معلم و موٗدب ہیں ہر اشتہا سے ایک حاجت پیدا ہوتی ہی اور اس حاجت کا پیدا ہونا ہی ایک نا ملائم الم طبیعت میں پیدا کرتا ہی پس اگر حیوانات میں اپنی احتیاجوں کی ادراک کا اور سعی و کوشش کا سبب یہ الم نہ ہوتا تو انکی حالت کیا ہوتی؟ کیا مخلوق ایسی ہی حسین و ذی شان ہوتی جیسی اب ہے؟ اگر خوف نہ ہوتا تو خرگوش میں یہ پھرتی چالاکی تیز دوی ہوتی جو اب ہے؟ شیر کو اگر بھوک نہ ہوتی تو وہ ایسا ہی قوی ہوتا جیسا کہ اب ہی اگر انسان کو کسی کام کے لئے بکھیڑے نہ کرنے پڑیں تو وہ ایسا ہی ذہین کل اولو العزم فراخ حوصلہ اور طرح طرح کا ہنرمند ہوتا جیسا کہ اب ہی؟ غرض حیوانات کا مکمل یعنی کامل بنانے والا الم ہی ہی۔ الم کا مآل خیر نیک ہی۔ جسکا کام میں آنا قرین انصاف ہے۔ الم مکمل حیوان ہی نہیں بلکہ انسان کو اور سب حیوانوں سے زیادہ وہ کامل بناتا ہی۔ اور وہ فقط جسم انسانی ہی پر اپنا اثر نہیں رکھتا بلکہ اسکی روح پر بھی تزکیہ نفس کے لئے اس کی ضرورت ہی تعلیم دیتا دیتا نفس میں وہ کام آتا ہی۔ سنگدل کو موم دل وہ بناتا ہی۔ مغرور و سرکشوں کو مطیع کرتا ہی۔ صبر و استقلال وہ پیدا کرتا ہے ہمدردی کو وہ وسیع کرتا ہی۔ مذہبی چاہتیں وہ پیدا کرتا ہے۔ غرض سب طرح سے انسان کی طبیعت کو وہ مجلا و مصفا مہذب متقی معظم مکرم بناتا ہے فضائل انسانی خالص ناجب ہی بنتے ہیں کہ وہ الم و رنج کی کٹھالی میں تپائی جائیں۔ جو شخص الم کو حق طور پر اٹھاتا ہی وہ کبھی یہ شکایت نہیں کرتا کہ مجھے مشقت

Marfat.com

شائقہ اس کے اٹھانے میں بڑی بلکہ برخلاف اس کے کل انسان جو ... وصاحب جاہ وعزت گذرے ہیں انھوں نے الم کو مضر نہیں بتلایا بلکہ مفید ... الم کشی پر خوش اس لئے رہی کہ اُس سے انکی طبیعت میں شرافت صداقت متانت پیدا ہو

(۵) ایک اور بات منافی انتظام الٰہی کے لئے حادثات نیچر بیان جاتے ہیں کہ ایک طوفان خاک و باد آیا بے شمار آدمی فنا ہو گئے۔ ایک زلزلہ سے شہر کے شہر فنا ہو گئے۔ ایک باسی ہزاروں آدمی ایسے مرے کہ بستیاں اُجاڑ ہو گئیں۔ دنیا میں نیچر کے بڑے بڑے قوی زور کبھی نچلے و برقرار نہیں رہتی ہمیشہ وہ کامل طور پر اپنا کام کرتے ہیں اور تباہ اور برباد کرتے رہتے ہیں ان کا کام یہی ہے کہ جو عمدہ اور بہتر چیز ہو اس کو غارت کردیں نیچر بڑا قزاق اور راہ زن لوٹ مار کرنیوالا ہے۔ اور عالم کو شکنجہ میں کھینچا رہتا ہے جو انسان بڑے بڑے ظالم بنی آدم کے ہلاک کرنے والے گذرے ہیں انھوں نے اس نیچر ہی کی نقل غارتگری میں اتاری ہے۔ خوف کی سلطنت اس نیچر ہی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ایک دانشمند کی رای ہے کہ دنیا ایسی نہیں کہ اس کو انسان سب طرح سے پسند کرے نیچر کی ترقی وہ کم کرسکتا ہے۔ یہ شکایت الٰہی ہے جیسے ایک بہت چھوٹی مچھلی کو چھوٹے کنول کی بڑی سمندر کی شکایت کرتی ہے۔ اس نیچر کی شکایت کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ نیچر کہیں دغا نہیں دیتا جو دل اس سے محبت رکھتا ہے اسے منفعت پہنچاتا ہے۔ ہماری عمر کے سارے سالوں میں وہ ایک خوشی سے دوسری خوشی کی طرف لے جاتا ہے اس لئے جو کچھ ہمارا باطن میں بھرا ہوا ہے اس سے وہ دل کو آگاہ کرتا ہے اور اطمینان اور خوبی کا اس پر نقش جماتا ہے اور وہ بلند خیال پیدا کرتا ہے کہ نہ کسی کی بدزبانی نہ کسی کی تندمزاجی نہ خود غرضیوں کی ترش مزاجی۔ نہ کسی کی محبت۔ مبارک سلامت۔ غرض تمام ہولناک پرخطر معاملات روزانہ زندگی کے ہم کو مضطرب کرتے ہیں

Marfat.com

وہ ہماری مخالفت میں غالب آسکتی ہیں ہمارا خوش عقیدہ یہ ہی کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ برکتوں اور نعمتوں سے بھرا ہوا ہی +

ہم خدا کے دین دار کن چیزوں کے ہیں

(۱) عاجزی — جب ہم کو حق تعالیٰ کا خیال آتا ہی کہ وہ قادر مطلق خالق اور بادشاہ جہاں ہی۔ ہم اپنی ہر چیز کے لئے اس کے محتاج ہیں اور ہمیشہ اُسکے محتاج رہیں گے تو اُس کی عظمت و جاہ و جلال کے آگے ہم اپنے تئیں ناچیز ذلیل حقیر بے حقیقت دیکھتے ہیں اس خالق ذوالجلال والاکرام کے آگے انسان کی کیا ہستی ہی عظمت و جاہ و جلال تو اُسی کی شان کے شایاں ہیں مگر انسان باوجود اس بیچارگی اور عاجزی کے اپنی تمام صفات میں سے تکبر کو زیادہ نمایش دیتا ہی جو بالکل متضاد اُس کے عجز کی حالت کے ہی۔ ایک حکیم کا قول ہی کہ کوئی دوسرا جاندار انسان کی برابر متکبر ہی نہ ذلیل ہے۔ یہ دونو متضاد صفات اس میں موجود ہیں معلوم نہیں کہ آدمی کس اپنی بات پر تکبر کرتا ہی؟ اپنی اصل کو دیکھے جس سے وہ پیدا ہوا تو خاک ہے اور خاک ہی میں جلد ملنے والا ہی۔ جو کاروبار جلیلہ وہ اپنے سمجھتا ہے وہ ایسے ہیں جیسے سمندر کے آگے قطرہ۔ بغیر حکم الٰہی نہ وہ ایک سانس لے سکتا ہی نہ اُسکی نبض ایک حرکت کر سکتی ہی جن چیزوں کے قبضہ رکھنے کی وہ خوشیاں مناتا ہی وہ برقرار نہیں ناپائدار ہیں۔ ایک لمحہ میں اپنے سارے دوستوں سے جدا ہو جاتا ہے ساری دولت اسکی پر لگا کے اُڑ جاتی ہی۔ صحت دفعتہً غارت ہو جاتی ہے بھوک پیاس۔ تکلیف و رنج۔ بیماری مایوسی اس کے سارے کاموں میں موجود ہیں اُسکے علم کا دائرہ نہایت تنگ جا میں محدود ہے باوجودیکہ انسان کے لئے یہ ساری باتیں اُسکی عاجزی و بیچارگی کی موجود ہیں مگر پھر بھی اسکے تکبر کا حال یہ ہی کہ خدا تعالیٰ کے روبرو اپنی خودنمائی کے لئے وہ فریب شعبدہ بازیاں کرتا ہی کہ جن پر فرشتوں کو رونا آتا ہی انسان کو فرض ہی کہ وہ خالق کے روبرو کھڑا ہو عجز و انکسار اختیار کرے اور اپنے تئیں ہیچ و ناچیز جانے۔ اس عجز و انکسار سے جو سرافراز ہو گا۔ وہ ہر دل عزیز ہو گا۔ بہشت اپنی ذرہ داخل

Marfat.com

اسی کے لیے کھولینگی جو آدمی خدا کے آگے سجدہ میں ...

خمیدہ ہوتا ہو اسی کے سر پر منور تاج الٰہی ہوتا ہی۔ اسی کی روح عجز و انکساری کی ...

پر چڑھ کر عرش معلی کے پایہ تک پہنچتی ہی۔

(۲) ادب تعظیم۔ خدا تعالیٰ کے خالق اکبر اور احکم الحاکمین ہونے کا خیال ہمارے دل میں اسکی فقط تعظیم و تکریم و ادب و خوف کے خیال عمیق کو جگاتا ہی سب مذہبوں کی اصلی عبادات کا موضوع یہی ہی کہ خدا کی عظمت و جلال کا اظہار اور اپنے عجز و انکسار کا اشتہار۔ مگر خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا سچا ادب جب ہی آدمی کے دل میں پیدا ہوتا ہی کہ وہ اس کی ذات پاک کی جلوہ نمایاں اسکے لطف و حکمت و صنع و قدرت میں دیکھے۔ انسان کے دل میں جو اس خالق قدیر اور صانع خبیر کی عظمت ما وجب نہیں پیدا ہوتی اور اُس کا اثر کچھ نہیں ہوتا سبب اسکا یہ ہے کہ آدمی کی عادت نہیں ہی کہ وہ اسکی ذات پاک کو اس کے اختراع و ابداع کی حکمت و صنعت میں دیکھے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنی تھوڑی سی زندگی کے کام دھندوں کی طرف کم مصروف ہوں اور زیادہ تر خدا تعالیٰ کی صنائع جلیلہ کیطرف متوجہ ہوں قادر مطلق کے خیالات جتنے ہمارے وسیع ہونگے اتنی ہی ہمارے دل میں خدا کی تعظیم و تکریم پیدا ہوگی انسان کی روح کسی خالی چیز کی جس کی خوبی سمجھ میں نہ آئے تعظیم نہیں کیا کرتی۔ مگر وہ جسکو دیکھتی ہی کہ ہر جا فرمانروائی کر رہا ہے آسمان پر زمین پر ہر باشندہ پر تو اس کے آگے وہ نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ سر کو سجدہ میں جھکا دیتی ہی۔ ہمارے خیالات الٰہی خواہ کیسے ہی وسیع ہوں اور ہماری تعظیم خواہ کتنی زیادہ ہو مگر وہ خدا تعالیٰ کے کمالات کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی یا انسانی تعظیم جو اسکی ذات کے شایان ہو ہو بھی نہیں سکتی۔ ہمارے خیالات جو خدا کی نسبت ہیں خواہ کیسے ہی وسیع ہوں وہ ہماری تعظیم و تکریم الٰہی کے وسعت کو بتلائینگی۔

نہایت عاقل و دانا آدمی کے خیالات بھی اس خدائے لایزال کی شان کے شایان نہیں ہوتے جسکا سمجھنا عقل و وہم و قیاس سے باہر ہے اسکے کمالات غیر متناہی ہیں وہ کیا ہماری ناقص عقل ...

Marfat.com

(۳۰) انسان خدا کو فقط یہی نہیں خیال کرتا کہ وہ ہمارا خالق اور محافظ ہی بلکہ یہ بھی جانتا ہی کہ وہ سارے عالم کا حاکم عادل ہی۔ یہی نہیں کہ اُس نے ساری چیزوں کو نیست سے ہست کر دیا اور اپنے لطف عام کا مزہ مخلوق کو چکھا دیا بلکہ وہ اپنے نظم و نسق کو عالم میں ہمیشہ جاری رکھتا ہی اور تمام واقعات و واردات عالم کا خاتمہ اپنے فضل و کرم پر کرتا ہی وہ ہماری نگہداشت اور خبرگیری ہمارے باپ سے زیادہ کرتا ہی۔ وہ ہماری حاجت روائی کرتا ہی وہ رنج و تکالیف سے نجات دیتا ہی۔ ہماری مشکلیں حل کرتا ہی۔ ہماری حماقتوں اور بیوقوفیوں اور خطاؤں کو معاف کرتا ہی۔ غرض وہ سب طرح سی خیر محض کا سرچشمہ ہے انسان کی طینت میں داخل ہی کہ جس کسی کو نیک اور خیر جانے تو اس سے دل میں محبت کری اگر کسی آدمی کو وہ ایسا جانتا ہی تو اُسکی محبت میں گرمجوش ہوتا ہی۔ پس اللہ جل شانہ سے زیادہ کون سرچشمۂ خیر ہوگا اُسمیں تو بے انتہا خیر ہی پس اُسکی ذات سی نہایت شوق سے محبت رکھنا انسان پر فرض ہی اور جب تک اس محبت میں انسان کا دل نہ لرزنے لگے تب تک وہ خطاوار اپنے بےحس ہونے کا قابل سزا ہی۔ خدا تعالیٰ سے محبت نہایت گرمجوشی کے ساتھ رکھنی اپنی ہستی کے لئے ضروری ہی وہی ہم میں ایک چشمہ نیکی کا اور ادا و فرائض کا ہی۔ انسان کے دل میں اور بھی باتیں ایسی ہیں کہ وہ اثر کر کے انسان کو خدا کی طاعت و بندگی کی طرف رغبت دلاتی ہیں مگر ہمیشہ اس سبب سے جو طاعت و بندگی ہوتی ہی وہ ہمیشہ یکساں اور بے ریا نہیں ہوتی۔ یہ تاثیر قلبی عموم کی ہدایات عامہ کے لئے غیر کافی ہوتی ہیں مثلاً دفعتہً ایک موت کا صدمہ آدمی کو اپنے ادائے فرائض پر مجبور کرتا ہی مگر جب دل کا خوف جاتا رہتا ہی تو ساتھ ہی وہ اپنی ادائے فرائض میں ڈھیلا ہو جاتا ہے اور پھر اپنی جہالت اور حماقت میں مبتلا ہوتا ہے۔

جن آدمیوں کو اپنے خلق کا خیال ہوتا ہی تو وہ ظاہری بداخلاقیوں سے پرہیز کرتے ہیں مگر دل کے اندر کچھ مخفی خطاؤں اور گناہوں کا مادہ بھرا ہوا ہوتا ہے اس سے وہ

Marfat.com

نکال کر نہیں پھینکا دیتے مگر محبت الٰہی وہ زبردست ... ہر
وقت راہ حق پر چلاتا ہی - نہ وہ کسی خاص حکم ہی کی طرف نہ کسی خاص وقت ہی کی ...
اپنے کام میں متوجہ ہوتا ہے بلکہ سب احکام کی طرف اور سب اوقات کی جانب اور اصول
ایسے ہیں کہ انکی حکومت جب ہی تک رہتی ہے کہ ان کے مقابلہ میں جذبات نفسانی
اور شہوات روحانی اپنا زور نہیں دکھاتے - مگر محبت الٰہی اپنی حکومت کو سب
امتحانوں میں قائم رکھتی ہی وہ تمام جذبات نفسانی کو اور خطرناک شہوات نفسانی کو
دبا دیتی ہی اور انسان کو طریقہ حق پر چلنے کے لئے اور زیادہ قوی کر دیتی ہی جو
شخص اس محبت الٰہی کے طریقہ سے ناآشنا ہی وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں بہت
سہج سہج لنگڑاتا ہوا اس طرح چلتا ہی جیسے کہ کوئی اچھا بوجھ اٹھانیوالا جسکے سر ایسا
بوجھ لدا ہوا ہو جسکا لیکر چلنا اسکو ناگوار ہو مگر جو عاشق خدا ہی اسکے سر پر کتنا ہی
بوجھ رکھ دو خدا کی راہ میں خوش خوش لے کر چلے گا - وہ اپنے فرائض زندگی کے ادا
کرنے سے خوش ہوتا ہی اسکی آزمائشیں جو سختیوں اور بلا میں مبتلا کرنے سے ہوتی ہیں
اُن سے وہ مسرور ہوتا ہی خواہ کیسی ہی مشکل اور آفت اس کو پیش آئے وہ اس حالت میں
بھی اپنے سارے کاموں کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہی - توکل تسلیم تفویض اس کی
عادت میں داخل ہو گئے ہیں خدا کی محبت کے سبب سے اپنی ذات کو اور اپنے سب معاملات کو
خدا کی دانائی اور خیر خواہی کے حوالہ اور تسلیم کر دینے کی برابر کوئی اور نیک کام انسان سے
نہیں ہو سکتا - اُس عدالت سے حکومت کرنے والے کے نزدیک بھی کوئی
اور کام انسان کا وقعت نہیں رکھتا - خدا دلوں کو دیکھتا ہی اور یہی وہ چاہتا ہی کہ اسکا
اور آدمی دل سے کریں اگر یہ نہ ہو تو پھر اسکی نگاہ میں اور سب چیزیں بے قدر و قیمت ہیں
مذہبی رسومات کے طریقہ مروجہ پر ہم قدم بے تابانہ رکھیں اور رسما قاعدہ عبادات کے واسطے
جو عبارتیں مقرر ہیں ان کو قرأت سے پڑھیں اگر ان میں محبت الٰہی کا اصول دلوں کو نہیں

کرنا اور عبادتوں میں جان نہیں ڈالتا تو اس سے کچھ فائدہ نہیں وہ خدا کے نزدیک مقبول ہیں نہ ہمارے قلب کو ان سے کوئی اطمینان حاصل ہوتا ہے اگر ہم معاملات دنیا میں نہایت راستباز ہوں مگر اسمیں خلق الٰہی کا خیال نہو جسکی صداقت میں کوئی خلل نہیں آسکتا جسکی تقدیس میں کوئی داغ نہیں لگ سکتا جسکی فتوت میں کوئی فتور نہیں آسکتا تو ہماری ساری نیکیاں پایہ قبولیت سے ساقط ہونگی اسلیے کہ ان کے کرنے کے سبب ادنے و ذلیل ہیں جس تعریف کے ہم مستحق ہوں شائد وہ تعریف ہمارے آدمی کریں اور جن آدمیوں نے ہم پر اعتبار اور اعتماد کیا تھا اور ہمارے کام کرنیسے ان کو کچھ مایوسی بھی نہیں ہوئی وہ ہمارے معتبر اور معتمد ہونے کی تصدیق بڑے شد و مد سے کریں اور جن لوگوں نے اس خیال سے ہمپر بھروسا کیا تھا کہ ہمکو اپنی عزت و آبرو کا بڑا خیال دل میں ہے اور اس بھروسہ کرنے میں انکو کوئی بات افسوس کرنیکے قابل بھی نہیں پیش آئی وہ ہماری تعظیم و تکریم دل و جان سے کریں مگر جب خدا تعالٰی کے حضور میں کھڑے ہو کر اپنے سے یہ سوال کریں کہ ہم نے جو کام کئے ہیں اسمیں ہم کو خلق الٰہی کی تعظیم کا یا اسکی مرضی کی اطاعت کا پاس تھا تو اس وقت یہ امر ظاہر ہوگا کہ نیک کاموں کے کرنے میں محض ہم کو یہ خیال تھا کہ دنیا کی نظر میں ہماری منزلت ہو اور آدمی ہماری تحسین اور آفریں کریں - ظاہر ہے - جن کاموں کے کرنے میں ہمکو فقط ظاہری قدر و منزلت و عزت کا خیال ہو اور خدا تعالٰی کی اخلاق کی خوبی کا اور اسکی شان و عظمت کا جو ہمارے سر پر نمایاں ہے نہ ہو اور خدا کی قدوسیت اور اسکی عدالت اور صداقت کی عظمت و جلال پر نگاہ نہ ہو اور ان خیالات نے ہمارے دل کو نہ متحرک کیا ہو اور اپنی روشنی سے ہماری راہ کو روشن نہ کیا ہو تو فقط آدمیوں کی تعریف و تحسین کو اپنے نیک کاموں کا انعام سمجھنا لعنت اور نفریں کی برابر ہے -

(۴) ہم کو اپنی زندہ دلی کے لئے بہت ضرور ہے کہ اپنے دل میں محبت الٰہی کو پیدا کریں ہمکو چاہیے کہ اکثر ذات باری کے کمالات کو غور اور خوض سے دیکھا کریں اور زیادہ تر توجہ ان کمالات خداوندی پر کریں جو ہماری تاریخ حیات میں نمایاں ہوتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ

Marfat.com

وہ کیسا ہماری ساتھ بھلائی اور لطف و کرم کرنے والا ہے

راحتیں ہیں کہ جن سے ہم لطف اٹھاتے ہیں کتنی مضرتیں ہیں کہ ان سے ہم بچ جاتے ہیں

اس سے ہم کو اپنے اللہ جل شانہ کی محبت اور سپاس گزاری دل میں پیدا کرنی چاہیے جہاں تک ممکن ہو دنیا کی چیزوں سے محبت میں اعتدال پیدا کرکے ذات الٰہی کی محبت پر بالکل دل و جان جھکنا چاہیے جسکی بندگی اور عبادت اور طاعت ہم کو سزاوار ہے انسان کی ہر خصلت میں قصور اور حماقت موجود ہی۔ انسان کے عمدہ اشغال میں سے دوستی کا پیدا کرنا بھی ایک شغل ہی۔ مگر اکثر اسمیں مایوسی ہوتی ہی۔ دوست اتحاد کا معاوضہ نہیں دیتے جو اعتماد اور اعتبار ان پر کیا جاتا ہی اسمیں وہ پوری نہیں اترتے اور اس سبب سے دوستی خواہ کیسی ہی ہوشیاری سے کی جائے اسکا ثمرہ تردد اور تفکر و رنج و محن ہوتا ہی **دوہرہ**

پریت ریت کچھ مول ہی پریت بینو بر دھار ٭ پر نیتا بھلی بھگوان کی جاتے ہو بھو پار

دنیا کی چیزیں جو ہماری محبت چاہتی ہیں وہ ہماری ہستی کی شان کی قابلیتوں سے بہت ہی کم شایاں ہی اور جو آدمی ان کی پیروی کرتے ہیں ان میں وہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں جو انسان کے عاقل اور جوابدہ ہونے کی شان سے بعید ہیں بہت سے آدمی خوف و خطر میں پڑکر جاہ و منصب حاصل کرتے ہیں اور بعد بہت سی محنت و جفاکشی کے وہ کامیاب بھی ہوتے ہیں تو ان کو اپنے دل میں معلوم ہوتا ہی کہ کچھ انمیں نہ تھا وہ خالی سراب تھا۔ کتنے آدمی دولت کے حاصل کرنے میں کوشش کرتے ہیں مگر ان میں بذاتہ بہت کم کوئی خوبی ہی ان سے ایک بھی چین آرام دل میں نہیں پیدا ہوتا ہے اور آخر کو وہ پر لگاکے اڑ جاتی ہیں غرض ہم دنیا کی چیزوں کی قدر و منزلت کے تخمینہ بڑھا کر کرنے میں بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور ان کی محبت کی لہروں سے بہت سے دھوکوں میں آجاتے ہیں مگر خدائے تعالیٰ کی ذات کے کمالات کے تخمینہ میں کسی طرح ہم سے افراط نہیں ہوسکتی سوائے خدا کے اور چیزوں کی محبت سے دل کو اطمینان نہیں حاصل ہوتا اور اسکا کچھ قرار نہیں ہوتا۔ محبت الٰہی کی خوشی فقط ایسی ہی کہ اسکو ہمیشہ پائداری اور استواری ہی اور وہ

بلکہ خدا کے خوفناک کاموں ہی میں اپنا اثر مسرت ناک نہیں کرتی بلکہ اس زندگی کی بعد عاقبت میں اور بھی زیادہ عزیز کردیتی ہی۔ دنیا کی چیزوں کی محبت کا خاتمہ موت کے ساتھ ہو جاتا ہی اور وہ چیزیں خود اُڑ جاتی ہیں پھر انکی محبت بھی نہیں رہتی۔ مگر محبت الٰہی تو ہمارے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہیگی اس لئے کہ وہ ان کمالات الٰہی کے ساتھ وابستہ ہی جو ابدی ہیں آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے خیالات خدا کی ذات میں محو رکھے۔ اسی کی سلطنت کو پسند کرے اسی کی محبت سے محبت رکھے اسی کی تمنا کو تمنا کے قابل جانے اور اسی کے لئے دنیا کو چھوڑے۔

خدا کا احسان ماننا اور شکر بھیجنا

دل کے لئے کوئی شغل شکر گذاری اور احسان ماننے سے زیادہ خوش کرنے والا نہیں ہے۔ سپاس گذاری احسان مندی ایسی ہے کہ خود اسکے کرنے ہی میں آدمی کو انعام ملجاتا ہی وہ خود ہی اپنا انعام و صلہ دیتی ہی۔ اس نیکی کا حال اور نیکیوں کا سا نہیں ہے کہ جسکے کرنے میں محنت و مشقت اٹھانی پڑے بلکہ اسکے کرنے کا کوئی حکم تاکیدی نہوتا اور نہ اُس کا معاوضہ بعد کرنے کے مقرر ہوتا تو بھی اہل دل کشادہ باطن اسکے کرنے سے باز نہ رہتے۔ اسلئے کہ خوش دلی اسکے ساتھ لازمی ہی جب ایک آدمی دوسرے آدمی کا احسان مانتا ہی اور شکر گذار ہوتا ہی تو پھر ستم ہی کہ آدمی اپنے خالق کا احسان نہ مانے اور شکر گذار نہ ہو۔ جو ساری بھلائیوں کا پیدا کرنے والا اور اپنی مخلوق پر باپ سے زیادہ شفقت کرنے والا ہی۔ وہ نعمتیں فقط اپنے ہاتھ ہی سے نہیں دیتا۔ بلکہ اوروں کے ہاتھوں سے بھی دلواتا ہی کہ ہمکو کوئی نعمت خواہ کسی طرح سے حاصل ہو اس کو یہی سمجھنا چاہی کہ اس منعم حقیقی نے عطا فرمائی ہے۔ جب ہم باہم احسان ماننے اور شکر گذار ہونے سے خوشدل ہوتے ہیں تو ہر ایک کریم کارساز کا شکر ادا کرنے اور احسان ماننے سے کیوں نہ ہمارا دل خوشی کے مارے پھولا نہ سمائیگا جس نے ساری چیزیں ہم کو دی ہیں جو ہمارے پاس ہیں اور آیندہ ہر چیز کے پانے کی امید اُسی ذات پاک سے ہی۔

خدا کی حمد

خدا تعالیٰ کی بڑی حمد و ثنا بندہ سے یہی ہو سکتی ہی کہ وہ اپنے تئیں نیک اعمال بنانے کا ارادہ کرے

زندگی خیر و صلاح سے بسر کرتے اسکی سچی محبت ایسی تھی کہ وہ فقط دل ہی پر ...
اور عادات میں بنا اثر دکھائے۔ فقط یہی نہیں کہ ہم عقلاً اس کو مہتم بالشان جان کر ...
اسکو ایک مستقل اصول عامل اپنے اعمال کا ایسا بنائیں کہ وہ دل ہی کا محرک نہ ہو بلکہ خدا ہی
کے اعمال پاک اور مقدس سچائی سے صادر کرائے جو سچی محبت دل کو خدا کا بندہ بنائیگی وہ ضرور
عصمت و پاکدامنی کا روح کو دامنگیر بنائیگی اور ہم سے نیک اعمالی کا ظہور کرائیگی ہمارے سارے خیالات
اور خواہشوں کو ہمیشہ حق تعالی کی مرضی کے تابع بنائیگی۔ اس طرح زندگی بسر کرنا متواتر نغمہ
الہی کا سرود سرا ہونا ہے۔ بے جان اشیا جن مقاصد کے لئے بنائی گئی ہیں جب وہ ان کو پورا کرتی
ہیں تو ہم کہا کرتے ہیں کہ وہ اپنے خالق اکبر کی حمد کرتی ہیں آسمانوں میں جو کرے ہیں انکی حمد الہی
یہی ہے کہ وہ جن کاموں کے لئے بنائے گئے ہیں انہیں پورا کرتے ہیں بس اگر انسان کی زندگی پاکیزگی
اور نیکی و خیر کے ساتھ بسر ہوتی ہے اور اسکو ہر وقت اپنے خدا کی لو لگی رہتی ہے تو یہی نغمہ حمد الہی
ہے جب دل خدا کی محبت سے بھرا ہوا ہو تو بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ زبان پر نہ آئے ضرور وہ
زبان پر آتا ہے اور شکر الہی ادا کیا جاتا ہے اسکی حمد کا نغمہ گایا جاتا ہے۔ صبح کو اس کے کرم کے لطف آمیز
کا اظہار زبان سے ہوتا ہے۔ رات کو اسکی راستی کا بیان ہوتا ہے ایسے انسان کو بڑا فائدہ
حاصل ہوتا ہے + (۲) خدا نے وہ بے شمار نعمتیں ہمکو عطا کی ہیں کہ ہماری زبان کہاں ہے
کہ انکی گنتی کر سکے اور شکرگذار ان کی ہو سکے۔

قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ٭ عذر بدرگاہ خدا ~~خدای~~ آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش ٭ کس نتواند کہ بجا آورد

اگر ہماری عقل صحیح ہو تو اس کی برابر کوئی فرض ہم پر واجب نہیں ہے کہ ظاہر میں سب آدمیوں
کے روبرو اور باطن میں دل کے اندر خدا کی حمد میں سرود سرا ہوں۔ خواہ ہم کسی خیال میں
اور کسی کام میں ہوں اسکی حمد کو اپنے لئے من گاتے رہیں اگر ہم زمین کھودتے ہوں یا ہل چلاتے
ہوں یا کھانا کھاتے ہوں تو اسکی حمد پڑھا کریں کہ اے خدا تو ہی بڑا ہے تو نے ہی یہ دم کو اور دانے

Marfat.com

جن زمین کو ہم لوتنے جوتتے ہیں تونے ہم کو ہاتھ دئے ہیں جن سے کام کر رہے ہیں تونے ہی ہماری پرورش کا ذریعہ غذا کو بنایا ہے۔ تونے ہی ہم کو اس طرح بڑھایا ہے کہ ہم کو اپنا بڑھنا نہیں معلوم ہوا۔ تونے ہم کو یہ نیند دی ہے جس میں سانس لیتے ہیں تونے ہم کو یہ استعداد دی ہے کہ ہم تیری نعمتوں کو سمجھتے ہیں اور اُن کو اپنے کام میں لاتے ہیں۔ یہہ سعدی نے جو حمد لکھی ہے اُسکو ورد زبان رکھو کہ منت خدائے عزوجل را کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت ہر نفسیکہ فرو می رود ممد حیات است و چوں بر می آید مفرح ذات۔ پس در ہر نفسی دو نعمت موجود است و بر ہر نعمتی شکرے واجب۔ **شعر**

از دست و زبان کہ بر آید ؛ کز عہدۂ شکرش بدر آید ؛

عبادات و دعا

خدا تعالیٰ سے باتیں کرنے کا نام عبادت ہے خواہ وہ زبان سے ہوں یا دل سے عارفان کامل تو ہمیشہ خدا سے باتیں دل ہی سے کیا کرتے ہیں ان کو الحان اور زبان کے مقید ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ بارگاہ جناب باری میں حضوری قلب کے ساتھ حاضر رہتے ہیں جب انھوں نے عبادت کا ارادہ کیا ان کے دل کے گرد ایک عبادتخانہ جو کسی کو نظر نہیں آتا بنگیا اور اسمیں انکا دل سجدے کرنے لگا۔ اللہ جلشانہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ہماری دعا کیا ہے؟ یہی کہ ہم اپنے پروردگار سے یہہ چاہیں کہ تو ہماری پرورش کر ہم کو سلامت رکھ۔ ہم کو ہدایت کر۔ دعا ہماری دلی آرزو ہوتی ہے جسکو ہم کبھی الفاظ میں ادا کرتے ہیں اور کبھی کچھ زبان سے نہیں کہتے۔ وہ سینہ کے اندر ایک دبی ہوئی آگ ہوتی ہے۔ اندر ہی اندر اپنا کام کرتی ہے ہماری استغفار کیا ہے؟ سینہ سے سرد آہوں کا نکالنا اور گرم آنسوؤں کا بہانا۔ آنکھوں کا وہاں اوپر کی طرف اُٹھانا جہاں خدا کے سوا کوئی نہیں۔

(۲) عبادت فقط اس کا نام نہیں ہے کہ کچھ ظاہری صورتیں بنائیں اور کچھ عبارتیں زبان پر لائیں بلکہ اکثر بے آواز سچے دل سے جناب باری میں حضوری قلب کے ساتھ حاضر ہوں

Marfat.com

اکثر آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ اس طرح عبادت کرنی ایک سہل امر ہے لیکن
نہایت سخت ریاضت و جد و جہد سے وہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کا آنا ایک دن کا کام نہیں جب ہمارا
فہم۔ ہمارا ارادہ۔ ہمارا جوش قلب یہ تینوں متفق ہو کر اسمیں مستغرق ہوتے ہیں تو عبادت
کا حق ادا ہوتا ہے۔ روح کو اپنی ساری طاقت و مستعدی جیسی عبادت میں کام میں لانی
پڑتی ہے ایسی کسی اور عقلی کام میں نہیں لانی پڑتی۔ مذہب کی جان عبادت ہے بلکہ
مذہب کی جان کے لئے وہ ایسی ضروری ہے جیسے کہ جسم پھیپھڑوں کے لئے تازی ہوا
کا تنفس ہر زمانہ کے اندر ہر قوم کے مذہب میں عبادت داخل رہی ہے۔ کل زبانوں میں کل
قوموں میں کوئی نہ کوئی صورت عبادت کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ فیثا غورث کے زمانہ کے
دعائیہ اشعار موجود ہیں جنکا مضمون یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی سب کاموں میں یہ قدم
جانے کہ اسکی دعائیں امیر جائیں ورنہ اپنی پچھلی ریاضتیں اپنے دیوتاؤں کو سپرد کرے اور ان سے اپنی
کامیابی کے لئے گڑگڑائے جس سے کہ آسودہ حالی کی توقع ہو + کوئی مذہب اس سے خالی نہیں
کہ خدا سے یہ دعا نہ کی جاوے کہ وہ ہم کو اپنی حمایت سے سلامت رکھے اور اپنی مہربانیوں سے
سرشار کر دے۔

(۲) عبادت اور دعا کا رواج دو سبب سے ہوا ہے اول یہ کہ انسان اپنے تئیں عاجز
اور ضعیف جانتا ہے اور اپنے کاموں کے سرانجام دینے کے لئے کافی قوت اپنے میں نہیں
سمجھتا ہے دوم اس کے دل میں یقین ہے کہ دنیا میں ہر چیز خدا تعالیٰ کے زیر حکم ہے وہی قادر
مطلق ہے۔ وہی حاکم و مالک ہے۔ وہی ذو الفضل و کرم ہے۔ وہ اس تحقیقات کے درپے نہیں
کہ انتظام و تقدیر الٰہی پر میری دعاؤں کا اثر کیونکر اور کس قدر ہوتا ہے اور کتنی نعمتیں اسکی
سبب سے میرے ہاتھ لگتی ہیں بلکہ بالطبع اس کے دل میں تحریک ہوتی ہے کہ وہ اپنی احتیاجیں اور خواہشیں
اپنے پروردگار کے آگے پیش کرتا ہے اور اپنے اضطراب قلب کو تسکین دیتا ہے۔ ہر زمانہ میں دنیا کی
ساری قوموں میں عبادت کا عمل جاری رہتا ہے اگر وہ فطرت و صداقت پر مبنی نہ ہوتی

Marfat.com

نہایت تعجب و حیرت کا مقام ہی اس لئی کہ عبادت اور دعا اپنے کام اور اثر ایسے بدیہی دکھاتے ہیں کہ اس سے انکار ہوتا ہی نہیں او رسوائے یقین کے کوئی اور چارہ نہیں اگر حق تعالیٰ مدبر عالم ایسا ہو کہ سب کا ہادی ہی تو انسان کو سزاوار ہی کہ اسکو اپنے حال پر مہربان کرتے اگر ہماری تقدیر بالکل خدائے قدیر کی مرضی سے مقدر ہوتی ہو اور ہماری ساری خوشدلی اُسی کی ذات پر موقوف ہو تو پھر ہمارے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہتا کہ خدا کی بندگی پرستندگی نہ کریں اور تسلیم و رضا نہ اختیار کریں اگر ساری مخلوق پر خالق اکبر حکمرانی کرتا ہی اور اُسکے حکم بغیر دُنیا میں ذرا سا کام بھی نہیں ہو سکتا تو عقل کے موافق یہی کام ہی کہ اسکی حمایت سے ہم اپنی سلامتی کے خواستگار ہوں اپنی نیک تدابیر میں کامیابی کے لئے اُسی کے آگے گڑگڑائیں خوف جب ہمکو آن کر گھیرے تو اُسی کی طرف پناہ کے لئے بھاگیں اپنی عزیزوں کی سفارش کے لئے اُسی کی نیائش کریں دل میں یہ یقین رکھنا کہ خدا تعالیٰ کی مرضی پر سارے کاموں کا مدار ہے اور پھر عبادت سے سرتابی کرنا سخت بلا میں مبتلا ہونا ہی۔ اگر عبادت نہ ہو تو پھر مذہب ہی کوئی چیز نہیں اگر مذہب کا مرکز عبادت اور مرجع دعا نہ ہو تو پھر عدم کی راہ وہ لیتا ہی۔ انہیں دو چیزوں پر اُسکا جماؤ ہے اگر وہ نہ ہوں تو پھر وہ گھل کر تمام ہوتا ہی (۲) عابد کی تقویت روح اور اسکے اخلاق کے تکمیل اُسکے عادات پر موثر عبادت ہی وہ خدا کی عنایت شامل ہی۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتا ہی کہ وہ اُسکی بندگی کریں وہ اس بندگی کو اپنی نعمتوں کے عطا کرنے کے لئے شرط ٹھیراتا ہی۔ خدا تعالیٰ بھی کیا اپنے بندوں کا خیرخواہ ہی کہ ہم کو وہی چیزیں نہیں دیتا کہ جو اُس سے مانگتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ اور نعمتیں بھی عطا کرتا ہی فقط اس سبب سے کہ ہم نے اُس سے اپنی حاجت روائی کے لئے التجا کی ہے۔

مناجات سعدی

بیا تا بر آریم دستے ز دل ❊ کہ نتواں بر آورد فردا ز گل
بفصل خزاں در نہ بینی درخت ❊ کہ بے برگ ماند ز سرمائے سخت

Marfat.com

برآرد ہمی دست ہائے نیاز ٭ ز رحمت ...

مپندار ازیں در کہ ہرگز نہ بست ٭ کہ نومید گردد برآوردہ دست

ہمہ طاعت آرند و مسکیں نیاز ٭ بیا تا بدرگاہ مسکیں نواز

چو شاخ برہنہ برآریم دست ٭ کہ بے برگ ازیں بیش نتواں نشست

(۵) آجکل کا زمانہ سائنس کا ہے یعنے ایسے علوم یقینیہ کا ہی کہ جسکے ذریعہ سے معلوم بات کا انکشاف ایسا ہوتا ہے کہ اسمیں شک و شبہ کو جگہ نہیں ہی اور غلطی کا گمان بھی اسپر نہیں ہو سکتا۔ کل معلومات کے انکشاف میں بڑی چھان بین کی جاتی ہی اور بال کی کھال نکالی جاتی ہے تشریح و تصریح و تنویع انکی ہوتی ہی اور جدولیں بنائی جاتی ہیں آدمیوں کی طبیعتوں کا میلان اس کی طرف ہوتا جاتا ہی کہ دنیا پر علم کی فرماں روائی ہی اور سب چیزیں اسکی قوت کے زیر حکم ہیں علم قوت ہی ایک مقولہ عام ہو گیا ہی۔ مگر علم قوت وہی ہی جہاں سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہی دنیا میں علم سے زیادہ افضل چیزیں موجود ہیں جنکو زندہ قوتیں کہتے ہیں اخلاق کے عالم میں علم نہیں بلکہ شوق دلی قوت محرکہ ہی اور اس شوق دلی کا بازو دعا ہی۔ جہاں شوق الٰہی نہیں وہاں روح گھٹ گھٹ کر چلتی ہی بلند پروازی نہیں کر سکتی۔ ایک قفس کا طائر بن جاتی ہے جو ایک عجب طرح سے اپنے قفس کی تیلیوں کو شمار کرتی ہی اور ان کو قسموں میں تقسیم کرتی ہی۔ اس سے مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنی خودی کے تنگ احاطہ میں ایسا پھنس جائے۔ کہ او رعالم کی عظمت سے ایسا غافل ہو جا کہ وہ خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگنے لگے کہ قوانین فطرت میں ایسی تبدیلی کر دے کہ جب سے وہ اس کی آسائش اور آرام کے لئے مناسب ہو جائیں ہم کو یہ دعا مانگنی نہیں چاہیے کہ احکام الٰہی ہماری مرضی کے موافق ہو جائیں بلکہ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ ہماری مرضی اور ارادے مشیت ایزدی کے مطابق ہو جائیں ہم کسی خاص معاملہ میں جو ایسا نہ ہو کہ اٹل ہو ہم یہ نہیں کہہ سکتے

Marfat.com

سارے معاملات میں ہماری دعا کا اثر کہاں تک ہوگا۔ مگر ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ مخلوق کو اپنے خالق کی نسبت یہی سزاوار ہے کہ نہایت شوق و ذوق و جوش سے اپنے کریم کارساز کے آگے عجز و نیاز سے پیش آئے۔ یہی طریقہ موثر بمقتضائے فطرت ہے کہ جس سے طبیعت انسانی تابع مرضی الٰہی ہوسکتی ہے۔ عملاً انسان کی اخلاقی حالت کا کوئی یقینی معیار دعا باز ہونے کی لیاقت سے زیادہ نہیں ہے۔ جتنی عبادت کریگا اتنا ہی وہ خلیق ہوگا۔

(۲۶) دعا مانگنے پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ ہماری ساری دلی تمناؤں اور احتیاجوں کو خود جانتا ہے اور اُس کا کام سراسر بھلائی کرنا ہے۔ وہ ہماری آرزوؤں کو خود پورا کر دیگا۔ خواہ ہم ان کے پورا ہونے کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں۔

خدا تعالیٰ حکیم دانا ہے اسکی دانائی کی انتہا نہیں اسکی دانائی سے بعید نہیں ہے کہ اُس نے اپنے عطیات و انعامات کے دینے کی یہ شرط مقرر کی ہو کہ آدمی اُس سے دعا مانگے۔ انسان کے حق میں کوئی بھلائی دعا مانگنے سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر یہ دُعا نہ ہوتی تو خدا کی دانائی کے کمال میں داغ لگتا۔ توکل اور دعا تو لڑیاں اس سلسلہ کی ہیں جو آدمی کو خالق کریم کے ساتھ وابستہ کرتی ہیں اگر ہم خدا پر توکل نہ کریں اور دعا نہ مانگیں تو ہم نہایت ضعیف اور غریب ہو جائیں۔ لیکن اگر صدق دل کے ساتھ نہایت عجز و انکسار سے اپنے ہاتھ خدا کے آگے پھیلائیں تو ساری نعمتیں بہشت کی ہم کو ہاتھ آئیں۔

وہ خدا جو ہنس کو سفید لباس اور طوطے کو سبز پوشاک پہناتا ہے اور طاؤس کے نقش و نگار قوس قزح کے سے بناتا ہے تو وہ تیری پرورش سے کیا انکار کریگا۔ خواہ کیسی ہی دھیمی آواز سے بولیں اسکے سُننے کے لئے اُس کے کان کھلے ہوئے ہیں کچھ خواہ کیسی ہی چھوٹی ہو اُس پر اُسکا فضل شامل ہے جو ہماری چپ چاپ آنسوؤں کی زبان کو وہ جانتا ہے اور سچے دل کی آہ وہ ہے وہ خوشبو میں مہکاتا ہے۔ **قطعہ**

اے خالق ہر بلند و پستی ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ششش چیز عطا کن ز راستی ⁂

موت

اجل کا یاد رکھنا اچھا ہے موت دفعتہً بہت جلد آجاتی ہی وہ سب چھوٹوں بڑوں اور کاہلوں اور کام کرنے والوں کو یکساں دبوچ لیتی ہی۔ آدمی اپنے کاموں میں لگا ہوا اور عیش و نشاط میں مصروف ہوتا ہے کہ یکایک موت آنکر پنجہ میں گرفتار کر لیتی ہی اور صورت بگاڑ دیتی ہی اور کہیں دور لے جاکر پھینک دیتی ہے۔ انسان کی حیات کا حال اُس شعلہ کا سا ہی کہ تاریکی سے ادھر نکلے ادھر جلدی سے پھر اسمیں چلا جائے + ہم دریا کے کنارہ پر بہت تنگ جگہہ پر بیٹھے ہوئے اُس رَو کا انتظار کھینچ رہی ہیں کہ جو پہلے آدمیوں کو بہا کرلے گئی ہے اور پھر آنیوالی ہی اور ہمکو بہا کر لیجانے والی اور ایسے مُلک میں پہنچانیوالی ہی کہ جہاں سے پھر یہاں آنا نصیب نہیں ہوگا۔

سفر بحری میں جب جہاز لنگر انداز ہوتا ہی اور ہم کسی پیغام رسانی یا تفریح طبع کی لئے اُترتے ہیں تو جہاز کی طرف دھیان لگا رہتا ہے کہ کب کپتان کی آواز کان میں آئے کہ واپس لوٹے جائیں یہی حال زندگی کا ہی کہ خواہ ہم کوئی کام کر رہی ہوں کپتان کے بلانے کی آواز کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں آواز کے سُنتے ہی لپکے جاتے ہیں اور ساری چیزیں چھوڑ جاتے ہیں انکی طرف مڑکر دیکھنے کی بھی مہلت نہیں ملتی جیسے کہ بدمزاج دایہ ضدی بچے کو اُس کے کھلونوں اور کھیلنے کی چیزوں سے علیحدہ کرکے اُٹھا کر لیجاتی ہی اسی طرح موت ہم کو ہمارے کھیلنے کی چیزوں سے جُدا کرکے اڑا کرلے جاتی ہی۔ اس کے بُلانے کی ایسی کڑی آواز آتی ہی کہ زمین پر ساری عزیز چیزوں سے ہمارا رشتہ تعلق ٹوٹ جاتا ہے +

(۲) نہ نوجوانوں کے لئے نہ کسی قوی مزاج تندرست کے لئے یہ امر آسان ہو کہ وہ اِس زندگی کی بے ثباتی اور اسکے طریقوں کی روانی کو یہ سمجھلے کہ وہ ہم پر سب گذر رہی ہیں اس کے برابر کوئی اُخروی فائدہ نہیں کہ آدمی اپنی زندگی میں موت کی مصیبتوں کا تصور اور

Marfat.com

[illegible] مصائب [illegible] مخالیف اور خوفوں کا خیال دل میں ایسا کرے کہ جس سے زیست کے
عیش آرام تلخ ہو جائیں اس بات کی تو مذہب بھی نہ اجازت دیتا ہی نہ اس کی تائید
کرتا ہے کہ اگر ہم موت کی بلاؤں میں ایسے مبتلا ہو کہ زندگی دشوار اور جینا بے لطف ہو جائے
بلکہ مذہب تو یہ بتلاتا ہی کہ حیات کی بے اعتباری کا اور موت کی یقینی آنے کا خیال اعتدال
کے ساتھ رکھو اپنے کام اور فرض کو ترک کرو۔ موت کے دن بھی اپنا کام اسی طرح کرو۔
جیسا کہ ہر روز کرنا چاہتے تھے۔ واقعات آیندہ کی ہولناک صورتوں کو آگے نہ لاؤ۔
بلکہ ان کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہو جو ہاتھ تلے کام آئے اسکو حتی الامکان اپنے ہاتھوں
کی قوت سے انجام دو کیونکہ قبر میں جا کر پھر کچھ نہ کرسکو گے وہاں کوئی کام ہے نہ کوئی تدبیر ہے
نہ علم ہی نہ حکمت ہی۔ ایک ولی کی یہ نصیحت کیا عمدہ ہی کہ موت کی اصل حقیقت پر مستقل
نگاہ رکھو اس سے ساری چیزوں میں سچی نسبتیں تم کو معلوم ہونگی +

(۳) دنیا میں ہم کو ایسے اعمال کرنے چاہئیں کہ وہ زاد راہ آخرت ہوں خوشی کے کاموں
میں بھی ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ موت روبرو کھڑی ہی۔ دنیا میں عموماً سب چھوٹے بڑے خاص کر
نوعمر موت کو بھولے رہتے ہیں نوجوانی میں ان دلی تعلقات اور اخلاقی الفضائل کی تحصیل میں
ناقص رہتے ہیں جو ہماری زندگی کو وابستہ کرتے ہیں اور عبرت دلاتے ہیں وہ اپنی ہوا ہوس نفسانی
اور گناہ گاری میں ایسے تا یا نہ ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ انکے نتائج پر کچھ خیال ہی نہیں کرتے۔ مگر
شہوات نفسانی کا طوفان ضرور ہی کہ اپنی غارتگری کے نشان باقی رکھ جاوے۔ وہ داغ لگا ہی
سکو ہم خواہ کیسا ہی توبہ و استغفار کے آنسوؤں سے دھوئیں مگر پھر بھی اس کا نشان
باقی رہی۔ ہمارے گناہ جو قبر میں دفن ہو گئے تھے وہ پھر زندہ ہو کر اپنے دشمنوں سے ہمارا دل
دہلاتے ہیں اور ایسا ندامت زدہ کرتے ہیں کہ بس نہیں چلتا کہ زمین پھٹ جاوے اور ہم
سما جائیں ہماری ساری عمر ہمارے سامنے ہوتی ہی کہ اسمیں ہیں داغ لگے ہوئے اور زخم
پڑے ہوئے نظر آتے ہیں جہاں ہم نے گناہ کئے تھے۔ بد افعالی گذشتہ کا غم لا علاج ہم پر

ہماری ہوتا ہی۔ فقط یہ خیال کہ ہم سے ...

ہم کو سخت شکنجہ میں کھینچتا ہی +

(ہ) ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں دوستوں پر دوست مرے چلے جاتے ہیں۔ جن ہم ساتھ بچپنے میں کھیلتے تھے وہ اب کہاں ہیں؟ قبر میں پڑے سوتے ہیں۔ مدرسوں میں جن ہم سبقوں کے ساتھ خوشی خوشی پڑھتے تھے اور ہنسیاں دل لگیاں کرتے تھے وہ اب کہاں ہیں دُنیا سے چل بسے۔ غرض جن صورتوں سے ہماری آنکھیں آشنا تھیں وہ ایسے آنکھ سے اوجھل ہو گئی ہیں کہ اگر ہزار ہم چاہیں تو پھر وہ نظر نہ آئینگے۔ دُنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہی کہ اُس کا کوئی عزیز نہ مرا ہو۔ اپنے عزیزوں کے مرنے کا ہمکو سخت رنج والم ہوتا ہی۔ شاعرانہ مضمون اس باب میں نہایت عمدہ موجود ہیں ان میں بڑے باریک باریک نکتے اُستادوں نے نکالے ہیں۔ گو ہمکو اپنے عزیزوں کے مرنے کا بے انتہا رنج وغم نہیں کرنا چاہئے ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مُردہ نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اس دُنیا کا وہ سفر اپنا اختیار کیا ہی جو ہر فرد بشر کو طے کرنا ضرور ہی جہاں وہ گئے ہیں وہاں ہم بھی جائینگے اور پھر ہم سب ایک جا میں مجتمع ہونگے۔ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور پھر ہمیشہ ایک ہی جگہ رہینگے۔ کوئی زندہ نہیں جو مردہ نہ ہو۔ دُنیا میں جب اپنا کام آدمی کر چکتا ہی تو یہاں سے چل بستا ہی۔ جیسے کہ ریشم کا کیڑا اپنا کویا جب تن چکتا ہی تو مر جاتا ہی۔ جب دن ہو تو ہم کو اپنا کام کرنا چاہئے۔ موت کی رات سر پر کھڑی ہی جسمیں کچھ کام نہ ہو سکے گا۔ اول محنت کر لو گے تو پھر آرام پاؤ گے۔ گو عمر کیسی ہی دراز ہو مگر وہ تو ایک مختصر زمانہ مقررہ اس لئیے ہوتا ہی کہ ہم اُس میں اپنا کام جتنا اچھا ہو سکے آخرت کے لئے کر لیں جو مآل ہماری ہستی کا ہی۔ تم اس طرح زندگی بسر کرو کہ جب تمھارے پاس یہ حکم آئے کہ تم ان بیشمار کاروانوں سے ملو جو ایک مخفی ملک کو چلے جاتے ہیں جہاں کہ موت کی سنسان کائنات ہیں ہر ایک کو ایک کوٹھری ملیگی تو اس طرح سے نہ جانا پڑے جیسے کہ رات کو غلام قید خانہ میں تازیانے کھانے کے لئے جاتا ہے بلکہ استقامت و صداقت کے ساتھ اور توکل کے ساتھ جس میں فرق نہ ہو اپنی قبر میں جا کر وہاں ایسے آرام سے سوئے جیسے کوئی

پر چادر تان کر بے خبر بیٹھی نیند لیتا ہے۔

مرنے کے بعد ہم پر کیا گذریگی۔

حال عدم نہ کچھ کھلا گذری ہے رفتگاں پہ کیا ؛ کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بری بھلی

اس عظیم الشان سوال کے ساتھ کہ ہم کہاں جاتے ہیں؟ یہ دوسرا سوال پیدا ہوتا ہی کہ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ حکماء نے جب سے طبیعت بشری پر غور کرنا شروع کیا ہی سب سے اول انھوں نے اس پر پہلے درجہ کی غور کی ہی کہ موت کے بعد روح کا کیا حال ہوتا ہی۔

زندگی میں تو جسم و روح میں مواصلت نہایت درجہ کی رہتی ہی۔ اب سوال یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی انکی مواصلت قائم رہتی ہی یا مفارقت ہو جاتی ہی جسم کے ساتھ روح بھی دفن ہو جاتی ہی یا وہ جسم کے فنا ہونے کے بعد باقی رہتی ہی۔ زمانہ دراز سے اسی امر کا یقین چلا آتا ہی کہ جسم کو فنا اور روح کو بقا ہی یعنی روح کبھی فنا نہیں ہوتی۔ افلاطون نے اس باب میں بہت کچھ تحقیقات کی ہی اور جو حکماء والا دانش اور روشن ضمیر گذرے ہیں اور جنھوں نے اس کی تحقیق میں عمریں کھوئیں ہیں اور برسوں موشگافی کی ہی اُن کی رایوں کا زیادہ تر رجحان اسی طرف رہا ہی کہ روح کو کبھی فنا نہیں مذہب پر ایمان لانا روح کی بقا ہی پر موقوف ہی۔ سسرو نے خوب کہا ہی کہ اگر میں بقاء روح کے یقین کرنے میں غلطی بھی کرتا ہوں تو مجھے اس غلطی کرنے میں ایسی خوشی ہی کہ میں دم مرگ سے جدا کرنا نہیں چاہتا۔ یہ مسئلہ بقاء روح ایسا دشوار ہے کہ جسقدر اس کے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے اسی قدر اور الجھن پیدا ہوتی ہی۔ مرنے سے پہلے اس معمی کا حل ہونا مشکل ہی۔ کبھی یہ مسئلہ بلے مناقشہ کے تسلیم نہیں کیا گیا۔ خصوصاً اس زمانہ میں کہ روح کے باب میں کوئی امر جدید معلوم نہیں ہوتا اور مادہ کے باب میں محققین نے ایسی تحقیقات عظیم کی ہی کہ قدیم محققین کی تعریف مادہ اس پر صادق نہیں آتی۔ ایک فرقہ حکماء پیدا ہوا ہے جس کو انگریزی میں میٹیریلیسٹ کہتے ہیں جسکا ترجمہ ہم حکماء طبیعہ کرتے ہیں وہ صرف قوانین مادی کے قائل ہیں اور اسکے مقابلہ میں سب کو ہیچ جانتے ہیں۔ قوانین مادی کے دو اصول انھوں نے مقرر کیئے جن کا تسلیم کرنا

انسان کی فطرت میں اصل ہی اوّل اصول برتنے کے واسطے ایک علت ... یا حالات تشابہ سے نتیجہ تشابہ پیدا ہوگا یعنی اگر کسی حالت یا حالات کے جمع ہونے سے یا کسی مانع یا موانع رفع ہونے سے کسی وقت کوئی واقع ظہور میں آئے تو اگر وہی حالت یا حالات پھر کسی وقت ہونگے یا وہی مانع او موانع رفع ہونگے تو وہی واقعہ پھر ظہور میں آئیگا پس علی العموم حکماء بالاتفاق یہ کہتے ہیں کہ بقاء روح کو تسلیم کرنا انسان کا ایک بیہودہ خواب ہی۔ جیسا انسان ہستی ہی مرنا اس کا ایسا خاتمہ ہے کہ جسکے بعد کچھ نہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کی بقا و دوام فقط یہی ہی کہ وہ اپنی زندگی ایسی نیکی اور خوبی سے بسر کرے کہ مرنے کے بعد وہ اور آدمیوں کے لئے نکوکاری اور ستودہ خصائل کا نمونہ و مثال ہو اور ہمیشہ آدمی اسے یاد رکھا کرے اس کا خیال ہی دل کو نیک بنائے۔ فیاضی و سخاوت و رفاہ عام کے کاموں پر آمادہ کرلے۔ بہادرانہ دلیرانہ مہمات پر جرأت دلائے۔ ثابت قدمی اور استقلال پر ہمت بندھوائے۔ خود غرضی اور نفس پرستی کی خباثت اور مقاصد پر لعنت بھجوائے انسان کی حیات ابدی یہ ہی

شعر

دولت جاوید یافت ہر کہ نکونام زیست ؛ کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

گو اس حالت کا پیدا کرنا بھی قابل رشک ہی اور صداقت اور خیر اس میں ہی مگر وہ حیات جاودانی انسانی نہیں ہی۔ اس لئے ضرور ہی کہ ہم ان دلائل و براہین کو بیان کریں کہ جس سے روح کا غیر فانی ہونا ایسا ثابت ہو کہ جس سے ہمارے دل کو یقین ہو جاوے کہ مرنے کے بعد ہماری روح باقی

(۲) روح کی بقا کے لئے اوّل امر فیصلہ طلب یہ ہے کہ وہ مادی ہی یا غیر مادی۔ اگر مادی ہی تو اسکا فنا ہونا لازمی ہی۔ روح کی بقا کی جو صورتیں بیان ہوتی ہیں وہ اسکے غیر مادی ہونے پر مبنی ہیں اگر مادہ کے اجزا سے یا مادہ کی کسی صورت مبدلہ سے وہ مرکب ہی یا ... کی کسی ترکیب کے ساتھ ایسا وصل رکھتی ہی کہ اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔ تو کوئی دلیل اور برہان اس امر کے یقین دلانے کے واسطے نہیں ہی کہ ہمارے جسم کے اجزاء مادی کے فنا کے ساتھ اسکا وجود قائم رہی بلکہ اسکے برخلاف یہ امر ظاہر ہوتا ہی کہ جسم فنا ہو تو اسکے ساتھ ...

Marfat.com

فنا ہو۔ ہم نے اس کتاب کے اوّل سبق میں لکھا ہی کہ جبتک روح ہماری جسم سے وصل رکھتی ہے ہم سارے تجربے اور مشاہد کرتے ہیں خواہ وہ مادی ہوں یا عقلی ہوں جسم سے روح کو جدا کر کوئی تجربہ نہیں ہوسکتا اسمیں حکماء طبیعہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم میں اجزاء مادی کی ترکیب دماغ میں ایسی ہوتی ہی ہم وہی کام کرتے ہیں جنکو ہم کہتی ہیں کہ وہ روح یا نفس ناطقہ کرتا ہی۔ مگر ہماری جسمانی ترکیبیں جسمیں دماغ بھی داخل ہے ہمیشہ متغیر رہتی ہیں اور ہماری ہویّت جسکا نام روح ہی وہ ہمیشہ ایک ہی رہتی ہی ہم کو یہ علم ہی کہ ہم ادراک کرتے ہیں احساس کرتے ہیں کل خواہ کیسی ہی صنعت سے کوئی بنائی جائے تو کیا اسکو خیال اپنی ہویت کا اور ادراک اور احساس کا علم ہوگا؟ ہرگز نہیں ہم اپنے اختیار سے ارادہ کرتے ہیں کیا کوئی گھڑی جب غلط چلے تو اسکو وہ اخلاقی تاسف اور پریشانی و پشیمانی ہوتی ہے جو دماغ کے ذرات کی حرکت کی اختیاری کا موجب ہوتی ہی۔ بس اس سے معلوم ہوا کہ ہماری روح ہمارا جسم نہیں ہی جسم گو مرا ہو مگر وہ نہیں ہوتی کی وحدت کی شہادت ہمارے تمام تجربے متحد ہو کر دیتے ہیں بس روح جوہر بسیط مجرد ہی اور وہ مادی نہیں ہی۔

(۳) روح کا غیر مادی ہونا ہم نے اوپر بیان کیا مگر اس کے غیر مادی ہونے سے اسکا غیر فانی ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ مگر جب غیر مادی ہونا اس کا ثابت ہوگیا تو اسکا غیر فانی ثابت ہونا کچھ مشکل نہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ مادہ کا کوئی جزو نیست نہیں ہوتا اجسام مادی کی نئی نئی صورتیں متواتر بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں مگر کوئی جز ان کے مادہ کا نابود نہیں ہوتا۔ عارضی تعلقات جو مادی اجزا میں ہوتے ہیں وہ بدلتی رہتی ہیں اور جدید جدید صورتیں پیدا کرتے ہیں مگر اس سے کوئی جزو انکا نیست و نابود نہیں ہوتا پس جب مادہ کی یہ حالت ہو تو روح جو ہر بسیط و واحد ہی تو اسمیں ترکیب اجزا مثل مادہ کی تو فنا پذیر ہو نہیں سکتی پس اس لئے یہ نتیجہ نکلا کہ روح غیر فانی ہی یعنی اس کو وہ موت جو جسم کو آتی ہی اور اس کو ہم جانتے ہیں نہیں آتی۔

Marfat.com

(۴) ہماری روح میں ایسی قوائ اور استعدادیں اور قابلیتیں ہیں کہ ان ادنیاتی سے

ایک اور دلیل بقاء روح کی مستنبط ہوسکتی ہی۔ ہماری روحانی قوا جس قدر کام کرتے کے محتاج

ہیں وہ ہم اپنی زندگانی میں نہیں کرسکتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کو روکتا کون ہی کہ وہ اپنا پورا

کام نہیں سرانجام دے سکتے تو اسکے جواب میں یہ امر حق کہا جاتا ہی کہ کام بہت وقت

تھوڑا ہی۔ آدمی جب آگے چل نہیں سکتا تو وہ زیادہ کام نہیں کرسکتا۔ اسکو اور لازم

اور تھوڑا دیا گیا ہی۔ کام تو گھنٹوں کی نسبت کے موافق انجام پاتا ہی۔ جب آدمی

اپنے کاموں کو چھوڑتا ہی انکو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور افسوس کے ساتھ اس سے جدا

ہوتا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر اُس کو مہلت ملتی تو وہ ان کاموں میں تھا بہ تاشغیل

اجل کے وقت وہ ارتفاع بلند کے موقع مناسب سے اپنی بلند نگاہی سے بڑی توجہ کی ساتھ اس افق

کی طرف متوجہ ہوتا ہی جہاں اُسکو اپنے عالم موعود کی سرحدیں نظر آتی ہیں۔ دنیا میں بجز آدمیوں کی

برابر کوئی تباہی اور بربادی نہیں ہوتی۔ ان بزرگوں کے پاس مخازن معلومات جمع ہوئے ہیں

انکی فطرت میں سلیقہ اور ہنر ہوتے ہیں انکا دل روشن ہوتا ہی۔ انکے منصوبے کامل ہوتے ہیں

جنمیں نقص و عیب کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سب صفات شخصی ہوتی ہیں خاص آدمیوں کی ذات کے ساتھ

مخصوص ہوتی ہیں وہ ان سے علٰحدہ نہیں ہوسکتیں شعور جبلی کی طرح آیندہ نسلوں میں نہیں

جاری رہتی ہیں یہ اوصاف ایسی ہیں کہ آیندہ قوت کی . . شرائط اعظم میں داخل ہیں

ان کی تکمیل بعض شخاص کے ساتھ مخصوص بالذات ہوتی ہیں وہ نسل میں منتقل نہیں ہوسکتی

مگر یہ بزرگ جوان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں دفعۃً اس دنیا سے اٹھ

جاتے ہیں اب اس امر کا یقین کرنا بڑا مشکل ہی کہ جب خدا تعالی نے ان کو ایسا کامل

بنایا ہو اور ان کی ذات میں جو ایسی خوبیاں پیدا کی ہوں وہ اپنے اسی کام کو بالکل

نیست و نابود کردے۔ اور ساری عقلی توقعات کو ہمیشہ کے لئے ظلمات میں ڈال دے

اور ان کی اعلی درجہ کی خوش ذلیوں کو ملیا میٹ کردے۔ جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہم کو

Marfat.com

بنائی ہی بنایا ہی اور جو کچھ ہماری پاس ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہی۔ اس کے لطف و کرم و فضل و دانائی سی یہ یقین ہوتا ہی کہ اس نے ہم کو ایک اور عالم کے لئے جو اس عالم سی افضل و معظم ہی بنایا ہی۔ جہاں ہماری حالت اس حالت موجودہ سے بدرجہا بہتر ہو گی وہاں ہماری علمی لیاقتوں کے پوری جوہر کھلینگے اور خوش دلی کی توقعیں پوری بر آئینگی قواو روحانی اپنے سارے کام کامل طور پر کر سکینگے۔ ان قیود اور تاریکی سے آزاد ہونگے جو ان کے لئے یہاں موجود ہے۔ ان کو خوشی اور ترقی بے انتہا حاصل ہو گی۔

(۵) اسی دلیل کے ضمن میں تکمیل روح سے ایک اور دلیل بقاء روح اخذ کی جاتی ہی کہ انسان کی روح ایسی ہی کہ وہ انتہا ر کمال پر پہنچنے کے لئے برابر ترقی کرتی چلی جاتی ہی گو انتہا پر پہنچنا اسکا ممکن نظر آتا ہو۔ بس خیال میں یہ بات کب آسکتی ہی کہ روح جسمیں لیاقت اعظم کمال حاصل کرنے کی اور ہمیشہ ترقی کی پائی جائے۔ وہ ادھر پیدا ہوا ادھر فنا ہو کر بالکل نیست و نابود ہو جائے اور اسکی ساری لیاقتیں نکمی رہ جائیں حیوانات کو جو عطیات آلہی عطا ہوئے ہیں ان کے موافق وہ تھوڑی مدت میں اپنے کمال پر پہنچ جاتے ہیں پھر اس سے آگے اگر دس ہزار برس بھی جئیں تو بھی آگے ترقی نہیں کر سکتے۔ ایسا ہی حال اگر روح انسانی کا بھی ہوتا کہ جو قابلیتیں اور لیاقتیں اسمیں تہیں ان کے موافق وہ اپنے کمال پر پہنچ جاتا اور پھر اس سے آگے نہ بڑھتا تو البتہ یہ خیال ہو سکتا تھا کہ وہ بالکل نیست و نابود اس طرح ہو جائیگی کہ ہمکو محسوس بھی نہ ہو لیکن یہہ بات بعید از عقل معلوم ہوتی ہی کہ ایک ہستی ناطق سوچنے والی۔ ہمیشہ ترقی کرنے والی ایک کمال سے دوسرے کمال پر پہنچنے والی ایسی خدا تعالے کی صنعت و قدرت و حکمت فضل و کرم بے انتہا کی ابتدائی تحقیقات کے لئے یہاں آہی ا... کرے اور چند باتیں دریافت کرے کہ وہ بالکل نیست و نابود ہو جائے۔

(۶) دنیا میں جو اخلاقی انتظام آلہی ہے اس سے بھی بقاء روح کی ایک دلیل اخذ ہوتی ہے کہ حق تعالی نے ہمکو حق اور ناحق کے تمیز کرنے کی قوت دی ہی اور قلب میں یہ بات

Marfat.com

رکھتی ہی کہ وہ خیر سے رغبت رکھتا ہی اور

ہماری بُری بھلی کاموں کے کرنے سے بے پروا نہیں ہی جب

طبیعت یہ امید ہوتی ہی کہ انتظام گیتی میں چاہیے کہ بُرائی کی سزا اور

اور ایسا ایک خاص حد تک ہم دنیا میں دیکھتے بھی ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی

نیک آدمی اکثر مصیبتوں میں اور سخت بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں اور شریر آدمی

ہوتے ہیں اس کا سبب کیا ہی؟ اس کا سبب ہم یہ فرض کرکے بتلا سکتے ہیں کہ

وقت آنے والا ہے کہ جس میں بےشک ہماری خصائل کے موافق خوشی و رنج

ہونگے۔ اگر اسی دنیا میں نیک کاموں کا ثواب و بُری کاموں کا عذاب ملجاتا تو

کہ اس دنیا ہی میں خدا نے اپنی عدالت کا آخری تماشا دکھا دیا۔ لیکن ہم یہ صورت نہیں دیکھتے

بلکہ اسکے برعکس حالت دیکھتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہی کہ یہ دنیا دارالامتحان ہی

اسکے بعد ایک آخرت کی حالت آئیگی جسمیں زندگی کے اعمال نیک و بد کا ثواب و عذاب

یہاں کرینگے وہ وہاں کامل کی جائیگی اور اسکی جزا ملیگی اور جو بُرائی کرینگے تو اس کی سزا

وہاں رہی بےعنوائیاں درست ہو جائیں گی اور ساری ناہمواریاں برابر اور ہر شخص اپنے

کی سزا جزا جسکا وہ مستحق ہو گا مل جائیگی۔

ان دلائل کو جتنا چاہیں وسیع کر سکتے ہیں مگر ایک آخر دلیل بیان کرکے ہم بس کرتے ہیں دنیا

قومیں رہتی ہیں وہ ہزاروں طرح کے اختلافات رائے رکھتی ہیں مگر اس بات میں

ہی کہ روح اور جسم دونوں ساتھ فنا نہیں ہوتے ہیں بعد بہت سے مضامین اور کمالات

ہو گئی۔ مگر یہ رائے قائم اور مسلّم ہی کہ روح غیر فانی ہی اور حیات آیندہ ضرور

بڑی وسعت میں پھیلی ہوئی ہی اور ایسی زبردست اور مستقل ہی کہ نہ حادثات زمانہ

اُس کو کبھی بجھایا نہ انقلابات حالات اور تبدل مقامات کے طوفان

کیا جو سرزمینیں ایسی دور دراز ہیں کہ وہاں کے باشندوں سے کوئی علاقہ نہیں

Marfat.com

ابی الاصول نے اس وحشی کو وہاں بھی دیکھا ہے۔ پس یہ یقین عالمگیر موجود ہے اور ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ روح کو فنا نہیں۔ انسانوں کے حالات میں گو صدہا طرح کے اختلافات ہوں مگر سب میں بشریت مشترک ہے اور روح کی بقا کا خیال بھی سب میں مشترک ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشریت میں روح کے غیر فانی ہونے کا خیال داخل کیا گیا ہے۔ پس اس سے زیادہ کیا شہادت اور بقاء روح کے لئے ہوسکتی ہے فقط بتاریخ ۶۔ مئی سنہ ۱۸۹۲ء

فہرست مضامین تعلیم الاخلاق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	التماس	۴۴	شرائط صحت
۲	دیباچہ	۵۲	اپنے نفس کو مغلوب کرنا
	باب اول سرشت انسانی	۵۵	راستی
۳	سرشت انسانی	۶۱	عدالت
۸	قواء انسانی جو محرک بالعمل ہیں	۶۳	صاحب کوشش ہونا
۱۸	حق وناحق	۶۵	حیا
۲۲	نیکی	۶۸	اپنے آپ عزت کرنی اور اپنے اوپر اعتماد کرنا
۲۹	کوشش قلب	۷۱	(۹) قناعت
[illegible]	ارادہ کی تہذیب وتادیب	۷۵	(۱۰) عزم حزم
۳۷	فرض	۷۸	(۱۱) قوت فیصلہ
	بلحاظ اپنے حقوق جو انسان پر ہیں	۸۷	(۱۲) اوقات کی پابندی
[illegible]	صحت کو سلامت رکھنا	۹۱	(۱۳) محبت

Marfat.com

۱۰۰ ہمت وجرأت
خوش دلی
۱۰۶ اوقات فرصت کو اپنی اصلاح میں صرف کرنا
باب سوم حقوق اور مخلوق خدا انسان پر
۱۱۰ محبت و آزادی
۱۱۴ شفقت و نوازش
۱۱۹ نیک وضع و اطوار
۱۲۳ دوستی
۱۲۵ ہم دردی
۱۲۸ مسالمت
۱۳۴ سخاوت و فیاضی
۱۳۵ وفا
۱۳۶ سچا بھلا مانس و شریف
۱۳۹ اہل منزل یعنی ... کے حقوق ادا کرنا
۱۴۰ (۱۱) میاں بیوی
۱۴۱ (۱۲) ماں باپ اولاد کے ...
۱۴۳ (۱۳) نوکروں کے حقوق
۱۴۴ (۱۴) بہن بھائیوں ... کے حقوق
۱۴۵ (۱۵) کنبے ...
۱۵۰ (۱۶) اپنے ملک کی ...

…م الانعام

مؤلفہ

…مس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ فیلو الہ آباد

…دہلی

سنہ ۱۸۹۳ع

…فیض… میں باہتمام منشی محمد عطاء اللہ مطبوع ہوئی

…دفعہ ۵۵ جلد

Marfat.com

کتب مفصلہ ذیل ہمارے یہاں [illegible]

نقد روپیہ لیا جائیگا اور [illegible]

اُنسے یہ روپیہ لیا جائیگا [illegible]

روپیہ کی کتابیں ایکدفعہ میں خرید یں [illegible]

ڈاک کے ٹکٹ بھیجکر منگانے میں خیال رکھیں [illegible]

ڈاک میں گم ہوجائیں تو یہ نقصان خریدار ہی کا ہوگا

مقدار خریداری

۵ روپیہ

۶ روپیہ سے ۱۰ روپیہ تک

۱۱ روپیہ سے ۱۹ روپیہ تک

۲۰ روپیہ اور اُس سے زیادہ کیلئے

فہرست کتب

نمبر	مضمون	قیمت	محصول	نمبر	مضمون
۱	برنارڈ اسمتھ کا علم حساب کا رسالہ	۱۲	۱۰	۹	برنارڈ اسمتھ [illegible]
۲	شرح سوالات متفرقہ برنارڈ اسمتھ	۵ر	۱		کا ترجمہ [illegible]
۳	شرح باقی سوالات برنارڈ اسمتھ	۷ر	۱		اس کا حل بھی ہے
۴	برنارڈ اسمتھ کے اہندسیہ کتاب چار حصوں میں بہ تفصیل ذیل چھپی ہے	۹ر	۱	۱۰	عجائب الحساب [illegible]
۵	رسالہ علم حساب اعمال صحاح	۲ر	۰	۱۱	رسالہ [illegible]
۶	" اعمال مرکب	۳ر	۰		[illegible]
۷	رسالہ کسور	۲ر	۰	۱۲	منتہی الحساب [illegible]
۸	رسالہ اعمال تناسب وغیرہ	[illegible]	[illegible]		

and ...

...umes cont...

articles contribut...

... various subjects ...

کا نام ہی جسمیں انتظام خ...

...ں بے بودگی و بے روزی ہوتا ہو اور...

...یا ہوتی ہی اور کس طرح بڑھتی ہے۔ شخص...

...ت محنت سے جمع ہوتی ہی۔ خرچ سے بچانے اور...

Marfat.com

...حاج
...ل مرکب
رساله اعمال مناسب عمره
منتهی ال...

۲ر	ر	۱۱	
۳ر	ر		
۲ر	ر	۱۲	

Marfat.com

تعلیم الانتظام

باب اوّل

محنت

سبق ۱

(۱) رکھنا نہیں - کرنا سلطنت ہی -

(۲) حضرت سلیمانؑ کا قول ہی کہ ہر محنت منفعت رکھتی ہی - قومی دولت مندی - قومی بہبودی - قومی کامرانی کا سرمایہ وہ محنت ہی جس سے کچھ پیدا ہوتا ہی -

(۳) کسانوں کی زراعت سے اور صناع کاریگروں کی محنت و ہنر سے اور سوداگروں کی آمد و رفت و خوف و خطر سے کل مخلوق کی احتیاجوں کو خدا رفع کرتا ہی - کاہل آدمی [illegible] کی مانند ہوتا ہے - جو دنیا کی ضروریات اور تغیرات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا - نالی [illegible] کو کاشتا ہے - اور زمین کے میوے کھاتا ہے - جب وقت آتا ہے تو کیڑے [illegible] کی طرح مرجاتا ہی اور اس اثنا میں کوئی اچھا کام نہیں کرتا -

شائستگی و تہذیب کے ساتھ کفایت شعاری کا آغاز ہوتا ہی - جب آدمی کو یہ امر [illegible] معلوم ہوتا ہی کہ جیسا آج کی احتیاجوں کے لئے انصرام کرنا واجب ہے ایسا ہی کل [illegible] ضروریات کے لئے [illegible] کفایت شعاری کا آغاز ہوتا ہی -

حقیقت میں کفایت شعاری ذاتی انتظام کا نام ہی جسمیں انتظام خانہ داری [illegible] داخل ہی - ذاتی انتظام کا مآل شخصی بہبودی و بہروزی ہوتا ہی اور ملکی کفایت شعاری [illegible] یہ ہی کہ قومی دولت کیونکر پیدا ہوتی ہی اور کس طرح بڑھتی ہے - شخصی اور قومی [illegible] [illegible] ہی ہے [illegible] دولت محنت سے جمع ہوتی ہی - خرچ سے بچانے اور جمع کرنے سے [illegible]

Marfat.com

امانت رہتی ہی اور جفاکشی اور استقلال کی وجہ سے ...

افراد کی بچت سے قومی دولت یعنی قومی بہبودی و ہمدردی پیدا ہوتی ...
اسکے افراد کے اسراف سے قومی افلاس ہوتا ہی۔ بس اسلئے ہر کفایت شعار جمہور کا دوست
اور ہر مسرف جمہور کا ضرر رساں دشمن ہوتا ہے۔

کفایت شعاری اور انتظام کی لیاقت کوئی انسان ماں کے پیٹ سے لیکر نہیں نکلتا وہ جبلی و فطرتی نہیں ہوتی بلکہ اکتسابی تجربے۔ مثال۔ مآل اندیشی سے پیدا ہوتی ہی۔ وہ تعلیم اور عقل کا نتیجہ ہوتی ہی۔ جب آدمی عاقل دور اندیش ہوتا ہی تو کفایت شعار ہوتا ہی۔ بس کفایت شعار بنانے کے لئے اوّل کام یہ ہی کہ عورت مرد کو عاقل بنائیں۔ انسان کو بالطبع اسراف زیادہ بہ نسبت کفایت شعاری کے پسندیدہ ہے۔ وحشی آدمی بڑا مسرف ہوتا ہی اس لئے کہ اُس کو کل کا فکر نہیں ہوتا جو آج ہاتھ لگا کھا پی کے بیٹھ رہا کل کی خبر نہیں رکھتا۔ عاقبت اندیشی کی ہوا نہیں لگنے دیتا۔ بہت پہلے قدیمی زمانہ میں انسان کچھ نہیں جمع کرتا تھا۔ وہ غاروں کے اندر رہتا تھا۔ زمین میں گڑھے کھود کر تتّے وٹہنیاں اُن پر ڈھانکتا تھا اور اُنکے اندر رہتا تھا سمندر کے کنارے پر گھونگے چن کر جنگل میں بناس پتی توڑ کر کھالیتا تھا۔ جانوروں کو پتھروں سے مارتا تھا اُن کے انتظار میں بیٹھا رہتا تھا۔ جب اُن کو دیکھتا تھا تو اُن کے پیچھے دوڑتا تھا پھر وہ پتھروں کے اوزار بنانے لگا پتھروں کی نوکیں تیر و برچھی کی سی نکالنے لگا اس طرح سے پرندوں اور جانوروں کو جلد مار کر اپنی محنت سے فائدہ اُٹھانے لگا۔

اصل وحشی کھیتی کو نہیں جانتے کہ کس باغ کی بتھولہ ہے اس قدیم زمانہ کی نسبت زیادہ حال کی بات ہے کہ آدمی اپنی خوراک کے لئے بیج اکھٹے کرنے لگا اور دوسرے سال کی فصل کے لئے ان کے ایک حصہ کو بچانے لگا۔ پھر اس کو معدنیات معلوم ہوگئے جنکو وہ آگ میں گلا کر دھات نکالنے لگا تو وہ سخت اوزار بنانے لگا۔ مکان تعمیر کرنے لگا اور سخت محنت کر کے اپنی شائستگی و تہذیب کے لئے بہت سے اسباب تیار کرنے لگا جس سے اس کی بڑی ترقی ہوگئی۔ سمندر کے کنارہ کے رہنے والے افتادہ درختوں کے تنہوں کو بیچ میں سے جلا کر کھوکلا بناتے تھے اور اُن میں بیٹھ کر سمندر میں جاتے تھے اور مچھلیوں کا شکار کرتے

ائے تھی۔ پھر انہیں کو کاٹ درختوں سے کشتیاں بننے لگیں جنہیں انکو لوہی کی کیلوں سے جڑ دیتے تھے بعد ازاں اُن کشتیوں سے چپوار کشتیاں اور طرح طرح کے مرکب آبی جہاز وغیرہ تیار ہونے لگے یہانتک کہ دُخانی جہاز بنا جس نے ساری دُنیا میں تہذیب شائستگی کا دروازہ کھول دیا اور نقل مکان کے لئے آدمیوں کے واسطے راستے بتلا دئے۔ ہمیشہ آدمی اپنی ناشائستگی کی حالت میں رہے اگر وہ اپنے سے پہلے آدمیوں کی مفید محنت سے مُستفید نہ ہو۔ سابقین نے زمین کو بنا سنوار کر کھیتی کی جس سے خوراک آدمیوں کی پیدا ہونے لگی اُنھوں ہی نے اوزار اور ترکیبیں ایجاد کیں جنکے فائدہ مند نتیجے ہم حاصل کر رہے ہیں۔ اُنھوں ہی نے علوم وفنون ایجاد کئے کہ ہم اُن کی محنت کے مفید ثمروں سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں —

ساری فطرت (نیچر) ہمکو بتلاتی ہی کہ دُنیا میں کوئی اچھی چیز جو ایک دفعہ پیدا کی گئی وہ کبھی بالکل رائگاں نہیں گئی۔ زندوں کو اُن کروڑوں مُردوں کی یاد دلائی جاتی ہے جو پہلے کام کر گئے ہیں اور کامیاب ہو گئے ہیں قدیمی شہروں کے کھنڈروں میں تعمیرات سنگ تراشوں کی دستکاریاں صنعت کاریاں ہنرمندیاں اب تک ہمارے دیکھنے کے لئے موجود ہیں۔ انتظام گیتی یوں ہی جاری ہی کہ انسان کی محنت بالکل برباد نہیں جاتی اسکے بعض فائدہ مند حصے باقی رہتی ہیں جو قوم اور نسل آدم کو فائدہ پہنچاتے ہیں ہم کو باپ کے ورثہ میں جو مال ہاتھ لگتا ہی وہ ہمارے ورثہ کی جمع پونجی کی نہایت خفیف رقم ہی۔ بڑی بیش قیمت و دیرپا رقم ہماری ورثہ کی تو یہ ہے کہ ہمکو محنت و ہنر آبائی کے فائدہ مند نتائج و ثمرات کی ملتی ہیں یہ وراثت سیکھنے سے منتقل نہیں ہوتی بلکہ سکھانے و مثال سے ایک نسل دوسری نسل کو سکھاتی ہی اسواسطے فن و صناعت آلات و ادوات کے استعمال کا علم ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ یوں پہلی نسلوں کی محنتیں اور کوششیں پچھلی نسل میں متواتر منتقل ہوتی رہتی ہیں اور انکا ایک سلسلہ جاری رہتا ہی جو شائستگی تہذیب کے لئے نہایت بکار آمد ضروری ہی۔ باپ دادا کی محنتوں کے فائدہ مند ثمرات کا ہاتھ آنا تو ہمارا موروثی حق ہی مگر ان سے متمتع جب تک ہم نہیں ہو سکتے کہ کام کرنے میں شریک نہ ہوں تب ہر محنت کرنی لازم ہی خواہ وہ دماغی ہو یا جسمانی ہاتھ پاؤں کی ہو کام کرنے بیغیر زندگی ایک اخلاقی خواب ہی جس سے بیدار ہونا مشکل ہی۔ ہماری مراد کام کرنے سے

Marfat.com

جسمانی کام کرنے سے نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور اعلیٰ درجے کا کام [illegible]
مسائل صبر و امتحان۔ ہمت محبت قومی۔ شائستگی و راستی کی اشاعت۔ عزیزوں [illegible]
انکی تکلیف کا گھٹانا ضعیفوں کی امداد۔ ان کو آپ اپنی مدد کرنے کا قابل بنانا۔
بھلا نیک نہاد اہل دل کب اس کو پسند کیا کرتا ہی کہ وہ شہد کی نر مکھی کے طرح اوروں کی
محنت سے اپنا گذارہ کرے اور کیڑوں کی طرح اوروں کے غلے کو کتر کتر کھایا کرے اور
بڑی مچھلی کی طرح چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کا شکار کھیلا کرے بلکہ وہ تو اپنی ذات پر یہ فرض
جانتا ہے کہ اوروں کے فائدہ پہنچانے کے واسطے ہمہ تن مصروف ہو اور اپنی ذات کے
کاموں کو غیروں کے نفع کے لئے چھوڑ دے۔ جمہور انام کی خدمت بجالائے اور نفع پہنچانے
کے لئے سخت کوشش کرے اس لئے کہ شاہی سے لے کر بیلداری تک کوئی کام ایسا نہیں ہے
کہ جسکے اندر خاطر خواہ کامیابی و کامرانی و اطمینان خاطر کے لئے دماغ یا ہاتھ یا دونو کو
کام میں لانے کی سخت ضرورت نہ ہو۔ دنیا میں بغیر محنت کے کوئی کام نہیں بنتا۔ نیچر ہم سے
لڑتا بھی ہی اور ہمارے کاموں میں شریک و معاون بھی ہوتا ہے۔ آفتاب۔ ہوا۔ زمین
ہمارے جانداروں کو خارج کرتے رہتے ہیں اور اپنی ہی پیداوار کو ہمیں کھلا کر بدل ماتحلل
کرتے ہیں اور کپڑے پہنا کر بدن کو آرام دیتے ہیں غرض ہماری زندگی ایک اعتبار سے
نیچر سے لڑتی ہی اور ایک اعتبار سے نیچر کو اپنا معاون بناتی ہی۔
نیچر ہماری ساتھ کام کرتا ہی ؎ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک ہمہ در کارند ✤ تا تو
نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری ✤ زمین اناجوں اور میووں کو ہمارے لئے نشو و نما
دیتی ہی اور بیجوں کو جنکو ہم بوتے اور جمع کرتے ہیں بڑھاتی اور پختہ کرتی ہی۔ وہ انسان
کی محنت کی معاونت سے اون کو مہیا کرتی ہی جسے ہم کات کر کپڑا بناتے ہیں اور
خوراک تیار کرتی ہے جسے ہم کھاتے ہیں اس بات کو کبھی بھول کر بھولنا نہیں چاہئے
کہ خواہ ہم امیر ہوں یا غریب ہوں محلوں کے رہنے والے ہوں یا جھونپڑوں کے جو کچھ ہم
کھاتے ہیں پہنتے ہیں جن مکانوں میں رہتے ہیں وہ سب کے سب ہماری محنت کے نتیجے
ہیں ہم کاموں میں مشارکت باہم کرتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو سہارا دیں۔ کیا [illegible]

...ن ہماری خوراک تیار ہوتی ہی جلاہا کپڑا بنتا ہی۔ درزی کپڑے کی کتر بیونت کرکے سیتا ہے جس سے ہماری پوشاک بنتی ہی۔ خشت پز و چونہ پز اینٹ چونہ تیار کرتے ہیں جن سے راج مزدور مکان تیار کرتے ہیں جن میں ہم آرام سے رہتے ہیں غرض اس طرح ہزاروں کام کرنے والے تمام سامان ہمارے آرام اور ضرورتوں کا تیار کرتے ہیں۔

خواہ چیزیں کتنی ہی ناتراشیدہ و بھدّی ہوں مگر جب اُن میں محنت و ہنرمندی و کاریگری خرچ ہوگی وہ بڑی بیش قیمت ہو جائینگی۔ اسمیں شک نہیں کہ انسانیت کی جان محنت ہی اگر محنت چلی جائے اور ضایع ہو جائے تو بنی آدم دفعتہً معدوم ہو جائے۔ ایک کسان کی کہانی مشہور چلی آتی ہے کہ جب وہ قریب المرگ ہوا تو اُسنے اپنے بستر کے پاس تینوں بیٹوں کو بلایا تاکہ ایک بڑے راز کی بات ان کو بتائے۔ اُسنے بیٹوں سے کہا کہ میں جو اراضی تمہارے لئے چھوڑے جاتا ہوں اسکے اندر بڑا خزانہ چھپا ہوا ہے یہ کہکر بڈھے نے دم لیا۔ سب بیٹوں نے بے تاب ہو کر بہ آواز بلند کہا کہ خزانہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ بڈھے باپ نے کہا کہ تم اس کے لئے کھود و۔ اتنی بات کے کہنے کے بعد اسمیں دم نہ تھا اگے اس راز کو کھول کر بتاتا وہ مرگیا۔ اس کے بعد بیٹوں نے کدال پھاوڑا لیکر زمین کو کھودنا شروع کیا جسمیں توں سی کھیتی نہیں ہوتی تھی اور ایک ایک ڈھیلے ڈلے کو توڑ توڑ کر دیکھا۔ گو اُن کو خزانہ نہ ملا مگر اس سے اُن کو کام کرنا آیا۔ اور جب انھوں نے کھیتوں کو بویا تو فصل نہایت عمدہ ہوئی پیداوار افراط سے ہوئی تو وہ اپنے دانشمند باپ کے راز کو سمجھے کہ مخفی خزانہ کے بتلانے سے زمین کی پیداوار مراد تھی۔

محنت ایک بار ناگوار اور تعزیر بھی ہے اور عزت و مسرت بھی ہے اگرچہ وہ اور مفلسی ایک ہی سی معلوم ہوتی ہیں مگر محنت میں ایک شان بھی ہے ہماری فطرتی احتیاجوں اور بہت سی اور ضرورتوں کے دور کرنے کے لئے محنت ضرور ہی۔ اگر محنت نہ ہو تو پھر آدمی کا اور اسکی زندگی و شائستگی کا پتا کہاں لگے؟ وہ سب ہیچ ہو جائیں محنت ہی کی بدولت وہ بازو ہمارے لگ گئے ہیں کہ ہم آسمان پر اڑنے کا قصد کرتے ہیں ذہانت کے معنے یہی ہیں کہ محنت کرنے کی قابلیت ہو۔ انسان میں جو چیز عظیم الشان ہوتی ہی وہ محنت ہی کی ساختہ پرداختہ ہوتی ہی وہی کو شہنشوں کو تہ بالا دیتی ہی۔ غرض محنت تعزیر بھی ہو سکتی ہی اور شان و شوکت بھی جن برگزیدہ بزرگوں نے مقاصد و مقدس مطالب کے لئے محنت بے پایان کو اختیار کیا انہیں کی پرستش و ستائش ہوئی

انہیں حیاتِ دوام ملتی ہے۔

اِس قانونِ محنت کے ماتحت رہنے کی شکایت میں بہت سے آدمی بڑبڑایا کرتے ہیں وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اس قانون کی اطاعت خدا کی مرضی کے سوا ہمارے قوائے جسمانی کے واسطے اور ہماری طبیعتوں کے انبساط کے لئے ضرور ہے۔ کل مفلوک الحال آدمیوں میں سب سے بدتر حال کاہل کا ہوتا ہے جس کی زندگی بالکل بنجر ہوتی ہے جس میں کوئی فائدہ مند ثمر نہیں ہوتا۔ سوا اپنے حواس پرستی کے وہ کوئی کام نہیں کرتا ایسے کاہل آدمی بہت شاکی نہایت مفلوک الحال سے بیزار ہو جاتے ہیں اور ایسی کاہلی کی حالت میں پڑے رہتے ہیں کہ جس سے نہ کچھ اپنے تئیں فائدہ پہنچے نہ دوسرے کو وہ فقط زمین پر بوجھ ہوتے ہیں جن کے ہٹنے کا کسی کو افسوس نہیں ہوتا۔ سب کہتے ہیں خس کم جہاں پاک۔ دنیا کو کسی اور نے ایسا آگے نہیں بڑھایا جیسا کہ انھوں نے۔ کہ محنت کو بالضرورۃ یا بالاختیار قبول کیا ہے دنیا کی ترقی۔ شائستگی۔ دولت مندی۔ اقبال مندی۔ یہ سب اس محنت پر موقوف ہیں جو بہ توجہ دلی کار پردازی میں کی جائے۔ خواہ وہ جو کی بال کا پیدا کرنا ہو۔ یا دخانی جہاز کا بنانا۔ یا گلوبند کا ٹانکنا۔ یا سنگ تراشی ایسی ہو کہ جس پر دنیا فریفتہ ہو۔

اس طرح محنت سے مطالعے سے مشاہدہ سے تحقیق و تدقیق و سخت توجہ دلی کے ساتھ عرق ریزی سے نفیس و لطیف خیالات پیدا ہوتے ہیں بغیر سخت محنت و جانفشانی کے کوئی نظم ایسی تصنیف نہیں ہو سکتی کہ وہ آیندہ زمانہ میں زندہ اور مشہور رہے دنیا کے کل کارہائے عظیم متواتر کوششوں اور بہت سی ناکامیوں کے نیچے ہوتے ہیں ایک نسل ایک کام کو شروع کرتی ہے دوسری اس کو جاری کرتی ہے۔ حال کی نسل ماضی کی نسل کے ساتھ مشارکت کام میں کرتی ہے۔ افراد بنی آدم اپنے کاموں کو ناقص محنت سے شروع کرتے ہیں مگر استقلال و ثابت قدمی سے اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

محنت کی تاریخ اپنی توضیحات میں ایک سی خصلت رکھتی ہے۔ بہت غریب آدمی محنت سے عزت پا سکتے ہیں گو ممتاز و سرفراز نہ ہوں صناعت و علم ادب علوم و فنون میں نامور گذرے ہیں وہ محنتی مزدور تھے۔ ایک اوزار بنانے والے نے دخانی کل۔ ایک نائی نے کاتنے کی کل ایک جولاہے نے چرخہ۔ ایک کوئلہ کی کان کے بیلدار نے متحرک کلیں ایجاد کیں

Marfat.com

[illegible]ت اور آلات کے کاموں میں ہر درجہ کے کاریگر کچھ نہ کچھ اضافہ کرکے اسکو بڑھاتے رہتے ہیں
پیشہ وروں سے مراد فقط انھیں آدمیوں سے نہیں جو اپنے رگ پٹھوں کے بل ہی کام کرتے ہیں یہ تو
گھوڑا بھی کرسکتا ہی بلکہ اُن آدمیوں سے بھی مراد ہے جو اپنے دماغ سے محنت کرتے ہیں اور ان کے
اعلیٰ درجہ کے قوا ان کے جسم سے خدمت لیتے ہیں مصور جو تصویر کھینچتا ہی مصنف جو کتاب
تصنیف کرتا ہے قانون بناتا ہی نظم لکھتا ہی وہ اعلیٰ درجہ کا کام کرنیوالا ہی گو وہ نوع بشر
کی جسمانی پرورش کے لئے ایسا ضروری نہیں جیسا کہ ہلواہا اور گڈریہ مگر روحانی غذا کے واسطے وہ
پر ضرور ہے –

ابتک ہم نے اوپر محنت کے بکار آمد اور ضروری ہونے کے باب میں بہت کچھ لکھا ہی اب ہم یہ بتلاتے
ہیں کہ محنت کے فائدوں کو اپنے کام میں کس طرح لاتے ہیں آدمی تو ناشائستہ و غیر مہذب پیدا
ہوتا۔ اگر اسکے باپ دادا علم و ہنر و صناعت و ایجاد و عقلی تربیت کی بچت جمع کرکے اسکے لئے نہ چھوڑ
جاتے ✤ یہ دُنیا کی بچتیں ہی ہیں جنھوں نے اسکو شائستہ و مہذب بنا
رکھا ہی محنت کے نتیجہ سے بچتیں پیدا ہوتی ہیں محنتی آدمی جو کچھ بچاتے ہیں وہی تہذیب کے نتائج کو
جمع کیے ہیں ہم نے اوپر لکھا ہی کہ کفایت شعاری سے تہذیب کا آغاز ہوتا ہے اب ہم کہتے
ہیں کہ کفایت شعاری ہی سے تہذیب پیدا ہوتی ہی۔ کفایت شعاری سے سرمایہ پیدا ہوتا ہی
اور سرمایہ محنت کے نتیجہ کو بچا رکھتا ہی۔ سرمایہ دار وہی شخص ہوتا ہی کہ جو کام کرکے پیدا کرتا ہی اور سب کا
سب صرف نہیں کرتا ہے –

آدمی کفایت شعاری کو ساتھ لے کر نہیں پیدا ہوتا ہی بلکہ اُس کو اکتساب سے حاصل کرتا ہی وہ بھی
اسکے اخلاق کا ایک اکتسابی اُصول ہی اسمیں انسان کو نفسانیت و ہوا و نفسانی کا دبانا
پڑتا ہی۔ حال کی خوشیوں کو آئندہ فائدہ کے خیال سے ترک کرنا ہوتا ہے۔ عقل و مآل اندیشی و
ہوشیاری سے قوا بہیمیہ کو مغلوب کرنا ہوتا ہی۔ کفایت شعار آج ہی کے گذارہ کے لئے کام نہیں کرتا
بلکہ کل کے گذارہ کے لئے بھی۔ سرمایہ جو وہ بچاتا ہی اُسکو آیندہ کے کاموں کے انصرام کے لئے ذخیرہ بناتا
عقل انسان کو بتاتی ہی کہ آئندہ کا خیال رکھو اور اسکے واسطے سامان بہم پہنچا۔ اس لئے آیندہ کے
حوائج کے لئے تدابیر کرنی انسان پر فرض ہیں ع۔ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

جو پہلے خبردار ہوتا ہی وہ ہتھیار باندھتا ہی استقبال کا نہ جاننا [illegible] سامان تیار کرنا بڑی بیکلی ہی۔ لیکن انسان کا جم غفیر ایسا ہی کہ نہ وہ ماضی کو یاد کرے نہ فکر کرے وہ صرف حال کو جانتا ہی۔ وہ کچھ جمع نہیں کرتا۔ اُدہر جو ہاتھ میں آیا ادہر منہ میں ڈال لیا جو کمایا سو کھایا نہ اپنے لئے بچایا نہ کنبے کے لئے کچھ رکھا۔ گو ان میں سے بعض اچھی مزدوری پاتے ہیں مگر خرچ ایسے بیڈھنگے رکھتے ہیں کہ اُن کو کچھ بچتا نہیں مریں تو کفن کو کوڑی نہیں نکلتی۔ ایسے آدمی ہمیشہ مفلس و محتاج ہوتے ہیں اور محتاجی اُن کے سر پر کھڑی رہتی ہے۔ ہم نے جو حال شخصی بیان کیا ہو وہی حال قومی ہی۔ قومیں جو پیدا کرتی ہیں وہ سب خرچ کر ڈالتی ہیں اور آیندہ پیدا کرنے کے لئے ذخیرہ نہیں جمع کرتیں ان پاس سرمایہ نہیں ہوتا وہ مفلس و قلاش ہوتی ہیں مسرف کی طرح وہ یک بیتی و دو گوش کے سوا کچھ نہیں رکھتیں غریب مفلوک و محتاج رہتی ہیں بے سرمایگی کے سبب سے اُن کے ہاں نہ ریل ہو نہ تار ہو۔ نہ جہاز و بندرگاہیں ہوں نہ نہر۔ نہ کوئی کارخانہ صناعت و تجارت۔ یہی تمام باتیں شایستگی کی اصل اصول ہیں ؛

دو طرح کے گروہ آدمیوں کے ہوتے ہیں ایک دور اندیش عاقبت شناس کفایت شعار بچانے والے اور پاس رکھنے والے دوسرا گروہ نا عاقبت اندیش مسرف اڑانے والا اور پاس کچھ نہ رکھنے والا۔ جو آدمی اپنی محنت کے پیداوار کا انتظام خوش سلیقگی سے کرتے ہیں وہ صاحب سرمایہ ہوتے ہیں جو اوروں کو محنتوں کے لئے تحریک کرتے ہیں ان کے ساتھ سرمایہ مالا مال ہوتے ہیں وہ اور کاریگروں اور مزدوروں کو اپنے کام میں لگاتے ہیں جس سے لین دین بیچ بیوپار اور تجارت کا آغاز ہوتا ہے۔

کفایت شعار مکان بناتے ہیں کارخانے صناعت کے جاری کرتے ہیں آلات و کلیں بناتے ہیں وہ صناعت کے کارخانوں کے لئے اوزاروں اور کلوں کا مناسب سامان تیار کرتے ہیں جنکو دنیا کے چاروں طرف بھجواتے ہیں وہ اپنے سرمایوں کو یکجا جمع کرکے ریل کی سڑکیں بندرگاہ جہاز اور کارخانے بنواتے ہیں وہ لوہے۔ کوئلے تانبے کی کانیں کھودتے ہیں اور اُن میں سے پانی نکالنے کے لئے انجن لگاتے ہیں اور پانیوں کو کھینچ کر نکالتے ہیں جس سے کانیں صاف ہو جاتی ہیں پھر اُن کانوں میں ہزاروں کو کانکنی کے واسطے لگاتے ہیں جس سے ہزاروں آدمیوں کو روٹی ملنے کا سامان ہوتا ہی ؛

ہوتے ہیں جو کفایت شعاری اور روپیہ کی خوش انتظامی سے اور فائدہ مند کاموں میں روپیہ لگانے سے حاصل ہوتے ہیں مسرف آدمی تو دنیا کی ترقی میں کوئی اپنا حصہ نہیں رکھتا اور جو کچھ کماتا ہے سو کھا لیتا ہے۔ کسی دوسرے کی مدد نہیں کرتا ہے۔ خواہ کتنا ہی روپیہ وہ کمائیں ایک ہی حال میں رہتے ہیں کسی بات میں کچھ سربلند نہیں ہوتے جو اپنے کسی سرمایہ کو کفایت شعاری سے نہیں خرچ کرتا وہ اوروں کی امداد کا محتاج رہتا ہے۔ حقیقت میں وہ کفایت شعار کی حلقہ بگوشی و غلامی کے لئے پیدا ہوتا ہے

باب ۲ دوم

کفایت شعاری کے عادات

(۱) اپنے تئیں ضبط کرنا بڑی بات ہے۔

(۲) بہت سے آدمی زمانہ حال کے لئے کام کرتے ہیں اور بہت تھوڑے زمانہ آیندہ کی لئے۔ عاقل و نو حال اور استقبال کے لئے کام کرتا ہے۔ حال میں استقبال کے لئے اور استقبال میں حال کے لئے۔

(۳) کامیابی کا بڑا گر یہ ہے کہ آدمی بے نفس ہو۔ اپنے لئے جو اپنے تئیں تازیانہ بنا ہے وہ اپنا بڑا معلم بنتا ہے اگر تم یہ ثابت کرو کہ مجھے اپنے نفس کا مغلوب رکھنا آتا ہے تو نیں تمکو کہونگا کہ تم تعلیم یافتہ ہو۔ اگر یہ نہیں آتا تو یہ ساری تعلیم بے کار ہے۔

(۴) تمام دنیا فریاد مچا رہی ہے کہ وہ آدمی کہاں ہے کہ ہمکو بچائیگا؟ ہمکو آدمی کی بڑی ضرورت ہے۔ تم اس آدمی کی تلاش میں ور نہ جاؤ۔ وہ تمھاری بغل میں موجود ہے وہ آدمی تم خود ہی ہو۔ تم میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں ہوں میں ہوں آدمی ہے کیونکر کوئی اپنے تئیں آدمی بنا سکتا ہے؟ یہ کچھ مشکل نہیں خودپسندی کو چھوڑ دو۔ آدمی بن جاؤگے۔ ایسا اختیار کروگے تو انسانیت سے خارج ہو جاؤگے

(۵) آدمیوں کو بہت اجرت ملتی ہے وہ محنت مستعدی دیانت داری کفایت شعاری اختیار کرکے

تو وہ اپنی اور اپنے گروہ کی حالت کو بہتر کر سکتے ہیں اور سرمایہ دار بھی [illegible]
بہبودی خلایق کی ترقی میں خاص حصہ کے شریک ہوسکتے ہیں بہت سے آدمیوں کی احتیاج
کہ وہ فراغت و راحت کے اسباب مہیا کر کے اُن سے متمتع ہوں نا دانی کے حال میں جو نوع بشر کو
روپیہ کے نہ ہونے کے سبب سے اسقدر نہیں ہے جسقدر کہ اسکے صرف بیجا اور اسراف کی وجہ
سے ہے دولت کا پیدا کرنا بہ نسبت اس جاننے کے آسان ہے کہ وہ کس طرح خرچ کیجائے۔ آدمی
کی دولت مندی آمدنی پر موقوف نہیں بلکہ اسکے خرچ اور کفایت شعاری پر اگر آدمی اپنی
محنت سے اسقدر روپیہ پیدا کر لیتا ہے کہ اپنی ذات کا اور سارے گھر کا خرچ اُٹھا کے کچھ بچا رکھتا ہے
اور وہ اس بچت کو جمع کرتا ہے تو اسمیں شبہ نہیں کہ وہ معاشرت کی بہروزی بہبودی کے
اصول کو جانتا ہے اور اس بچت جوڑنے سے خواہ وہ کیسی ہی تھوڑی ہو وہ فارغ البال
رہتا ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جو کام کرنے والا خواہ بہت اجرت پائے وہ سرمایہ
کیوں جمع کرے؟ اس جمع کرنے کے لئے فقط اپنی خواہشوں کا روکنا اور خانہ داری کا انتظام
کفایت سے کرنا چاہیئے۔ کام کرنیوالے پر خود یہ موقوف ہے کہ وہ اپنی کمائی سے کچھ بچائے
یا اُسکو بالکل برباد کر ڈالے۔ اگر وہ بچائیگا تو اُسکو ہر وقت یہ موقع مل سکتا ہے کہ وہ اپنی بچت کے
سرمایہ کو فائدہ مند کاموں میں لگائے۔

وقت میں کفایت شعاری کرنا زر کی کفایت شعاری کے برابر ہے وقت بھی زر ہے۔ اگر کوئی
شخص دولت جوڑنی چاہے تو اُسکو چاہیئے کہ اپنے وقت کو مناسب طور پر کام میں لگائے ہم وقت
کو نہایت اچھے اچھے کاموں میں لگا سکتے ہیں جیسے علم سیکھتے ہیں مطالعہ کرتے ہیں صنعت
میں علوم فنون علم ادب میں جب مقاصد و مآل کار کے حاصل کرنے کا بندوبست اس
طرح کیا جائے کہ اُن کے پورا کرنے میں ذرا سا وقت بھی ضائع نہ جائے تو ہم ایسے بندوبست
کا نام نظام رکھتے ہیں پس تمام کاروبار نظاماً بالترتیب ہونے چاہئیں ہر گھر میں بیوی اس
نظام سے واقف ہونی چاہیئے۔ ہر چیز کے واسطے ایک جگہ اور ہر جگہ کے واسطے ایک چیز مقرر ہو
اور ہر کام کے واسطے وقت اور ہر وقت کے واسطے کام معین ہو۔

کفایت شعاری کے فائدہ ثابت کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اسکے قبول کرنے [illegible]

Marfat.com

سی اسکی ضرورت نہیں کہ کفایت شعاری کے اعمال کئے جائیں یہاں بہت سی مثالیں اسکی موجود ہیں جو کام بڑے آدمی کرگئے ہیں وہ پچھلے آدمی سب کرسکتے ہیں کفایت شعاری ایذا پہنچانیوالی نیکی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بہت سی دقتوں اور حقارتوں سے بچاتی ہی فقط اسمیں اپنا نفس مارنا اور خواہشوں کا دبانا پڑتا ہی۔ مگر وہ مناسب خوشیوں کی مانع و مزاحم نہیں ہے۔ اس میں بہت سی ایسی خوشیاں ہیں جنسے مسرفی وفضول خرچی محروم کرتی ہی۔

کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کفایت شعاری نہیں کرسکتا۔ بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے کہ کچھ نہ کچھ ہفتے میں نہ بچا سکتے ہوں بہت سے غریب آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آمد وخرچ کیا ہی۔ کیا پدڑی کیا پدڑی کا پلاؤ۔ کیا ننگی نہائیگی کیا نچوڑیگی وہی روز کمانا وہی روز کھانا۔ جو ہاتھ میں آتا ہے منہ میں رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ انکی غلطی ہے غریب آدمیوں کو ضرورت کوڑی کوڑی جوڑنے کی ہی۔ غریب آدمی اپنے پیچھے ذرا ذرا سی خرچ ایسے بہت لگا لیتے ہیں کہ اگر وہ خرچ نہ کریں تو بہت کچھ جمع کرلیں اور ان خرچوں کے نہ کرنے سے انکا کچھ حرج بھی نہ ہو۔ غرض جو کچھ بچ سکے اسکے بچانے کی عادت ڈالنی چاہیئے کفایت شعاری کے لئے نہ کسی بڑی دلیری کی

ہمت کی نہ کسی بڑی عقلمندی کی نہ کسی فوق العادت نیکی کی ضرورت ہی۔ بلکہ تھوڑے صبر کی اور نفس پروری کے خواہشوں کے روکنے کی حاجت ہی۔

کفایت شعاری روزانہ عملی کاموں میں معمولی عقل کے کام میں لانے کا نام ہی کسی پرجوش قصد کرنے کا کام نہیں پڑتا۔ کچھ صبر کرنا پڑتا ہی۔ کچھ دل کو خواہشوں سے روکنا پڑتا ہی اسکی تدبیر یہ ہے کہ اسے شروع کردو۔ جتنی اسکی عادت پڑتی جائیگی اتنی وہ آسان ہوتی جائیگی اور ایسا دل کو خوش رکھیگی کہ ان تمام رنجوں کی مکافات ہو جائیگی جو ابتدا میں نفس کے مارنے سے ہوئی تھی۔

اب یہ سوال پوچھا جاسکتا ہی کہ جب غریب کی کمائی کی کوڑی کوڑی کنبہ پروری میں ضروری خرچوں میں صرف ہو جاتی ہی وہ کیونکر کچھ بچا سکتا ہی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض جفاکش سلیم الطبع ایسے حال میں بھی اپنے نفس کو مار مار کر کچھ نہ کچھ بچا لیتے ہیں

Marfat.com

اور اپنی بچت کو بنک یا کسی اور جگہ میں لگا دیتے ہیں پس جب بعض ... اکثر آدمی
انکی ایسا کر سکتے ہیں ہمیں وہ اپنی اصلی خوشی و مسرت سے بھی محروم نہیں ہوتے ... یہ ...
اور خود پرستی ہی کہ ایک آدمی بہت کچھ کمائی اور سب کو اپنے ذات کے خرچوں میں یا اہل
عیال میں خرچ کر ڈالے اور کوڑی نہ بچائے۔ ہم سنا بھی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جب کوئی
تن پرور مر جاتا ہی اور گھر میں خاک نہیں چھوڑتا ہی۔ باوجودیکہ اسکی آمدنی معقول اسکا خاطر خواہ
ہوتی ہی تو اسکے اہل و عیال پسماندگاں کی جان بڑے عذاب میں آگئی ہی وہ بھیک مانگتے پھرتے
ہیں یا کوئی انکا عزیز رشتہ دار دستگیری کرتا ہے یا چندہ خیرات سے انکی خبر لی جاتی ہی۔
یا وہ بھوکے مرنے لگتے ہیں غرض سب طرح سے خراب خستہ تباہ ہوتے ہیں انکے لئے نہ ہوتے مندر
مگر جو عاقل و ہوشیار ہوتے ہیں وہ کب ایسی آفتوں کو واقع ہونے دیتے ہیں وہ اپنے نفس کو
مارتے ہیں اور پیٹ کو کاٹتے ہیں اور نفس پروری کو مختصر کرتے ہیں۔ اور اپنے نفس کے لئے ساری
فضول خرچی کو ترک کر کے اپنے خرچوں کو مختصر کرکے اوروں کے گذارہ کے لئے سرمایہ جمع کر دیتے
ہیں غریب آدمیوں پر تو یہ فرض ہی کہ وہ اپنے اور اپنے کنبے کے لئے کچھ نہ کچھ بچایا کریں
اس لئے کہ ایسے اتفاقات کہ جن کے وقوع کا خیال ذرا نہیں ہوتا ہی اکثر واقع ہوتے رہتے
ہیں کہ بیمار ہو گئے اپاہج ہو گئے یا کوئی اور حرج مرج ہو گیا۔

مفلسوں کی نسبت دولت مند بہت کم ہوتے ہیں مگر اکثر آدمیوں کو یہ اختیار ہے
کہ اپنی محنت شعاری اور کفایت شعاری سے اپنی آمدنی ایسی کریں کہ وہ اسکی ضرورتوں
کے لئے بھی کافی ہو اور اسمیں سے اتنا بچ رہے کہ وہ انکے بڑھاپے کی تنگ دستی اور مفلسی کے
کام آئے یہ نہیں ہوتا کہ آدمی کو کفایت شعاری کے موقعے نہ ملیں بلکہ اسکا ارادہ کفایت
شعاری کرنے کا نہیں ہوتا۔ اکثر آدمی ہاتھوں اور دماغوں سے برابر متواتر محنت کر سکتے ہیں
مگر ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی تئیں زیادہ خرچ کرنے سے اور اعلیٰ درجہ کی زندگی بسر کرنے
سے روکیں

اکثر آدمی عیش پسند ہوتے ہیں کسر نفسی و بے نفس ہونے کو نہیں پسند کرتے۔ عوام الناس
میں قوائے بہیمیہ کا زور سب پر غالب ہوتا ہی وہ جو کچھ کماتے ہیں کمائی تمام کر دیتے ہیں ...

ماں اہل پیشہ و حرفہ و کاریگر و مزدوروں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں کہ ہزاروں کماتے ہیں اور ہزاروں اڑاتے ہیں جب دفعتہً مر جاتے ہیں تو اہل و عیال کی بسر اوقات کے لئے کچھ نہیں چھوڑ جاتے ہیں مسرفانہ زندگی کے سبب سے قرض چھوڑ جاتے ہیں ان کے مرنے کے وقت گھر میں جو کچھ اسباب ہوتا ہے وہ پرایا ہوتا ہے۔ تجہیز و تکفین میں کچھ خرچ ہوتا ہے اور باقی قرض میں دیا جاتا ہے۔ روپیہ جو ایک بڑی بیش بہا چیز ہاتھ لگتی ہے وہ استغنا ہے جس سے کسی پاس محتاج ہو کر جانا نہیں پڑتا۔ استغنا کی مسند دولت دیتی ہے۔ اخلاق میں استغنا ہی بڑی عظمت و برکت ہے۔ اس لئے کفایت شعاری ادنےٰ و متوسط طبیعت میں دفعتہً وہ عظمت و شان پیدا کرتی ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیوں کے ہم مرتبہ ہو جاتی ہے۔ معاملات دولت کو کبھی نظر حقارت سے نہ دیکھو۔ فضائل سخاوت۔ فیض رسانی۔ عدالت۔ امانت۔ دیانت۔ دور اندیشی۔ دولت کے اچھی طرح استعمال پر منحصر ہیں اور رذائل ذلت۔ ظلم۔ فضولی غفلت کوتہ اندیشی دولت کے بری طرح کام میں لانے سے پیدا ہوتے ہیں

جو جماعت مفلس ہوتی ہے اور دست و دہن کی درمیان رہتی ہے (یعنی نہایت مفلس کہ جو ہاتھ میں آتا ہے وہ منہ میں جاتا ہے اور کچھ پاس نہیں رہتا) اس لئے کبھی کوئی کام پورا نہیں کیا جو آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جو کماتے ہیں وہ بالکل خرچ کر ڈالتے ہیں وہ محتاجی سے ہمکنار رہتے ہیں وہ ضعیف العقل ہوتے ہیں گردش کی حالتوں اور وقت کے غلام ہوتے ہیں محتاج رہتے ہیں نہ اپنا ادب آپ کرتے ہیں نہ اوروں کا ادب کرتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ وہ کبھی آزاد اور غنی ہوں۔ غرض مسرف ہونے سے آدمی نیکی اور مردانہ الوالعزمی سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو شخص کچھ روپیہ بچاتا ہے خواہ یہ بچت کتنی قلیل ہو اس سے سرمایہ جمع ہوتا ہے جس دل کو تقویت پہنچتی رہتی ہے۔ پھر قسمت اور زمانہ کا وہ شکار نہیں بنتا دنیا کو اپنا بہادرانہ منہ دکھاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنا آپ آقا بنتا ہے وہ اپنی شرائط کو آپ پیش کرتا ہے نہ وہ مول لیا جا سکتا ہے نہ وہ بکتا ہے وہ زمانہ آیندہ کو بڑی مسرت و انبساط سے دیکھتا ہے اور بڑھاپے کو آسایش اور خوشدلی کا زمانہ جانتا ہے +

Marfat.com

دانشمند عاقبت اندیش اکثر جز رس و کفایت شعار و منتظم ہوتے ہیں نا عاقبت اندیش وحشی کی طرح جو کچھ پیدا کرتا ہی اُسے خرچ کر ڈالتا ہی کل کا فکر کچھ نہیں رکھتا وہ یہ جانتا نہیں کہ تنگدستی اور فلاکت کے دن بھی آیا کرتے ہیں اور یہ سمجھتا ہی نہیں کہ جو متعلقین میرے ساتھ وابستہ ہیں انکا دعویٰ اور حق مجھ پر ہے۔

دانشمند فرزانہ زمانہ آیندہ کا فکر رکھتا ہی اور جانتا ہی کہ کسی کا زمانہ یکساں نہیں رہتا بُرے بھلے دن آتے رہتے ہیں اس لئے وہ اپنے بھلے دنوں میں اپنے اور اپنے کنبے کے بُرے دنوں کے لئے سامان مہیا کر سکتا ہے اور اپنے عزیز و اقربا کے گزارہ کے لئے ذخیرہ جمع کرتا ہی۔ جب آدمی نکاح کرتا ہی تو اسکے ذمّے بہت سی جوابدھیاں ہو جاتی ہیں مگر اکثر آدمی ان جوابدہیوں کو اچھی طرح سمجھتے نہیں اور اُنکے نہ سمجھنے ہی میں بہتری ہے اس لئے کہ اگر وہ ان جوابدہیوں کو خوب غور سے سمجھیں تو تاہل سے ایسے بیزار ہو جائیں کہ پھر اسکا نام نہ لیں۔ اب جو شخص متاہل ہو اسکو ایسی سعی و کوشش کرنی چاہیئے کہ محتاجی اس کے گھر میں جھانکنے نہ پائے اور ایسا انتظام کرے کہ جب اس دُنیا کی سیرگاہ سے باہر چلا جائے تو اُسکی بال بچے کسی دوسرے کے دست نگر نہ ہوں اور نہ اوروں کے سر پر ان کی پرورش کا بوجھ پڑے۔

آدمی پر اس قسم کی کفایت شعاری فرض ہی۔ بغیر کفایت شعاری کے یہ آدمی عادل اور متدین نہیں ہو سکتا وہ اپنے بدنظم ہونے سے اولاد اور عورتوں پر ستم برپا کرتا ہی۔ گو وہ نادانستہ ہوتا ہی بھلا اس سے زیادہ کیا اور ستم ہو سکتا ہی کہ باپ جو کچھ کمائے وہ اپنی تن پروری میں فضول خرچ کرے اور اولاد کو اپنے بعد محتاج فقیر چھوڑ جائے مگر یہ بلا تو سب قسم کے آدمیوں کے پیچھے لگی ہوئی ہی۔ اس باب میں اعلیٰ و متوسط درجہ کے آدمیوں کا حال وہی ہی جو ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کا۔

جو اپنی مقدور سے باہر رہنا چاہتے ہیں وہ عیش و آرام سے بسر کرتے ہیں اور اپنی ہمرتبہ کی چمک دکھاتے ہیں بڑی نمود و نمائش کرتے ہیں وہ دولت کمانے میں جفاکشی اس لئے کرلیتے ہیں کہ خوب کھائیں پئیں عیش اڑائیں دل کھول کر خرچ کریں۔

Marfat.com

اس زمانہ میں بہت سے آدمیوں کو یہ بڑا شوق ہو گیا ہے کہ اپنے بساط سے باہر پانو رکھتے ہیں اور اپنے تئیں اپنی حیثیت سے زیادہ دکھاتے ہیں اور مقدور سے زیادہ خرچ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں وہ جلد ختم ہو جاتی ہے۔ پھر کیوں ہم اسمیں تنگی سے گذارہ کریں جہانتک ہو سکے عیش اور آرام سے زندگی بسر کریں شعر اب تو آرام سے گذرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے + بس اس نظر سے وہ ساری اپنی کمائی فضول خرچیوں میں اڑاتے ہیں اور عیاشی و مستانوشی سے موت کو جلد بلاتے ہیں۔

بہت سے آدمی دولت پیدا کرنے میں بدل و جان مصروف رہتے ہیں اور اسمیں بڑے خوش سلیقہ و ہنرمند ہوتے ہیں مگر دولت کے خرچ کرنے کے لئے جس عقل کی ضرورت ہے اُن کے پاس نہیں ہوتی کہ اسکو انتظام کے ساتھ خرچ کریں اُنکے دل میں عیش و نشاط کے کاموں کے جوش اٹھتے ہیں گو وہ چندروزہ ہی ہوتے ہیں مگر اسکے مال اور نتائج پر وہ کچھ خیال نہیں کرتے اور روپیہ اُٹھا دیتے ہیں یہ ایک فراموشی اور غفلت ہے جسکا علاج بہ آسانی ہو سکتا ہے کہ ارادہ مضبوط اور عزم مصمم کر کے اُن مواقع سے باز رہیں کہ جنمیں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

اکثر وہ آدمی جو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حالت معاشرت کی اصلاح چاہتے ہیں وہ دولت بچانے کی عادت اپنے میں ڈالتے ہیں وہ کسی چیز میں جسکی ضرورت نہ ہو روپیہ نہیں خرچ کرتے اور زندگی بسر کرنے کی ان تمام طریقوں سے پرہیز کرتے ہیں جنمیں روپیہ بیکار خرچ ہوتا ہے اور فضول خرچیاں ہوتی ہیں وہ جانتے ہیں کہ کوئی فضول چیز خواہ کیسی ہی ارزاں ہاتھ لگے گراں ہوتی ہے۔

بے ضرورت چیزوں کا خریدنا اور باتوں میں بھی فضول خرچ بنا دیتا ہے اور یہ تھوڑے تھوڑے خرچ ملکر بڑے خرچ ہو جاتے ہیں۔

سسرو کا قول ہے کہ خریدنے کا سودا خبط نہ ہونا آمدنی کا ہوتا ہے بعض آدمی سستے سودوں کے خریدنے کا سودا ہوتا ہے وہ کچھ ضرورت دیکھے ضرورت

نہیں دیکھتے وہ چیزوں کو نہایت ارزاں سمجھ کر مول لے لیتے ہیں اگر ان سے
یہ چیز جو آپ نے خریدی ہے آپ کے کس کام آئیگی تو وہ جواب دیتے ہیں کہ بالفعل
کسی کام میں نہیں آئینگی لیکن کسی نہ کسی وقت وہ ضرور کام آئے گی۔ بد قسمتی سے
اس طرح کی خریداری بھی وضعداری میں داخل ہو گئی ہے۔ کوئی پرانی چینی کے برتنوں
ڈھیر اتنا خرید لیتا ہے کہ گھر چینی کے برتنوں کی دکان معلوم ہوتی ہے کوئی پرانی
تصویریں اور پرانا اسباب انگریزوں کے گھروں کا خرید کے گھر بھرتا ہے۔ خریدار
کا کچھ مضائقہ نہ تھا اگر وہ واقف کار قرض خواہوں کے روپیہ سے نہ ہوں
بعض کو نیلام میں چیزوں کے خریدنے کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ اتنی ساری چیزیں
مول لے لیتے ہیں کہ نہ گھر میں انکے رکھنے کی جگہ ہوتی ہے نہ گرہ میں قیمت دینے کے
لئے پیسا ہوتا ہے۔

آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنی نوجوانی اور ادھیڑ عمر میں اتنا کچھ جمع کر لے کہ بڑھاپا
چین اور آرام سے بسر ہو۔ اس سے زیادہ کیا مصیبت ہو گی کہ ایک شخص ساری عمر بہت کچھ
کمائے اور جب بوڑھا ہو تو دربدر خاک بسر بھیک مانگتا پھرے ہمسایوں کی
رحم دلی کے بھروسہ پر جیئے یا یگانوں بیگانوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے یہ خیال
بڑے استقلال کے ساتھ نوجوانی میں چاہیے کہ کام کیجئے اور کچھ بچائیے جس سے اپنے تئیں
بڑھاپے میں فائدہ پہنچے اور اپنے اہل عیال کو آرام ملے۔

نوجوان کے آگے تو زمانہ آیندہ دراز آنے والا ہے بوڑھے کا گذر گیا جنہیں
آنے والا ہے وہ تو اپنے زمانہ کو ختم کر چکا ہے اور نہ وہ اپنے ساتھ کچھ لیجانے والا ہے
اسلئے نوجوانی سے کفایت شعاری پر عمل کرنا چاہیے اور پیرانہ سالی میں کشادہ دلی سے
خرچ کرنا چاہیئے بشرطیکہ آمدنی سے خرچ زیادہ نہ ہو۔

ہم زمانہ میں دیکھتے ہیں کہ اس اصول پر نوجوان عمل نہیں کرتے باپ جسکی موت
کا زمانہ قریب آگیا ہے اُس کا جوان بیٹا باپ کی برابر یا زیادہ کشادہ دلی
سے خرچ کرتا ہے یا خرچ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنی زندگی وہاں سے شروع کرے

Marfat.com

ہیں باپ چھوڑتا ہی جتنا وہ خرچ کرتا ہی باپ اسکی عمر میں اتنا نہیں خرچ کرتا تھا اس لئے قرض کا پیغام بھی کان میں جلد پہنچتا ہے۔ اسکی ضرورتوں کا وہ تار بندھتا ہے کہ جسکے رفع کرنے کے لئے وہ ناجائز وسائل سے ناروا فائدے حاصل کرتا ہی وہ دولت بہت جلد پیدا کرنی چاہتا ہی۔ اسکے لئے وہ بڑے بڑے منصوبے باندھتا ہے بنج بیوپار میں بڑے بڑے معاملے بامید منفعت کرتا ہی۔ اس لئے آخر کو اسکا کارخانہ جلد تباہ ہوجاتا ہی اس سے اسکو تجربہ ہوتا ہے مگر وہ برے کام کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے بھلے کام کرنے کا نہیں سقراط نصیحت کرتا ہی کہ باپ جو اپنے کنبے کا سرپرست ہو اسکو چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کے کفایت شعاروں کے نتائج کو دیکھے اور انکے مثال سے مستفید ہو کہ وہ اپنے روپیہ کو فائدہ مند کاموں کے لئے اچھی طرح خرچ کرتے ہیں۔

کفایت شعاری ایک عملی کام ہی وہ واقعات نفس الامری سے سکھایا جاسکتا ہے مثلاً دو آدمی جو کنبے اور خرچ کے لحاظ سے ہم حالت ہیں ان میں سے ہر ایک بارہ آنے روز کی مزدوری کرتا ہی۔ ایک ان میں سے کہتا ہی کہ میں کچھ نہیں بچا سکتا اور وہ کچھ بچاتا بھی نہیں مگر دوسرا کہتا ہے کہ میں بچا سکتا ہوں اور بچاتا بھی ہی۔ اپنی آمدنی کا ایک حصہ ہمیشہ باقاعدہ بنک میں امانت رکھواتا ہی۔ یا کسی اور بنج میں لگاتا ہے اور آخر کو صاحب سرمایہ ہوجاتا ہے۔

کفایت شعاری ہی دولت مندی اور بہبودی کا مخزن ہی۔ وہی بیش بینی کی دختر اور مستغنی ہونے کی مادر اور اعتدال کی ہمشیر ہے۔

افلاس وہ بری بلا ہے کہ نیک وسائل سے جہاں تک ہم اپنے تئیں اس سے بچا سکیں بچائیں انکے ہونے سے نیک کاموں کے کرنے کے وسائل ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں اور رذائل اخلاقی اور طبعی کے مقابلہ کی قابلیت جاتی رہتی ہی۔ خوب دل میں ٹھان لو کہ مفلس اپنے تئیں نہ ہونے دینگے آمد سے خرچ کم رکھینگے۔ کافی آمدنی کی سبیل نکالینگے جسکے بغیر بچت نہیں ہوسکتی۔ کفایت شعاری و جزرسی سے فقط اپنی ہی آسائش نہیں حاصل ہوتی بلکہ اوروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہی۔ جو شخص خود محتاج ہوگا وہ دوسرے کی احتیاج کیا دور کرسکتا ہی

ع خود گم رہ است کرا رہبری کند۔

Marfat.com

افلاس خوشدلی کا قاتل ہے۔ آزادی کو بالکل کھا ہی جاتا ہی بعض ... کرنے ہی نہیں دیتا۔ اور بعض کاموں کو بہت مشکل بنا دیتا ہی۔ جو محتاجی سے ڈرے انکو اپنے باپ دادا لے روپئے اور طریقے کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کفایت شعاری جزرسی سے رہتے تھے بس انھیں کا طریقہ اختیار کر کے خرچوں کی تخفیف کرنی چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ بغیر کفایت شعاری کے دولت مند نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے ساتھ رہ کر تھوڑے ہی مفلس رہ سکتے ہیں۔ جو آدمی کفایت شعاری کو اپنے اوپر واجب لازم کرلے تو وہ طبیعت پر گران نہیں گذرتی۔ بلکہ جن لوگوں نے پہلے اُسپر خیال نہیں کیا انکو حیرت ہوتی ہے کہ ہفتہ وار چند پیسوں یا آنوں کا بچانا کیسا اخلاق اور عقل کو درست کرتا ہے اور دل کو غنی بناتا ہے۔

ہر کفایت شعاری سے آدمی کو ایک عزت حاصل ہوتی ہے اسکے عمل کے لائے ہر خصلت کو تقویت ہوتی ہی۔ جو اشتہائے نفسانی کی روک ہوتی ہی۔ مزاج میں اعتدال پیدا ہوتا ہے دل باقاعدہ منتظم ہوتا ہے۔ آل اندیشی پیدا ہوتی ہے سب اوصاف سے زیادہ ہوشیاری و دوراندیشی نمایاں ہوتی ہے تن پروری کے اوپر اقتدار حاصل ہوتا ہے ان سب کے سوا آسائش اور راحت ملتی ہے۔ اُن رنجوں تردداتِ سے نجات ہوتی ہے۔ جو کفایت شعاری بغیر ضرور آن کر گردن دبا تے ہیں۔ بعض آدمی کہیں گے کہ یہ کفایت نہیں ہو سکتی مگر ہر ایک آدمی کچھ نہ کچھ کر سکتا ہے یہ نہیں ہو سکتا سمجھنا ظلم ڈھاتا ہے۔ آدمیوں اور قوموں کو غارت کرتا ہے۔

جو شخص اپنی آپ عزت کرتا ہے وہ اپنا اور اپنے کنبے کا گذارہ خود کریگا۔ اسکی عزت کب اسکی مقتضی ہوگی کہ کوئی دوسرا شخص اس کام میں اسکی مدد کرے۔ جو شخص اپنی مدد آپ کرتا ہے وہ ضرور اپنی عزت آپ کرتا ہے وہ اپنی چھوٹی دنیا کا مرکز خود بنتا ہے۔ اسکی اپنی محنتیں اسکی خود جستجوئیں۔ اپنی امیدیں اپنے خوف اسکے اپنے لئے بکارآمد اور ضروری ہیں گو اوروں کے لئے وہ کوئی بڑا نتیجہ نہ رکھتی ہوں ان باتوں کا بڑا اثر اس کی خوشدلی اور روزانہ گذران پر اور اس کی ... انسانیت

ہوتا ہے جو اپنے ذاتی معاملات پر خود بڑا متوجہ ہوتا ہے۔
انصاف یہ ہے کہ آدمی فقط اپنی ہی ذات کے خیال میں سرتاپا محو نہ ہو جائے بلکہ اسکے ساتھ اوروں کے حقوق جو اسکے ذمے پر ہیں انکے ادا کرنے کا بھی خیال رکھے لیکن اپنے مقصد کو پستی کی طرف نہ جانے دے۔ خوب سمجھ لے کہ انسان کچھ ہی کم فرشتوں سے ہے آخرت میں اس کے لئے مدارج اعلیٰ بنائے گئے ہیں ابد سے اس کو تعلق ہی۔ تمام عالم میں اشرف المخلوقات وہ ہی۔ عقل اسکو عطا ہوئی ہی محبت اس میں پیدا کی گئی ہے۔ یہاں دنیا میں اس کے واسطے گھر بنایا گیا ہے۔ اس لئے کبھی انسان کو اپنی نسبت دنی اور رذیل ہونے کا خیال نہیں کرنا چاہیئے ایک ادنےٰ آدمی بھی ازل و ابد کا مرکز ہے۔ سب آدمیوں پر خدا کا سایہ رہتا ہے۔ آدمی کو اپنے جسم و نفس و دماغ و خصلت کا ادب کرنا چاہیئے۔ اپنے نفس کی محبت سے اپنی ذات کا ادب پیدا ہوتا ہے اور یہی اول قدم ترقی کی تحریک کا ہوتا ہی یہی اپنی ذات کے مرتفع کرنے کا۔ اپنی عقل کے انکشاف کا۔ اپنی حالت کی ترقی کا شوق دلاتا ہی۔ عصمت۔ طہارت۔ صداقت۔ عدالت کی نیکیوں کا وہی اصل ہوتا ہے۔ اپنے تئیں ذلیل و رذیل سمجھنا آدمی کو ڈبو دیتا ہے اور بعض اوقات بدنامی اور بےعزتی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہی۔ ہر شخص اپنی مدد آپ کچھ نہ کچھ کرسکتا ہی ہمارا حال اس تنکے کا سا نہیں ہے کہ پانی پر اسکے بہاؤ کی سمت بتلانے کے لئے پھینکا جائے بلکہ ہم میں خود قدرت آزادانہ کام کرنے کی ہی۔ ہم پانی کے چڑھاؤ کا سامنا کرکے اسکے اوپر اپنا رستہ آپ بنا سکتے ہیں۔ اخلاق کی میزان میں جتنا چاہے ہر شخص اپنا وزن پیدا کرسکتا ہے۔ ہم نیک کام کرسکتے ہیں ہم اعتدال کفایت شعاری کے ساتھ رہ سکتے ہیں اپنے ایام عسرت کے لئے سرمایہ جمع کرسکتے ہیں اچھی کتابیں پڑھ سکتے ہیں دانا معلموں کا درس سن سکتے ہیں خدا کی باتوں کا اثر قبول کرسکتے ہیں دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد پیش نظر رکھ سکتے ہیں اپنے سے محبت کرنی اور خدا سے محبت کرنے کے ایک ہی معنے ہیں جو شخص اپنی ترقی کرتا ہے وہ قوم کی

Marfat.com

ترقی کرتا ہی اس لئے کہ وہ خود اسی کی فرد ہیں قوم افراد کے مجموعہ کا نام ہے
ہر فرد ترقی کرتی ہے تو قومی ترقی ہوتی ہے۔ کل جب ہی طاہر ہوتا ہے کہ وہ جن جز
مرکب ہے وہ پاک صاف ہوں بس ایک شخص کا ترقی کرنا قوم میں ایک سچے آدمی کا
کرنا ہی۔ اور اس مضافہ کے بار بار ہونے سے قوم سچی ہو جاتی ہے۔ قوم کی حالت افراد
کی حالت کا پرتو ہوتا ہے۔

جب ایک آدمی ترقی کرتا ہی تو اس قابل ہوتا ہے کہ جو اسکے قریب ہوں وہ ان کی
ترقی کا محرک بنے اُس میں زیادہ قدرت ہوتی ہے اس کا منظر فراخ ہوتا ہے وہ ایسی
بصارت رکھتا ہے کہ قومی برائیوں کو صاف پرکھ لیتا ہے اور اس کا علاج جانتا ہے
وہ قوم کا ہاتھ پکڑ کے پستی کے گڑھے سے نکال سکتا ہے۔ اس نے خود اپنا فرض ادا کیا
ہے وہ اوروں کی تحریک کر سکتا ہے کہ اپنا فرض مثل اس کی ادا کر کے اپنی حالت کو
بہتر کریں جو شخص اپنی نفس پروری کی کیچڑ اور دلدل میں پھنسا ہوا ہو وہ کب ترقی
کے رستہ پر قوم کو چلا سکتا ہے۔ جو شخص خود نجس و غلیظ ہو وہ اوروں کو کیسے طہارت
کی ہدایت کر سکتا ہے ع خود گم رہ است کرا رہبری کند۔ اس کو تو ہمسایہ والے
بھی کہینگے کہ اے حکیم تو پہلے اپنے تئیں تندرست کر۔ ہمارے اس اوپر کے بیان کا ماحصل
ہے کہ جو اصلاح اور ترقی ہم اپنے قوم کی چاہیں اسکا آغاز ہم اپنے سے شروع کریں
اور اپنی زندگی کو اسکا نمونہ اور مثال بنائیں جس سے اوروں کو سبق پڑھائیں
جو اوروں کا بلند کرنا چاہتا ہے وہ پہلے اپنے تئیں بلند کرے اس کو اپنی ذات
کے تعزز سے شروع کرے۔

زندگی کی بے اعتباری مقتضی اسکی ہی کہ ہم اپنی کم بختی کے دنوں کے لئے کچھ سامان معاش
جمع کریں یہ کرنا فقط اخلاقی اور معاشرت کا فرض نہیں ہی بلکہ مذہبی فرض ہے
جو شخص اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے سامان معاش جمع نہیں کرتا وہ بے ایمان
کافر سے بدتر ہوتا ہے۔

زندگی کا بے اعتبار ہونا بالکل سچ ہی۔ پہلے سنگے تندرست برمے زبردستا

... تا فاتا امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتے ہیں

جیسا موت کا آنا یقینی ہے ایسا جینا یقینی نہیں ہے۔ گو بظاہر مرنے جینے کا قانون عائدہ نہیں معلوم ہوتا مگر مہذب ملکوں کے محققین نے تحقیق کر لیا ہے کہ مرنا جینا بھی ایسا ہی ایک قانون کے موافق ہوتا ہے جیسا کہ ایا بیل کا زمین پر گرنا ایک قانون کے مطابق ہے انگلستان میں ایک لاکھ آدمی جو ایک وقت میں پیدا ہوں۔ انمیں سے چوتھائی تو پانچ برس کی عمر کے اندر مر جاتے ہیں اور باقی کے آدھے پچاس برس کی عمر میں اور نوّے برس کی عمر تک گیارہ سو اور سو برس کی عمر تک سولہ پہنچتے ہیں اور صرف دو ان لاکھ آدمیوں میں سے ایک ایک سو پانچ برس کی عمر تک نہایت بے کسی کی حالت میں پہنچتے ہیں۔

بہت سے تجربوں سے یہ ایک امر تحقیق ہو گیا ہے کہ انگلستان میں زندگی کا اوسط ۴۵ سال ہے۔ افسوس ہے کہ ہندوستان میں صرف ۲۳½ سال بس اب اس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں کہ بالانفراد وفات کے اوقات نامحقق اور بالاجتماع محقق۔

اب ہمارا کام یہ ہے کہ قوانین صحت کو سمجھیں اور جو انکے نتائج ہماری برخلاف ہوں ان کا علاج کریں۔ جب ہم قوانین فطرت کی عدول حکمی کرینگے گو اس سے غرض ہماری اچھی ہو تو بھی سزا پائے بغیر نہیں رہیں گے۔ خالق جہان نے اپنے قوانین جو مقرر کیئے ہیں ان میں کبھی تبدیل و تحویل نہیں کرتا کبھی وہ ہماری جہالت کی خواہش کے موافق نہیں بدلے کام نہیں کرتے لگتا خداوند تعالیٰ نے ہمکو فہم و عقل دی ہے کہ ان قوانین کو سمجھ لیں اور اسکے موافق کام کریں اگر یہ نہ کریں تو اپنے کیئے کو بھگتیں چار و ناچار رنج و تکلیف اٹھائیں۔

بہت سے آدمی ابھی یہی نہیں جانتے کہ نیکی۔ علم۔ آزادی۔ خوشحالی آدمی خود پیدا کرتا ہے ان باتوں کے لئے قوانین کا بہت ہی کم سہارا ہے ... پیر سپہر گلہ عاقل خوشحال نہیں بنا سکتے۔ فضول خرچ بیٹھا ہوا قوانین سے ... ہے۔ شرابی اپنی ترنگ میں آتش سے لڑنے کو موجود ہے۔ بدمعاش و باغی اپنی ناعاقبت اندیشی اور گھمنڈ کے سبب سے انہیں ہیچ کارہ جانتا ہے۔ اپنی سخت

بدبختی کا الزام اوروں کے ذمے تھوپتا ہے۔ یہ ایک ... اپنی قسمت کی شکایت کرتے ہیں اور غل مچاتے ہیں کہ گورنمنٹ ہماری ... اور کوئی ہماری مدد نہیں کرتا۔ یہ ساری شکایتیں رذالت اور طبیعت کے کمینے اور پاجی پنے سے پیدا ہوتی ہیں خود اپنی خواہشوں کو روک نہیں سکتے۔ کفایت شعاری اختیار نہیں کرتے۔ اعتدال نہیں رکھتے۔ غرض اپنی مدد آپ نہیں کرتے اور اوروں کے ذمے الزام دھرتے ہیں ایسی بیجا شکایتوں کے سننے سے کان بھرے ہوتے ہیں دل تنگ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوشحالی کے اصول اولیہ سے محض جاہل ہیں وہ اوروں کی مدد نہ کرنے کی شکایت کرتے ہیں حالانکہ مدد خود ان کے اندر موجود ہے وہ اپنی مدد کرنے اور اپنی حالت بہتر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ان کو اپنی نجات و رستگاری کے لئے خود کام کرنا چاہئے۔ غریب سے غریب آدمی یہ کرتے ہیں تو پھر ہر ایک آدمی کسو اسطے نہ کر سکے۔ بہادر عالی حوصلہ ہمیشہ فتحیاب ہوتے ہیں۔

روز بروز ایسے کام کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ کہ جنکو اجرت خاطر خواہ ملتی ہے اگر وہ خرچ میں کفایت کریں تو اپنی اجرت سے بچا سکتے ہیں جس سے ان کے اخلاق میں ترقی اور ان کی بہبودی ہو سکتی ہے اور وہ اپنے گروہ میں معزز و فارغ البال ہو سکتے ہیں مگر وہ ایسے ناعاقبت اندیش اور فضول خرچ ہوتے ہیں کہ اس اپنی خوشدلی اور اپنے اہل و عیال کا چین و آرام برباد کرتے ہیں اور اپنے گروہ کو کہ جسکے زیادہ تر وہ سرگروہ ہیں مضرت پہنچاتے ہیں۔

جب ان کام کرنے والوں کا کام خوب چلتا ہے تو وہ اپنی آمدنی کو بے مصرف خوب خرچ کر ڈالتے ہیں اور جب کام کا مندا ہوتا ہے تو سر پیٹتے ہیں اور نہایت خراب خستہ حال ہوتے ہیں وہ روپیہ کو اچھی طرح نہیں خرچ کرتے بلکہ بُری طرح وہ اپنے بڑھاپے کے لئے اور اہل و عیال کے لئے جو بڑھتے جاتے ہیں۔ کچھ فکر نہیں کرتے۔ ان میں نے اکثر بیوقوفیوں اور بُرائیوں اور اوباشیوں میں روپیہ کو برباد کر دیتے ہیں کوئی اس بیان کو مبالغہ نہ جانے بلکہ جہاں چاہے وہاں ان کام کرنے والوں کا حال

Marfat.com

دیکھئے ہندوستان میں دو گروہ ہندو و مسلمان ہیں جب کام خوب چلتا ہے تو مسلمان خوب
چلھوتیاں اڑاتے ہیں کپڑے خوب پہنتے ہیں میلوں میں الٹے کھلے سینے پڑے پھرتے ہیں جب
کام کا مندا ہوتا ہے تو سارے گھر کا اسباب بکتا ہے یا گرو ہوتا ہے۔ ایک تہمت بندھا ہوتا ہے
اور پھٹا کرتا بدن پر ہوتا ہے۔ روکھی سوکھی چٹنی روٹی پر گذارہ رہتا ہے اگر ہندو ہوئے تو گو
کھانے پینے میں فضولی نہ کریں مگر شادی بیاہ میں ساری جمع پونجی خرچ کرکے کھک ہو جاتے ہیں
گو اس زمانہ میں تجارت کا بازار خوب گرم ہے وسا ور خوب چلتا ہے۔ ریلوں پر مال کی ریل پیل
رہتی ہے۔ دستکاری کی چیزیں کہاں سے کہاں تک جاتی ہیں غرض سارے سامان خوشحالی
کے مہیا ہیں مگر اس کے ساتھ کم بختی یہ لگی ہوئی ہے کہ نئے نئے خرچ اپنے پیچھے لگاتے ہیں اور قدیمی
خرچوں میں فضولی کرتے ہیں کاریگر اپنے کاموں کی اجرت زیادہ مانگتے ہیں مگر جب ان کو یہ اجرت
زیادہ ملجاتی ہے تو ملتے ہی اُس کو خرچ کر ڈالتے ہیں انھوں نے اپنی عادتیں بگاڑ لی ہیں عادت تھا جب
ایکا دفعہ بگڑ جاتی ہے تو پھر مشکل سے سنورتی ہے بجائے اس کے کہ زیادہ اجرت میں سے کچھ بچائیں
وہ اور زیادہ فضول خرچوں میں صرف کرتے ہیں انگریزی چیزوں کے شوق نے تباہ حال کر رکھا ہے
کیا دہی کا چراغ در روئی سوا روپیے کا فتیل سوز بر بنجی برسوں جلا کرتا تھا۔ یا اب اُسکی جگہ قیمتی
لمپ روشن ہوتے ہیں کہ جس سے فقط روشنی کا خرچ کئی گنا ہو گیا۔ پہلے روئی کا سوت گھر میں
کتتا تھا اور بنا جاتا تھا۔ اُسکا کپڑا پہنا جاتا تھا تو برسوں چلتا تھا۔ پھٹے پر بھی بچوں کے کام آتا
تھا۔ اب اُسکی جگہ انگریزی کپڑا جو صدہا طرح کا ہمیشہ نیا آتا ہے پہنا جاتا ہے جس میں بہت زیادہ
خرچ ہوتا ہے۔ اور گھر کے اسباب کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ پہلے پانی پیا جاتا تھا۔ اب اس میں
برف کا اضافہ ہوا ہے۔ پھر کہیں کہیں شراب کا دور بھی رہتا ہے۔ پہلے جوتیوں کے پہننے
بھی مضائقہ ہوتا تھا۔ اب پاؤں میں جوتی کا پہننا جیسا ضروری ہے ایسا ہی سر پر ٹوپی
ہونا بھی لازم ہے۔ غرض صدہا طرح کے نئے نئے خرچ ایسے کھڑے ہو گئے ہیں کہ آمدنی کی افزایش
انکو کافی نہیں ہوتی۔ پس جب کسی ملک کی آبادی ناعاقبت اندیش اور غیر منتظم ہوگی اُس کے واسطے
خواہ کیسا ہی خوشحالی کا سامان تیار کیا جائے اُسے مستفید نہیں ہوگی۔ اگر وہ عاقبت اندیشی
اور کفایت شعاری کو نہیں اختیار کرینگے تو بھوکے ننگے رہینگے۔ تجارت اور ہر پیشہ کا حال ہمیشہ یکساں نہیں

رہتا۔ کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی بُرا۔ پس جب اچھے حال میں عاقبت اندیشی نہ کی
تو بُرے حال میں مصیبت اور تکلیف اٹھانی پڑے گی۔

اگر آدمی کا فقط جسم ہوتا تو وہ ادنی سوتی ریشمی کپڑوں کے پہننے سے۔ گلی و چینی برتنوں اور کھلونوں کے بنانے سے بازار میں جب چیزیں سستی بکیں اُن کے مول لینے سے اور جب مہنگی بکیں تو اُن کے بیچنے سے۔ زمین کے بونے جوتنے سے۔ مویشی کے چرانے سے۔ غرض جتنے کاموں سے روپیہ کا فائدہ ہوتا ہے۔ خواہ یہ روپیہ خرچ کیا جاتا۔ یا جوڑا جاتا۔ بہر حال وہ اپنے تئیں خوشحال سمجھنے لگتا ۔ مگر جسم کے ساتھ تو روح لگی ہوئی ہے جس کے قوا جسمانی قوا سے ممتیز ہیں اس میں چاہتیں اور ہمدردیاں بھری ہوتی ہیں بس اس لئے انسان کی خوشحالی فقط بدن اور رگ پٹھوں ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ عقل اور اخلاق پر بھی منحصر ہے

قومی خوشحالی کے لئے فقط دولت کافی نہیں جیسے کہ ایک آدمی کی طبیعت ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے اور وہ اپنے خرچ کے دوچند کرنے سے یا سو فیصدی جوڑنے سے بدنما اور نفرت کے قابل ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی قوم کا حال ہے کہ جب اُسکی آمدنی بڑھ جائیگی تو اُسکے قواء بہیمیہ کی سیری کا سامان زیادہ ہوجائیگا جس سے بجائے بھلائی کے بُرائی زیادہ پیدا ہوگی۔ قومی خوشحالی جب پوری ہوتی ہے کہ دولت کی بڑھوتری کے ساتھ اخلاق اور عقل کی بھی ترقی ہو۔ یہ قومی خوشحالی پوری نہیں ہے کہ فقط بے انتہا صناعت کی چیزیں تیار کرنے لگے۔

غرض جبتک قوم میں دولت کے ساتھ عقل اور اخلاق کی ترقی نہ ہو وہ پوری خوشحال نہیں ہوسکتی۔ کوئی ہماری اوپر کی تحریر سے یہ نہ سمجھے کہ ہم بخل و کنجوسی کی حمایت کرتے ہیں ہمکو تو اس سے نفرت ہے۔ ہمارا بڑا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو آیندہ کا فکر ہے اور اس کے لئے کچھ جمع کرے۔ اپنے اچھے وقت میں بُرے وقت کا خیال رکھے۔ کچھ بچا رکھے کہ محتاج نہ بننا پڑے۔ بُڑھاپے میں کام آئے۔ عزت و آبرو میں فرق نہ آئے۔ اسی عمر میں آرام پائے۔ معاشرت کی بہبودی بڑھائے۔ لالچ طمع۔ حرص۔ سود خواری خود غرضی کا نام کفایت شعاری نہیں ہے بلکہ وہ ان سب نفرت زدہ باتوں سے بالکل برعکس ہے۔ کفایت شعاری تو اس انتظام کا نام ہے۔ جس سے دل غنی ہو۔ استغنا پیدا ہو۔ دیانت داری

Marfat.com

ہو اور ایسے انتظام سے خرچ ہو کہ جسمیں کوئی بیفائدہ صرف زر نہ ہو۔ اسمیں زمین میں دفن کرنے کے لئے۔ نہ نوکروں کی پلٹن جلو میں چلانے کے لئے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے۔ بلکہ اُن عظیم الشان فائدوں کے واسطے جس سے دل غنی ہو استغنا ہو +

باب سوم

دولت و فلاکت جہالت و تعلیم

دولت و فلاکت ہی توام رہتی ہیں۔ جن ملکوں میں دولت کی افراط ہے وہیں فلاکت کی کثرت ہے۔ دُنیا میں سب ملکوں سے زیادہ دولت مند انگلستان ہے جسکے ایک ایک بنک کی دولت گنج قارون کو مات کرتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ فلاکت کا بھی یہی حال ہے بیشمار آدمیوں کا حال وہاں ایسا ہے۔ جیساکہ وحشیوں اور جنگلیوں کا ہوتا ہے بلکہ اس سے بدتر اس لئے کہ وحشی و جنگلی آدمیوں میں تو افلاس میں سب کا حال یکساں ہوتا ہے کہ کھانے پینے کو فقط ملجائے پھر کوئی سیر ہیں کچھ پروا نہیں مگر شائستہ ملکوں میں یہ مصیبت اور زیادہ ہے کہ اپنی ناداری اور فلاکت کے مقابل میں عیش و عشرت کے سامان بے پایاں نظر آتے ہیں جس سے اور زیادہ اپنی حالت فلاکت کی ناگوار گذرتی ہے۔ وحشیوں کی طرح یہ غریب مفلس جو آیندہ ایک سال کا ایک ہفتہ کا ایک دن کا کچھ فکر نہیں کرتے۔ بالفعل کھانے پینے۔ سونے کو جانتے ہیں اسکا خیال ہی ان کے دل میں نہیں آتا کہ کوئی بلا سر پر آئے گی۔ بڑھاپا بے کسی اپاہج پن یا کسی بیماری معطل کر دیگی۔ غرض ملک کی شائستگی و تہذیب سے وہ کچھ فائدہ نہیں حاصل کرتے بلکہ نقصان اُٹھاتے ہیں۔

مہذب شائستہ ملکوں میں جتنے آدمی اب بھوکے مرتے ہیں پہلے ناشائستگی کے زمانہ میں نہیں مرتے تھے۔ یہی ہمارے نیم وحشی ملک کا حال ہے کہ جب سے اس میں شائستگی اور تہذیب نے قدم رکھا ہے تو افلاس اور ناداری کا بڑا شور غل مچا ہے۔ جتنے آدمی اب بھوکے رات کو سوتے ہیں اتنے پہلے زمانہ میں نہ سوتے تھے۔ ان غریب آدمیوں کی اگر تعلیم و

تربیت اچھی طرح کیجائے اور کفایت شعاری کے اصول سمجھائے ...
مگر تعلیم و تہذیب ایسی آہستہ رو ہیں کہ تہذیب کے تاریخ میں ایک نسل ایک دن شمار
پس جب تک تین چار نسلیں نہ گذرلیں تعلیم و تہذیب کا اثر نمایاں نہیں ہوگا۔

یہ اکثر سننے میں آتا ہے کہ العلم قوۃ یعنے علم قوۃ ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں سنا جا الجہالۃ قوۃ یعنے جہالت قوۃ ہے۔ حقیقت میں جو جہالت میں قوت ہے وہ علم میں کہا سکتا ہے۔ جہالت ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ یہ انسان کے برے میلانوں ہی کا سبب ہے کہ گورنمنٹ اور سلطنت کے بہت سے کارخانے قائم ہوتے ہیں جنمیں بہت کچھ خرچ ہوتا ہے + جہالت ہی سے ایک آدمی دوسرے آدمی کا گلا کاٹنے کے لئے ہتھیار اٹھاتا ہے یہ جہالت ہی نے جیلخانے پولس۔ توپ خانے قائم رکھے ہیں۔ جہالت ہی سلطنت کا کل زور جسمانی مرتب کرتی ہے۔ جہالت ہی اسکی خواہاں ہوتی ہے۔ وہی اس کو کام میں لاتی ہے۔ غرض سب طرح سے جہالت میں قوت ہے۔

کہتے ہیں کہ جہالت کے زور کا سبب یہ ہے کہ صاحب علم بہ نسبت جاہلوں کی کم ہیں جب علم کی عام اشاعت ہوگی تو تعلیم یافتہ دانا اور مآل اندیش ہوجائیں گے پھر علم کو جہالت پر فوقیت ہوجائیگی۔ مگر یہ وقت کبھی آیا ہے نہ اسکے آنے کی توقع ہے۔ اگر ہم جرائم کی فہرست دیکھیں تو سو جاہل مجرموں کے پیچھے ایک صاحب علم یا دانشمند ہوگا اور یہی نسبت اور تمام برے کام کرنے والوں میں ہے۔ فقیر بھیک مانگنے والے سب جاہل ہی ہوتے ہیں۔ غرض جہالت نے انسان کو طرح طرح کے امراض میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہرچند کمیٹیاں اور کونفرنسیں اور جلسے بہت سے دانشمندوں کے ان کے گھٹانے کے واسطے ہوتے ہیں روپیہ بہت صرف کیا جاتا ہے۔ عالی دماغ اپنا دماغ بہت صرف کرتے ہیں مگر جہالت میں وہ زور ہے کہ اسکے آگے یہ تمام سعیاں اور کوششیں نقش برآب ہوتی ہیں اور جہالت ایسا مایوس کرتی ہے کہ کوشش کرنے والوں کا جی چھوٹ جاتا ہے اور اپنی سعی کے چھوڑنے کے لئے وہ آمادہ ہوجاتے ہیں۔

حضرت ایوب نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ ناحق باتوں میں بڑی قوت ہوتی ہے

حقیقت یہ سچ ہے کہ جاہلوں کے دماغوں کے لئے جیسی ناحق باتیں موزوں ہوتی ہیں
اور اُن پر اثر کرتی ہیں ایسی حق باتیں نہیں کرتیں۔ ہتی مغزوں متعصب و غلط کار
دماغوں پر اُن کو بڑا استیلا ہوتا ہے۔ جاہل تو حق باتوں کے معنے ہی نہیں سمجھتے
ان کو مہمل جانتے ہیں یا ان کے الفاظ کو کسی مردہ زبان کے الفاظ جانتے ہیں۔
دانشمندوں کے خیالات عوام الناس کے دماغ کے اندر نہیں جاتے بلکہ وہ سر پر سے
اوپر ہی اوپر اُڑ جاتے ہیں۔ بہت ہی کم آدمی ان کو سمجھتے ہیں اطباء حاذق قوانین صحت
کی تحقیق و تدقیق کرتے ہیں رسالے حفظان صحت کے لکھتے ہیں اور شائع کرتے ہیں اوّل تو
بہت سے آدمی ان کو پڑھ ہی نہیں سکتے اور جو پڑھتے ہیں انمیں بہت ہی تھوڑے
سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ غرض قوانین صحت پر کچھ خیال نہیں ہوتا۔ بازار گلیاں غلاظت سے
بھرا کرتی ہیں گھر میں نجاست بھری ہوتی ہے۔ آبادی کی کثرت ہوتی ہے صاف
پانی اور ہوا کے لئے کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں جب بخار پھیلتا ہے تو وہ
ہزاروں کا کام تمام کرتا ہے بیواؤں اور بچوں کی آہ و فغاں کا شور آسمان پر پہنچتا ہے
خیرات خانوں سے انکی پرورش ہوتی ہے بس دیکھ لیا کہ جہالت قوت ہے۔

جہالت کے زور گھٹانے کا علاج کوئی اس کے سوا نہیں ہے کہ علم بڑھایا جائے جیسے
آسمان پر آفتاب گردش کرتا ہے تو تاریکی دور ہوتی جاتی ہے۔ اور اُلوؤں اور چمگادڑوں
اور بعض اور شکاری پرندوں کی بینائی ضعیف ہوتی جاتی ہے۔ ایسی ہی آدمیوں میں
علم کے اور بہتر تعلیم کے ہونے سے جرائم میں اور ممنوعات شرع میں شرابخواری اور ناعاقبت
اندیشی میں کمی ہوگی اور ساری بدیوں کے زور گھٹ جائینگے بلکہ ایک خاص حد تک نابود
ہو جائینگے۔ یہ بات بھی قبول کرنی چاہئے کہ محض تعلیم سے کام نہیں چلتا۔ عقل
بہت ہی کم اثر اخلاق پر ہوتا ہے۔ بہت سے ہوشیار لائق تعلیم یافتہ عالم ایسے ہوتے
ہیں کہ انکا چال چلن نیک نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ مسرف۔ نامنتظم۔ شرابی یا شریر ہوتے
ہیں ایسے شریر اپنی ہوشیاری کے سبب سے کمینہ پن کو بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں
لہٰذا ضرور ہے کہ تعلیم کی بنیاد مذہب پر رکھی جائے جس سے برائیوں کی طرف سے

طبیعتوں کے میلان رکھیں۔ یہ ایک مسئلہ علم اخلاق کا ہے کہ نوکری پر خوشدلی آتی ہے۔ اگر دفعتہً کام کرنیوالوں کی آمدنی دوچند کردی جائے تو اس سے اُن کی خوشدلی دوچند ہوجائیگی بلکہ اکثر آمدنی کی افزائش افلاس سے زیادہ مضر ہوتی ہے۔ اسکے سبب سے آدمی بے اعتدالیاں اختیار کرتا ہے اور جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔ انگلستان میں جب کاریگروں کی اُجرت زیادہ ملنے لگتی ہے تو وہ اپنی آمدنی کو شراب میں زیادہ اڑاتے ہیں۔ شراب میں مست ہوکر وحشیانہ حرکتیں و حملے آپس میں کرتے ہیں۔ مذہب اور انتظام ملکی کے برخلاف بہت کام کرتے ہیں۔ ان گھروں میں اور ان کے دلوں میں جتنے دروازے اور روزن نیکی کے داخل ہونے کے ہوتے ہیں سب بند ہوجاتے ہیں۔ ارتکاب جرائم کی کثرت جہالت اور مذہب کی لاعلمی سے ہوتی ہے۔ اکثر مجرموں کی خصلت میں یہ دونو باتیں ضرور ہوتی ہیں عوام کی بود و باش میں دو باتوں پر غور کرنی چاہیئے۔ اوّل وہ کس طرح روپیہ پیدا کریں اور کسطرح خرچ کریں۔ یہ دونو باتیں ان کو جبتک اچھی طرح نہیں آئینگی کہ تعلیم دنیاوی و اخلاقی و مذہبی ان میں خوب اشاعت پاکر ان کی عقل و فہم و دل کو روشن نہ کرے۔ تعلیم ہی ان کو بتلائیگی کہ وہ اپنی آمدنی کی افزائش کس طرز سے کریں اور آمدنی کو نہایت ہوشیاری اور عاقبت اندیشی کے ساتھ کس طرح خرچ کریں اور بیہانہ جوابدہیوں کو سمجھیں۔ ایک عاقل کا قول ہے کہ مُربی جو ایک بچہ کی تعلیم کرتا ہے وہ ایک ایسا سرمایہ اسکو دیتا ہے جو دولت کی خزانہ کی برابر ہے جب بچہ بالغ ہو تو وہ اس تعلیم کو بھی روپیہ کی طرح برے طور سے کام میں لاسکتا ہے مگر یہ کوئی اعتراض دولت و علم کی تحصیل پر نہیں ہے۔ اکثر علم و دولت کی قیمت تو فقط اسکے مناسب استعمال کی موقوف ہوتی ہے۔ علم کی تحصیل میں تو اس کے استعمال کرنے کی قابلیت بھی خوب آجاتی ہے مگر دولت کے جمع کرنے میں یہ بات نہیں ہوتی اس لئے تحصیل علم میں یہ فائدہ تحصیل دولت سے زیادہ ہے +

بہر نہج انسان کے حق میں تعلیم بڑی مفید ہے اس کے سبب سے جو اخلاقی ترقی ہوتی ہے اس سے قطع نظر کی جائے تو جسمانی ترقی بہت کچھ ہوتی ہے جن ملکوں میں عوام میں تعلیم پھیل گئی ہے۔ انکی حالت ہی کچھ اور ہوگئی ہے۔ ان میں جرائم نمایاں کم ہوگئیں۔ تعلیم خواہ دنیاوی یا دینی ہو اس کا حال انسان کی اخلاقی زندگی کے واسطے ایسا ہی

ہے کہ انسان کی زندگی کے لئے دوران خون کا حال ہے کہ موٹی موٹی رگوں میں پھیل کر باریک باریک رگوں میں سارے بدن میں پھیلتا ہے۔ بس اسی طرح یہ تعلیم اعلےٰ درجہ کے آدمیوں میں جو بمنزلہ موٹی رگوں کے ہیں گے پھیل کر ادنےٰ درجہ کے آدمیوں میں جو بمنزلہ باریک رگوں کی ہیں پھیلتی جاتی ہے۔ اخلاق انسانی کے لئے تعلیم من و سلویٰ و دوا ہے۔ اگر جرائم زہر ہیں تو تعلیم تریاق ہے۔ خلق وبا سے بچ سکتی ہے قحط کے بعد زندہ رہ سکتی ہے مگر جب جہالت کا شیطان شرارت و فساد کو اپنا نائب بنا کے گھروں کے چین و آرام کے پیچھے پڑتا ہے تو وہ اس کے تمام قوانین و آئین کو تباہ کرتا ہے اور اسکی معاشرت کے فردوس کو اجاڑ کر جنگل بناتا ہے۔ اس لئے ہر سلطنت کا فرض عظیم یہ ہے کہ جیسے وہ جرائم کی سزا دینے میں اہتمام کرتی ہے ایسے ہی اسکے انسداد کی تدابیر کرے۔ جیسے وہ قوانین کا تابع رعایا کو بناتی ہے ایسے انکے پڑھنے کی بھی قابلیت ان میں پیدا کرے اور ان کو یہ بھی سکھائے کہ اس مقنن کامل نے عظیم الشان امور میں اپنی حکمت بالغہ و قدرت کاملہ دکھائی ہے۔

یہ باتیں جب ہی ہونگی کہ سلطنت علم کو پھیلائے اور تعلیم کو وسعت دے جس سے اسکی رعایا قانع۔ تابع۔ خوشدل۔ صلح جو۔ امن خواہ ہو جائیگی!

باب چہارم

انتظام خانہ داری کے قواعد

انتظام خانہ داری کے قواعد نہایت سیدھے سادے ہیں اول قاعدہ یہ ہے کہ آمد سے خرچ کم رکھا جائے ہمیشہ آمدنی کا ایک حصہ آیندہ کے لئے بچایا جائے جو شخص اپنی آمدنی سے خرچ زیادہ رکھتا ہے وہ بیوقوف ہوتا ہے۔ دیوانی کے قوانین کے موافق مسرف اور دیوانے یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ اکثر عدالت ان کے ہاتھ سے انتظام ریاست چھین لیتی ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ چیزوں کو نقد خرید و کسی حال میں قرض کا حساب نہ رکھو جو شخص قرضدار ہو جاتا ہے وہ اوروں کے دھوکے میں آتا ہے۔ اور خود بھی سچا نہیں رہتا

جو شخص اوروں کا دین دیتا ہے وہ اپنے تئیں دولتمند بناتا ہے۔

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جن فائدوں کا ملنا یقینی نہ ہو فقط احتمالی ہو۔ جبتک وہ حاصل نہ ہو پہلے سے انہیں خرچ نہ کرو۔ فائدے ہمیشہ آدمی کو اپنے خیال و امید کے موافق نہیں حاصل ہوا کرتے۔ صرف ان کی امید پر خرچ کرنا تم کو ایسا قرض میں پھنسائیگا کہ عمر بھر اس سے نکلنا دشوار ہوگا۔

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھا کرو۔ منتظم پہلے سے جانتے ہیں کہ ہم کو کیا کیا چیزیں درکار ہونگی اور وہ کیونکر حاصل ہونگی۔ وہ اپنے گھر کی آمد و خرچ کا تخمینہ پہلے سے تیار کرتے ہیں جسمیں آمدنی سے خرچ کم رکھتا ہے۔

پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ مالک خانہ کی نظر اس پر رہے کہ کوئی چیز اکارت نہ جائے ہر چیز جسطرح کام میں آنی چاہیے اس طرح کام میں آئے اور اپنے موقع پر رکھی رہے اور تمام کام سلیقہ اور انتظام کے ساتھ کئے جائیں اس سے بڑے آدمیوں کی شان میں بٹا نہیں لگتا کہ وہ اپنے کاموں پر خود متوجہ ہوں۔ اور اور آمدنی والوں پر تو یہ واجب ہے کہ وہ سب چیزوں کی خود نگرانی کریں۔ بغیر اسکے تو ان کا کام چلنے کا نہیں۔

یہ مقرر کرنا مشکل ہے کہ آمدنی کا کونسا حصہ بچانا چاہیے وہ آدمیوں کی حالت پر موقوف ہے کوئی کہتا ہے کہ آمدنی کا آدھا حصہ بچانا چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے کہ تہائی حصہ۔ مگر چھٹے حصے سے لیکر دسویں حصہ تک بہ آسانی بچ سکتا ہے۔ بہرحال بہت بچانا بہت خرچ کرنے سے اچھا ہوتا ہے۔ بہت بچانے سے جو برائی پیدا ہوگی اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر جو بہت خرچ کرنے سے برائی پیدا ہوگی وہ لاعلاج ہے۔ جب اہل و عیال کی کثرت ہو تو زیادہ بچانا بہتر ہوگا۔

امیر غریب ادنیٰ اعلیٰ متوسط سب کیلئے یہ انتظام ضرور ہے۔ بغیر اس انتظام کے کوئی شخص نہ سخی ہو سکتا ہے نہ دنیا کے خیرات کے کاموں میں شریک ہو سکتا ہے اگر ایک شخص اپنی کل آمدنی خرچ کر ڈالے تو وہ دوسرے کی مدد کیسے کر سکتا ہے وہ تو اپنی اولاد کی تعلیم بھی اچھی طرح نہیں کر سکتا اور نہ انکی حالت ایسی بنا سکتا ہے کہ وہ اپنے کام کا آغاز اچھی طرح کریں مسلمانوں کی کل قوموں میں علی العموم یہ رسم پھیلی ہوئی ہے کہ وہ آمد و خرچ کو برابر رکھتے ہیں۔ یا خرچ کو آمد سے

Marfat.com

ان میں ادنیٰ درجہ کے آدمی زیادہ تر اپنی نمود و نمائش و شان پر مرتے ہیں وہ اپنی عزت کی بقا اس میں جانتے ہیں کہ بڑے بڑے عالیشان مکان رہنے کو ہوں۔ سواریاں، گھوڑے، گاڑیاں بکثرت اور نہایت عمدہ چڑھنے کے لئے ہوں۔ دعوتوں کے جلسے رقص و سرود کی محفلیں نہایت تکلف سے ہوتی رہیں انجام اس ناعاقبت اندیشی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ شکستہ دل مایوس ہو جاتے ہیں انکی ہمتیں اور اولوالعزمیاں سب خاک میں ملجاتی ہیں پھر یہ برائی اعلیٰ درجہ کے آدمیوں میں سے متوسط درجہ کے آدمیوں میں نازل ہوتی ہے جیسے بندر آدمی کی نقل اُتارتا ہے یہ متوسطین بھی اعلیٰ درجہ کے آدمیوں کی نقل اُتارنے میں مکانوں کی آرائش اور لباس کی زیبائش اور اور اسباب کی نمود میں انکی برابری کرتے ہیں پھر ان متوسطین کی نقل کا خبط ادنی میں پھیلتا ہے۔ وہی مثل ہوتی ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی چال بھی بھولا۔ نمود و نمائش کی طغیانی اور ہمسری کی ہوس انہیں ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ ہزاروں کو تباہ و خراب کرتی ہے اور گدائی کراتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ کج فہمی ہے جو وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم کفایت شعاری کو بغیر رنج و تکلیف اُٹھانے کے نہیں اختیار کر سکتے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے ان ہزاروں شہادتوں کو ہندوؤں میں نہیں دیکھتے کہ نہایت کم آمدنی والے کیسی خوبی و کامیابی سے کفایت شعاری کو نبھاتے ہیں طمع و حرص و بخل کی وجہ سے دولت کا جمع کرنا اور بات ہے اور کفایت و انتظام کے سبب سے دولت جوڑنا اور بات ہے۔ ان دونو میں اختلاف ہے منتظم کسی چیز کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ بخیل کنجوس کسی چیز کو خرچ نہیں ہونے دیتا۔ سب کو بچاتا ہے۔ کنجوس کی خوشی صرف دولت کے جمع کرنے میں ہے۔ منتظم کی خوشی ہے اپنے چین و آرام کے روپیہ خرچ کرنے میں اور بعد اس خرچ کے جو بچے آیندہ زمانہ کے لئے جمع کرنے میں۔ حریص طامع عبد زر بنتا ہے سونے کا بچھڑا بنا کے اُسکے آگے سجدہ کرتا ہے اس کو اپنا خدا جانتا ہے منتظم کفایت شعار زر کو اپنی اور اپنے متعلقین کی خوشدلی کا آلہ اور وسیلہ سمجھتا ہے۔ بخل کی ہوس کبھی بھرتی نہیں وہ دولت جوڑے چلا جاتا ہے جسکو کبھی خود خرچ نہیں کریگا۔ بلکہ اپنے پیچھے مسرفوں کو اُڑانے کے لئے چھوڑ جائیگا۔ برخلاف اسکے منتظم کفایت شعار دنیا کے آرام اور دولت کے ایک حصہ کے حاصل کرنے کا قصد کرتا ہے اور اس سے غرض دولت کا جوڑنا نہیں ہوتی۔ غرض بوڑھا ہو یا جوان اسکا فرض یہ ہے اپنی آمدنی کے خرچ کا منتظم ہو۔

اس غرض سے نہیں کہ دولت کا ڈھیر لگائے بلکہ اس لئے کہ یہ تھوڑی سی بچت زندگی میں یا بعد مرنے کے اوروں کی خوشدلی اور بہبودی میں کام آئے۔

کسی عمدہ مقصد کے لئے دولت بچانے میں کوشش کرنی گو اس میں محرومی آخر کو ہو آدمی کو معزز کرتی ہے فقط اس کوشش ہی سے آدمی میں یہ خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں دل خوب باقاعدہ ہوشیار منتظم ہو جاتا ہے فضولی اور زیادہ خرچی پر فتح ہوتی ہے۔ برائیوں پر غالب ہونے سے نیکی پیدا ہوتی ہے۔ جذبات نفسانی مغلوب رہتے ہیں تردد دور ہوتا ہے۔ راحت ملتی ہے بچت کا روپیہ خواہ کتنا ہی تھوڑا ہو وہ بہت سے آنسوؤں کو پونچھتا ہے۔ اسکے بغیر جو رنج و دلتنگی ہمکو گھیرتی وہ نہیں گھیرتی جس شخص پاس تھوڑی پونجی بھی ہوتی ہے وہ ہلکے قدموں چلتا ہے اور اسکے دل میں ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ خوشی کے مارے اچھل اچھل پڑتا ہے جب اس کا کام یا پیشہ چلنے سے تھم جاتا ہے یا کوئی اور آفت اس کے سر پڑ جاتی ہے تو وہ اسے جھیل لیتا ہے ایسے کڑے وقت میں یہ سرمایہ اس کو سہارا دیتا ہے اور گرنے نہیں دیتا۔ ہوشیاری کے ساتھ منتظم ہونا آدمی کو معزز و مکرم بناتا ہے زندگی راحت و آرام سے گذرتی ہے۔ پیرانہ سالی عزت و آبرو ہوتی ہے۔ جب مہربان منتظم عالم کو اپنی جان حوالہ کرتا ہے تو روح کو یہ تسکین ہوتی ہے کہ میں نے دنیا میں اپنی سوسائٹی پر اپنا بار نہیں ڈالا۔ بلکہ اس کی عزت و فخر کا سبب ہوا۔ اور اب جو دولت میں چھوڑے جاتا ہوں اگر اولاد میرے پیرو ہو تو ساری عمر فارغ البال خوش دل مستغنی اس دولت سے رہ سکتی ہے۔

آدمی کا سب سے اول فرض یہ ہے کہ وہ اپنی تعلیم اپنی ترقی کرے اور اپنے تئیں سرافراز و سربلند کرے اور اسی اثنا میں معقول ترکیبوں سے اپنے بھائیوں کی امداد کرے ارادہ کرنے اور کام کرنے کی بہت کچھ آزادی ہر شخص کے اندر ہوتی ہے جسکا ثبوت یہ ہی کہ ہم گروہا گروہ آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ اُن کی زندگی میں جو آفات و مصائب و بلائیں پیش آتی ہیں اُس سے خوب لڑتے ہیں اور فتح پاتے ہیں اور اپنے تئیں ادنی حالت سے اعلی حالت پر پہنچاتے ہیں مفلس سے تونگر ہو جاتے ہیں ذلیل سے جلیل بنجاتے ہیں گویا وہ یہ بتا رہے ہیں کہ دنیا میں جید مستعد مستقل اپنے کام میں کس طرح سرافراز ہوتے ہیں اور ترقی کرتے ہیں اور پیش قدم ہوتے ہیں یہ ایک امر واقعی ہے کہ

Marfat.com

سانیت کی بزرگی۔ گروہوں کی شان وعظمت اور قوموں کی قوت ان کے امتحانوں اور مصائب ومشکلات کے مقابلہ کرنے اور مغلوب کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ایک شخص اپنا عزم مصمم کرلے کہ میں آگے بڑھوں گا اور وہ قدم اٹھا کے آگے رکھ بھی لے۔ یہ اوّل قدم بڑھانا آدھی لڑائی لڑنا ہے اس قدم بڑھانے سے وہ اوروں کو آگے بڑھنے کا طریقہ ایسا بتلاتا ہے جو ممکن ہو اور نہایت اچھا اثر رکھتا ہے۔ وہ خود ایک مثال بنتا ہے جو اپنا سبق پیرا فصاحت وبلاغت نہایت شد ومد سے وہ سکھاتی ہے جو کبھی الفاظ نہیں سکھا سکتے وہ اپنے عمل سے اوروں میں تحریک اتباع کی پیدا کرتا ہے وہ ایک ابتدا کرکے اوروں کو اپنی اصلاح اور اپنی ترقی کرنے کا فرض سمجھاتا ہے اگر بہت سے شخص اسکے کہنے پر عمل کریں تو ایک گروہ دانشمند اور خوشدل پیدا ہو جائے۔ گروہ افراد سے مرتب ہوتا ہے ان افراد ہی کی خوشحالی اور بدحالی پر اس گروہ کی خوشحالی اور بدحالی موقوف ہوتی ہے۔

ابتدائے آفرینش سے یہ شکایت چلی آتی ہے کہ کل آدمیوں کی حالتیں مساوی کیوں نہیں۔ سقراط نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ بہت سے آدمی ایسے تونگر اور غنی ہوتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ بچ رہتا ہے اور بہت سے ایسے مفلس ہوتے ہیں کہ ما یحتاج کو بھی محتاج ہوتے ہیں اور قرضدار رہتے ہیں تو اس کا جواب دوسرے حکیم نے یہ دیا تھا کہ پہلی قسم کے آدمی اپنے کاموں میں سرتاپا مصروف رہتے ہیں اور دوسری قسم کے آدمی اپنے کاموں میں غفلت کرتے ہیں۔

آدمیوں کی عقلوں اور روشوں اور استعدادوں میں بڑا فرق ہوتا ہے جنکی صفتیں نیک ہیں وہ اتفاقات کے بھروسہ پر کام نہیں کرتے۔ بلکہ نیکی۔ ہوشیاری اور عاقبت اندیشی کے آسرے پر کام کرتے ہیں بیشک دنیا میں بہت سی ناکامیابیاں ہوتی ہیں۔ جو شخص اپنے اوپر بھروسا کرکے کام نہیں کرتا بلکہ اوروں کی امداد کا آسرا چاہتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ اسراف کیا کرتا ہے وہ بھی ناکام رہتا ہے۔ بخیل کنجوس۔ فضول خرچ۔ مسرف۔ ہمیشہ ناکامیاب رہتے ہیں بہت سے آدمی اس وجہ سے بھی ناکام رہتے ہیں کہ وہ کامیابی کا استحقاق نہیں رکھتے۔ وہ اپنے کام کو غلط طریقہ پر چلاتے ہیں اور تجربہ سے خواہ ان کو کسی قدر ہو اپنی ترقی نہیں کرتے۔ قسمت پہ جو لوگ بھروسا کرتے ہیں وہ جان لیں کہ اسمیں کچھ نہیں رکھا۔ قسمت تو معاملات دنیا کو خوش انتظامی سے

کرنے کا نام ہے۔ ایک عاقل کہا کرتا تھا کہ میں کسی بدنصیب آدمی کو نوکر نہیں رکھتا یعنی یہ تھا کہ میں اس شخص کو نوکر نہیں رکھتا کہ وہ عملی لیاقتیں رکھتا ہو اور تجربہ سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو گذشتہ ناکامی آیندہ کی ناکامی کے لئے ایک پیشین گوئی ہوتی ہے۔

بعض نہایت لائق اور قابل آدمی منصوبہ و تدبیر سے ناآشنا ہوتے ہیں نہ وہ اپنی حالت کو زمانہ کے حالات کے مطابق بناتے ہیں نہ ان کے اقتضاء کو جانتے ہیں چوڑی طرف سے آہنی میخ ٹھوکنے پر اصرار کرتے ہیں وہ اپنے آگے دیواریں کھینچتے ہیں جن پر ان کے ہی سر ٹکراتے ہیں وہ ایسی بڑی بڑی تیاریاں اور پیش بندیاں کرتے ہیں کہ ان سے انکا مقصود ہی مفقود ہوجاتا ہے وہ خندق پر زقند اچھی طرح بھر کے پار جانے کے لئے اس سے دور لوٹتے چلے جاتے ہیں کہ جب وہاں سے بھاگتے آتے ہیں تو خندق کے ورے کے کنارہ پر ان کا دم ایسا بھر جاتا ہے کہ ہانپتے ہوئے دم لینے کے لئے وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔

دنیا میں کامیابی کی خواہش کرنی اور دولت کے جوڑنے کی تمنا رکھنی اپنے فائدوں سے خالی نہیں بے شک انسان کے دل میں جو یہ خواہش جگہ پکڑتی ہے تو وہ برے کاموں سے کہیں زیادہ بھلے کاموں کے لئے ہوتی ہے۔ یہ خواہش قوم کے نوزاد کرنے اور نیا جنم لوانے کے آلات میں سے بڑا زبردست آلہ ہے۔ وہی ہر شخص میں مستعدی اور چستی و چالاکی کی بنیاد جاتی ہے جہازرانی اور تجارت کی اولوالعزمیوں کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے۔ محنتی جفاکش غنی۔ ہونے کی افتاد اسی سے پڑتی ہے وہی آدمی کو محنت ایجاد پر تر و بہتر ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ کاہل اور مسرف کبھی بڑے آدمی نہیں ہوتے۔ دنیا میں وہی آگے بڑھتے ہیں جو اپنے وقت کا ایک لمحہ ضائع نہیں کرتے۔ اور تحصیل علم اور علوم و فنون اور ایجادات سے سروکار رکھتے ہیں شرائط زندگی میں بعض قسم کی محنتیں داخل ہیں۔ یہ بت پرستوں کا بہت پرانا خیال چلا آتا ہے کہ جو چیز عمدہ تھی اسکی قیمت دیوتاؤں نے محنت مقرر کی ہے۔ یہی خیال تمام خدا پرستوں کو بھی رکھنا چاہیئے ہم آگے بتلائینگے ہر ایک چیز کا مدار دولت کے جمع کرنے پر کس قدر ہے۔ ایک قبر پر نوجوانوں کی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ ہدایتیں لکھی ہوئی تھیں۔

محنت شرائط زندگی میں سے ایک ہے۔

وقت زر ہے اسکا ایک لمحہ ضائع نہ کرو اسکا حساب لیتے رہو۔

تم تمام آدمیوں کے ساتھ وہ کام کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمھارے ساتھ کریں

کار امروز بفردا مگذار۔

جو کام خود کر سکو دوسرے کو اُسے حوالہ نہ کرو۔

جو تمہارا نہیں ہے اُسکا لالچ نہ کرو

کسی چیز کو حقیر ایسا نہ جانو کہ اُس کو ایسا بھی نہ سمجھو صرف اسکی اطلاع ہو۔

اس چیز کو باہر نہ جانے دو جسکو اندر نہ لا سکو۔

کسی چیز کو خرچ نہ کرو مگر اپنی کمائی کو۔

اپنی زندگی کے کاموں کا نہایت اعلیٰ درجہ کے انتظام سے بندوبست کرو۔

اپنی زندگی کا محاسبہ اس طرح لیتے رہو کہ اُس سے زیادہ تر اچھے ہی کام تم سے سرزد ہوں۔

جو چیز تمھارے تئیں آرام دے اُس سے اپنے تئیں محروم نہ رکھو مگر نہایت عزت و آبرو و سادگی اور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

آخر دم تک محنت کئے جاؤ۔

ایسا انتظام کرنا بہت سے آدمیوں کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ ایام نحوست و شامت کو اپنے اوپر نہ آنے دیں اور افلاس و ناداری کو پرے ہی روک دیں۔ یہ کام دو طرح سے ہوتا ہے اول خاص اپنی ذاتی کوشش سے دوم اصول مشارکت عملی کی وسعت دینے سے۔ جب بہت سے غریب مفلس تنگ دست آپس میں ساجھی ہو جاتے ہیں اور اپنے مقدور کے موافق سرمایہ کو یکجا کرکے کسی کام میں لگاتے ہیں تو بہت طرح سے افلاس کے دباؤ سے انکا بچاؤ ہو جاتا ہے اور جسمانی بہبودی ہو جاتی ہے اور قومی ترقی بھی ہوتی ہے۔ ایک اکیلا آدمی اپنی ذاتی کوشش سے اپنے گروہ کی بہت تھوڑی ترقی کر سکتا ہے اور نہایت کم آگے بڑھا سکتا ہے لیکن جب وہ اپنے ہمجنسوں کو ساجھی بنا لیتا ہے تو بہت کچھ کام کر سکتا ہے اجتماع میں بڑی قدرت ہوتی ہے تمام مہذب ملکوں میں یہ ساری شائستگی اور تہذیب اجتماع کے اثر سے پیدا ہوئی ہے۔

مل صاحب لکھتے ہیں کہ حیوان سے جتنے زیادہ فائدے انسان کو حاصل ہیں وہ فقط اسی سبب

Marfat.com

سے ہیں کہ انسان اپنے انجمنوں کو مجتمع کرکے بالاجتماع کوشش کرسکتا ہے کہ ہر شخص کی جداگانہ کوشش سے ایسے کام تمام نہیں ہوتے جیسے کہ متعدد انفاس کے مشترک ہو کر کوشش کرنے سے ہوتے ہیں۔

مشارکت عملی قومی انکشاف کا بڑا گر ہے۔ اسی کے وسائل سے معاشرت انسانی کے سارے مشکل سوال عقدے معمے حل ہوتے ہیں۔ بھلے اور بڑے کام کرنے کے لئے ضرور ہے کہ آدمی بالاجتماع اپنی کوششوں میں مشارکت کریں معاشرت کا بہترین نظم و نسق یہی ہے کہ عام بھلائی کے لئے کامل انتظام سب طرح کیا جائے۔

مہذب ملکوں میں متوسط درجہ کے آدمیوں نے اصول اجتماع و اتفاق کو بکثرت استعمال کرکے اپنی بڑی ترقی کی ہے۔ انگلستان کی قوت جو ایسی جلد بڑھ گئی اسکا سبب یہی ہے کہ وہاں جتنے آدمی مستعد اور حسبت و چالاک ہوتے ہیں وہ آپس میں متفق ہو کر بالاجتماع کام نہایت مستعدی اور حفاظت سے کرتے ہیں اگر کوئی حملہ ہو تو اسکے ہٹانے میں سب متفق نہایت مستعد سے ہوتے ہیں اگر کسی برائی کا دور کرنا منظور ہو تو وہ سب ملکر اسکے دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں تجارت کے لئے اشیاء صنعت بناتے ہیں نہریں تیار کرتے ہیں ریلیں بناتے ہیں گاس کمپنی بنانی اور بنک قائم کرنے اور بیمہ کی کمپنی بنانے میں غرض ان سب کاموں کے واسطے وہ متفق ہو کر نہایت محنت و جفاکشی سے کام کرتے ہیں وہ اپنے تھوڑے تھوڑے سرمایہ کو جمع کرکے ایک بڑا سرمایہ بناتے ہیں اور پھر اس سے کارہائے عظیم کو سرانجام دیتے ہیں۔

انگلستان میں جتنے بڑے بڑے کارخانے تجارت صنعت بیج بیوپار وغیرہ کے ہیں وہ متوسط درجہ کے آدمیوں کی مشارکت عملی اجتماعی کوشش کے نتیجے ہیں ساری جائنٹ سٹوک کمپنیاں۔ ریل وے۔ ٹیلیگراف۔ کاموں اور صنعتوں کے کارخانے متوسطین کی کمائی کی بچت کے جمع ہونے سے بنائے گئے ہیں وہاں ادنے درجہ کے آدمی بھی اپنی بساط کے موافق ان متوسطین کی پیروی کرتے ہیں وہ سب متفق ہو کر کمانے اور بچانے میں کوشش کرتے ہیں اور اپنی کمائیوں کی بچتوں کو اکٹھا کرکے ساجھی ہو کر ایسے کارخانے جاری کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ آقا ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں مشارکت عملی کا چرچا بہت ہی کم ہے ہم آپس ایک دوسرے اعتبار نہیں کرتے۔ آپس میں حسن ظن نہیں رکھتے۔ متفق ہو کر مشارکت عملی کے اصول کام میں نہیں لاتے۔ نہ جائنٹ سٹاک کمپنیاں نہ اور قسم کی ایسی سوسائیٹی یہاں ہیں۔ کچھ کچھ وہاں سننے میں آتی ہیں جہاں تعلیم کا چرچا زیادہ ہے جیسے بمبئی کلکتہ وغیرہ میں انہیں دخانی کلوں کا کارخانے بہت ہیں۔ بعض شہروں میں کپڑے کاغذ وغیرہ بنانے کے بھی جاری ہو لی ہیں یہ تو سب جانتے ہیں کہ کلیں تو کسی کی تعظیم و تکریم کرتی نہیں وہ تو اپنی خدمت گذاری اور نفع رسانی میں کچھ تعصب نہیں رکھتیں انگریز اور ہندوستانیوں دونوں کو فائدہ پہنچانے میں یکساں ہیں مگر وہ یہ چاہتی ہیں کہ ہم جنکی خدمت کریں وہ ہمارا درست طور پر استعمال کرنا اور ہماری قوتوں کا علم کماحقہ جانتا ہو۔ سو ہم کو نہ انکا استعمال ٹھیک طور سے آتا ہے نہ اُن کے قوا کا علم جانتے ہیں غرض اس ملک کی دولت کی ترقی جبتک نہیں ہو سکتی کہ ہم میں مشارکت عملی کا اصول نہ جاری ہو۔ اور اجتماعی کوشش کا رواج نہ ہو۔ اجتماع میں ساری قوت قومی ہوتی ہے۔

ہماری غرض کمائی میں سے بچانے اور بچت کے جوڑنے سے کسی کا بخیل اور کنجوس بنانا مد نظر نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ بچت اس وقت کام آئے کہ ہاتھ پاؤں کام کرنے سے جواب دیں جیسے کہ بڑھاپے اور بیماری میں یا بعض اور حادثات کی حالت میں۔ سوا اس کے ان بچتوں کو یکجا جمع کر کے ہم سب متفق ہو کر بالاجتماع ایسے کارخانے جاری کریں کہ جس سے تمام خلائق کو فائدہ پہنچے اور اس بچانے کی عادت کے سبب سے فضول خرچیوں اور برائیوں سے ہم بچیں۔

باب پنجم ۵

انتظام خانہ داری کے لئے جان کا بیمہ کرانا۔

مہذب ملکوں میں مشارکت عملی کی دو ایسی صورتیں ہیں کہ جنکو ہم ہندوستانیوں نے ابتک انگلی بھی نہیں لگائی انہیں سے ایک لائف ایشیورنس ہے یعنے جان کا بیمہ کرانا۔ اس میں بیمہ کرانے والے کے بال بچوں کے گذارہ کا انتظام بعد اسکے مرنے کے کیا جاتا ہے۔ دوسرے فرینڈلی

Marfat.com

سوسائٹی (انجمن دوستانہ) ہی جسمیں غریب اہل حرفہ و پیشہ وروں وغیرہ کے اہل عیال کے ... بعد ان کے مرنے کے اس طرح کیا جاتا ہے کہ کچھ روپیہ اُن کو دے دیا جاتا ہے ... اعلی و متوسط طبقوں سے اور دوسرا ادنی طبقہ سے متعلق ہے۔

... تدبیر چاہئیں کہ آدمی اپنے متعلقین و روابستگان کے لئے اتنا روپیہ بچاکر جوڑے کہ ان کے گذارہ کے لئے کافی ہو۔ جو سرمایہ اس کام کے لئے جمع کیا جاتا ہے اُس میں اندیشہ ہمیشہ یہ لگا رہتا ہے کہ وہ کسی خرچ میں نہ آجائے۔ اکثر آدمی موت کو اپنے سے دور سمجھتے ہیں جانتے ہیں کہ جو روپیہ ابھی جمع پونجی میں سے خرچ کیا ہے اسکے پھر جمع کرنے کے لئے ہم جیتے رہینگے اور اس سے زیادہ جوڑ لینگے۔ اسلئے روزانہ و ہفتہ وار ماہوار۔ بچت کے جمع کرنے پر اعتماد نہیں ہو سکتا کہ وہ اہل عیال کے گذارہ کے لئے کام آئیگا۔

لائف ایسشیورنس سوسائٹی (جان کے بیمہ کرنے کی سوسائٹی) میں جو شخص شریک ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی حالت کے موافق جو اکثر مختلف ہوتی ہیں اپنی سہ ماہی کی بچت کو اس سوسائٹی کے فنڈ میں جمع کرکے بیمہ کراتا ہے جسکو وہ اپنے مطلب کے لئے کافی جانتا ہے۔ پس جسوقت اوّل ماہل قسط کو وہ ادا کرتا ہے تو اُسکا پورا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر اس اول قسط کے بعد ہی دوسرے روز مر جائے تو جسقدر سرمایہ کے لئے بیمہ کرایا گیا ہے وہ اس کے بیوی بچوں کو ملجائیگا۔ مثلاً ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے بیوی بچوں کے گذارہ کے لئے دس ہزار روپیہ کافی ہوگا تو وہ اپنی جان کا بیمہ اس طرح کرائیگا کہ وہ اٹھتالیس روپیہ سال تا دم مرگ دیا کرے تو مرنے کے بعد اسکے بیوی بچوں کو دس ہزار روپیہ ملجائینگے۔ اب وہ دوسرے ہی روز پہلے سال کی قسط دینے کے بعد مرگیا تو اسکے بیوی بچوں کو دس ہزار روپیہ ملجائینگے۔ اور اس طرح ایک ہی قسط میں اسکا اپنا مقصد حاصل ہو جائیگا۔ اگر وہ دس ہزار روپیہ جوڑتا تو مدتوں میں جڑتے اور ان کے خرچ ہو جانے کا بیچ میں اندیشہ تھا

اس انتظام سے سوا اس کے کہ آدمی اپنے پس ماندوں کے گذارہ کے فکر سے چھوٹ جاتا ہے اسکے اخلاق میں یہ تحریک بھی ہوتی ہے کہ وہ منتظم و مآل اندیش ہونے کو

Marfat.com

پرورش جانے لگتا ہے یہ نیکیاں اس جان کے بیمہ کی بدولت ہی عمل میں آتی ہیں اسکے بڑے صلے ملتے ہیں۔ اس کا ادنیٰ فائدہ ایک یہ ہے کہ جب کوئی ہوشیار بیماری سے بستر پر پڑتا ہے یا موت اس کے پاس آنے کو ہوتی ہے تو اسکے دل میں یہ اطمینان اور تسلی ایسی ہوتی ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑتا کہ میرے مرنے کے بعد اُن کا گذارہ نہ ہو کہ وہ اپنے یگانوں عزیزوں پر اپنا بوجھ ڈالیں یا بیگانوں سے بھیک مانگیں یا محتاج خانوں اور خیرات خانوں میں پڑے پھریں یہ تسلی اس کے مرض کی تکالیف کو کم کرتی ہے اور دوا کا کام دیتی ہے برخلاف اسکے اگر یہ خیال ہو کہ معلوم نہیں میرے مرنے کے بعد بیوی بچوں کا کیا حال ہوگا انکا گذارہ معلوم نہیں کس طرح ہوگا۔ کوئی انکے سر پر ہاتھ دھریگا یا نہیں تو اس سے دل پر صدمہ ہوتا ہے اور مرض دگنا ہوتا ہے۔ مرد عورتوں کی طرح روتا ہے۔ بہت سے آدمیوں کو ہم سُنتے ہیں اور بعض کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے گروہ میں نہایت جفاکش اور فیض رساں ہوگئے۔ مگر جب مر گئے تو اپنے بیویوں بچوں کو ایسا مفلس چھوڑ گئے کہ نہ پیٹ کو روٹی ہے نہ بدن پر کپڑا ہے۔ اُنھوں نے آمد و خرچ برابر رکھا۔ خرچ کو آمد سے نہیں بڑھایا تو نگرانہ زیست بسر کی۔ عالی شان مکانوں میں کرایہ دے کر رہے۔ اونچی اونچی آدمیوں سے برابر کی ملاقاتیں رکھیں۔ میلوں نمائشوں میں تفریح کے لئے گئے۔ اُنھوں نے اپنے بچوں کی تربیت ایسی کی کہ جس سے ان کو معززانہ زیست کا خیال پیدا ہوا۔ موت اُنکو آگئی اب بتائیے کہ بال بچوں پر کیا گذری؟ باپ نے ایسا انتظام کسی قسم کا نہیں کیا کہ اُنکے مرنے کے بعد اولاد کا گذارہ ہوتا۔ اگر وہ اپنے آمدنی سے بچا کر دو ڈھائی سو روپیہ سالانہ لائف انشورنس سوسائٹی کو دیتے تو بیواؤں اور یتیموں پر کیوں روز نحوست کا آتا کر دوالہ نکالے بیٹھے ہیں۔

ایسا طریقہ فقط بدنظمی و ناعاقبت اندیشی ہی نہیں ہے بلکہ نہایت درجہ کی بے رحمی اور سنگدلی ہے۔ دُنیا میں جو شخص کنبے کے وجود ظاہری کا سبب ہوا اور وہ اُن میں بنفس نفیس پیدا کرتے اور آسائش اور آرام کا عادی بنائے تو اسپر جب تک کہ اسکا سامان اپنے پیچھے چھوڑے اگر یہ ساری تا ہیں اسکی کنبے

ہو جائیں تو ان پر کیا نحوست و شامت آگئی کہ گیا وہ لیے گذارہ ...
جوتیاں اٹھائیں۔ چلمیں بھریں۔ یا کسی کارخانہ میں بیٹھیں کوئی ذلیل کام سیکھیں یا
جائیں یا گلیوں میں بھیک مانگیں رشتہ داروں کے دست نگر ہوں۔ چندہ و خیرات کے ...
ہوت ایسی حالتوں کے پیدا کرنے والے اپنے گروہ کے اور ان کم نصیب مصیبت زدوں کے
قصوروار ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہماری ملک میں زیادہ تر آدمی ایسے ہیں کہ وہ جان کے بیمہ کرا
مقدور نہیں رکھتے۔ مگر جنہیں مقدور بھی ہے وہ روپیہ کو اور طرح سے بچ بسیار سود دینے میں
لگاتے ہیں یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ زندگی کا بھروسہ ہو نہیں سکتا ہے۔ موت اس سے پہلے آجائے
کہ اہل عیال کے لئے سرمایہ کافی جمع ہو۔

جان کے بیمہ کرانے میں یہ خوبی ہے کہ خاطر جمع رہتی ہے کہ اولاد کے کافی گذارہ کے لئے سرمایہ
ہماری موت کے ساتھ موجود ہے۔ خواہ موت کسی وقت آئے + بیمہ کرانے والوں کا اوسط
نکالیاں یوں ہو جاتا ہے کہ جو جلد مرجاتے ہیں ان کا کنبا ان کے روپیہ سے فائدہ اٹھاتا ہے
جو دیر کر مرتے ہیں مگر اس وجہ سے ان زیادہ جینے والوں کو افسوس نہیں کرنا چاہیے
کہ بیمہ کرنے والے ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اہل و عیال کو اتنا روپیہ نہیں دینگے جتنا
ہم خود جوڑ کر ان کے واسطے چھوڑ جاتے اسی لئے کہ ان کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ اگر یہ
روپیہ ہماری تھیلیوں میں ہوتا تو معلوم نہیں ہم اس میں سے کتنا کھا پی جاتے۔ یا فضول کاموں
میں خرچ کر ڈالتے۔ جب آدمی کے پاس روپیہ ہوتا ہے تو وہ اسکے اٹھانے میں بہت لیں و پیش
نہیں کرتا۔ جب آگ سے جلنے اور پانی میں ڈوبنے کے خوف سے مال کا بیمہ کرایا جاتا ہے تو
جان کا بیمہ بیماری اور مرگ ناگہانی کے خوف سے کیوں نہ کرایا جائے۔ جیسے مال کے آگ
اور پانی سے تلف ہونے کے احتمالات ہیں اس سے زیادہ جان کے تلف ہونے کے احتمالات ہیں
غرض جو دلائل اول کے لئے ہیں وہی دلائل دوم کے لئے بلکہ اس سے زیادہ۔ اور جیسی دنیاوی
مآل اندیشی اول میں ہے اس سے زیادہ دوم میں ہے۔ اس لئے کہ یہ آدمی کا فرض ہے کہ
حتی الامکان وہ اپنے مرنے کے بعد بیوی بچوں کے گذارہ کا سامان چھوڑ جائے ۔
زندگی میں یہ فرض ہے کہ خاوند بیوی کے لئے باپ اولاد کے لئے روزانہ روٹی کپڑا

گذارہ کا انصرام کرے ایسے ہی مرنے کے بعد یہ فرض ہے کہ وہ ان کو بیچارگی اور مفلسی اور تنگ دستی میں نہ چھوڑ جائے۔ کچھ نہ کچھ ان کے گذارہ کے لئے سرانجام کر جائے۔ اس مقصد کے واسطے سب سے زیادہ عمدہ معقول و فائدہ مند و بجا تدبیر یہ جان کے بیمہ کرانے کے ہی سو کیا افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں اسکا رواج نہیں ہے۔ بہت ہی تھوڑے ہندوستانی ایسے ہوں گے جنھوں نے جان کا بیمہ کرایا ہو۔ جو فارغ البال اور اطمینان مرنے کے بعد اولاد کے گذارہ کی جان کے بیمہ کرانے میں ہے وہ کبھی اور صورت میں نہیں ہے۔

اب دوسری قسم مشارکت علمی جسکا اوپر بیان ہوا فرینڈلی یا بی نی فٹ سوسائٹی (دوستانہ یا فائدہ پہونچانے والی انجمن) ہیں۔ یہ انجمنیں اپنی مشارکت علمی سے فائدہ عام خلقت عامہ یوں پہنچاتی ہیں کہ وہ غریبوں سے قلیل چندہ لیتی ہیں جس سے ان غریبوں میں کفایت شعاری کی عادت پڑتی ہے اور فضول خرچی کی آفت سے وہ بچتے ہیں اور جب چندہ دینے والے مر جاتے ہیں تو ان کے بال بچوں بیواؤں کو وہ کچھ روپیہ دیدیتے ہیں ایسی انجمنوں کا نام بھی ہمارے ملک میں کوئی نہیں جانتا جنسے کہ مہذب ملکوں کے عوام الناس نہال و رمالامال ہو رہے ہیں غرض ہمارے مشارکت علمی کی سرشتی کارخانے چل نہیں سکتے۔ اس لئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا اعتبار نہیں کرتے۔ باہم حسن ظن نہیں رکھتے۔ باہم مشارکت علمی میں تندہی نہیں کرتے۔ کیسی ہی راستی صدق دلی سے بات کی جائے ہم اُس پر بدگمانی ضرور کرتے ہیں آپس میں رشک و حسد بہت ہے۔ کسی کام میں دوسری کا فائدہ دیکھ نہیں سکتے۔ اجتماعی قوت کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اُسکو افتراق سے ضعیف و ناتواں کرتے ہیں۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا ہی بنانی چاہتے ہیں۔ اس لئے ہماری کارخانہ داری کے انتظامات مہذب ملکوں سے نہیں ہو سکتے۔ جبتک ہم ان عیبوں کو اپنے دور نہیں کرینگے اور متفق ہو کر بالاجتماع سعی و کوشش کی عادت نہ ڈالینگے۔ کبھی دولت کمانے کا انتظام اچھی طرح نہیں کر سکینگے +

باب ششم

سیونگس بنک (بنک جن میں آمدنی کا روپیہ جمع کیا جائے)

Marfat.com

(۱) میں چاہتا ہوں کہ سارے آسمان پر سونے کے حروف میں لکھ دوں سیونگس بنک۔

(۲) غریب آدمیوں کی امداد کا اس سے بہتر کوئی گر نہیں ہے کہ اُن میں اپنی حال کی بہتری کی لیاقت پیدا کر دی جائے۔

(۳) اے کاہل آدمی چیونٹی کے پاس جا اُسکی روشیں دیکھ اور دانش حاصل کر باوجودیکہ اسکا کوئی سردار اور نگراں اور حاکم نہیں۔ درو کے وقت وہ اپنے واسطے خوراک جمع کرتی ہے اور گرمی کے موسم میں اُسے کھاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ہر ایک گھر میں ایک فاق پنجر ہوتا ہے اور وہ مقفل رہتا ہے اور بہت سی گنجینیوں میں چھپا رہتا ہے۔ بہت ہی کم وہ دکھائی دیتا ہے اس سے گھر کے رہنے والے جانتے ہیں کہ وہ ہے۔ مگر یہ فاق پنجر بہت دنوں تک اپنے تئیں چھپا نہیں سکتا۔ کسی نہ کسی طرح سے اُس کو اپنے تئیں ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ یہ فاق پنجر کیا ہے؟ اکثر افلاس۔ بڑی تکلف آدھی دُنیا سے آدھی دنیا افلاس کو چھپاتی ہے۔ جب کوئی چیز جمع نہیں کی جاتی کہ وہ بیماری کے وقت کام آئے۔ بُڑھاپے کے تکالیف میں تخفیف کرے تو یہ افلاس جو فاق پنجر کے بھیس میں چھپا ہوا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ جب کسی مُلک میں تجارت و بنج بیوپار کا بازار گرم ہو کے مندا پڑ جائے تو ہزاروں آدمی بیکار ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے پہلے دنوں کے پھر آنے کی دُعا بیٹھے مانگا کرتے ہیں مگر اس اثناء میں انکا گذارہ کس طرح ہوتا ہے؟ اگر ان کے پلّے کچھ نہیں ہے اور کچھ سرمایہ بچا کر جمع نہیں کیا تو وہ اپنی پہلی حالت کی نسبت بالکل محتاج ہونگے۔ ان کی امداد کے واسطے گنج قاروں بھی کافی نہیں ہو سکتا بس ایسے وقت میں تو گذارہ فقط اُس بچت سے ہو سکتا ہے جو کام کے چلنے کے وقت وہ جوڑیں۔ اس بچت جوڑنے میں گو کیسا ہی قلیل فائدہ کا احتمال ہو۔ مگر اُسمیں نقصان ذرا سا بھی نہیں ہے یہ بچت اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ قفل میں بند کر کے رکھی جائے یا اس سے کوئی بڑی تجارت کی جائے بلکہ وہ فقط اس لئے ہوتی ہے کہ جب بدنصیبی کے دن ستائیں تو وہ جمع ہاتھ لگے ہو جس سے سردست بُرے سے دن بھلی طرح کٹ جائیں نہ ہم روپیہ کی قدر فی نفسہٖ کرتے ہیں

ہم یہ چاہتے ہیں کہ آدمی ممسک و بخیل ہو کر روپیہ جوڑا کرے بلکہ ہم اپنے روپیہ کو تو اپنی زندگی بسر کرنے کا۔ آسائش و آرام کا۔ دیانت کے ساتھ مستغنی ہونے کا ذریعہ اور توسل سمجھتے ہیں اسی لئے ہم ہر عورت و مرد کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ابتدا ہی سے اپنی آمدنی کے ایک حصہ کو بچا کر روزانہ یا ماہانہ جمع کیا کرے جس سے محتاجی و دریوزہ گری اور اوروں کی دست نگری کا خوف جاتا رہے ہر فرقہ کے عورت مرد اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں ان کو اپنے اوپر آپ بھروسا کرنا چاہئے اوروں کا نہیں ہونا چاہئے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنی جیب میں ایک پیسے کا ہونا دربار شاہی میں ایک دوست کے ہونے سے اچھا ہوتا ہے۔ اول مرتبہ ایک پیسہ کا بچانا دنیا میں ایک قدم بڑھاتا ہے۔ اس بچانے سے آدمی کی کسر نفسی مآل اندیشی ہوشیاری دانشمندی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے خوشدلی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اور غنی ہونے کی بسم اللہ پڑھی جاتی ہے

ڈاکخانوں کے سیونگس بنک کا نام سارے ہندوستان میں خاص و عام میں مشہور ہے۔ اصل اس کی یہ ہے کہ اٹھارہویں صدی کے آخر میں انگلستان کے ایک پیرش میں ایک شریف عورت آسودہ حال کریم خصال کو یہ سوجھی کہ غربا کے بچوں میں جزرسی اور کفایت شعاری پیدا ہو اس نظر سے اول بنک اس قسم کا اس نے قائم کیا۔ پھر ایک پادری صاحب نے اس کی کامیابی دیکھ کر ایک بنک ۱۷۹۹ء میں کھڑا کیا اور اس کا یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو غریب آدمی ان کے علاقہ کا اس بنک میں روپیہ جمع کریگا اس کو بڑے دن کے دن کل روپیہ جمع کیا ہوا اور اس کے ساتھ اس جمع کی تہائی اور اضافہ کرکے دی جائیگی۔ غرض جب اس بنک کو بھی کامیابی ہوئی تو ۱۸۰۱ء میں چند شریف مستورات نے ملکر ایک اور بنک اس قسم کا غریب مزدوروں پیشہ وروں کے لئے کھولا۔ غرض مذہبی خیال سے ایسے بنک قائم ہوتے رہے کہ جن کے سبب سے غربا میں جزرسی اور کفایت شعاری کی نیک عادت پڑی اور شراب خواری اور اسراف کی بری عادت چھوٹی۔

قاعدہ ہے کہ بہت سے مزدور اور غریب آدمی علماء مذہبی کے دلائل عمیق کو نہیں سمجھتے مگر ایک تھوڑے عقل والے آدمی کو کوئی بات ایسی سمجھا دو کہ جس سے اس کی بہبودی اور اس کے گھر کی بہتری ہو تو وہ سمجھ جاتا ہے اور اس پر عمل کرنے لگتا ہے چار پیسے ہاتھ لگنے کی بات

Marfat.com

کوئی سمجھاتا ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ غربا بنک میں روپیہ جمع کرنے کو جلد سمجھ گئے اور اس سے فائدے اٹھانے لگے۔ پادریوں کی کوشش سے بہت قائم ہوگئے اور غربا کو مآل اندیشی اور خانہ داری اور خوش نظمی سکھانے لگے۔ پادری بھی سمجھنے لگے کہ اس قسم کے بنک بنانے کا کار خیر اور طرح کی خیرات مبرات سے اچھا ہے ان کے سبب سے لاوارث بیواؤں اور یتیموں کو خیرات خانوں میں پالنا کم پڑتا ہے۔ رفتہ رفتہ ان بنکوں نے وہ رونق پائی کہ وہ ایک قومی معاملہ ہوگیا اور اسکی بابت ۱۸۱۷ء میں ایک قانون گورنمنٹ سے پاس ہوا پھر اس طرح کے بنک سپاہ کے لئے ۱۸۴۲ء میں جدا مقرر ہوئے جس سے سپاہیوں کو اپنی آیندہ حالت کے بہتر کرنے کا شوق ایسا پیدا ہوا کہ وہ لاکھوں روپئے بنک میں جمع کرنے لگے۔ ایام غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان سے جو پلٹنیں گوروں کی ولایت کو گئیں ان کے لاکھوں روپے ان بنکوں میں جمع تھے۔ اول اول سپاہی اور مزدور ان بنکوں میں روپیہ جمع کراتے ہوئے جھجکتے تھے۔ سپاہی تو اس لئے کہ کہیں ہماری بچت گورنمنٹ دیکھ کر تنخواہ کم نہ کردے اور مزدور کاریگر اس لئے کہ کارخانے دار ہماری بچت کو دیکھ کر مزدوری نہ کم کردیں۔ پھر یہ خوف جاتا رہا۔ روز بروز ان بنکوں کی اور وسعت ہوئی اور پینی بنک قائم ہوئے کہ اُن میں نہایت غریب آدمی ایک پنی جو سب سے کم قیمت سکہ تانبے کا ہے جمع کیا کریں اس قسم کے بنک بہت جلد پھیل گئے۔ غرض یہ بنک غربا کی تھیلیاں بن گئے کہ جن میں وہ اپنے روپے پیسے ڈالتے اور سود سمیت اُنھیں نکالتے۔

یہ بڑی مشکل بات ہے کہ جوانوں کو کوئی نئی بات سکھائی جائے۔ خصوص مسرفوں کو کفایت شعاری سکھائی جائے۔ وہ اپنے بود و باش کے طریقوں میں پکے ہو جاتے ہیں پرانی ریت رسموں کے موافق خرچ کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اس کے چھوڑ جانے کو وہ اپنی بے عزتی سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ جو کچھ کماتے ہیں خرچ کر ڈالتے ہیں جب محتاج ہو جاتے ہیں بھیک مانگنے سے بھی ننگ و عار نہیں رکھتے اس لئے کہ ان کے دل میں شرافت و قناعت کا جوہر پوری طرح سے نہیں پیدا ہوتا۔ مگر یہ بات جو جوانوں میں ہوتی ہے بچوں میں

ں ہوتی۔ ان میں پہلی عادتیں کوئی نہیں ہوتیں جن کو دور کرنا پڑے وہ وہی کام کرنے لگتے ہیں جو سکھاؤ۔ بس ان کو انتظام خانہ داری اسی وقت سے سکھانا چاہئے کہ وہ حساب شروع کریں۔ بچوں کے پاس کچھ پیسے ہوا کرتے ہیں معلم کو چاہئے کہ وہ ان کو سکھائے کہ ان پیسوں کے جوڑنے سے کیسی کچھ خوشی حاصل ہوگی اور ان کے دل میں ایسا شوق پیدا کردے کہ وہ سیونگس بنک میں ان پیسوں کو جمع کرانے کے لئے ایسے خوشی خوشی جایا کریں۔ جیسے سودا بیچنے والوں کی دکانوں پر سودا خریدنے جاتے ہیں۔ غرض جب اس طرح بچوں کو روپیہ بچانے کی تعلیم ہوگی تو ان کے واسطے ایسے اسباب بھی مہیا کرنے چاہئیں کہ وہ اس بچت کو آسانی سے جمع کیا کریں اس لئے اُن کے واسطے یہ سیونگس بنک اور پینی بنک اور قومی بنک مقرر کئے جائیں کہ اُن میں وہ روپیہ بہ آسانی جمع کریں جنکی محافظ اور سود دینے والی گورنمنٹ ہو۔ پھر اور غریبوں کی بچت کے جمع کرنے کے لئے یہ آسانی کی گئی ہے کہ منی آرڈر کا قاعدہ جاری رکھا گیا ہے کہ جسکے ذریعہ سے آدمی دور سے اپنے روپیئے کو بنک میں بھیج سکتا ہے غرض اگر ان بنکوں کی تمام تاریخ لکھی جائے تو ایک دفتر چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انگلستان میں اس قسم کے ہزاروں بنکوں میں لاکھوں حصہ دار کروڑوں روپیہ جمع کرنے والے ہیں اور ملک میں ان کے سبب سے ادنٰے طبقہ کے آدمی نہال ہوگئے۔ جس آدمی کو بنک سے اُسکے حساب کی بہی ملتی ہے وہ گویا اس کی تاریخ ہوتی ہے جسکو اور کنبے والے پڑھ کر جزرسی اور کفایت شعاری کا سبق لیتے ہیں جس سے ان میں طرح طرح سے نیک اطوار کی پیدا ہوتی ہے۔ اب ہمارے ملک کا حال سنئے کہ پہلے زمانہ میں اکثر انقلابات اور حادثات واقع ہوتے رہتے تھے۔ اس لئے دولت کے سلامت رہنے پر اطمینان نہیں ہوتا تھا

یہاں اعلٰے و متوسط طبقہ کے آدمی تو زمین میں دولت کو دبا کے رکھتے تھے یا جواہر خرید لیتے تھے کہ انکا بھی چھپانا اور بچانا آسان تھا۔ ادنٰے طبقہ میں جو کفایت شعار ہوتے تھے وہ کوئی گائے بھینس بکری بھیڑ۔ یا کوئی قطعۂ زمین خرید لیتے تھے دودھ۔ گھی چھاچ کو اور زمین کی پیداوار کو اپنے روپیہ کا سود سمجھ لیتے تھے۔ جو لوگ روپیہ کو بڑھاتے تھے یہاں ان کو ہمیشہ قرض لینے والے ایماندار تو ملتے نہ تھے اسواسطے مول بیاج کے

Marfat.com

مارے جانے کا خوف رہتا تھا۔ برٹش گورنمنٹ نے اس خیال سے کہ رعیت اپنے روپیہ کو نہایت حفاظت سے رکھ سکے اور سود بھی حاصل کر سکے اور جب وقت اپنے روپے کو واپس لے سکے۔ جابجا سارے ملک کے ڈاکخانوں میں سیونگس بنک مقرر کر دئے ہیں جسمیں ہر شخص اپنے روپے کو امانت رکھنے کا اختیار رکھتا ہے۔ جو روپیہ امانت رکھتا ہے اسکو ایک کتاب ڈاکخانہ سے ملجاتی ہے جسمیں اسکی امانت کے روپیہ کا حساب رہتا ہے۔ وہ خود یا کوئی اور شخص جسکو وہ چاہے امانت کے روپیہ کو واپس لے سکتا ہے۔ ہر شخص کم از کم چار آنے اور زیادہ سے زیادہ دو سو روپیہ تک ایک سال میں جمع کر سکتا ہے۔ اور حساب کو ایک مقام کے سیونگس بنک سے دوسرے مقام کے سیونگس بنک میں بغیر خرچ کے منتقل کرا سکتا ہے گورنمنٹ اس روپیہ کی ذمہ وار ہو جاتی ہے پونے چار روپے سیکڑہ سالانہ کے حساب سے سود دیتی ہے غرض ان بنکوں نے ہزاروں آدمیوں کو روپیہ جوڑنے کا جسکا منہ کو لگا دیا ہے سیکڑوں آدمی ایسے ہیں کہ اگر یہ بنک نہ ہوتے تو ایک پیسا اُن کے پاس نہ ہوتا اب ہزاروں روپیہ ان کے پاس ہیں۔ ان بنکوں سے فائدہ اُٹھانے میں مسلمانوں کو بڑی دشواری پیش آتی ہیں اس ملک میں پانچ کروڑ کے قریب مسلمان بستے ہیں اکثر اُن میں وحشیوں کی طرح اوقات بسر کرتے ہیں جو ہاتھ میں آتا ہے اُسے کھا جاتے ہیں روپے بچانے کا خیال اور آیندہ کا فکر بہت کم رکھتے ہیں اپنے لئے نہ اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی سرمایہ جمع کرتے ہیں جو وہ بنک میں جمع کریں دوم مذہباً اُن کو سود لینا حرام ہے۔ جب ان کو کوئی صورت حلال روپیہ کمانے کی نہیں ملتی تو وہ مجبور ہو کر اس حرام صورت کو اختیار کرتے ہیں جس سے ان کی قوم میں عزت کم ہو جاتی ہے مگر ایسے لوگ گدائی اور محتاجی کی ذلت سے اور اور اپنی خرچ کے بوجھ ڈالنے کی بیحیائی سے بچ جاتے ہیں جو سود کھانے سے بہت زیادہ گناہ اور بدتر کام ہیں گو لوگ ربا خواری کی برائی ان کو برا نہیں سمجھتے۔ مرد خیر کچھ مذہبی بہانہ و تاویل بنا بنا کے سود کو حرام سے حلال بنا بھی لیتے ہیں مگر

Marfat.com

(بعض) اہل سود کو سور سے زیادہ حرام جانتی ہیں عورتوں کو گھر کے انتظام میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ گو خانہ داری کی باگ مرد کے ہاتھ میں ہوتی ہے مگر وہ مڑتی اُس طرف ہے جس طرف عورتوں کی مرضی ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ عورتیں جو چاہیں مردوں کو بنائیں بعض مرد تو ایسے زن مرید ہوتے ہیں کہ حکم زوجہ یہ از حکم خدا جانتے ہیں۔ غرض مدتیں چاہئیں کہ غریب مسلمان ان بنکوں سے فائدہ اُٹھائیں اور ان کے بچے ان بنکوں میں اپنے پیسے جمع کرانے اس طرح جائیں جیسے اب وہ حلوائیوں کی دکانوں پر ثقیل مٹھائیوں کے خریدنے کے لئے جاتے ہیں اور کھا کر پیٹ میں خلل پیدا کرتے ہیں اور ماں باپوں کو بھی اس سے تکلیف دیتے ہیں گو مسلمان یہ دل سے دعا مانگیں کہ ہماری اولاد کے ایسا دن کبھی نہ آئے کہ وہ بنک میں روپیہ جمع کرا کے سود خوار بنیں مگر آخر بھیک کہاں تک مانگینگے۔ اور کب تک ایسے بے حیا بنینگے کہ بھیک کے ٹکے کو بنک کے سود کے دو روپے سے اچھا جانینگے +

باب ہفتم

چھوٹی چھوٹی چیزیں یعنی جزئیات

(۱) چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بڑے مجموعوں سے چین آرام امن اماں پیدا ہوتا ہے اور گھر میں جزئیات کی خبرداری جو زوجہ و دختر و عزیز کریں اسی پاک خوشیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۲) اگر تم یہ جانو کہ کہاں خرچ کرنا چاہیئے اور کہاں بچانا چاہیئے اور کب خریدنا چاہیئے تو تم کبھی بھوکے ننگے نہ ہوگے۔

(۳) جو شخص جزئیات کی خبرگیری کو ذلت جانتا ہے وہ خود شکستہ ہو کر تباہ ہو جاتا ہے + جزئیات کو حقیر جاننا ایسا پہاڑ ہے کہ جس پر سے نوع بشر کا جم غفیر گر کر پاش پاش ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی چھوٹے چھوٹے واقعات کا مجموعہ ہوتا ہے

Marfat.com

جنہیں سے ہر ایک بجائے خود بڑی بات نہیں ہوتی مگر ہر آدمی کی
اور کامیابی ان جزئیات کی خوش اسلوبی سے پیدا ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی
باتوں کو معزز نہ کرنے سے خصلت پیدا ہوتی ہے۔ جزئیات ہی کے توجہ کرنے
سے آدمی کو اپنے کام میں کامیابی ہوتی ہے۔ گھر میں جزئیات کی خوش انتظامی
نتیجہ راحت ہوتا ہے۔ اسی طرح اچھے گورمنٹ کا انتظام ہوتا ہے کہ اس میں جزئیات
کا بندوبست نہایت باقاعدہ و باضابطہ ہوتا ہے۔

علم اور تجربے کے مجموعے بھی جب ہی بیش بہا ہوتے ہیں کہ وہ علم اور تجربے کے چھوٹے
چھوٹے اجزا کے جمع کرنے سے مرتب ہوتے ہیں جو شخص اپنی زندگی میں نہ کوئی چیز
جمع کرتا ہے نہ کوئی چیز سیکھتا ہے وہ ناکام و محروم رہتا ہے اس لئے کہ اس نے
جزئیات سے غفلت کی۔ اس لئے آدمی اکثر یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھ سے زمانہ مخالفت
و خصومت کرتا ہے مگر حقیقت میں وہ خود ہی اپنے سے عداوت کرتا ہے عوام الناس
میں خوش قسمتی کا اعتقاد بہت پھیلا ہوا ہے مگر مہذب ملکوں جیسے اور خیالات بدل
گئے ہیں ایسی ہی قسمت کے اعتقاد میں بھی ضعف آگیا ہے اور اس یقین کو غلبہ ہوتا
جاتا ہے کہ خوش قسمتی کی مادر مہربان محنت و جفاکشی ہے یعنی آدمی کی کامیابی زندگی پر
اسکی کوشش اور محنت اور جزئیات پر متوجہ ہونے کے تناسب ہوتی ہے جو آدمی غافل
اور لاابالی و بے پروا کاہل ہوتے ہیں خوش قسمتی ان کے پاس نہیں آتی۔ محنت کے نتیجے ان کو
نہیں ملتے جو ان کے حاصل کرنے میں مناسب کوشش نہیں کرتے۔

قسمت نہیں بلکہ محنت آدمیوں کو بناتی ہے۔ قسمت منتظر رہتی ہے کہ آدمی بعض چیزوں کو
گردش دے۔ محنت اپنی تیز نگاہ اور مضبوط ارادہ سے بعض چیزوں کو گردش دیدیتی ہے
قسمت بچھونے میں بڑی چشم براہ رہتی ہے کہ ڈاکخانہ کا قاصد آن کر ورثہ کے ملنے
کی خبر دے۔ محنت سویرے چھ بجے اٹھ کے اپنے کار کی قلم کی صریر سے اور ہتوڑی
کی ٹناٹن سے کافی کام بنا لیتی ہے۔ قسمت روتی ہے۔ محنت ہنستی ہے قسمت
اتفاقات پر اعتماد کرتی ہے۔ محنت خصلت پر بھروسا کرتی ہے +

Marfat.com

ت ہے وہ پھسلاتی ہے۔ محنت اوپر چڑھاتی ہے۔ قسمت اپنے حال میں گرفتار کراتی ہے اور محنت آزاد اور غنی بناتی ہے۔

گھر بار میں بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن پر متوجہ ہونا تندرستی اور خوشدلی کے لئے ضرور ہے۔ گھر میں جھاڑو اچھی طرح دینی انگنائی میں کہیں غلاظت کو پڑا نہ رکھنا۔ چیزوں پر گرد و غبار نہ جمنے دینا۔ ان جزئیات کی خبر گیری کا نتیجہ عامہ یہ ہے کہ جسمانی تندرستی اور اخلاقی درستی ہوتی ہے جو خصلت کے اعلے درجہ کی نشو و نما کے لئے ضرور ہے۔ گھر کا ہوادار ہونا ایک خفیف چیز معلوم ہوتی ہے اور بہت تھوڑے آدمی اسکے حال سے واقف ہیں۔ اگر ہم اپنے گھروں میں ہر وقت تازی ہوا کے آنے کا انتظام نہ کریں تو اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا گھر مرضوں میں مبتلا ہوگا۔ یوں تو کچھ نہیں معلوم کہ یہاں وہاں چند میلے کچیلے دھبوں کے ہونے سے اور تھوڑے سے خراب ہوا کے آنے سے کیا ہوتا ہے۔ مگر جب بخار آن کر جان لیتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ بس دیکھ لو کہ اس تھوڑی سی غلاظت اور خراب ہوا کے ہونے نے کیا بُرے نتائج پیدا کئے ہیں خانہ داری کے سارے قواعد خفیف معلوم ہوتے ہیں مگر ان سے نتائج عظیم پیدا ہوتے ہیں جزئیات کی خبر گیری نہ کرنے سے بعض دفعہ بڑے بڑے حادثات اور نقصانات واقع ہوتے ہیں۔ ایک جہاز خزانہ لے کر چلا۔ بندرگاہ سے جب چلا گیا تو اس کی تہ میں ذرا سا چھید تھا اس سے تہ میں اتنا پانی بھر اکہ جہاز منزل مقصود پر پہنچنے نہ پایا کہ ڈوب گیا۔ ایک میر لشکر کے گھوڑے کی نعل کی مینخ اکھڑ گئی تھی وہ نہ جڑوائی اور میر لشکر اس پر سوار ہو کر میدان جنگ میں چلا گیا۔ وہاں اس نعل کی خرابی سے گھوڑا لنگڑا ہوا۔ اس لنگڑے ہونے سے میر لشکر مارا گیا اور اس میر لشکر کے مارے جانے سے لشکر شکست پاکر تتر بتر ہو گیا۔ بس دیکھ لو کہ کیا ذری سی بات نعل میں مینخ جڑوانے کی تھی کہ جسکی غفلت سے ایک لشکر تباہ ہو گیا۔ جزئیات کی خبر گیری فوراً کرنی چاہیئے اس میں توقف اور انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے اکثر

Marfat.com

دیکھنے میں آتا ہے کہ خصلتیں لے جان ہو جاتی ہیں بہت سی دولتیں ڈوب جاتی ہیں
غرق ہو جاتے ہیں گھروں میں آگ لگ جاتی ہے۔ انسان کی بیہودگی کے ہزاروں منصوبے
وتدبیریں خاک میں ملجاتی ہیں کہ پھر اُن کا علاج کسی طرح نہیں ہوتا۔ جب یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ کام
کرنا سب سے زیادہ انسب و اولیٰ ہے تو پھر اُسمیں توقف کرنا چہ معنی دارد۔ یہ توقف کرنا ایک
عذر بدتر از گناہ اور ناکامی اور شکست ہی اسکی مثالیں ہزاروں روزمرہ دیکھنے میں آتی ہیں۔
جزئیات سے غفلت کرنا جنکی عادت میں پڑجاتا ہے اُنکی تباہی و بربادی کچھ دور نہیں ہوتی
یہ جفاکشی ہی کا ہاتھ ہے کہ جو دولتمند بناتا ہے جو عورت یا مرد محنتی جفاکش ہوگا وہ
جزئیات کی ایسی خبرگیری کریگا جیسے کہ کلیات کی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ ایسا دھیان
کریگا جیسا کہ بڑی باتوں پر۔ وہ چیزیں کہ نہایت چھوٹی نظر آتی ہیں اُن پر ایسی توجہ کرنی
چاہیئے جیسی کہ بڑی چیزوں پر۔ مثلاً ایک پیسا ہے وہ کیسا سکوں میں محقر ہے مگر دیکھو کہ
وہ کس کس کام آتا ہے۔ کن کن چیزوں کو خرید لیتا ہے فقیر کے سوال کو پورا کردیتا ہے
غرض فقط ایک پیسے کو اچھی طرح خرچ کرنے سے بہت سی خوشیاں حاصل ہوسکتی ہیں
ایک شخص سخت محنت کرکے خاطرخواہ مزدوری پائے اور اُس کے پیسے جو آئیں ان کو تمام
میلے کرکچھ نشے پانی میں اڑائے کچھ کھانے پینے میں غرض کچھ پاس نہ رکھے تو اسکی زندگی کچھ ہی
اچھی بار برداری کے جانور سے ہوگی۔ اب برخلاف اسکے اگر وہ پیسوں کو احتیاط سے خرچ
کرے اور اسمیں سے کچھ بچاکے سیونگس بنک میں جمع کردے یا بیوی کے پاس جمع کراتا جاوے تو
وہ اسکی تنگ دستی کے دن کام آسکتے ہیں اسکے کنبے کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کرا سکتے ہیں
غرض بہت طرح سے اس کو معلوم ہو جائیگا کہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں نے مجھے بڑے فائدے
پہنچائے ان سے راحت میں گھر میں آسودگی ہوئی۔ آیندہ معاش کے خوفوں سے رہائی
ہوئی۔ تمام بچتیں تھوڑی تھوڑی چیزوں سے بنتی ہیں تھوڑی چیزوں کے اجتماع سے ایک
بڑی چیز بنجاتی ہے بھیوں بھیوں تالاب بھر جاتا ہے۔ پیسوں سے روپیہ بنتا ہے
ایک پیسا بچانا روپیہ کی بنیاد جماتا ہے۔ اور روپیہ کا بچانا راحت آرام۔ دولت۔ استغنا
افزائش مال پیدا کرتا ہے۔ مگر یہ پیسا دیانت سے پیدا ہوتا چاہیئے یہ کہاوت ہے کہ

ایک پیسا دیانت سے پیدا کیا ہوا خیرات کے ایک روپیہ سے اچھا ہوتا ہے جو محنت سے پیدا کئے ہوئے مال میں مزہ و لطف ہوتا ہے وہ خیرات کے مال میں نہیں ہوتا پیسے کا مُنہ کالا ہو تو بلا سے مگر وہ اس طریقہ سے نہ پیدا کیا گیا ہو کہ جس سے اپنا مُنہ کالا ہو جو شخص روپیہ پیسا بچانا نہیں جانتے اُن کی روح کے ساتھ سوہن اور ناک کے ساتھ سان لگا رہتا ہے۔ کسی نہ کسی روز محتاجی سلح ہو کر اُس پر آن پڑتی ہے۔ جو ہوشیاری اور دانائی سے بچت کی جاتی ہے وہ سحر کا کام کرتی ہے۔ اگر ایک دفعہ جہاں اسکو شروع کیا وہ عادت میں داخل ہو جاتی ہے۔ آدمی کے دل میں قوت و راحت و اطمینان پیدا کرتی ہے۔ جو شخص پیسے بچا کر اپنے صندوق میں رکھتا ہے یا سیونگس بنک میں داخل کرتا ہے اُن کا لطف ان ایام میں آتا ہے کہ وہ بیمار ہو یا بڑھاپا آگیا ہو آدمی جو بچاتا ہے وہ محتاجی سے بچ جاتا ہے اور جو نہیں بچاتا اسکی تلخ و گزند رساں فقیری کے درمیان کوئی گنجائش نہیں ہوتی وہ گدائی کی گلی میں کھڑا ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جبتک تمہاری بیوی روپیہ کے بچانے میں مددگار نہ ہوگی تم ہرگز نہ بچا سکوگے۔ مرد گھر کو پھاوڑے سے نہیں ڈھا سکتا۔ عورت سوئی کی نوک سے ڈھا دیتی ہے۔ کفایت شعار جورو خاوند کی عزت کا تاج ہوتی ہے۔

باب ہشتم

قرض کا رواج ہندوستان میں اُس کا علاج۔

قرض کی بُرائیاں۔

اس تمام باب میں قرض سے نہ اُس قرض سے مراد ہے جو گورنمنٹ تجارت کی کمپنیاں میونسپل کمیٹی اور اور تاجر ساہوکار مہاجن اس غرض سے لیتے ہیں کہ انکو اپنے بار ور کاموں میں لگائیں کہ سود سے زیادہ نفع ہو اور سود ادا کر کے کچھ نفع بچ رہے

ہر تجارت میں قرض سے بہت کام چلتے ہیں اور نہ اُس قرض سے مراد ہے

معزز اپنے حفظ آبرو کے لئے قرض لے۔ بلکہ ہماری مراد اُس قرض سے ہے کہ آدمیوں
اسراف اور گھر کے کاروبار کی بدنظمی کے سبب سے لیا جائے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کے
اہل عیال خوشحال و فارغ البال رہیں اور یہ آرزو اُس حالت میں اکثر پوری ہوسکتی
ہے کہ وہ اپنے گھر کا خوش اسلوبی سے انتظام کرنا جانتا ہو مگر اپنے ملک میں ہم دیکھتے
ہیں کہ اکثر آدمی ایسے غیر منتظم اور بدسلیقہ ہوتے ہیں کہ جسکے سبب سے وہ اپنی ابتداء عمر
سے آخر دم تک خستہ حال و پریشان خاطر رہتے ہیں اور اس اپنی خستہ حالی کو
اولاد کے ورثہ میں چھوڑ جاتے ہیں اگرچہ گھر کی بدنظمی کے اور سبب بھی ہیں مگر بڑا سبب
یہ ہے کہ ہندوستان کے اکثر آدمیوں کو قرض لینے کی بُری بُری عادت ہے کہ
جسکے سبب سے افلاس گلے کا ہار ہوتا ہے۔ کبھی اس افلاس کی شکایت قسمت کے ساتھ
منسوب کی جاتی ہے کبھی اُس کا الزام گورنمنٹ کے ذمہ تھوپا جاتا ہے۔
یہاں کے لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ اپنی خوشحالی گورنمنٹ سے زیادہ اپنے
اختیار میں ہے۔

(۲) قرض کا رواج۔ نہ کوئی ملک ایسا ہے نہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جسمیں قرض کا
تھوڑا یا بہت رواج نہ ہوا ہو۔ ہندوستان میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ جسمیں
قرض کا رواج نہ ہوا ہو۔ وید میں دعائیں قرض کے ہاتھ سے بچنے کی موجود ہیں منو
دھرم شاستر میں تو قرض کی شرح کے سود کے باب میں قانون موجود ہے کہ جسکے
موافق برہمن یوں سنا دیتے آئے ہیں کہ قرض دینے والا ہر مہینہ میں اپنے روپیہ کے
اٹھارہویں حصہ تک سود لینے کا مجاز ہے۔ سود فیصدی اس طرح لینا جائز ہے کہ
برہمن سے دو روپیہ ماہوار۔ چھتری سے تین روپیہ ماہوار اور ویش سے چار روپیہ
مہینہ اور شودر سے پانچ روپیہ مہینا۔ جب کوئی نیک آدمی ضمانت دے یا کوئی چیز
گروی رکھے تو سب سے زیادہ کم سود پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ ہے۔ پہلے
سو مد ساٹھ روپیہ سالانہ سود دیتے تھے۔ اب اکثر غریب آدمی اپنی اولاد بیسود

ماہوار لیتے یعنی بچھتر روپیہ سالانہ دیتے ہیں قرض لینے کی عادت یہاں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ دونوں کو ہے۔ ہندوستان میں آبادی کا زیادہ تر حصہ کاشتکاروں کا ہے۔ ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا۔ سال بھر کے کام کاج کے انجام دینے کے واسطے جتنے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیئے وہ قرض لیتا ہے اور سود پر سود دیتا ہے جسکی مختلف شرح دو روپیہ سیکڑہ سے پانچ روپیہ سیکڑہ تک ماہوار ہوتی ہے۔ یہ سود ہمیشہ اس کے حصہ میں سے جو فصل آیندہ سے اسے ملتا ہے وصول کیا جاتا ہے اگر وہ سال بھر واں میں اپنے قرضہ کو بیباق نہ کر سکے تو بقایا مع سود اگلے سال کے حساب میں اصل بن جاتی ہے۔ یوں اصل مع سود ہر سال بڑھتی جاتی ہے اکثر دیہات میں قرض کا دستور یہ ہے کہ کسانوں کو دس روپیہ مہاجن دیتا ہے اور بارہ روپیہ ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے لیتا ہے بیچ میں ایک اور پیچ کھیلتا ہے کہ جب بچارا کسان دو چار روپیہ اتارتا ہے تو اسکو دو روپیہ قرض دے کر بارہ کے بارہ پھر اپنے قائم کرتا ہے بس یہاں کسان کم بختی کا مارا ایسی مشکلوں میں پھنس جاتا ہے کہ مہاجن کے پھندے سے نکلنے کی امید نہیں رہتی۔ گورنمنٹ کی قحط سالی کی رپورٹ کمیشن سے معلوم ہوتا ہے کہ دو تہائی کاشتکار مہاجنوں کے قرضدار ہیں مہاجنوں کی دستاویزات کے بوجھ کے نیچے ایک تہائی کسان ایسے دبے رہتے ہیں کہ وہ کسی طرح قرض کی دلدل سے نکل کر اپنے پاؤں کے بل سے چل نہیں سکتے۔ کسان کا نام جہاں مہاجن کے بہی کھاتہ کی ٹیڑھی بیڑھی لکیروں میں لکھا گیا وہ پتھر کی لکیر بن گیا۔ پھر مٹائے سے نہیں مٹ سکتا۔ کیری صاحب جو محکمہ زراعت بنگال کے اول بانی تھے وہ لکھتے ہیں کہ کل ملک بنگال میں یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہوتا ہے اگر کوئی کسان اپنے کھیت کو دیکھ کر خوش ہو کہ اس کا اس سال پیداوار میرے گھر آئیگا اور اسمیں کسی طرح سے کوئی مہاجن شریک نہیں ہوگا کہ کوئی حصہ اسکے پاس جائے یہ ایک عام رواج ہے کہ اکثر کسان قرضدار ہوتے ہیں اور اپنے کھیت میں بیج بھی قرض لیکر بوتے ہیں وہ اپنے قرض خواہوں کے مزدور بنکر کھیت میں کام کرتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ان کو چالیس فیصدی اور کبھی کبھی پچاس فیصدی سود دینا پڑتا ہے

ہر ضلع میں بہت سی مثالیں ایسی بھی موجود ہوتی ہیں کہ کسان پہلے اس سے کہ کھیت کی مٹی کو انگلی لگائے دو سال کی پیداوار کو رہن رکھ دیتا ہے۔ پہلے زمانہ میں ہندوستان کے بعض حصوں میں زمین کی مالک گورنمنٹ ہوتی تھی اسواسطے کسان اپنی حقیت زمین کو رہن نہیں کرسکتے تھے مثلاً بندیل کھنڈ کا یہ حال تھا کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنی نیک نیتی سے زمینداروں کو حقوق زمینداری عطا کیے۔ زمینداروں نے ان حقوق جدیدہ سے کوئی خود فائدہ اٹھاکر اپنی آسودہ حالی کو نہیں بڑھایا بلکہ اُن کو رہن رکھ کر اپنے تئیں قرضدار بنایا۔ مارواڑیوں نے اُن حقوق کو گرو رکھ کر روپیہ بڑی خوشی خوشی قرض دیدیا۔ جب قحط پڑا زمینداروں سے سود ادا نہیں ہوا۔ مارواڑیوں نے دھڑا دھڑ ڈگریوں میں زمینداری کو نیلام کراکر خرید لیا۔ اس طرح بہت سی اصل زمینداری زمینداروں کے ہاتھ سے نکل کر مارواڑیوں کے ہاتھ میں آگئی۔ اب یہ مارواڑی کسانوں کو فقط اتنا کھانے کو دیتے ہیں کہ وہ بھوکے نہ مرجاویں۔ ان میں پوست و استخوان غلاموں کی طرح خدمت کرنے کے لئے باقی رہے۔

کسانوں کو تو اپنے قرضدار ہونے کے لئے یہ عذر ہے کہ ہماری آمدنی غیر محقق ہے اور وہ موسموں کی موافقت پر موقوف ہے مگر جن آدمیوں کی آمدنی مقرر و معین ہے اُن کا حال بھی یہی ہے کہ قرضدار ہونے کے لئے تیار بیٹھے رہتے ہیں۔

اخبار انڈین مرر میں ایک دفعہ لکھا تھا کہ ہندوستان کے کاشتکار تو بھولے بھالے مشہور ہیں لیکن فقط انہیں کا یہ حال نہیں بلکہ کل ہندوستانیوں کا یہ حال ہے کہ عقل دوراندیش اُن کے پاس ہوکے نہیں پھٹکی خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ ہر ایک شادی و مرگ کی رسوم ادا کرنے میں اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اور اکثر قرضدار اُن میں ہوجاتے ہیں۔

ایک اخبار میں لکھا تھا کہ مندراس گورنمنٹ کے ملازموں میں سے تیرہ سو کلارک ہیں جنکی تنخواہ قرضہ کی بابت وضع ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ اخبار کا بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ جب ملازمان سرکاری کی تنخواہ قرق ہوکے قرض میں

Marfat.com

وضع ہونے لگا تو ہر آفس میں اس قدر تعداد تھی کہ گورنمنٹ نے آخر کو ملازموں کے قرض کی بابت ایسا قانون بنایا کہ وہ ان کو قرض لینے سے روکے۔

(۳) قرض لینے کے اسباب۔

ہندوستان میں اکثر آدمیوں کی سمجھ بچوں کی سی ہے دُور اندیشی اور مآل اندیشی اُن میں نہیں ہوتی اگر آج ان کے پاس کھانے کو ہے تو یہ فکر کچھ نہیں ہے کہ اگر کل کے واسطے آج سامان نہ کرینگے تو مصیبت سر پر آئیگی۔ آج کی فضولی کل کم بختی لائیگی۔ عاقل کو آیندہ کا خیال ہمیشہ رہتا ہے اور اُسکے واسطے وہ سامان تیار رکھتا ہے۔ سمتھ صاحب کا مقولہ ہے کہ بنی آدم دو قسم کے ہیں ایک وہ جو قرض لیتے ہیں دوسرے وہ جو قرض دیتے ہیں ایک وہ جو تباہ ہوتے ہیں دوسرے وہ جو تباہ کرتے ہیں ایک وہ جو جوڑتے ہیں دوسرے وہ جو اڑاتے ہیں ایک مآل اندیش دوسرے ناعاقبت اندیش۔ ایک کفایت شعار جز رس دوسرے مُسرف فضول خرچ۔ ایک روپیہ رکھنے والے۔ قرضدار ہونا کچھ تنگی معاش پر موقوف نہیں ایک ہی دفتر میں دیکھتے ہیں کہ دس روپیہ مہینے کا محرر کسی کا قرضدار نہیں مگر سو روپیہ مہینہ کا سرشتہ دار اور آٹھ سو روپیہ ماہوار کا سب جج بڑا قرضدار ہے ایک قرضداری تو مجبوری کی ہوتی ہے جیسے کہ قحط پڑ گیا۔ یا ایک شخص کی آمدنی پر سارے کنبے کے خرچ کا مدار تھا وہ مرگیا۔ یا کوئی اور ایسی عزت کی بات آن پڑی کہ اُس میں خرچ ضرور ہوا مگر ہم وہ قرض کے اسباب لکھتے ہیں جو آدمیوں کے خود اختیار میں ہیں اگرچہ انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے قصوروں کو اوروں کے ذمہ لگاتا ہے مگر اس کو خود چاہئیے کہ اپنے افعال کو دیکھے اور اُن کی اصلاح کرے۔

پہلا سبب جو قرضداری کا مشہور و معروف ہے وہ شادی بیاہ اور مرنے کی رسوم کا خرچ ہے جنکے باب میں بہت سی سبھاؤں میں تجویزیں پیش ہو چکی ہیں اور جا بجا اسکی انسداد کے باب میں انتظام ہوتے ہیں مگر اب تک کوئی نتیجہ اس کا معتدبہ نظر نہیں آیا۔ انہی شادی کے خرچوں نے دختر کشی کی رسم کو جاری کیا جسکے سبب سے برٹش گورنمنٹ کو اسکے انسداد کا اہتمام کرنا پڑا۔ پنجاب کے بعض اضلاع میں جو کوئی بوڑھا بڑا مر جاتا ہے تو اُس کے مرنے

Marfat.com

میں پانچ سو روپیہ کے قریب خرچ ہوتے ہیں بمبئی احاطہ کے کنارہ وں کے اضلاع میں شادی کے خرچوں کے لئے جب زمین بک جاتی ہے تو مالک زمین خود اپنے تئیں بیچ ڈالتے ہیں ہندوؤں کے یہاں سارا کنبا ملکر ایک جگہ اکثر رہتا ہی۔ اس لئے کوئی نہ کوئی شادی یا بیاہ یا عزا درپیش رہتا ہی۔ اب ان میں خرچ ہر ایک رکن خاندان کی حیثیت کے موافق نہیں ہوتا بلکہ کل خاندان کی حیثیت مجموعی کے موافق۔ اس سبب سے بہت کچھ خرچ ہوتا ہے۔

تعلیم یافتہ آدمی ان سب رسموں کی پابندی کی خرابی سے خوب واقف ہیں وہ بیچارے تحریروں کے طومار لکھتے ہیں اور تقریریں کرکے زبان تھکاتے ہیں مگر کوئی ان کی نہیں سنتا اور وہ خود بھی ایسے مجبور ہیں کہ ان کو وہی کرنا پڑتا ہے جو اور ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں ابھی ایسے بہادر نہیں ہوئے کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ بیوقوف ہم کو جو چاہیں کہا کریں ہم دانائی کی پابندی سے کام کریں قومی غلامی سے آزادی مشکل ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ سیکڑوں اور ہزاروں روپیہ مفت خور برہمنوں کو کھلانا پڑتا ہے دعوتوں کے تکلفات میں ناچ رنگوں میں آرایشوں میں۔ آتش بازیوں میں کمین قوم کے انعاموں میں بہت برباد ہوتا ہے مگر ان کو یہ سب کچھ بہ مجبوری اسواسطے کرنا پڑتا ہے کہ برادری میں ناک نہ کٹ جائے اور پھر کوئی ہم کو شوم سمجھکر صبح کو نام نہ لے۔ یہی روپیہ جو اولاد کی شادی میں ماباپ خرچ کرتے ہیں اگر ان کو یونہیں دیدیں تو اس سرمایہ سے وہ اپنی زندگی بخیر و خوبی بسر کر سکتے ہیں جیسے کھیت کے لئے پہلے بیجوں کا ہونا ضروری ہے ایسے ہی ہر کام کے شروع کرنے کے واسطے سرمایہ ضرور ہے۔ پس اس سرمایہ کے فائدہ پر نظر کرنی چاہیے کہ کس قدر ہوتا ہے مثلاً پانچ برس کے لڑکے کی شادی میں ایک ہزار روپیہ خرچ کیا جائے اگر اس وقت سے یہ روپیہ لوٹ کے سود پر چلایا جائے تو آخر عمر میں اس کی ایک سرمایہ کثیر ہوجائے پس شادی میں روپیہ ہی نہیں برباد ہوتا بلکہ یہ سود اور نفع بھی اسکے ساتھ برباد ہوتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ بہت روپیہ زیوروں میں خرچ کیا جاتا ہے سیونگس بنک میں نہیں جمع کیا جاتا۔ زیور کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر ملکوں سے

کروڑوں روپیہ کا سونا ہندوستان میں آتا ہے جسمیں سے ایک سکہ بھی نہیں بنایا جاتا
وہ سارا زیوروں میں کھپ جاتا ہے ۱۸۸۱ء سے اب تک سونا چاندی چار سو پچاس کروڑ
روپیہ کا غیر ملکوں سے ہندوستان میں آیا ہے پانچ برس میں ۱۸۵۹ء تک ساڑھے بائیس
کروڑ روپیہ کا سونا صرف زیورات میں خرچ ہوا۔ یہاں بالکل اسکا خیال نہیں ہے کہ ہم ایسی
کتنی دولت یوں آگ میں پگلاتے اور گلاتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ ان زیوروں کی بنوائی
میں ہماری کتنی دولت برباد جاتی ہے۔ مردم شماری ۱۸۸۱ء سے معلوم ہوا کہ ہندوستان
میں چار لاکھ ایک ہزار پانچ سو بیاسی سنار ہیں اور لوہار تین لاکھ چوراسی ہزار نو سو آٹھ
اگر ہر سنار کی مزدوری چھ روپیہ ماہوار قرار دی جائے تو صرف زیور کی بنوائی میں دو
کروڑ نواسی لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ اب اگر یہی سنار لوہار ہو جائیں اور
لوہے کی فائدہ مند چیزیں مثل ہل وغیرہ کی بنائیں تو کتنا فائدہ ہو۔ ہم کوئی نہیں سمجھتا
کہ دو کروڑ نواسی لاکھ روپیہ محض بے فائدہ چاندی سونے کے گلوانے میں خرچ کرتے ہیں
اگر سرمایہ کو سودی چلائیں تو کتنا فائدہ حاصل ہو۔ زیور کو تو سودی نہیں چلا سکتے
دو سو کروڑ روپیہ سے کم روپیہ ان زیوروں میں لگا ہوا اور گھروں میں خرچ کیا ہوا نہ ہوگا
اگر بارہ روپیہ سیکڑہ سود پر چلایا جائے تو چوبیس کروڑ روپیہ کی آمدنی ہو جو کچھ ہی
کل ہندوستان کی زمین کی مالگذاری سے کم ہو۔ ہندوستان سونے کی قبر مشہور ہے
جہاں سونا اس میں آیا معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔

انگلستان میں کیا خوب قاعدہ ہے کہ سونے کا زیور نہیں بنایا جاتا۔ سونے کے
سکے ڈھالے جاتے ہیں ابھی جو ہندوستان میں ریل بنائی گئی ہے اور ایک سو ساٹھ
کروڑ روپیہ انگلستان والوں نے اسکے بنانے کے واسطے دیدیا اگر
ہندوستانی اپنے زیوروں کو بیچ کر دیدیتے تو پانچ روپیہ سیکڑہ سود تو کہیں گیا
ہی نہ تھا اور اس کے سوا اور کروڑوں روپیہ کا فائدہ تھا۔ اگر دو شخصوں پاس
سو سو روپیہ ہوں ایک تو سیونگس بنک میں رکھے تو وہ پونے چار روپیہ سیکڑہ
سود کے سالانہ پاویگا کچھ خوف روپیہ جانے کا نہیں ہوگا۔

Marfat.com

دوسرا بیوی کے واسطے سو روپیہ ...
وہ چوری کا اندیشہ ساتھ لگائے گا ...
کے سبب سے گروی اُسکو رکھیگا تو بارہ روپیہ ...
وہ نو آدمیوں کی حالت کو دیکھ لو کہ کیا ہوگی۔ ایک ...
کردیگا۔ دوسرے پاس سو لے یا ڈیوڑھی ہو جائیں ...
مناسب طور سے کام میں لایا جاوے تو وہ ایسا ہی ...
بیجوں کو۔

تیسرا سبب اسراف اور اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کرنا۔ ایک شخص ...
مستقیم دی ہے وہ اپنی حیثیت کے موافق بود و باش کریگا ...
کریگا کہ جس سے وہ زیادہ دولت مند معلوم ہو۔ دیانتداری سے جو مقدور اسکو
ہوگا اُس کے موافق رہیگا۔ وہ بے دیانتی سے اوروں کی دولت لے کر اپنی دولت مندی
کی شان نہیں دکھائیگا۔ اپنی آمدنی سے زیادہ وہ کوئی خرچ نہیں رکھیگا کیونکہ ایسا
خرچ رکھنا بے دیانتی اور اوروں کی جیب کترنی ہے۔ ہم ... حال ... آدمیوں کا جو بڑے بڑے شہروں میں رہتے ہیں دیکھتے ہیں ... کو وہ
سادہ طریقہ جو باپ دادا کا تھا پسند نہیں ہے۔ وہ اپنے ... سمجھتے ہیں کہ ہم نمود اور شان کے خرچ رکھیں پس اس ظاہری حیثیت ...
کو قرضدار ہو جاتے ہیں اور اُن سے پھر دوست لیے بھاگے ...

(۴) قرض کی برائیاں۔

پہلی برائی روپیہ کا ضائع ہونا ۱۸۸۱ء کے مردم شماری ...
کہ کل ہندوستان میں قرض دینے والے مہاجن ...
ہزاروں ہوں گے جنھوں نے اپنے تئیں چھپایا ہوگا ...
سود کا روپیہ ان کو کیا کچھ دیا جاتا ہوگا۔ زیور ... اکثر ...
روپیہ سیکڑہ تک ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب ...

Marfat.com

[illegible] دیا جاتا ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ قدیمی شرح سود [illegible] کی ہے اسکے موافق چھوٹے چھوٹے مسکوں پر سود لیا جاتا ہے [illegible] کے پاس کوئی چیز گروی رکھنے کی نہیں ہوتی اُن کو ایک آنہ روپیہ [illegible] پر قرض دیا جاتا ہے۔ سود میں اس طرح کروڑوں روپیہ کا نقصان ہوتا ہے [illegible] نقصان یہ ہے کہ کسانوں کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے سست مریل کاہل ہو جاتے ہیں اپنی زمین کی پیداوار بڑھانے کی قابلیت جاتی رہتی ہے۔ نہ آلات زراعت کی اصلاح کر سکتے۔ نہ زمین کی حیثیت بڑھانے کی جستجو کر سکتے۔

دوسری برائی بے عزتی و ذلت۔ ایک شخص اپنی عرق فشانی سے خواہ کچھ ہی پیدا کرے وہ سب کے سامنے آنکھیں کر سکتا ہے۔ کسی سے نہیں چھپتا۔ اس لئے کہ کسی سے وہ قرض کا شرمندہ نہیں ہے لیکن جو قرضدار ہیں وہ قرضخواہوں سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں ڈگریوں کے مارے وہاں اور وہاں سے یہاں چھپتے پھرتے ہیں مسجد و مندر میں بھی تو وہ پناہ نہیں پا سکتے جیلخانہ میں انکا پانوں ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو قرض لے کر اپنے مکانوں اور سواری کی آرائش اور زیبائش کرتے ہیں وہ اسباب ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ شادی بیاہوں میں مانگے کے اسباب سے مکانوں کو سجاتے ہیں کچھ سامان اسباب قرضخواہوں کا ہوتا ہے۔ اگر قرض خواہ بازار میں قرضدار کو روک کر کھڑا ہو جائے تو وہ مجرم نہیں ہوتا۔ اگر وہ گالیاں دے تو ہتک عزت کی نالش اُس پر نہیں ہوتی۔ لکھنؤ میں سنا گیا کہ ایک زمانہ میں وثیقہ داروں پر اتنی ڈگریاں جاری تھیں کہ اتوار ہی کو انکا دروازہ کھلتا تھا ورنہ عدالت کے چپراسی کے خوف کے مارے دروازوں کی زنجیروں میں دو دو تین تین قفل پڑے رہتے ہیں۔ جب آدمی کی زندگی کا مدار اوروں کے دسترخوان پر ہو تو پھر زندگی کیا ہے۔ دولتمند کی خوشامد کرنی یا جی بن سے اپنے اوپر رحم دلانا کیا عزت ہے بے کسی ہے اپنی ایسی خواہشوں کا غلام ہونا جو پوری [illegible] آزادی کھونا ہے اور مصیبت کو سر پر لینا ہے۔

[illegible] جھوٹ بولنا۔ مثل مشہور ہے کہ قرض کی پیٹھ پر جھوٹ سوار رہتا ہے

Marfat.com

یہ بات دشوار ہے کہ جو شخص قرضدار ہو وہ سچ بولے۔ اگر یہ ہوتا ہے کہ ...
قرض دوسرے شخص سے قرض لے کر چکاتا ہے اور یوں اپنی ساکھ بناتا ہے ...
جو ادائے قرض وسود کے وہ کرتا ہے ان سب کو پورا نہیں کر سکتا بہت سے وعدے
اسکے جھوٹے ہوتے ہیں یہ ناممکن نہیں ہے مگر بہت مشکل ہے کہ قرض وعدہ پر پورا
ادا ہو۔

چوتھی برائی۔ قرض عمر بھر کی غلامی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے کہ
قرضخواہ کا غلام قرضدار ہوتا ہے یہاں کے آدمیوں میں ایسی کم سمجھ ہے کہ وہ سود کے
حسابوں کو سمجھتے نہیں وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ جب مہاجن کی کھاتہ میں ہمارا نام قرضدار
میں لکھا جائیگا تو پھر نہایت مشکل ہوگا کہ وہ اس سے خارج ہو اپنے فائدے کے واسطے
ہمیشہ اُن کو اپنا قرضدار بنانے میں مہاجن کوشش کریگا وہ رعیت کی فصلوں کی پیداوار
کا تخمینہ کر چکے اُن کی حیثیت خود ٹھیراتا ہے وہ ان کو فقط اتنا دیدیتا ہے کہ وہ اس کی
غلامی کرنے کے واسطے زندہ رہیں مثل مشہور ہے کہ قرض شوہر مرداں۔

پانچویں برائی بے دیانتی۔ جس قرض کے ادا کرنے کی امید نہ ہو اسکا لینا بے دیانتی
اور بے ایمانی میں داخل ہے وہ ایک قسم کی ٹھگی ہے۔ یہ ایک اور تماشہ ہے کہ قرضخواہ کے
بغیر مرضی کے قرض ایسے آدمی لے لیتے ہیں کسی مہاجن یا مالدار کے ملازم گماشتے منیب
ہوئے۔ مالک کا روپیہ لے کر اپنے تصرف میں لائے۔ جب کبھی مدتوں میں حساب ہوا تو
جو کچھ اپنے ذمے روپیہ نکلا اس کا تمسک لکھ دیا۔ بعض آدمیوں کی نیت میں قرض
لینے کے وقت ایسا ہوتا ہے کہ ہم قیامت کے وعدہ پر لیتے ہیں اسے قیامت کے
دن ادا کرینگے کبھی قرض لے کر ادا نہیں کرتے۔ غرض وہ اس قرض کو بھی آمدنی کے
صیغہ میں گنا کرتے ہیں اور قرضخواہوں کو ملازم جانتے ہیں جو ماہوار سود ہوتا ہے اسکو
کہا کرتے ہیں کہ مہاجن ہمارے اتنے روپئے ماہوار کا نوکر ہے۔

چھٹے برائی خاندان پر مصیبت۔ جو مصیبت کہ قرضدار پر ہوتی ہے وہی اس کے
سارے کنبے پر۔ اسکے قرض کے سبب سے کنبے کے سارے آدمیوں کے ...

Marfat.com

ہوئے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب ٹو ڈوبی اب ڈوبی - اسکا بعض دفعہ جب جا ب ایسا
واد نکلتا ہے کہ گھر میں جھاڑو دینے کے لئے تنکا نہیں ہتا اور سارا کنبا فقیر محتاج ہوکر بھیک
مانگنے لگتا ہے ایک شخص جو خاندان کا سرپرست ہے اسکی فضول خرچی بڑے بڑے دولتمندوں
کے خاندان سے بھیک منگواتی ہے یہ جو بُرائیاں ہم نے بیان کیں وہ لوگ جو قرض لینے
کی عادت رکھتے ہیں کب کان لگاکے سُنتے ہیں اور اگر سُنیں بھی تو ایک دیوانہ کی بڑ یا بکواس
جانینگے خواہ وہ سُنیں یا نہ سُنیں مگر - بر رسولاں بلاغ باشد وبس -

(۵) قرض سے نجات - جیسے پہاڑ پر سے پتھر کا لڑکانا آسان اور چڑھانا مشکل ہے -
ایسے قرض کا لینا آسان اور چکانا مشکل - فقط قرضدار کا یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی
اصلاح نہیں کر سکتا - کچھ فائدہ نہیں دیتا - اگر ایسا افسوس وہ سو برس تک کھایا کرے تو ایک کوڑی
قرض کی ادا نہیں ہوسکتی - مگر کمر ہمت چست کرے اور ہمت مرداں اور مدد خدا پر عمل کرکے
قرض اُتارنے میں کوشش کرے سختی اُٹھائے اور ان قواعد پر عمل کرے تو ضرور اس کا صلہ
پائے وہ قواعد یہ ہیں -

اوّل - اپنی آمد و خرچ کا حساب کوڑی کوڑی کا رکھے - ملازمت کے حالات میں تو بالکل ٹھیک
آمدنی معلوم ہوسکتی ہی کیونکہ وہ معین و مقرر ہوتی ہے - تجارت اور زراعت میں وہ اوسط لگا
لینے سے تخمیناً اور تقریباً تحقیق ہوسکتی ہے بعض آدمی ایسے عقل کے اندھے ہوتے ہیں کہ وہ
اپنی آمدنی کا تخمینہ اندھا دھند کرتے ہیں اور اسکے موافق خرچ کرنا شروع کردیتے ہیں جس سے
وہ اور قرض کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں بعض آدمی قرض پر قرض لئے چلے
جاتے ہیں اس کے حساب کو دیکھتے نہیں کہ کیا دینا ہوگیا ہے - ان کو چاہئے کہ وہ قرض کا
تخمینہ کریں حساب کی کتاب تاریخ وار رکھا دیں - جس سے وہ قرض کے چڑھنے اور اترنے
کا حال جان سکیں دل ہی دل میں قرض کا حساب نہیں ہوسکتا - اگر کسی آدمی کو بہت سے
آدمیوں کا قرض دینا ہو تو اول قرض وہ اس آدمی کا چکائے جو تقاضوں کے مارے جان کھا رہا ہو
دوم - خرچ کا انتظام ایسا رکھے کہ جس سے فقط قرض کا سود ہی ادا نہ ہو بلکہ کچھ
اصل میں بھی مجرا ہو - اس قاعدہ کی تعمیل بھلا مسرفوں سے کب ہوسکتی ہے مگر اسکے سواء

Marfat.com

قرض اُتارنے کا کوئی طریق بھی نہیں ہے ــــ
اُٹھائیگا۔ اُتنا ہی وہ مسرور ہوگا۔ تلنگو زبان کی ضـ
جب ہی مزہ آتا ہے کہ وہ آدھا رہ ندلی گئی ہوں۔ اگر ایک ...
جسکی طغیانی سے ڈوب جانے کا اندیشہ ہو تو کیا اس پانی کے اترنے سے ...
خوش ہوگا بس یہی حال قرض کے اُترنے کا ہے۔ جس شخص کا خرچ آمد سے ...
وہ ضرور آخر میں تنگ خرچ ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ وہ پہلے ہی سے ...
پورا کرنے میں احتراز کرے تاکہ آ... بلا میں نہ مبتلا ہو
ادا ہونا ادا دین کے لئے کافی نہیں ... سود کا روپیہ اصل کی برابر کیا بلکہ اس سے
کچھ زیادہ دیا جائیگا۔ اور قرض بدستور رہے گا۔ اور اگر اصل میں کچھ ادا کیا جائے گا
تو آخر کو اصل صفر ہو جائیگی۔ مثلاً ایک شخص کی آمدنی تیس روپیہ ماہوار کی ہو اور وہ روپیہ
سیکڑہ ماہوار سود پر دوسو روپیہ قرض لے تو اب اس کو ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ چھبیس
روپیہ ماہوار خرچ ہو اور دو روپیہ ماہوار سود اور دو روپیہ ماہوار اصل میں دئے جائیں
تو قرض چھ برس میں بالکل اُتر جائیگا اور ۹۲ روپیہ سود کے دینے پڑینگے اور اگر اصل
نہ ادا ہوگی تو اس عرصہ میں ایک سو چوالیس روپیہ سود کے دینے پڑینگے اور قرض سابق
بدستور رہے گا۔ اگر چھ روپیہ ماہوار کا انتظام کریگا تو چار برس میں قرض ادا ہوگا اور
۵۸ روپیہ سود کے دینے پڑینگے۔

سوم۔ زیور اور کسی چیز کو کبھی گرو نہ رکھو۔ عورتوں کو زیور جان کی برابر عزیز ہوتا
ہے۔ اس کے گرو ہونے کا رنج ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بچے کو چیچک نکل آنے کا اور
اسکے بک جانے کا افسوس ایسا ہوتا ہے جیسے بچے کے مرجانے کا۔ مگر یہ صرف
اُن کی جہالت ہے ان کو جو خیال ہے کہ زیور گرو رہے گا تو خاوند کبھی نہ کبھی چھڑا
دیگا۔ اگر بک جائیگا تو پھر وہ نہ بنے گا نہ ہمکو پہننا میسر ہوگا۔ ان کی اس بے وقوفی کو دور
کرنے کے لئے خاوند کو سمجھانا چاہیے کہ زیور کے گرو رکھنے میں جو نقصان ہے وہ اس کے
سمجھنے میں نہیں ہے یقین ہے کہ جو عورتیں نیک بخت اور خاوند کو راضی رکھنا چاہتی ہیں

Marfat.com

[illegible] بہت سے آدمی جائداد اور زیور کے بیچنے کو بے عزتی سمجھتے ہیں اس لئے [illegible] لیتے ہیں اور ایک ایک کے پانچ پانچ بھرتے ہیں۔ جائداد زرعی میں یہ بڑا [illegible] ہوتا ہے کہ [illegible] رقیبوں کے پاس چلا جائیگا۔ اس لئے سود دینے کی پروا نہیں کرتے وہ اسکے ایک حصہ کو فروخت کرکے اصل مع سود چکا دینے کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں کہ پہلے [illegible] بیس بسوے گانو کے تھے اب پندرہ رہ گئے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیسوں بسوے سود [illegible] رقیبوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔

[illegible] آمدنی کا حسن انتظام۔ ہر آدمی کو [illegible] ہئے کہ وہ اپنی آمد و خرچ کا بجٹ یعنی تخمینہ بنائے خرچ کی مدات قائم کرے۔ خوراک۔ پوشاک۔ کرایہ مکان۔ ٹیکس گھر میں جو اور چیزیں کام میں آتی ہیں۔ تعلیم۔ خیرات۔ خرچ متفرقات۔ بجٹ کے ہر مہینے کے اندر ہر مد کو نہایت احتیاط سے دیکھے اور اُسکے واسطے رقم مقرر کرے۔

خرچ متفرقات۔ ہر مہینے میں چھوٹے چھوٹے خرچ غیر معمولی پیش آتے رہتے ہیں۔ جیسا مہمانوں کا گھر آنا۔ اسباب کی مرمت۔ ان باتوں کو پہلے سے خیال کرکے خرچ متفرقات میں رقم قائم کرنی چاہیئے۔ مشہور مثل ہے کہ اگر پیسوں کی خبرداری تم کرو تو روپئے اپنی آپ خبرداری کریں گے منتظم و غیر منتظم میں یہی فرق ہوتا ہے کہ منتظم غیر معمولی خرچوں کا بندوبست پہلے سے کرتا ہے اور غیر منتظم کو اُسکا خیال نہیں ہوتا۔ منتظم پانچ روپیہ بچاکر جمع کرتا ہے غیر منتظم بجائے بچانے کے پانچ روپیہ سود کے دیتا ہے۔ یوں دگنا نقصان اُٹھاتا ہے۔

آدمی پر پہلے ادائے [illegible] فرض عین ہے۔ بعد اس کے جوڑنا۔ اس امر کا فیصلہ کہ آمد و خرچ میں کیا نسبت رکھی جائے وہ آدمیوں کی مختلف حالتوں پر موقوف ہے۔ جن جوان آدمی کے آگے دو بچے ہوں وہ ایک تہائی روپیہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اور اپنی ضعیفی اور بیماری کی حالت کے لئے بچائے۔ جب کنبا زیادہ ہو تو بچت کم کرے مگر خرچ کو آمد سے نہ بڑھائے۔

آجکل بچت کا روپیہ سیونگس بنک میں خوب حفاظت سے رہتا ہے اور سود بھی کوئی چار روپیہ خاصہ ملتا ہے۔

پانچواں قاعدہ۔ خرچ کا حساب لکھنا۔ ایک حکیم کی رائے ہے کہ انسان کے لئے کوئی چیز

Marfat.com

اپنے مقدور سے زیادہ کام کے روکنے کے لئے ایسے ہی بے ... حساب کا زیر نگاہ رکھنا۔ بعض آدمی یہ عذر کیا کرتے ہیں کہ ہم کو حساب رکھنے کی فرصت ... یہ کہنا اُن کا کہ فرصت نہیں غلط ہے۔ مگر یہ کہنا درست ہے کہ ارادہ نہیں فرصت تو بہت ہے مگر ارادہ نہیں ہوتا۔

بہت سے غریب آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آمد و خرچ کیا ہے جسکا حساب رکھیں اپنا روز کما وہی کھانا۔ یہ اُنکی بڑی غلطی ہے۔ غریبوں ہی کو حساب رکھنے کی بڑی ضرورت ہے اور کوڑی کوڑی بچانے کی حاجت ہے۔ ایک غریب شخص بارہ برس کی عمر سے دو ڑھی روز کا تمباکو پینا شروع کرے اور ستر برس کا ہو کر مرے تو اُس نے بیاسی روپے تیرہ آنے اپنے آگ میں پھونکے۔ اگر وہ تمباکو نہ پیتا اور زمین مول لیتا تو خاصا ایک کھیت چھوڑ جاتا پان میں اس سے بھی زیادہ بچت ہوتی ہے۔ غریب آدمی اپنے پیچھے ذرا ذرا سے خرچ ایسے بہت لگا لیتے ہیں کہ اگر وہ خرچ نہ کرتے اور اُن کو جوڑتے تو بہت کچھ بچا لیتے اور اُن خرچ نہ کرنے سے اُن کا حرج بھی کچھ نہ ہوتا۔

چھٹا — قاعدہ۔ سب چیزوں کی قیمت نقد دو۔ جن لوگوں کو اشیا قرض خریدنے کی عادت ہو جاتی ہے وہ بڑے زیر بار ہوتے ہیں اشیاء کو دیکھ کر ان کے خریدنے کی خواہش ہوتی ہے مگر وہ روپیہ کے پاس نہ ہونے کی وجہ سے وہ خرید نہیں سکتے اور ایسی عقل نہیں رکھتے کہ دل کو مار کے چپکے ہو رہیں وہ قرض خرید لیتے ہیں سوا اس کے مٹھی میں سے روپیہ دینے سے دل دکھتا ہے اور سوپس و پیش ہوتے ہیں قرض آنکھیں بند کر کے لے لیتے ہیں۔ جب دکانداروں سے قرض کا حساب ہو جاتا ہے تو وہ جیسی جنس چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں جو چاہتے ہیں وہ قیمت لگاتے ہیں۔ نقد چیز سوچ کر تلاش کر کے ارزاں جہاں تہاں ہاتھ لگتی ہے مول لیتے ہیں۔ نقد و قرض کی قیمتوں میں کم از کم دس فیصدی کا فرق ہوتا ہے۔

ساتواں قاعدہ۔ اشیاء کی عمدگی اور قیمت دونوں پر توجہ چاہئے۔ ارزاں بعلت گراں بحکمت کو خیال میں رکھنا چاہئے۔ ایک جوتہ دو روپیہ کا جو برس روز ...

Marfat.com

[ر]س [دو]پ[ہ] روپیہ کے جوتے سے سستا ہوتا ہے جو چھ مہینے چلے ایک مکان
سے کرایہ کا ایسی جگہ جہاں بیماری رہتی ہو اس مہنگے مکان سے جو اچھی جگہ
پر ہو گراں ہوتا ہے۔

آٹھواں قاعدہ۔ نیلام میں نہ جاؤ۔ دکانوں پر نہ پھرو۔ جب نیلام میں آدمی جاتے ہیں تو بہت سی چیزیں بے ضرورتا یہ سمجھ کر خرید کر لیتے ہیں کہ ارزاں ہیں۔ یہی حال دکانوں پر پھرنے کا ہے۔ جب کسی چیز کے خریدنے کو دل للچائے تو سوچنا چاہیئے کہ بغیر اس کے بھی ہمارا گذر ہو سکتا ہے تو خریدنے کی ضرورت نہیں۔ سقراط نے جب ایتھنز میں بہت سی اچھی اچھی چیزوں کو دیکھا تو کہا کہ یہاں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو مجھے درکار نہیں اس ضرب المثل کو خوب یاد رکھو۔ جو شخص بے ضرورت چیزوں کو خریدتا ہے وہ آخر کو ضرورت کی چیزوں کے خریدنے کے لئے محتاج ہو جاتا ہے۔

نواں قاعدہ۔ نشہ بازی اور تمباکو میں روپیہ نہ خرچ کرو۔ قدیم یونانیوں کی ضرب المثل ہے کہ پانی سب سے بہتر ہے۔ ہندوستان میں بہت سی قومیں صدہا برس سے ایسی چلی آتی ہیں کہ وہ شراب کا نام بھی زبان پر نہیں لیتیں مگر اب شراب پینے کا رواج زیادہ ہوتا جاتا ہے خصوصاً نئی روشنی اور تعلیم یافتہ آدمیوں میں۔ شراب پینے سے تاوقت موت آتی ہے۔ خاندان کے خاندان خاک میں ملجاتے ہیں ہندوستانیوں کو چاہیے کہ وہ اس باب میں اپنے باپ دادا کی تقلید کریں۔ اگرچہ تمباکو ایسا مضر نہیں جیسی کہ شراب مگر اس میں بھی آخر ایک دولت کے حصے کو آگ لگتی ہے چند خاص صورتیں ایسی ہیں جنمیں تمباکو کچھ فائدہ مند ہوتا ہے۔ کم عمری میں اسکا پینا نہایت نقصان پہنچاتا ہے۔ کبھی اُسکا مزہ نہ چکھنا بہتر ہے۔ افیون سب سے بدتر غرض ہر نشہ آدمی کے حق میں زہر ہے۔

دسواں قاعدہ۔ کسی کی ضمانت نہ دو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد رکھو کہ جو شخص کسی غیر آدمی کی ضمانت دیگا تو رنج اٹھائیگا اور جو ضمانت سے نفرت کریگا وہ سلامت رہیگا۔

گیارہواں قاعدہ۔ نہیں کہنا یعنے انکار کرنا سیکھو انسان کی اطمینان خاطر اور آرام کیلئے ضرور ہے کہ وہ نہیں کہنا سیکھے یعنی انکار کرنا۔ بہت سے آدمی مروت و شرم کے مارے زبان سے نہیں نہیں نکال سکتے اُسی سے تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں جب کسی چیز کے خریدنے کو تمہارا دل کہے ور تم اُسکی قیمت نہیں ادا کر سکتے تو اسے کہو کہ نہیں۔ اگر قرض کی قسط ادا کرنی ہو دل کہے کہ اس مہینے میں ناغہ کرو تو کہو کہ نہیں۔ اگر بیوی بچے ایسے لباس کی یا کسی اور چیز کی فرمایش کریں جسکا مول لینا تمہارے مقدور سے باہر ہو تو کہو کہ نہیں۔ اگر کوئی دوست ناچ رنگ کی فرمایش کرے تو کہو کہ نہیں۔ غرض کسی قسم کی ترغیب بڑے کام کی ہو اُسپر یہی کہو کہ نہیں۔ جب کوئی کاہلی۔ خود نمائی۔ حماقت۔ بدعادتوں کی طرف ترغیب دے تو بہت جھنجھلا کر کہو کہ نہیں۔ ہندوستان میں بہت روپیہ جو برباد اور خراب ہوتا ہے اور قرض ہوتا ہے تو اسکا سبب یہ ہے کہ یہاں کے آدمی نہیں کرنا نہیں جانتے۔ جو آدمی خود ضابط نہیں ہوتے وہ روپیہ برباد کرکے اور نیک کاموں کے کرنے سے محروم رہتے ہیں۔

بارہواں قاعدہ۔ انگریزوں کی تقلید۔ آج کل جو یہ پکار ہو رہی ہے کہ ہائے افلاس کے مارے مرے جاتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے انگریزوں کی طرز بود و باش اختیار کرنی اپنے پیچھے لگائی ہے۔ اگر وہ اپنے باپ دادا کی طرح رہیں تو دولتمند ہو جائیں اور پھر اپنی مفلسی کو نہ روئیں۔ ہندوستانی سول سروس کا اسسٹنٹ کلکٹر اگر باپ دادا کی طرح رہے تو امیر ہے۔ اگر انگریزوں کی طرح رہے تو فقیر۔

انگریزی اسباب کی تجارت نے بہت فضول شوق ہندوستانیوں کے دلوں میں پیدا کر دئیے ہیں آجکل آدمی جتنے ان اپنے شوقوں سے قرضدار ہوتے ہیں اتنی اپنی پرانی رسوم شادی و مرگ کی فضول خرچی سے نہیں ہوتے۔ یہ تو کبھی کبھی ہوتے ہیں مگر وہ روز موجود ہیں۔

تیرھواں قاعدہ۔ محنتی ہونا ہر کام میں کامیابی کے لئے محنت شرط ہے حضرت سلیمان کا قول ہی کہ محنت کے ساتھ نفع ہے۔ سونے کو نہ پسند کرو شاید اُس سے مفلس ہو جاؤ۔ محنت کو خوش اسلوبی کے ساتھ کرو۔ وقت پر کام کرنا۔ وقت کا ٹھیک انتظام کرنا۔ محنت کرنا۔ یہ سب باتیں بڑے ضروری کام کی ہیں۔ پھر استقلال ضروری

سستی کی برابر کوئی آدمی کا تباہ کرنے والا نہیں۔ محنت کی اچھل کود بغیر محنت کچھ کام کی نہیں

(۲۶) قرض ادا کرنے کے فائدے ۔ ہمنے جو اوپر باتیں بتائی ہیں اُن سے ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ تم کنجوس مکھی چوس بنو اور سوا روپیہ جوڑنے کے اور سب خیال دل سے اُڑا دو۔ حریص طامع کی طرح عبدالزر ہو جاؤ کہ زر کو صنم بنا کے پوجا کیا کرو اور کبھی دولت سے پیٹ نہ بھرے اور مرنے کے بعد اپنی جمع کی ہوئی دولت مسرفوں کے اوڑانے کے لئے چھوڑ جاؤ۔ بلکہ فقط یہ بتلایا ہے کہ روپیہ کا بیجا اور بیجا استعمال کیسا ہوتا ہے قرض کے اُتار دینے کی برابر کوئی خوشی نہیں۔ قرض کا بوجھ جو سر پر چڑھا رہتا تھا وہ اُتر جاتا ہے۔ عدالت کے نام سے جو چہرہ فق ہوتا تھا قرض خواہ کی صورت سے جو چہرہ رنگ بدلتا تھا۔ قرض داری جو ایک غلامی کی حالت معلوم ہوتی تھی ان سب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ قرض خواہوں کے آگے سُرخروئی ہوتی ہے۔ آیندہ اعتبار بڑھتا ہے اگر پھر قرض کی ضرورت ہو تو کم سود پر آسانی سے مل سکتا ہے سوا اسکے قرض کی حالت میں آدمی کوئی خیرات وصدقہ نہیں دے سکتا۔ ادائے دین کے بعد وہ آزاد ہے سب بھلے کام کرسکتا ہے سچ یہ ہے کہ آدمی اگر اپنی خواہشہائے نفسانی اور تن پروری کا غلام نہ ہو تو وہ قرض دار نہیں ہوتا۔ نفس کو مارنا قرض لینے سے بہتر ہے ۔

اشعار

بہ ہمت تقاضائے گوشت مُردن بہ ✢ کہ تقاضائے زشت قصابان

نہیں غم نقد جاں گر ہاتھ سے جائے ✢ نہیں عطار سے لوں گا دوا قرض

القرض مقراض المحبت مشہور ہے وہ تجربہ سے بالکل سچ ثابت ہوئی ہے **شعر**

ولا ہے بھیک بیگانوں سے بہتر ✢ نہ مانگے آشنا سے آشنا قرض

اگر کوئی دوست قرض مانگے اور اُس کو صاف جواب دے دیں کہ ہم تم کو قرض نہیں دیتے تو محبت پہلے ہی بغیر قرض کے ختم ہو جاتی ہے اگر قرض دے دیا دوستانے اسکے ادا میں دیر کی اور جو تقاضا کیا اُس کو گالی سے زیادہ ناگوار گذرتا ہے جس آدمی کی طبیعت میں ناد ہندی نہ ہو اُس پر جو تقاضا کیا جاتا ہے تو اُسے بہت ناگوار ہوتا ہے اور غصہ آتا ہے

Marfat.com

تقاضا کرنے والے پر نہیں بلکہ اس بات پر کہ میرے پاس روپیہ [illegible]
کر دیتا نادہندوں کے یہاں بھی تقاضا نہیں ہوتا۔ دو دوستوں میں [illegible]
میں رنجش ہو جاتی ہے +

باب نہم 9

دولت و خیرات

(۱) جو کچھ روپیہ خرچ کیا۔ وہ کبھی ہمارے پاس تھا۔
جو کچھ دیدیا ہے ۔ وہ ہمارے پاس ہے۔
جو چھوڑ گئے ۔ وہ کھو گئے ۔

(۲) خود نما آدمی کا مذہب یہ ہے کہ روپیہ پیدا کرو اور اس کے زیور پہنو۔
فیاض کا مذہب یہ ہے کہ روپیہ پیدا کرو اور بانٹ دو۔
بخیل کا مذہب یہ ہے کہ روپیہ پیدا کرو اور جوڑو۔
مہاجن کا مذہب یہ ہے کہ روپیہ پیدا کرو اور قرض دو۔
قمار باز کا مذہب یہ ہے کہ روپیہ پیدا کرو اور اسے کھو دو۔

(۳) دانشمند کا مذہب یہ ہے کہ روپیہ پیدا کرو اور فائدہ مند کام میں لگاؤ۔

(۴) ایک دانشمند روپیہ پیدا کرنے کے لئے یہ تین قاعدے بتاتا ہے اول جتنا تم حاصل کر سکتے ہو حاصل کرو۔ دوم جتنا تم بچا سکتے ہو بچاؤ۔ سوم جتنا دے سکتے ہو دو

(۵) بہت سے سست آدمی ایسے ہیں کہ بھیک میں ایک آنے کے ملنے سے جیسے خوش ہوتے ہیں ایسے محنت سے آٹھ آنے کے پیدا کرنے سے نہیں ہوتے۔

(۶) بعض آدمی سور چراتے ہیں اور اس کے پائے غریبوں کو خیرات کرتے ہیں

آدمی کفایت شعار ہوگا تو سخاوت کر سکے گا۔ کفایت شعاری اپنی ذات پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ وہ اوروں کو اپنے فائدے پہنچاتی ہے۔ اپنا سلسلہ دور تک پھیلاتی ہے وہ اسپتالیں (دار الشفائیں) کالج قائم کرتی ہے۔ تعلیم کی اثروں کو پھیلاتی ہے

...ت کے کارخانوں کو جاتی ہے۔ دونو دل و دماغ کی نیک صفات باعث سخاوت و فیاضی ہوتی ہیں۔ فیض رسان عالم کی خدا دوست روح ہے۔ قومی فدائیت و اخلاقی ذہانت کی کرسی پر بٹھاتی ہے۔ عطا و بخشش و خیرات وہ نعمت ہے کہ جس سے نہایت محتاج مفلس و مفلوک الحال سوز روز کے روٹی کمانے والے۔ بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اور اس نعمت کے دینے والے اور لینے والے دونو مسرور ہوتے ہیں۔

بیکسوں کی مدد کرنے کا فرض انسان پر ایسا ہے کہ اُسکے ادا کرنے کی نفیری سارے جہان میں بج رہی ہے۔ یہ فرض خاص کر خدا دوست اور خیر خواہان خلائق کے ذمے زیادہ تر ہے۔ ہر شخص بیواؤں اور یتیموں کے مصائب و رنج و قلق کے دور کرنے کے لیے سعی کرنے کو فرض موکد جانے اور اپنے گروہ کا حق اپنے اوپر یہ سمجھے کہ اسکی ترقی و بہبودی کے اسباب کا معاون ہوں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم دولت کی قوتوں کو بڑے مبالغے سے بیان کیا کرتے ہیں یہ سچ ہے کہ دولت مندوں ہی سے خیرات کے کاموں کے لئے بڑے چندے وصول ہوتے ہیں جس سے انکی فضول دولت کا ایک حصہ یا انکا ناجائز طور سے روپیہ کمایا ہوا کار خیر میں خرچ ہونے لگتا ہے مگر کسی کار خیر کی تکمیل نہ ان چندوں سے ہو۔ نہ روپیہ سے قوموں میں بڑی تبدیلیاں دولتوں سے نہیں ہوئیں بلکہ اُن آدمیوں سے ہوئی ہیں جنھوں نے اپنے تئیں ان کاموں میں وقف کر دیا ہے۔ لامذہبی کی آفات سے نجات دلائیں عمدہ و مناسب و مفید مشاغل کی طرف توجہ دلائیں۔ بہت طرح سے خوشدلی و راحت پہنچائیں۔ وہ اپنے کاموں میں سخت محنت و جفاکشی اُٹھاتے ہیں ہر وقت انکی دل ان کاموں سے لو لگی رہتی تھی۔ رات دن اسی فکر میں رہتے تھے۔ قوموں کی تاریخ کو پڑھو تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اوروں کی اعانت کرنے کے لیے دولت مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سے غریب مفلس آدمی فیض رسان خلائق ہوئے ہیں بانیان مذہب تو زیادہ تر فقیر ہی تھے۔ خیر بے ریا اور فیض بے غرض کی ضرورت ہے۔ تم دولت کے برابر کسی چیز کا نرخ بالا نہیں کرتے۔ آدمی اکثر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دولت ہی کی

Marfat.com

ضرورت ہے۔ بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہیں کہ تقاضا لئے ان کی نسبت اچھی ہو اور ساری خلائق انکی تعریف کرنے لگے اپنی تھیلیوں کا منہ کھول دیتے اور اُس پر فخر و ناز و غرور کرتے ہیں۔ بعض قومیں دولت کی پرستش کرتی ہیں۔ بنی اسرائیل سونے کا بچھڑا بناکے پرستش کی تھی۔ یونانی جیوپیٹر کو سونے کا بناکر پوجا کرتے ہیں لکشمی کی پوجا کرتے ہیں آدمیوں کی قدر کا اندازہ روپیہ سے کرتے ہیں کہ وہ لکھ پتی کروڑ پتی ہے۔ یہ انسان کی دنائت طبیعت ہے کہ وہ روپیہ سے محبت کرے اور اسکے قدر کے موافق اور آدمیوں کی قدر سمجھے۔ اکثر یہ سوال ہوا کرتے ہیں کہ وہ کتنے روپیہ کا آدمی ہے؟ اور اُسکی آمدنی کیا ہے؟ اگر کسی شخص کو یہ کہو کہ وہ بالکل نیک نہاد فیض رساں اور صاف دل ہے تو کوئی نہیں سنے گا۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ فلاں آدمی کروڑپتی ہے تو سب کے کان کھڑے ہونگے۔ دولت مندوں کی زیارت کو بہت آدمی آتے ہیں اور جب وہ رستے میں چلتے ہیں تو ان کے لئے رستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ غرض یہاں دولت پر آدمی مرتے ہیں اسکے پیدا کرنے میں اپنی خصائل کو عیب لگاتے ہیں روپیہ کا پیدا کرنا گویا آدمیوں کی خصلت میں داخل ہو گیا ہے۔ کچھ جائز و ناجائز طور سے اسکے حاصل کرنے میں فرق نہیں سمجھتے۔ دولت کو سمجھتے ہیں کہ خواہ وہ کسی طرح حاصل ہو۔ دولت کی عزت کرنے میں لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ کس طور سے حاصل ہوئی ہے جب دولت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنے اخلاق کے عیبوں کو مٹائیے۔ رشوت میں خوب روپیہ کمالیا۔ پھر اگر ہندو ہیں تو مندروں پر بڑے بڑے چڑھاوے چڑھ رہے ہیں۔ جاترائیں ہو رہی ہیں۔ سداورت بٹ رہے اگر مسلمان ہوئے تو زکاۃ و خمس دے رہی ہیں اور مال حرام کو مسجد بنا رہے ہیں حج کو جاتے ہیں تو سو چوہے مار کے بلی حج کو چلے کہواتے ہیں اور وہاں سے اپنے تئیں معصوم بنا کے آتے ہیں غرض اپنے مذہب کا تعصب دکھاتے ہیں۔ نماز و وظیفے لمبے لمبے ہیں خیرات کے چندوں میں بھی بڑی بڑی رقمیں لکھ دیتے ہیں یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر وہ زر ان کے دل کو اور روح پر گرانی کرتا ہے۔ جو شخص دولت کے وزن کو نہا دجا

اور اپنی محنت و جفاکشی کو نہیں چھوڑتا تو وہ بڑا جوانمرد ہے دولت سے مست نہ ہونا بڑی جوانمردی ہے۔ اکثر تو یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں دولت مند ہوئے عیش و آرام کے بندے ہوئے۔ کاہلی اور سستی نے ان کا دامن پکڑا اور وہ اپنی خودآرائی اور تن پروری میں مشغول ہوئے۔

اگر آدمی کو دولت کے سبب سے آدمی بھول نہ جاتے تو دنیا میں جو اب برائیاں ہوتی ہیں ان میں سے آدھی جاتی رہتیں۔ اگر دولت مند مفلسوں کے حال سے غافل نہ ہوتے اور مفلسوں کو ان پاس جانے کی اجازت ہوتی تو بہت سی برائیاں جاتی رہتیں۔ دولتمندوں پر واجب ہے کہ وہ غربا نوازی کریں کہ جس سے ان کے دل میں انکی جگہ ہو۔ بہت سی عمارات دلکش اور روح افزا بنائیں کہ جن سے خلق کو تفریح حاصل ہو۔ بہت سے مکان ایسے بنائیں کہ جنمیں مفلس عاجز محتاج آرام سے رہ سکیں درس گاہیں مقرر کریں۔ بڑے بڑے کتب خانے بنائیں۔ غرض سب طرح کا رفاہ عام اور آسودگی انام کیے کریں۔

آدمیوں کو دولت جوڑنے کا ایسا شوق دامنگیر ہوتا ہے کہ گو دولت کے ڈھیر ان کے چاروں طرف لگے ہوں مگر وہ اور زیادہ دولتمند ہونے کے لئے ایسی جفاکشی کرتے ہیں جیسے کوئی اپنے افلاس کے دور کرنے کے لئے مشقت شاقہ اٹھاتا ہے۔ ایک ایک روپیہ بڑھانے کے لئے بڑی بکھیڑے پر بکھیڑے کرتے ہیں۔ گو دولت اتنی ان کے پاس جمع ہوتی ہے کہ اس سے وہ متمتع نہیں ہو سکتے۔ مگر پھر بھی بعض اوقات تھوڑے فائدوں کے لئے وہ کمینے و رذیل کام کرنے لگتے ہیں غرض وہ فضول دولت کے بڑھانے میں متواتر کوشش سے اپنے تئیں ہلکان کرتے ہیں۔ شاید اکثر ایسے آدمی وہ ہوتے ہیں کہ جنھوں نے ابتداء عمر میں تعلیم سے استفادہ نہیں اٹھایا کہ وہ علم سے محظوظ ہو کر مسرور ہوں۔ کتابوں کا مذاق رکھیں بعض اوقات وہ ایسے جاہل ہوتے ہیں کہ پورا نام بھی اپنا نہیں لکھ سکتے۔ ان کو تو رات دن یہ دھن لگی رہتی ہے کہ دھن دولت

کیونکر بڑھ سکتی ہے۔ سوا روپیہ کے کسی اور بات کا خیال ان لوگوں کو
حرام ہوتا ہے۔ دولت ان کا دین و ایمان ہوتا ہے۔ وہ اولاد کو کس
حال رکھتے ہیں اور تعلیم یا حیا نہ دلاتے ہیں انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ ساری
دولت جمع کی ہوئی ان بچوں کے ہاتھ میں آتی ہے کہ پہلے جن کا ہاتھ خرچ سے روکا
گیا تھا اب وہ زیادہ کشادہ ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم میں نقص تھا اس کے سبب
وہ دولت کو فضول خرچیوں میں اڑاتے ہیں باپ کی طرح محنت و کام کی سیوا نہیں کرتے
نئے نواب و راجہ بن جاتے ہیں اور شاہانہ خرچ رکھتے ہیں۔ اس شاہ خرچی سے
تھوڑے دنوں میں دولت پر لگا کے اڑ جاتی ہے۔ بہت سی مثالیں ایسی دیکھنے
میں آتی ہیں کہ اول نسل میں ایک خاندان کا عروج ہوا۔ دوسری نسل فضول خرچیوں کی
بھنور میں پڑی۔ تیسری نسل بالکل ایسی ڈوب گئی کہ کہیں پتا نہ لگا۔ ایک انگریزی مثل
ہے کہ دو دفعہ کھڑاویں ایک دفعہ بوٹ۔ اول مفلس دادا کھڑاویں پہنتا تھا جس نے اپنی
محنت و مشقت سے دولت جمع کی جو بیٹے کے ہاتھ لگی کہ جس نے خوب بوٹ پہنے
اور امیرانہ ٹھاٹ بنائے۔ اور دولت کو خاک میں ملایا۔ اب پوتے کی پھر یہ نوبت
افلاس کی پہنچی کہ کھڑاویں پہنیں۔ مثل مشہور ہے کہ دادا ہاتھی پر چڑھے۔ پوتا بھیک
مانگے یا چوری کرے۔ دادا نے جفاکشی سے اتنی دولت کمائی کہ فیل نشین ہوا
بیٹے نے یہ ساری دولت خاک میں ملائی۔ اب پوتا کیا کرے؟ بھیک مانگے یا چوری
کرے۔ تاجروں کو دیکھتے ہیں کہ آج بادشاہ بنے بیٹھے ہیں۔ کل گدا ہو گئے وہی
بڑے بڑے منصوبے اور تدبیریں اور خیالات کہ جن سے دولت بڑھائی تھی ان کے
حق میں زہر ہو گئے اور ان کو امیر سے فقیر بنا دیا۔ بڑھاپے میں خوش دلی
حاصل ہوتی ہے کہ اس عمر میں دولت پیدا کرنے کے تمام فکر و تردد چھوڑ دے
اور اس کے لئے محنت و مشقت نہ کرے۔ نوجوانی اور متوسط عمروں میں آدمی کو
چاہئے کہ دل و دماغ صحیح و چست و چالاک رکھے۔ تحصیل علم کرے اور ایسے
کاموں میں دل لگائے جو پہلے ہو چکے ہیں اور ایک زمانہ سے وہ سب کے نزدیک [illegible]

Marfat.com

دنیا کو زیادہ عاقل اور آسودہ حال بنانے کے لئے ہو رہے ہیں اکثر آدمیوں کو زندگی میں اتنی فرصت ملتی ہی کہ وہ سوانحات عمری اور تواریخ کے مطالعہ میں دل لگائیں اور علوم و فنون اور عمدہ کاموں سے جو دولت کے پیدا کرنے سے متعلق نہیں ہیں مہارت پیدا کریں صرف دل بہلانے کے کاموں سے مطلب برآری نہیں ہوتی۔ کھیل تماشوں اور لہو ولعب سے خوشدلی نہیں حاصل ہوتی۔ جو شخص عیش وطرب کا بندہ ہوتا ہے وہ نہایت کم بخت ہوتا ہے۔ خصوصاً بڑھاپے میں تو اور بھی زیادہ فقط کاروبار دنیا کی سوا کرنی کچھ اچھی ہے۔ مگر ان کے برخلاف۔ علم ادب۔ فلسفہ۔ علوم وفنون یہ سب ایسی خوشیوں سے بھرے ہیں کہ آدمی کو تا دم واپسین خرم وشاد رکھتی ہیں اگر کسی پیر کہن سال کو سوا دولت جوڑنے کے کوئی اور خوشی نہ ہو تو اسکی بڑی حرماں نصیبی ہے۔ وہ ہمیشہ کولھو کے بیل کی طرح ایک چکر میں پھرتا ہے۔ دولت ہی بڑھانے کے فکر میں رہتا ہے اس سے کیا ہوتا ہے۔ دولتمندی بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتی ہے وہ طمع ولالچ کا غلام بنجاتا ہے۔ جس سے زیادہ بدتر کوئی گناہ نہیں۔ خلق اسکا ذکر خیر کے ساتھ نہیں کرتی۔ برائی کے ساتھ یاد کرتی ہے۔ وہ خود اپنی تئیں ہیٹا سمجھنے لگتا ہے۔ جب ایک دولتمند کا وقت آخر آگیا تو اس نے اپنی اشرفیوں کا صندوقچہ منگایا اور اشرفیوں کو ہاتھ میں لیا اور ان کو خوب بھینچا اور پیار کیا گو اسوقت دنیا نے اس سے منہ پھیر لیا تھا مگر وہ اشرفیوں ہی کی طرف منہ کئے ہوئے تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ روح اسکی ان اشرفیوں میں کھنچی ہوئی ہے جو نہایت مشکل سے نکلی یہ وقت کیا سخت گذرا ہوگا اسکی کوئی تسکین خاطر اس کے سوا نہ تھی کہ وہ اشرفیاں اسکی ساتھ جائیں۔ ایک کنجوس نزع کی حالت میں یہ کہتا تھا کہ میری دولت میرے ساتھ جائے۔ کوئی مجھے میری دولت سے محروم نہ رکھے یہ حالت کیسی کلفت انگیز وحسرت آمیز ہے۔

دولتمندوں کو سوا اس کے کیا ملتا ہے کہ خلق کہتی ہے کہ وہ اتنا روپیہ چھوڑ مرے۔ دولت سے کوئی ان کو عظمت وجلال کا درجہ ورتبہ نہیں ملتا دولتمندی کی

تعریف دولت ہونے کی جہت سے گنوار گیا کرتے ہیں بعض بڑے بڑے دولتمند ایسی گمنامی میں رہتے ہیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ زیادہ دولت مند جاہل ہوتے ہیں۔ نہ ان کے اخلاق کا ٹھکانا ہوتا ہے نہ انکی معاشرت کا کوئی ڈھنگ ہوتا ہے۔ اگر کسی شہر کے دولتمندوں کی فہرست بنائی جائے تو کوئی اُن میں بنیا ہوگا کوئی بزاز ہوگا کوئی لوہیا ہوگا کوئی صراف مہاجن ہوگا کوئی گوٹہ والا۔ کوئی کارخانہ دار کوٹھی وال ہوگا۔ ان کی جو عزت کا حال ہے وہ سب پر کھلا ہوا ہے دنیا میں جتنے دولت منداور طامع حریص ہوتے ہیں وہ خود خیال کرلیں اور خلق ان کی لئے خیال کرلے کہ جن جانکاہیوں اور جانفشانیوں سے دولت پیدا ہوتی ہے اسکا یہ معاوضہ ملتا ہے۔ اس معاوضہ میں کیا خوبی ہے۔ بعد مرنے کے خلق کہتی ہے کہ فلاں شخص اتنی دولت چھوڑ مرا۔ یہ دولت قبر میں کچھ کام نہیں آتی۔ بلکہ یوم الحساب کے محاسبہ کو طول دیتی ہے ✢ خلیفہ صلاح الدین جو دنیا کے اعلیٰ درجہ کے بڑے ناموروں میں سے ایک ہے اور اس نے ایران عرب شام اور بہت سے ملک فتح کئے اور اپنے زمانہ میں بے نظیر و بے مثل شجاع و فتح مند و مظفر و منصور تھا جسکے حکومت اور دولت کی انتہا نہ تھی۔ وہ دولت کی لغویت اور ہیچ پوچ ہونے کو خوب سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا کہ بہت سا حصہ اسکے خزانوں کا مسلمانوں یہودیوں و عیسائیوں میں تقسیم کیا جائے کہ ان تینوں مذہب کے علماء اسکے لئے خدا تعالیٰ سے دعاء مغفرت مانگیں اور اس کا کرتہ جو مرنے کے وقت وہ پہنے ہوئے تھا ایک نیزہ کی نوک پر لٹکایا جائے اور ایک سپاہی اسکو لیکر سارے لشکروں میں پھرے اور جا بجا کھڑا ہو کر یہ پکارے کہ سلطان صلاح الدین کیا چھوڑ مرا اپنے تمام سلطنتیں اور مملکتیں جو اس نے فتح کیں اور صوبے مطیع بنائے۔ بے انتہا خزانے جو جمع کئے اسکے پاس مرتے وقت سوا اس کرتہ کے کچھ اور پاس نہ تھا۔

دولت و خوشدلی میں کچھ ضرور نہیں کہ باہم رشتہ مندی ہو۔ یعنی یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو دولتمند ہو وہ زیادہ خوش بھی ہو۔ ہم بعض صورتوں میں کہہ سکتے ہیں کہ

Marfat.com

خوشدلی کو دولت سے نسبت معکوس ہوتی ہے۔ اکثر آدمیوں کی زندگی کی خوشدلی کا حصہ وہ ہوتا ہے جس میں مفلسی سے جنگ بازی کرتے ہیں اور بہ تدریج اپنی حالت کو بہتر و برتر بناتے ہیں اس حالت میں وہ اور ان کی خاطر سے اپنے نفس کی خواہشوں کو دباتے ہیں اور اپنی کمائی میں آیندہ استغنا کے لئے کچھ بچاتے ہیں اور اپنی روٹی پیدا کرنے کے لئے اپنے دل کی وہ تربیت و تعلیم کرتے ہیں جس سے وہ زیادہ دانا اور اچھے ہوں اپنے گھروں میں بہت خوش دل بنتے ہیں اور اپنے گروہ کے حق میں فائدہ مند ہوتے ہیں آدمی کو ہر زندگی کے حالت کے معاوضے ملتے ہیں متمول اور مفلس کی قسمتوں میں ایسا فرق نہیں ہے جیسا کہ اکثر لوگ خیال کرتے ہیں۔ متمول کو اپنے فائدوں کے لئے بڑی جانکاہی اور جانفشانی کرنی پڑتی ہے اپنی ملکیت اور قبضہ کے لئے بڑے بڑے فکر کرتا ہے اسکو ہمیشہ یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کوئی میری دولت چھین نہ لے۔ کوئی مجھے دھوکا اور فریب نہ دیدے۔ آسامیوں کی فوجیں اسکو گھیرے رہتی ہیں اور اسکی تھیلیوں پر تاک تاک کے اپنے تیر لگاتی ہیں اور ان میں چھید ڈالتی ہیں اور چھیدوں سے روپیہ نکال لیتی ہیں کبھی وہ خود ہی بامید منفعت ایسے سودے کرتا ہے کہ جھٹ پٹ دوالہ نکل جاتا ہے اور پھر اسی پیچ میں وہ غلطاں پیچاں رہتا ہے آخر کو بازار میں اجناس کے اتفاقی بھاؤ اس کو بہکا کر دل شکستہ کر دیتے ہیں۔ نفع و نقصان کی ادھیڑبن میں اسکی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ وہ دن کو بھی جاگتا ہے اور رات کو بھی۔ دماغ پریشانیوں و حیرانیوں سے بھرا رہتا ہے۔

دولتمندوں کی غذا ایسی ہوتی ہے جس سے وہ بیمار زیادہ پڑتے ہیں اور ان کی بھوک کم ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے مفلس آدمیوں کی اشتہا بہت اچھی ہوتی ہے جو کھاتے ہیں ہضم ہو جاتا ہے۔ ایک فقیر نے ایک لکھ پتی دولت مند سے سوال کیا کہ میں بھوکا ہوں کچھ کھلا دیجئے اس دولت مند نے جواب دیا کہ مجھے تیرے بھوکے ہونے پر حسد و رشک ہوتا ہے۔ ایک طبیب نے ایک امیر کو نسخہ یہ لکھا تھا کہ آٹھ آنے روز محنت سے پیدا کر کے کھایا کرو۔ دوسرے امیر کو یہ نسخہ لکھا کہ جب قلعہ کو غنیم گھیر لے تو اس کا علاج

Marfat.com

یہ ہے کہ چاروں طرف سے اُسکی رسد غلہ بند کر دیجائے تو غنیم قلعہ لیکر
جائیگا۔ مزدور سوچتا کم ہے اُس کو اثر قلبی بھی کم ہوتا ہے۔ اسمیں ہاضمہ کی قوت
شتر مرغ کی سی ہوتی ہے کہ پتھروں کو بھی ہضم کر جاتا ہے۔ برخلاف اسکے جو آدمی کام
نہیں کرتے۔ وہ معدے کو کبھی بھولتے نہیں اور مُنہ میں ہر نوالہ کے ساتھ ان کو معدہ
کا خیال ہوتا ہے۔ بھوک کا نہ لگنا اور محنتی ہونا یہ دونو باتیں بہت ہی کم ساتھ
ہوتی ہیں بس دیکھ لیا کہ نیچر کسی کا طرف دار نہیں جب کسی کو ایک طرح سے راحت پہنچاتا
ہے تو دوسری طرح سے اُس کو تکلیف دیتا ہے۔ بہت سے آدمی دولت مندونکی
دولت اور جاگیر کو دیکھ کر اُن پر حسد کرتے ہیں مگر ان جوکھوں اور تکلیفوں اور خوفوں کو
خیال نہیں کرتے جنسے وہ حاصل ہوئی ہیں۔

غریب ہونا بے عزتی نہیں ہے۔ غریبی جو دیانت وراستی کیساتھ ہوتی ہے اسکی
تعریف کے گیت گائے جاتے ہیں۔ جب ایک آدمی ناجائز کام کرنے کے لئے نہیں
جھکتا اور اپنے تئیں روپیہ کی عوض نہیں بیچتا تو وہ کوئی ذلت کا کام نہیں کرتا اسکی غریبی عزت
کے قابل ہے۔ جو شخص اپنے تمام خرچوں کو اُٹھا کر بچا لیتا ہے وہ غریب نہیں ہے۔ جو شخص
تمام چیزوں کی جنکو مول لیتا ہے نقد قیمت دے دیتا ہے۔ وہ غریب نہیں ہے۔ بلکہ
خوشحال ہے۔ اسکی حالت اُس امیر اشراف سے اچھی ہے جو بقال قسائی۔ بزاز درزی
موچی سے چیزیں اُدھار لیکر اپنی حیثیت بنائے۔ کوئی شخص غریب اس سبب سے
نہیں ہوسکتا کہ اس پاس کچھ نہ ہو بلکہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ کام نہ کرے
یا نہ کر سکے۔ جو شخص کام کرنے کی قابلیت رکھتا ہے اور خوشی سے اسکو کرتا ہے وہ اُس
آدمی سے بہتر ہے کہ جس پاس دس ہزار روپے ہوں اور کام کرنے کی ضرورت نہ رکھتا ہو
غریبی کی برابر کوئی چیز ذہنوں کی تیز کرنے والی نہیں ہوتی۔ اس سبب سے اکثر بڑے
آدمی وہی ہوئے ہیں جو پہلے غریب مفلس تھے۔ غریبی اخلاق کو پاکیزہ و نفیس کر دیتی ہے
اہل ہمت ہمیشہ مشکل کاموں ہی کے کرنے سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ کی شہادت
پر اعتماد کریں تو۔ بہادر۔ شجاع۔ سیخی۔ جلیل القدر دولتمند کے متناسب نہیں گذرنے۔

Marfat.com

جعلدر کہ بے دولتی کے متناسب گذرے ہیں جو سب میں اچھے ہوئے ہیں وہ غریب ہی ہوتے ہیں انھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہماری ضرورتوں کے لئے کافی ہے۔ ایک خدا پرست کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسکینی غریبی کو پیدا کیا ہے مصیبت بلا کو نہیں پیدا کیا ان دونو باتوں میں بڑا فرق ہے کہ غریبی مسکینی سچائی کے ساتھ سفر بناتی ہی مصیبت زدگی عاجز کرتی ہے مصیبت زدہ ہونا اکثر بدچلنی اور کاہلی اور نشہ بازی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ غریبی مسکینی بے عزتی نہیں جو اس کو اپنا شعار بنالے۔ مگر جو اس کو لاٹھی بناکے ہاتھ میں پکڑ کر گرم کرے اور گھر گھر بھیک مانگتا پھرے تو وہ کوئی کام اچھا نہیں کرتا بلکہ زیادہ تر برے کام کرتا ہے۔

دولت مندوں سے غریب آدمی بہت زیادہ خوش رہتے ہیں گو ان کی خوشحالی قابل رشک ہوتی ہے مگر ہر کوئی غریب ہونا پسند نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے غریب آدمی جنکے بدن پر کپڑے بھی پورے نہیں ہوتے ہشاش بشاش گاتے پھرتے ہیں کوئی غم و رنج کے آثار اُن کے چہرہ پر نمایاں نہیں ہوتے۔ غرض خوش و ناخوش ہونا مزاجوں کے مختلف ہونے پر موقوف ہے کچھ دولت مندی کی حالتوں کے اختلاف پر نہیں۔ اگر ایک شخص کا مزاج قانع ہو تو وہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی والے کی برابر خوش حال رہے گا۔

دولت پر انسان کی بھلائی یا برائی منحصر نہیں ہے۔ دولت بھلائی کا بیج ہے جس کو روح کہ وہ دولت سے بلے انتہا زیادہ طاقتور ہے تبدیل کرتی ہے اور اپنی مرضی کے موافق اسکو کام میں لاتی ہی اور اسطرح سے مزاج کو خوش یا ناخوش بناتی ہے وہ خود عطیہ کم دیتی ہے۔

ہمارا ملک بھی خیرات کرنے میں مشہور ہے جسکا بیان آگے آئیگا۔ مگر انگلستان کی برابر کوئی ملک خیرات کرنے والا نہیں اگر کوئی مسافر اجنبی جائے تو وہ ان دریا دلوں کی یادگاریں دیکھکر حیران و ششدر رہ جائے جنھوں نے اپنی دولت کثیر کروڑوں روپیوں کی خود بخود دیدی کہ جن سے لاکھوں آدمیوں کی پرورش ہوتی ہی۔ گو اجنبی پردیسیوں کو یہ دیکھ کر

Marfat.com

حیرت و تعجب ہو مگر جو وہاں کے اصل رہنے والے حقیقت حال سے آگاہ ہیں اور ملک کے حامی اور اپنی قوم کے فدائی ہیں اور وہ اس خیرات کو بڑی نظر تعمق اور تامل سے دیکھتے ہیں وہ اس عطیۂ زر پر یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک امر نہایت مشتبہ ہے کہ خیرات سے خیر محض ہی پیدا ہوتی ہو جیسے اندھا آدمی کبھی بے راہ چلتا ہے ایسے ہی خیرات کا حال ہے کہ وہ اندھی ہوتی ہے اور ان پاس چلی جاتی ہے کہ جن پاس اس کو نہ جانا چاہئے جبتک دانشمندانہ خیرات میں دولت تقسیم نہ کی جائے وہ فائدوں سے کہیں زیادہ نقصان پہنچاتی ہے اگر لندن میں یہ خیرات کی مدد غربا و مساکین کی حالت کو بہتر و برتر کر دیتی تو کوئی شہر دنیا میں اس سے زیادہ خوشحال اور آسودہ نہ ہوتا۔ تین کروڑ روپیہ سالانہ کی خیرات اسمیں ہوتی ہے اور اس کے تین باشندوں میں سے ایک اس خیرات کے کارخانہ سے لیتا ہے۔ چندوں کی فہرستوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی کار خیر کے لئے چندہ کا جمع ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں کوئی صاحب جاہ و ذی وقعت و صاحب رعب آدمی دولتمندوں سے چندہ کی تحریک کرے تو وہ اسکو خاطر خواہ چندہ دیدینگے۔ کیونکہ ہر شخص خیرات کرنے کو اپنا مذہبی فرض جانتا ہے وہ اس دیدینے سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا وقت جو اسکی تقسیم میں خرچ ہوتا وہ بچ گیا۔ مگر اس طرح بے سوچے سمجھے روپیہ کا دیدینا اور اس کا خیال نہ کرنا کہ وہ کس طرح مصرف میں آئیگا۔ خلق کو منفعت پہنچانے کی بجائے مضرت پہنچاتا ہے۔ سچی سخاوت روپیہ دیدینے میں نہیں ہے بے تمیزی کی ساتھ عطیات خیرات کو غربا میں تقسیم کر دینے سے کوئی اثر سوا اسکے نہیں ہوتا کہ وہ اپنی غیرت و حیا کو برباد کر دیں اور اپنی آپ عزت کرنے کو خاک میں ملا دیں اور نیکی کے کام جو ظاہر ہو رہے ہیں ان کے سررشتے کو ڈھیلا کر دیں۔

بہت سے طریقے خیرات کرنے کے ایسے ہیں کہ جس برائی کے دور کرنے کے لئے وہ کئے جاتے ہیں اسی برائی کو وہ پیدا کر لیتے ہیں اور غربا کو عادی اس کا بناتے ہیں کہ اوروں کی خیرات سے زندگی بسر کیا کریں اور وہ جو اصلی معاشرت و تمدن کے بہبودی کے اصول ہیں جنکو وہ خود اختیار کر سکتے ہیں، اس سے اجتناب کیا کریں

لڈن میں یہ خیرات کی کثرت سے محتاجی کی مصیبت رفع نہیں ہوتی ہے بلکہ بڑھتی ہے اور سوا اس کے اور مصائب پیدا کرتی ہے۔ جاہل کاہل آدمی جانتے ہیں کہ ہمکو بغیر محنت وسعی کے وہ فائدے اور آرام اور انعام ملجائینگے جو محنت سے ملا کرتے ہیں۔ جزرسی اور کفایت شعاری کی پروا نہیں ہوتی اور تن پروری اور فضولی اور ایسے طریقوں کے اختیار کرنے کی جس سے افلاس پیدا ہو ان باتوں کی عادت ڈالنے کی لوگوں کو ترغیب ہوتی ہے + کن آدمیوں کو خیرات دی جاتی ہے؟ اول اُن آدمیوں کو جو خود جفاکش اور محنتی نہیں ہوتے وہ خواستگاروں کی امداد کے ہوتے ہیں دوم اُن آدمیوں کو جو بدترین خلائق ہوتے ہیں اُن کو آرام پہنچایا جاتا ہے ایسے کاہل آدمیوں کی پرورش کا بوجھ کن آدمیوں کے سر پر پڑتا ہے؟ جو خود بڑے جفاکش ہوتے ہیں اپنی سعی و عرق ریزی سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ خیرات اپنا ہاتھ اُن لوگوں کے لئے کھولتی ہے کہ ننگ خلائق ہوتے ہیں۔ وہ ان کی مدد نہیں کرتی جو جانفشانی کرتے ہیں اور دیانت رکھتے ہیں وہ خیرات جسمیں فقط روپیہ کا دیدینا ہو ایک سست کام ہے بلکہ ایک کاہلی کی برائی اُسمیں پائی جاتی ہے۔

روپیہ دیدینے سے محبت قومی اور حمایت مُلکی کا کام سرانجام نہیں ہوتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ نیک آدمیوں کے گناہوں سے اور خدا پرستوں کی بدعتوں سے اور دانشمندوں کی حماقتوں سے جتنے دفتر سیاہ ہوسکتے ہیں اُتنے انسانوں کے ظلم سے نہیں ہوسکتے۔ دُنیا میں دانشمندوں کی کاموں کا بڑا حصہ یہ ہے کہ وہ نیکی میں سعی کرنی کی نفی کردیتے ہیں۔ خیرات سے اکثر عام کاہلی اور بُرائی پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے دل میں خیرات کا جوش اُٹھنا اس کو بڑا خوش کرتا ہے اور خیرات کرنے پر آدمی کو بڑا فخر و ناز ہوتا ہے۔ مگر انسان کی دانشمندی اس میں بڑا مغالطہ کیا کرتی ہے۔ اُس سے قومی نیکیوں میں خاص آدمیونکی غلطیوں سے دربھی برائی پیدا ہوتی ہے۔ خیرات کرنا آسان کام ہے مگر جو اس سے بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں اُن کا روکنا بڑا دشوار ہے۔ محبان قومی اور فدائیان ملکی وہ ہیں کہ وہ فلاکت اور

Marfat.com

محتاجی اور افلاس کے روکنے میں کوشش کریں اور دل سے ... اس کام میں کریں کہ وہ اپنی مدد آپ کرنے لگیں انگلستان میں بڑی بڑی ... اس قسم کی ہیں کہ وہ غریبوں کی بڑی مدد اس کام میں کرتی ہیں کہ وہ خود اپنی مدد کرنے کے قابل ہو جائیں اور دوسروں کی محتاج نہیں رہیں اور اس طرح اپنی ... کو بہتر اور برتر بنالیں وہ خود بے تمیزی سے دولت کو خیرات میں برباد نہیں یہ سوسائٹیاں وہ کام کرتی ہیں کہ مزدوروں و ملاحوں کے لئے مکانوں کو اچھا بناتی ہیں حمام اور نہانے کے سامان تیار کرتی ہیں انتظام خانہ داری اور جزرسی و کفایت شعاری کی عادتیں ڈلواتی ہیں اور علم کی اشاعت عوام میں کرتی ہیں یہ کارہائے عظیم ان کے ہوتے ہیں اپنی قوت بازو سے زندگی بسر کرنے کی بنیادوں میں وہ شہتیر نہیں لگاتیں بلکہ سچے طور پر خلق کو اپنی مدد آپ کرنے کے اصول کو سکھاتی ہیں اور ہر طرح سے اسی اصول کی حامی اور معاون ہوتی ہیں۔ غرض وہ عام خلائق کی بہبودی کی سچی خیر خواہ اور بہی خواہ ہیں اور ہمیشہ انکی محنت کے نتیجے اچھے ہوتے ہیں۔

اب ہم اپنے ملک کی خیرات کے طریقوں کا ذکر کرتے ہیں ہمارے ملک میں خیرات کے طریقے وہی چلے آتے ہیں جو پہلے سارے عالم میں تھے مگر ان کی برائیوں کو مہذب ملکوں نے دیکھ کر ترک کر دیا ہے گو وہ ابھی بالکل تو ان کو ترک نہیں کر سکے ہیں مگر آخر کو معلوم ہوتا ہے کہ ضرور وہ ان کو بالکل چھوڑ دینگے۔ ہمارے ملک میں اسی تہذیب و شائستگی نے قدم رکھا ہے۔ کچھ اسکے شدید تقاضے سے ہم بھی طریقے جدید اختیار کرتے رہتے ہیں مگر ابھی تک غلبہ نہیں پرانے طریقوں کو ہے۔ ہمارے ملک میں دو بڑے فریق عظیم ہندو و مسلمان ہیں ان کے خیرات کے طریقے بعض مشترک بعض مختلف ہیں ہندوؤں کے ہاں ایک فرقہ سب سے زیادہ متبرک برہمنوں کا ہے جنکا زیادہ تر حصہ دان پن سے پرورش پاتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں گو یہ فرقہ مخصوص خیرات کے لئے ہو گیا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ان میں برہمن

ہے ... جاہل اور تن پرور ہوتے ہیں ایسے کسی اور فرقہ کے ہندو نہیں ہوتے
جہاں جہاں بڑے بڑے شوالے اور مندر ہیں وہاں گروہا گروہ برہمن ایسے دیکھنے میں آتے
ہیں کہ وہ کچھ کام نہیں کرتے۔ دان پن سے پرورش پاتے ہیں اور بہت کچھ اُن کو ہاتھ لگتا ہے
ان میں سے اکثر مال کو بری طرح خرچ کر ڈالتے ہیں۔ ان میں محنت کرنی اور مشقت اٹھانے
کی عادت بہت کم ہوتی ہے۔ بھوجن کرنا۔ نشہ پینا۔ سو رہنا۔ غرض وہ کام کرتے ہیں جو
جاہل کاہل کیا کرتے ہیں۔ غرض اس خیرات کے طریقہ نے کاہلی کو بڑھایا ہے محنت کو گھٹایا
ہے مسلمانوں کے ہاں ڈھائی روپیہ سیکڑا مال پر زکاۃ بشرائط چند فرض ہے۔ اس زکاۃ
کا روپیہ غربا و مساکین میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ باقی اور صدقات بھی اسی طرح تقسیم ہوتے ہیں
غرض جو طریقہ خیرات کرنے کا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ جس سے مسلمانوں میں گدائی کا
پیشہ روز افزوں ہوتا جاتا ہے اور ہزاروں مسلمان جو محنت و مشقت سے گذارہ کر سکتے
ہیں وہ فقط اس خیرات کے بھروسہ پر جیتے ہیں + اکبر شہنشاہ نے لکھا ہے کہ میں نے بہت
چاہا کہ اپنے ملک سے گدائی کو معدوم کر دوں اور اس کے واسطے دولت فراوان خرچ کی
مگر جتنی دولت زیادہ خرچ کی اسی قدر گدائی زیادہ ہوئی اور مقصد نہ حاصل ہوا۔ جب
دولتمندوں کو موت قریب نظر آتی ہے تو وہ اپنی دولت کے باب میں فکر و تامل کرتے ہیں
اور جب وہ مجرد یا لاولد ہوتے ہیں تو اُن کو اور بھی زیادہ فکر پڑتی ہے کہ جو دولت کے
ڈھیر اپنی زندگی میں جمع کئے ہیں ان کو کیا کریں ہندوؤں کے ہاں تو کسی لڑکے کو متبنّی
کر کے ساری دولت اُس کے حوالے کر دیتے ہیں مگر بعض اسی کے ساتھ یہ بھی کرتے
ہیں کہ بڑے بڑے مندر ٹھاکر دوارے تالاب اور رفاہ عام کی عمارات بنواتے ہیں اور
اس کے خرچوں کے لئے بڑی بڑی جائدادیں مقرر کر دیتے ہیں سدا ورت ...
لئے سرمایہ دیدیتے ہیں اور ایسے مسلمان دولتمندوں کے ہاں یہ دستور ...
مرنے کے بعد عزیز و اقربا میں وہ دولت تقسیم ہو جاتی ہے یا کسی خاص ...
اپنی زندگی میں ساری دولت کو ہبہ کر دیتے ہیں۔ مگر بعض ان میں سے ...
مدرسہ و مسجد و چاہ و دارالشفا اور فائدہ عام کی عمارات بناتے ہیں اور ان

خرچوں کے لئے جائدادیں وقف کر جاتے ہیں غرض ان دونوں قسم
کی خیرات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان موقوف کی جائدادوں کا بڑا حصہ متولیوں کے
کے حصہ میں آتا ہے اور کچھ تھوڑا سا اس کام میں بھی صرف ہوتا ہے جسکے لئے دیا گیا
ایسی آمدنیاں بہت سے آدمیوں کو کاہل و تن پرور بناتی چلی جاتی ہیں اب تک
ان دونوں کا رواج پڑا ہے مگر تہذیب جدید کے تقاضائے شدید سے بعض آدمی بھی
دولت کو اس طرح بھی خیرات کرنے لگے ہیں جسطرح مہذب و تعلیم یافتہ ملکوں میں اور
جہاں تعلیم انگریزی زیادہ ہے جیسے بمبئی کلکتہ۔ مدراس وغیرہ تو وہاں دولت مند خیرات اپنے
قدیمی طریقوں کے مطابق نہیں کرتے۔ بلکہ جدید طریقوں کے مطابق کرتے ہیں لاکھوں روپیہ
تعلیم کی اشاعت کے لئے اور دار الشفاء کی تعمیر کے لئے دیدیتے ہیں۔ غرض ان کی
خیرات کیا تو ان آدمیوں کی پرورش میں کام آتی ہے جو ایسے محتاج ہیں کہ کسی
طرح اپنا گذارہ کر ہی نہیں سکتے۔ یا غریبوں کو اس قابل بنانے کے کام میں آتی
ہیں کہ وہ آپ اپنی مدد کریں اور اپنی قوت بازو سے اپنا گذارہ کر سکیں خیرات
سب طرف اپنی کلیوں کو کھلاتی ہے۔ مگر ان میں تھوڑی ایسی ہوتی ہیں کہ پھل لاتی
ہیں اکثر پژمردہ ہو کر گر پڑتی ہیں ہماری خیرات کرنے کے اکثر طریقے نیک
آدمیوں کے ایسے جرم ہیں کہ جنکی سزا خلق کو یہ ملتی ہے کہ انکی حمیت غیرت اور اپنی قوت
بازو سے کمانے کی عادت اڑتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے اب بڑے بڑے تعجب خیز فیاضوں کو
اس طرف خیال کرنا چاہئے کہ وہ خیرات کے طریقے ایسے اختیار کریں کہ جیسے غربا میں زیادہ
تر اپنی آپ مدد کرنے کا اصول اشاعت پائے نہ یہ کہ کاہلی و گدائی و بے غیرتی و
بے حمیتی پھیلے۔

باب نہم

گھروں کا صحت بخش ہونا۔

(۱) سکنی مکانات کا عمدہ ہونا تہذیب کے لیئے کفالت ہے۔

Marfat.com

...کے لئے زیب و زینت ہے۔
رنج غلیظ و نجس آدمی کے ساتھ نیکی دیر تک نہیں رہ سکتی۔
صحت کو دولت کہتے ہیں یہ سچ ہے۔ اس لئے کہ ساری دولت بغیر صحت کے کوڑی کے کام کی نہیں ایک تندرستی ہزار نعمت مشہور ہے۔ جو شخص جسمانی یا دماغی محنت کرتا ہے وہ ضرور تندرستی کو اپنی بیش بہا چیزوں میں سے خیال کرتا ہے۔ بغیر تندرستی کے زندگی بڑی بے لطف ہوتی ہے اور اس میں کوئی خوشی نہیں حاصل ہوتی۔ انسان کی زندگی کا ایک مآل خوشی بھی ہے اور انسان کی ساری ساخت و نظم و قوام و جذبات نہایت خوبی کے ساتھ خوشی کے لئے موزوں کئے گئے ہیں کل حواس باصرہ سامعہ۔ شامہ ذائقہ۔ لامسہ کو کام میں لانے سے آدمی کو خوشی حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ کوئی خوشی آدمی کو نہیں ہوتی کہ اسکے دل میں یہ احساس ہو کہ میں تندرست ہوں۔ انسان کی کل جذبات کی بجاآوری کے مجموعہ کا نام صحت ہے یعنی جب آدمی اپنی سب کام درست طور پر بجالاتا ہے تو اسکو تندرستی حاصل ہوتی ہے۔ انسان کی زیست کا مآل ہی خوشی نہیں ہے بلکہ ایسی شرط حیات ہے۔ جو معاد زیست کو دراز کرتی ہے۔ جو انسان خوش دل رہتا ہے وہ زیادہ دنوں جیتا ہے۔ جو زیادہ رنجیدہ رہتا ہے وہ جلد مرجاتا ہے۔ غم و رنج کی برابر کوئی محل انسان کا نہیں ہے۔ پس خوشی کا بڑھانا زندگی کا بڑھانا ہے اور رنج و فکر میں ڈالنا زندگی کا گھٹانا ہے۔ تندرست آدمی کا خوشدل رہنا ایک قاعدہ کی بات ہے رنج و بلا میں مبتلا ہونا اس قاعدہ کے مستثنیات میں ہیں۔ رنج سرتاپا برا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہمارے لئے سودمند تنبیہ کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ ہمکو خبردار کرتا ہے کہ کسی قاعدہ کی پابندی تم نے نہیں کی۔ کسی جسمانی فرض کی بجاآوری نہیں کی کسی قانون کے خلاف کام کیا۔ وہ گویا واعظ ہوتا ہے جو ہمکو نصیحت کرتا ہے کہ تم اپنی حالت زیست کی اصلاح کرو۔ جسکے معنے یہ ہوتے ہیں کہ تم نیچر کی طرف رجوع کرو اسکے قوانین کو مطالعہ کرو تو تم اپنی خوشدلی کی حالت پر بحال ہو جاؤگے۔ یہ امر بظاہر بعید از قیاس معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں انسان کی جسمانی بہبودی کی شرائط میں ایک یہ بھی ہے
جیسے کہ زندگی کے متمتع ہونے کی شرائط میں سے موت ہے۔ اسیواسطے جسمانی مسرت حاصل
کرنے کیلئے قوانین فطرت کے موافق چلنا چاہئے۔ ان قوانین کے معلوم کرنے اور مشاہدہ کرنے کے
لئے خدا تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ پس جو کوئی اس عطیہ الٰہی کے کام میں لانے کا قصور کریگا
اور اپنی ہستی کے قوانین کے مطابق چلنے میں غفلت کریگا۔ اسکا ضرور یہ نتیجہ وہ پائیگا کہ بیمار
پڑیگا اور رنجیدہ خاطر ہوگا۔

انسان خود اپنی ذات کے لئے قوانین فطرت کے خلاف کام کرتا ہے جسکے سبب سے
مصیبتیں اپنے سر پر لاتا ہے۔ سست پڑا رہتا ہے بھوک سے زیادہ کھانے لگتا ہے
جسکے سبب سے بدہضمی و گٹھیا و صرع کے امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب بہت شراب
پینے لگتا ہے طرح طرح کے امراض رعشہ ضعف معدہ و سقوط اشتہا اسکے شکار کرنے
کے لئے قدم اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح آدمیوں کے گروہوں پر آفت آتی ہے کہ نہ وہ اپنے ضلعے میں پانی کے نکاس کا
انتظام کرتے ہیں نہ اپنی گلی کوچہ کی صفائی کا اہتمام کرتے ہیں عوام الناس میں بہت
سے آدمی اکھٹے ہو ہو کر ایسے مسکنوں میں رہتے ہیں کہ جو اپنے ہمسایہ کے متعفن ہوا کے
آنے سے مسموم نیم جاں ہو جاتے ہیں اور جس سے بخار، ہیضہ اسہال اور وبائیں پیدا ہوکر
پھیلتی ہیں اور موت اور تباہی کو اپنے ساتھ لے آتی ہیں۔ ایسی حالتوں میں جو
مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں آدمی خود اپنے اوپر لاتا ہے اس لئے کہ ان کے
انسداد کا علم جسکا حاصل کرنا اسکے اختیار میں ہے وہ نہیں حاصل کرتا۔

قاعدہ ہے کہ آدمیوں کے تنفس سے کاربونک ایسڈ نکل کر ہوا میں ملتا ہے اگر وہ
پھر سانس کے ساتھ پھیپھڑوں میں ہوا کے ساتھ جائیگا تو زہر کا اثر پیدا کریگا۔ اس لئے
اگر خراب ہوا کے نکالنے اور صاف ہوا کے آنے کا انتظام نہیں کیا جائیگا تو جہاں
آدمی بہت سے جمع ہو کر رہینگے وہاں کی ہوا میں سمیت پیدا ہو جائیگی۔ انسان کو
صحت پر تازی اور صاف ہوا اثر عظیم رکھتی ہے

Marfat.com

سی غذا سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جتنا قص ہوا سے۔ جس شخص کی عمر چودہ برس سے زیادہ ہو اسکو بند مکان میں چوبیس گھنٹہ کے اندر نہہ سو مکعب فیٹ اور چودہ برس سے کم عمر کے لئے آٹھ سو مکعب فیٹ ہوا چاہئے اور ہر گھنٹہ میں پانچ دفعہ باو کشی بدلنی چاہیئے تاکہ صاف تازی ہوا آتی رہے۔ جو ہوا سانس کے ساتھ آدمی کے ذریعے نکلتی ہے وہ اس سے زہر آلودہ ہو جاتی ہے کہ اسکی جگہ ہمیشہ تازی ہوا کی ضرورت بند مکانوں میں ہوتی ہے۔ اگر آدمی کسی تنگ و بند مکان میں سو رہے تو بہ تدریج کم و بیش اس کا دم سینہ میں گھٹنے لگے گا۔

حیوان سے انسان کی حالت بہتر کرنے کے لئے اول ضرورتا یہ ہے کہ اس کے واسطے مکان ایسا بنایا جائے کہ جسمیں وہ تندرستی کے ساتھ رہ سکے۔ کیونکہ دنیا میں آدمی کے لئے گھر ہی سب سے بہتر مدرسہ ہے۔ بچے اسی میں پل کر بڑے ہوتے ہیں برے بھلے اخلاق اسی میں سیکھتے ہیں گھر ہی انسانیت و شائستگی و تہذیب کی تعلیم گاہ ہی۔ اچھے گھر میں ظاہر و باطن کی صفائی پیدا ہوتی ہے۔ برے گھر میں غلاق کی موت آتی ہے۔ اور نجاست ظاہری اور خباثت باطنی پیدا ہوتی ہے گھر کی تعلیم سرسری نہیں ہوتی کہ وہ سر سے نکال دی جائے۔ عارضی نہیں ہوتی کہ الگ کر دی جاسے! بلکہ وہ شیر کی ساتھ آدمی کے جسم و دل میں داخل ہوتی ہے اور جان کے ساتھ جاتی ہے۔

گھر کو فقط کھانے پینے اور سونے کی ہی جگہ نہ خیال کرنا چاہئے بلکہ ایسی جگہ سمجھنی چاہئے کہ جہاں ہم اپنی آپ عزت کرنے کی حفاظت کر سکتے ہیں دل کا آرام اور چین پاتے ہیں خانگی خوشیاں مناتے ہیں۔ تین چوتھائی چھوٹی چھوٹی برائیاں جو ہم کو ذلیل کرتی ہیں۔ اور بڑھ کر جرم و معصیاں ہو جاتی ہیں وہ سب اپنی آپ عزت کرنے سے اور خودداری سے دور ہو جاتی ہیں۔ گھر میں صفائی و محبت و عقلمندی کو ہم پیدا کرنے چاہئیں جس سے وہ ایسا بن جائے کہ جہاں راحت دلی حاصل ہو اور اس کے ارکان پر خاص کر بچوں پر فیض رساں اثر پہنچے۔ ان مطالب کے حاصل کرنے کے واسطے گھر میں محنتی اور تعلیم یافتہ عورت کا ہونا ضرور ہے۔ گھر کی خوشی و ناخوشی عورت

ہی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ کوئی قوم آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک [illegible]
و درستی نہ ہو اور گھر کی ترقی عورت ہی کے . . . . . . توسل اور توسط سے ہو سکتی ہے
عورتوں کو سکھانا و بتلانا چاہیے کہ گھر کس طرح آرامگاہ بنتا ہے۔ جس گھر میں عورت بے
جاہل ہے گی وہ گھر گھر نہیں ہے بلکہ سونے اور کھانے کا مکان ہے۔ جسمیں آسائش و آرام
کم ہے اعلےٰ ادنےٰ متوسط آدمیوں کے مکانات بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ صحت
تندرستی کے محافظ ہوں اور ان میں آسائش و آرام ملتا ہو۔ امراء کے مکانات بھی غربا کے
ایسے مکانات سے چاروں طرف گھرے ہوتے ہیں کہ قوم میں حفظ صحت کا کوئی
اصول جاری نہیں ہوتا۔ ہماری عادت ہی میں داخل نہیں کہ مکانوں کو تعمیر اس نظر سے
کریں کہ ان میں حفظ صحت ہو۔ غربا سستے کرایہ کے مکانات لینے پسند کرتے ہیں
کچھ اس پر خیال نہیں کرتے کہ کرایہ کی بچت یوں غارت ہو جائے گی کہ غلیظ مقامات
پر بُرے مکان میں رہنے سے بیماریاں ستائینگی اور اس کے سبب سے حکیم و دوا
میں روپیہ خرچ ہوگا اور بیماری کے سبب سے جو بیکاری ہوگی اسکی زیر باری ہوگی
غرض مکانات کی اس بے عنوانی سے ہم اپنی دولت اور عزت کا نقصان کرتے ہیں
مریض رہتے ہیں موت کو جلد بلاتے ہیں ہمارے مکانات میں ایسی بےآرامی ہوتی ہے
کہ اگر مہذب ملکوں کے حکمار بھی آن کر ان میں بسیں تو وحشی ہو جائیں۔ غرض اس
طرح سے مکانات کی درستی سے روپیہ بچانا کچھ انتظام اور کفایت شعاری کی بات نہیں ہے
بلکہ فضولی ہی غربا کی مکانات کی خرابی کے سبب سے متوسطین و امراء کا بھی بڑا نقصان ہوتا
ہے ان کے کاموں میں حرج ہوتا ہے۔ ان کے کارخانے بند ہو جاتے ہیں مہذب ملکوں
میں اس کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے کہ غربا کے لئے ایسے مکانات تیار کرائے جائیں کہ جس میں
ان کی صحت کی حفاظت ہو۔ ہمارے شہروں اور قصبوں اور دیہات میں مطلق اس طرف
توجہ نہیں کہ جو مکانات اپنی ہوا سے امراض کو پیدا کرتے ہیں ان کی بیخ کنی کی جائے
اور ان کے بجائے اچھی مکانات تیار کرائے جائیں یہ خرابی زیادہ تر دیہات میں ہے
زمیندار گو اس طرح کی بڑی بڑی جرأتیں و ہمتیں خیرات کرنے کا [illegible] کرتے ہیں۔ مگر وہ

...صحت کے مکانوں کی طرف ذرا خیال نہیں کرتے کہ وہ اس طرح نحس رہتے ہیں جیسے زمینداروں اور علاقہ داروں اور دولتمندوں کو ضرور ہے کہ وہ اپنی توجہ غربا کے مکانات کے اصلاح کی طرف کریں کہ جن سے اُن میں حفظ صحت ہو۔ اس سے غربا ہی کو فائدہ فقط نہیں حاصل ہوگا۔ بلکہ اُن کو خود بھی۔ ہزاروں مکانات دیہات میں ڈھانے کے قابل ہوتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ زمیندار مسمار کرا کے ایسے مکانات بنوادیں کہ رعیت ان میں صحت و تندرستی کے ساتھ آباد رہے۔ ایسے مکانوں کے بنانے میں جس میں رہنے والوں کو تندرستی حاصل ہو۔ کچھ تھوڑا ہی سا روپیہ ان مکانوں کی بہ نسبت زیادہ بنانے میں لگتا ہے۔ کہ جنمیں تندرستی رہنے والوں کو نہ حاصل ہو۔ صرف ان کے بنانے والوں کے لئے دو باتیں ضرور ہیں کہ وہ حفظ صحت کی شرائط جانتا ہو اور اس کے لئے سامان مہیا کرنے پر آمادہ ہو۔ ظاہر ہے کہ دونو طرح کے مکانوں کے لئے۔ زمین۔ اینٹ۔ چونے اور مصالح کا خرچ یکساں ہو۔ پاکیزہ و ناپاک ہوا کی قیمت ایک ہے۔ روشنی مفت ہے۔ پس جو گھر ایسا خوبی سے بنا ہوا ہو کہ جسمیں رہنے والے تندرست رہیں اور ایک کفایت شعار نفیس مزاج اس کا مہتمم ہو تو پھر وہ گھر آرام و نیکی و خوشدلی کا گھر ہے۔ اس میں جتنے تعلقات رشتہ مندی کے ہونگے وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے جلوے دکھائینگے۔ خاوندوں کو بیوی بچوں کی آوازیں نغموں سے کم نہ معلوم ہونگی ہمسایے اچھے معلوم ہونگے۔ ایسا گھر فقط گھونسلا یا عقل حیوانی کا نہ ہوگا۔ بلکہ بچوں کے لئے تعلیم گاہ۔ دلوں کی عبادت گاہ۔ آندھی و بارش کے طوفانوں سے بچنے کے لئے امن گاہ۔ محنت کے بعد آرام گاہ۔ غمگین حالت میں تسلی گاہ۔ کامیابی کی حالت میں فخر و ناز کرنے کا مقام۔ غرض ہر حال میں ہر وقت خوش کرنیوالا ہوگا۔ سارا علم صحت فقط اس ایک لفظ صفائی میں آجاتا ہے۔ صاف ہوا۔ صاف پانی اسکی دو اجزاء علم ہیں جہاں نجاست۔ غلاظت ہو۔ اسے دھو کے دُور کرو۔ انسان کے کل علموں میں یہ علم نہایت آسان ہی اور سب کی سمجھ میں آتا ہے۔ شاید اسی سبب سے آدمی اُس پر ایسا ہی کم متوجہ ہوتا ہے جیسا کہ اور اشیاء مروجہ عامہ پر۔ بعض عاقل یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سرے سے علم ہی نہیں۔ بھلا ان باتوں کے لئے علم کی ضرورت کیا ہے

Marfat.com

کہ ایک کمرہ میں تازی ہوا کے ... آدمی ... کی
رستے بنا دئے جائیں۔ مکان اور جسم صاف رکھنا چاہئے۔

یہ علم بڑا لطف ہے اس کا موضوع یہ ہے کہ کمال ہو سکے۔ گھر میں ... گلی کوچہ شہر میں سے میلا پن دور کیا جائے۔ یہ علم فقط ان مختصر الفاظ میں بیان ہوتا ہے جہاں کہیں میلا پن ہو اُسے فوراً دور کرو۔ اور صفائی کے لئے بہت سا تازہ پانی بہت سی تازی ہوا انسان کی تندرستی کے لئے بہم پہنچاؤ۔

شہروں قصبوں دیہات میں دیکھتے ہیں کہ جہاں نجاست و غلاظت کا انبار لگا وہاں بخار شروع ہوا اور ہزاروں کی جان گئی۔ جب یہ نجاست و غلاظت دور کی گئی اور صاف پانی اور صاف ہوا کا انتظام کیا گیا تو بخار رفع دفع ہوا۔ دواؤں سے کہیں زیادہ فائدہ اس انتظام سے ہوتا ہے۔ کاش پہلے سے اسکا انتظام ہم کر لیا کریں اور حفظ ماتقدم کا خیال کریں تعجب یہ ہے کہ جب ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے تو ہمارے دل پر چوٹ لگتی ہے مگر بخار اور امراض سے ہزاروں اس سبب سے مرتے ہیں کہ ہم خود نجاستوں کا ڈھیر لگا کے وباؤں کو پیدا کیا ہے کچھ پروا نہیں کرتے۔ ہر سال ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ ایک ضلع میں بخار اور امراض وبائی سے اتنے آدمی مرجاتے ہیں کہ کسی جنگ عظیم میں اتنے آدمی نہیں مرتے۔ زیادہ تر ہماری جانیں اس سبب سے تلف ہوتی ہیں کہ ہم ان امراض کا انسداد نہیں کرتے۔ جنکا روکنا ہمارے اختیار میں ہو۔ حفظ صحت میں غفلت کرنے کا عذاب ہم پر پڑتا ہے کہ ہزاروں جانوں کا نقصان ہوتا ہے اور بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کا بار زندوں پر پڑتا ہے۔

اخلاقی اور جسمانی صحتیں باہم توأم ہیں اور خانگی اور جمہور کی بہبودیاں باہم پیوستہ ہیں۔ میلے کچیلے رہنے کا مہلک اثر یہ ہے کہ ہمارے اخلاق بھی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ امراض جسمانی سے زیادہ ہم کو ستاتے ہیں جب ہمارے جسم کو ہوائے ناقص کا اثر کمزور کرتا ہے اور ہم اسکو نجس رکھتے ہیں تو ہمارا دل بھی نجاست آلودہ و رذالہ ہو جاتا ہے غرض کہ روزانہ صحت کی خبر نہ رکھنے سے بہت نقصان

ہوتے ہیں۔ پھر اسکا سبب کیا ہے کہ سب آدمی حفظ صحت کے علم پر عمل نہیں کرتے؟ اسکی وجہ بے پروائی اور کاہلی ہے۔

شہروں قصبوں میں میونسپل کمیٹیاں ہیں جنکا کام خاص صفائی شہر وقصبہ ہے مگر وہ محنت اور ہر وقت توجہ نہیں کرتیں۔ جسکی ضرورت صفائی کے لئے ہے اور ان چیزوں کے دور کرنے کے واسطے جن سے وبائیں اور امراض پیدا ہوتے ہیں اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ پہلا ہی زمانہ اچھا تھا کہ جسمیں یہ میونسپل کی کمیٹیاں نہ تھیں اس زمانہ میں نہ امراض کی ایسی شدت تھی۔ نہ وبائیں ایسی جلدی جلدی آتی تھیں۔ وباؤں اور امراض کی کثرت کا سبب وہ میونسپلٹی ہی کے سر رشتہ کو جانتے ہیں مگر ہمکو سمجھنا چاہئے کہ اسمیں ہمارا ہی قصور ہے۔ کوئی ہماری غذا کو ملونیاں ملا کے بگاڑتا ہے کوئی ہمارے پانی کو زہریلا کرتا ہے۔ کوئی آب متعفن ہمارے پینے کے لئے لاتا ہے کوئی گلیوں اور مکانوں کو نجس کرتا ہے کوئی شہروں وقصبوں میں پانی کے نکاس اچھے نہیں بناتا ہے جس سے پانی سڑتا ہے۔ ان ساری برائیوں کا کافی انسداد گورمنٹ کے قوانین سے نہیں ہو سکتا جبتک ہم خود ان برائیوں کے دور کرنے میں بدل وجان مصروف نہ ہوں۔ ہمارا یہ قصور ہے کہ ہم ان باتوں کا لزام اپنے اوپر نہیں لگاتے۔ فقط پانی کے نکاس کے رستے اچھی طرح بنا دینے سے بدررَوؤں کے رواں رکھنے سے۔ سڑکوں اور فرش کے بنا دینے سے۔ پانی کے نل جاری کر دینے سے۔ غلیظ مکانوں کے مسمار کر دینے سے۔ شہروں و قصبوں میں صفائی کی وہ ترقی نہیں ہو سکتی جو اس طرح سے ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے گھروں کو صاف اور ستھرا رکھیں میونسپل کمیٹی گھروں سے باہر انتظام کرنے والی ہوتی ہے۔ اسکا انتظام گھروں میں داخل نہیں ہو سکتا مصرع

محتسب را درون خانہ چہ کار ✢ اس کا کام گھروں سے باہر یہ ہے کہ گلی کوچوں اور سڑکوں پر میل کچیل پھیلنے نہ دے۔ اس کو دور کرے۔ حیوانات کے گوبر اور لید وغیرہ اور ایسے ہی غلاظات سے اور خس وخاشاک سے ان کو پاک وصاف رکھے

Marfat.com

تاکہ ہوا جو ان گلی کوچوں میں دورہ کرتی ہوئی گھروں میں جائے لوا پنے ساتھ بیماری
ایسی نہ لیجائے کہ جس سے گھروں میں بیماریاں پھیلیں اور ناوقت موتیں آئیں کیونکہ
میونی سپل گھروں کے اندر دخل نہیں دے سکتی اور نہ اُس کو دخل دینا واجب ہے بس
صفائی کے لئے ہماری اپنی کوشش کی ضرورت ہے۔ گورنمنٹ کے قوانین آئین سے پورا
نفع نہیں پہنچ سکتا۔ گورنمنٹ اپنی رعایا کے لئے خود مکان نہیں بناتی۔ ہم خود اپنے رہنے کے
مکان بناتے ہیں۔ ہاں گورنمنٹ کا کام یہ ہے کہ وہ ہمکو یہ سکھا دے کہ اپنے گھروں
کو کیونکر ستھرا اور صاف و پاکیزہ رکھیں سو وہ سکھاتی ہے۔ تمام مدارس میں حفظ صحت
کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ دہات کی صفائی کے رسالے تقسیم ہوتے ہیں اگر گورنمنٹ کے
ساتھ کوشش کرنے میں امیر دولتمند زمیندار تعلقہ دار جاگیردار کارخانہ دار بھی شریک
ہو جائیں اور خود نمونہ بنیں تو زیادہ ملک کو فائدہ پہنچے۔ یہ لوگ خود دو چار مکان نمونے
کے طور پر بنا دیں کہ جنمیں سب طرح کی آسائش و آرام ہو اور صحت و تندرستی کے سارے سامان
ہوں۔ ان آسودہ حالوں کی کوشش کے ساتھ غریبوں کی بھی مشارکت بالعمل ضرور ہے
کہ وہ سب آپس میں متفق ہو کر صفائی مکانات کا انتظام کریں۔ بغیر ان کی مشارکت کے یہ
کام پورا نہ ہوگا۔ اگر ان کے گھروں کے واسطے صاف پانی کا انتظام کر دیا۔ مگر ان میں عورتیں
ایسی غبی و بدسلیقہ رہتی ہیں کہ اس صاف پانی کو غلیظ کر کے کام میں لاتی ہیں تو پھر اس پانی
سے کیا فائدہ پہنچے گا۔ تازی ہوا کے آنے جانے کا بندوبست کر دیا گیا دروازے کھڑکیاں
لگا دی گئیں مگر گھر میں غلاظت کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ کھڑکیاں دروازے بند ہیں پھر
پاکیزہ ہوا ان تک کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ غرض صحت کا سارا مدار گھروں کی صفائی پر ہے
اور گھروں کی صفائی عورتوں پر منحصر ہے۔ پس جبتک عورتوں میں صفائی کی عادت نہ پیدا
ہوگی۔ حفظ صحت مشکل ہے۔ اگر مکان تنگ ہو اور رہنے والے بہت سے ہوں۔ مگر
ان میں عورتیں ایسی رہتی ہوں کہ جنکے مزاج میں صفائی ہو تو سارے گھر والے آرام و تندرست
رہ سکتے ہیں لیکن اگر مکان فراخ ہو اور ساری باتیں اس میں ہوں جو صحت کے لئے ضروری
ہیں مگر رہنے والے اس میں ایسے ہوں کہ جنکی عورتیں غبی و غلاظت پسند ہوں تو محض

Marfat.com

ان سے رہنے والوں کو کچھ فائدہ نہ پہنچے گا بے آرام اور مریض وہ رہینگے۔ غرض جب آدمیوں کی عادت میں صفائی اور پاکیزگی اور ستھرا پن نہیں داخل ہو گا اس سے بہت فائدہ نہیں پہنچیگا کہ میونی سپل کمیٹی کے انتظام سے سڑکوں پر دو وقت جھاڑو اور چھڑکاؤ ہوا کرے نل کا پانی جاری رہے۔ دو وقت گھروں سے غلاظت اٹھا کر بہت دور پہنچا یا کرے ان سب باتوں سے جب ہی فائدہ عظیم پہنچ سکتا ہے کہ پاکیزگی اور ستھراپن عادت میں داخل ہو غرض مکانات کی صفائی کی ایسی ضرورت نہیں ہے جیسے ایسے آدمیوں کی حاجت ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہوں اور ستھرے پن اور پاکیزگی و صفائی کے قدر شناس ہوں۔ یہ غلطی ہے کہ پہلے آدمیوں کو صفائی کی عادت نہ ڈلوائی جاوے اور ان کے لئے سامان صفائی تیار کیا جائے۔ ایسا کرنا آئینہ داری در مجلس کوراں ہے۔

غرض بڑی ضروری اور بکارآمد بات یہ ہے کہ رعیت میں صفائی کی عادت ڈلوائی جائے یہ بغیر پڑھانے لکھانے کے ہو نہیں سکتی۔ صفائی قوت ہاضمہ سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ شفا دینے والی دواؤں سے بھی زیادہ فائدہ مند صفائی ہوتی ہے۔ اس سے اپنی آپ عزت کرنی اور خودداری پیدا ہوتی ہے اور سارے خاندان کے اخلاق پر اسکا اثر ہوتا ہے۔ وہ کفایت شعاری کی سب سے زیادہ روشن دلیل ہوتی ہے۔ وہ انتظام خانہ داری کے لئے ایسی ضرور ہے جیسے حیات کے لئے مستقل تندرستی خانہ داری کے ہر کام میں وہ کام آتی ہے۔ وہ آسائش و آرام و بہبودی پر متنبہ کرتی ہے قوموں کی ترقی اور شائستگی و تہذیب کے مددگاروں میں سے ایک بڑی مددگار ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب سیاحوں کو یوں ہدایت فرماتے ہیں کہ جب وہ کسی غیر ملک میں جائیں تو اوّل یہ دیکھیں کہ وہاں کے باشندوں کے ستھرے پن اور صفائی و طہارت کو کیسا ہے اور غلاظت و نجاست کے دور کرنے کا انتظام کیسا ہے اس سے ان کو دیسا حال باشندوں کی اپنی آپ عزت کرنے و خودداری و محنت شعاری و اخلاق و معاشرت کا معلوم ہوگا ایسا اور وہاں کے واقعات پر علم حاصل کرنے سے نہیں ہوگا۔ قومیں جتنی محنتی اور خود اپنی آپ عزت کرنی والی اور شائستہ طور سے رہنے والی ہوتی ہیں

Marfat.com

اتنی ہی وہ صاف اور ستھری رہتی ہیں شہر والوں و قصبوں میں [illegible]
ان کے لئے بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک میلا کچیلا غلیظ ناپاک آدمی سڑک پر چلتا ہے وہ پیچھے
پیچھے کے باریک باریک چھرے سڑک پر چلنے والوں کے لگاتا ہے۔ اگر ہم ناشائستہ غیر مہذب
آدمیوں کو مہذب بنانا چاہیں تو اول انکی غلاظت و نجاست کو دور کریں۔

طبیعت انسانی میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ جسکا مقتضا یہ ہو کہ وہ نجس رہے اس لئے
طبیعت کا کوئی حصہ نجاست نہیں ہے بلکہ وہ عارضی طور پر آدمی کے پیچھے لگ جاتی ہے اور
اسکی جان کھاتی ہے اور بربادی لاتی ہے۔ اس سے کیسی کراہیت اور نفرت ہوتی ہے
اگر کوئی حسین مہ پارہ بھی نجاست میں بھری ہو تو اس سے طبیعت متنفر ہو گی۔ اس سے
بچے بھی پڑچڑے بدمزاج ناخوش بے چین ہو جاتے ہیں اس سے آدمی ذلیل و خوار و بے قرار
ہو جاتا ہے۔ میلے رہنے سے حیا کم ہو جاتی ہے۔ میلا پن بھی بڑی بے حیائی ہے
جسکا جسم ناپاک ہے اسکا دل بھی بہت ہی کم پاک ہوتا ہے۔ روح کی عبادت گاہ جسم
ہے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ جیسے وہ اپنی عبادت گاہوں کو پاک صاف رکھتا ہے اسی
طرح جسم کو ستھرا رکھے۔ اکثر نشہ باز افیونی۔ شرابی۔ چنڈو باز اور ناشائستہ کردار میلے کچیلے رہتے
ہیں ان کو ان آفات سے بچانا چاہیے۔ طہارت جسمانی طہارت روحانی کا باعث ہوتی
ہے۔ اس لئے مشرقی قوموں میں مغربی قوموں کی طرح عبادت کے بعد طہارت نہیں
سمجھی جاتی بلکہ وہ عبادت کا ایک جزو قرار دی گئی ہے۔ بغیر اسکے عبادت مقبول نہیں ہوتی
اس لئے کہ جناب باری کے حضور میں عبادت کے لئے کھڑا ہونا اور جسم کا ناپاک رکھنا
بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ مشرقی قومیں طہارت جسمانی اور طہارت روحانی
کے توأم ہونے کا خیال رکھتی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بہت کچھ
تاکید طہارت ظاہری کی فرمائی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں تو مسجدوں کے ساتھ طہارت جسمانی
کا سامان تیار رہتا ہے جس سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ اکثر مسجدوں میں سقاوے
حوض۔ حمام۔ غسلخانے ہوتے ہیں۔ جس سے جسمانی طہارت کے واسطے ان کو بہت آسانی
ہوتی ہے +

عورتوں مردوں بچوں کی بے پروائی صفائی کی توجہ کم

Marfat.com

ہیں جو نہایت اور خفیف ابتدائے نظر میں معلوم ہوتی ہیں اگر توجہ نہ کی جائے تو جسمانی اور روحانی آرام آدمی کو میسر نہیں ہوتا۔ مثلاً بچوں کا جسمانی آرام ان کے کھلانے و پہنانے و نہلانے پر موقوف ہے۔ جو چیز نہایت خفیف سے خفیف معلوم ہوتی ہے وہ نہایت بکار آمد اور ضروری ہوتی ہے۔ بچہ کو درست طور کھلاؤ پہناؤ نہیں تو وہ ضعیف اور بیمار رہے گا۔ اور یہی حال اس کا بڑے ہونے پر رہیگا۔ جیسا بچہ ہوتا ہے ویسا ہی بڑا ہوتا ہے۔ جوانوں اور بڈھوں کو بھی آرام اور چین نہیں حاصل ہوتا جبتک وہ ان خفیف باتوں پر توجہ نہ کریں۔ ہر شخص آرزومند ہے کہ میں اپنے گھر میں چین اور آرام سے رہوں۔ اور یہ چین اور آرام اسکو نہیں حاصل ہو سکتا جبتک یہ سب باتیں مجتمع نہ ہوں۔ صفائی۔ کفایت شعاری محنت۔ کاموں کو باضابطہ و باقاعدہ کرنا۔ یہ کیسی خفیف باتیں ہیں کہ روٹی سالن۔ دال کا پکانا۔ کپڑوں کا سینا اور ان میں پیوند پارچہ لگانا۔ ازاربندوں کا بنانا۔ جالیوں کا کاڑھنا۔ بچھونے و فرش کو صاف رکھنا۔ بچوں کو کپڑے پہنانا۔ مگر جبتک عورت کو یہ باتیں نہ آئیں وہ ہرگز اس قابل نہیں ہوتی کہ گھر کا اہتمام اُس کو سپرد کیا جائے۔ ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے سارے گھر کا انتظام زیادہ خوش اسلوبی سے بہ نسبت دوسرے کے کر رہی ہے ایک بھوکی مرتی ہے دوسری پیٹ بھری ہے۔ دونو کے مکانات ایک ہی طرح کے ہیں۔ مگر ایک میں بچے تازہ توانا تندرست ہیں دوسرے میں دُبلے پتلے بیمار زرد۔ ایک میں ہر ایک کام نہایت آسانی سے ہوتا ہے۔ دوسرے میں نہایت سخت جانفشانی ہے۔ یہ باتیں کچھ بخت و اتفاق سے نہیں پیدا ہوئیں بلکہ ان قاعدوں کے برتاؤ سے پیدا ہوئی ہیں جنکو ان دانشمندوں نے ایجاد کیا ہے کہ استعداد خداداد رکھتے تھے اور فقط تجربوں نے صبر و تحمل و تامل سے مشاہدہ کرکے ان قواعد کا استنباط کرتے تھے۔

گھر کی خوش انتظامی عورتوں کی تعلیم پر موقوف ہے۔ جسکا رواج ہمارے ملک میں خاطرخواہ نہیں ہے عورتوں کی بڑی تعلیم سمجھی جاتی ہے کہ کچھ لکھنا پڑھنا ان کو آجائے۔ مگر گھر کی خوش انتظامی کے لیئے ان کو وہ تعلیم ہونی چاہئے کہ جس سے وہ ان تمام کاموں سے قوانین فطرت کے موافق آگاہ ہو جائیں جن کی ضرورت گھر میں پڑتی ہے۔ مثلاً

Marfat.com

اگر وہ جسم حیوانی کی ترکیب سے قوانین فطرت کے موافق واقف ہوں ... نہایت اچھی طرح پرورش کرینگے اور ان کی صحت کی حفاظت بخوبی کرینگی ... انکی لاعلمی کے سبب بچے مرتے ہیں نہیں مرینگے۔ اگر ان کو پخت طعام کا علم ہوگا تو کھانے نہایت لذیذ پکینگے۔ اور وہ تندرست و توانا رکھیں گے۔ اگر ان کو علم حساب آتا ہوگا تو آمد و خرچ پر ان کی نظر ہوگی اور ایک کوڑی فضول نہ خرچ ہوگی۔ ایسا ہی اور کاموں کا حال ہے۔ جس قوم کی عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں خواہ اُن کے مرد کیسے ہی لائق اور قابل ہوں تو دُنیا کے کاموں کے رزمگاہ میں اُن کو ایک ہاتھ سے لڑنا پڑتا ہے جب تک ہماری عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں تب تک ہم کو معاملات ملکی کے اندر مداخلت سے جھگڑنا ہماری قومی ترقی نہیں کریگا۔

ہمارے ملک میں مرد عورتوں کے علم و ہنر و عقل کے قدرشناس ایسے نہیں ہیں جیسی کہ صورت و شکل کے۔ وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ جہالت و حماقت کی بیخ کنی گھر سے عورت کی عقل کرتی ہے مرد خانہ داری کے کارخانوں کو سمجھتے نہیں ان کو زیادہ تر تلاش یہ رہتی ہے کہ کوئی بیوی نازک اندام گلفام ملجائے خواہ کیسی ہی جاہل پھوڑ ہو۔ جاہل مرد تو جاہل عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اس لئے اُن کی اولاد میں جہالت نسل بعد نسل چلی جاتی ہے۔ نہ ماں میں نہ باپ میں بچوں کی تہذیب و تعلیم کی لیاقت ہوتی ہے۔ جو خود تعلیم یافتہ ہوتے ہیں وہ خوبصورت عورتوں سے شادی کرنی چاہتے ہیں۔ کوئی عورت خواہ کیسی ہی عقل و علم و ہنر رکھتی ہو۔ مگر شکل اچھی نہ ہو تو اُس سے شادی کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ غرض ہمارے ملک میں ماں کی طرف سے اولاد کو کوئی تہذیب و تعلیم کا حصہ نہیں ملتا۔ یہاں کے آدمیوں کی یہ رائے مہذب ملکوں کی طرح نہیں ہے کہ مرد عورتوں کے لیول (ہمواری) سے باہر نہیں نکل سکتے جو عورتوں کا حال ہوتا ہے وہی قوم کا حال ہوتا ہے۔ عورتوں کی تہذیب و شائستگی معیار قوم کی تہذیب و شائستگی کی ہے۔ ہماری عورتوں کو سوائے بچے

بنے اور چپاتیاں پکانے کے کچھ اور نہیں آتا۔ غرض اگر ہم اپنے گھر کا انتظام چاہیں تو عورتوں کی تعلیم و تہذیب کو مقدم جانیں۔

باب ۱۱ یازدہم

زندگی بسر کرنے کا فن

یہاں ایک انگریزی لفظ آرٹ کا ترجمہ میں نے فن کیا ہے اس سے مراد اُس ہنر سے ہے جو خیالی باتوں کو تعبیر کرے۔ یا مجسم صورت میں دکھاوے اس کا موضوع عمل ہے آگے اسکی تفصیل آئیگی۔

(۱) کسی شخص کو خواہ اسکی عمر کچھ ہی ہو۔ شرافت نسب کے سبب سے شریف نہ جانو۔ بلکہ جس شخص کے افعال اور اعمال شریفانہ ہوں۔ اس کو اشراف سمجھو گو وہ عالی نسب نہ ہو۔

(۲) ہر شخص اپنے عمل کا فرزند ہوتا ہے

(۳) کسی نیک نہاد کی خدمت کرو گو وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ وہ تمہاری خدمت کا معاوضہ ادا کر دیگا۔

(۴) آدمیوں کے ذمہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنی عجز و ناتوانی سے آگاہ نہیں مگر شائد وہ اپنی قوت و توانائی سے واقف نہیں آدمی کا حال زمین کا سا ہے کہ بعض اوقات اُس میں سونے کے ذرات موجود ہوتے ہیں مگر مالک زمین اس بات کو نہیں جانتا۔

(۵) جو چیز ہم حاصل نہیں کر سکتے اس کے حاصل کرنے کے قصد سے ہم اپنے دل کو پژمردہ کرتے ہیں۔

زندگی بسر کرنے کا فن ایسا ہے جیسا کہ شاعری کا۔ مصوری کا۔ موسیقی کا فن۔ علم ادب کی طرح وہ بھی آدمی کی انسانیت میں داخل ہے۔ یہ زندگی بسر کرنے کا فن وہ ہے کہ جسکے ذریعہ سے ہم زندگی بسر کرنے کے وسائل کو نہایت عمدہ بنا سکتے اور بہتر کر سکتے ہیں

اور نتائج اعظم پر پہنچ سکتے ہیں۔ خوشدلی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے
اس فن کی نہیں ہے۔ فنون شاعری اور مصوری کی طرح اسکا ماخذ بھی تجربہ
ہے۔ اسکو سب حاصل اور منکشف کر سکتے ہیں اولاً اسکو مربی و معلم سکھاتے ہیں پھر اس
تکمیل اپنے آپ تعلیم کرنے سے ہو جاتی ہے۔ فرزانگی بغیر یہ فن نہیں آسکتا۔ خوش
کوئی ایسا بیش بہا خوبصورت کمیاب جوہر عظیم نہیں ہے کہ جسکی تلاش جبت ہو اور اس
نکلنے سے یاس کلی ہو۔ بلکہ وہ تو بکثرت چھوٹے چھوٹے جواہر کی ننھے ننھے دانوں کی لڑی
ہیں جو مسلسل ہونے سے نہایت خوبصورت اور خوشنما ہو جاتی ہیں ایک معمولی زندگی
میں جو چھوٹی چھوٹی خوشیاں بکثرت پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ انسے خوشدلی حاصل ہوتی ہے
مگر ان کی طرف جو التفات کم ہوتا ہے۔ اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی مسرت عظیم کے
حاصل کرنے کی امید میں سرتا پا مصروف ہوتے ہیں معمولی فرائض کو پوری ایمانداری اور
عزت کے ساتھ ادا کرنے سے ہم کو مسرت و انبساط دلی حاصل ہوتی ہے۔ انسان اصل حقیقت
میں جسطرح زندگی بسر کرتا ہے اسمیں اس فن کی بہت سی مثالیں بھری پڑی ہیں۔ مثلاً فرض
کرو کہ دو آدمی ایک سی وسائل رکھتے ہیں۔ ان میں ایک تو اس فن سے ماہر ہے دوسرا نا واقف
اب پہلے آدمی کا حال تو یہ ہوگا کہ اس کے چشم سر میں بصارت اور چشم دل میں بصیرت ہوگی
اسکو ہر روز نیچر (مخلوق) جدید و حسین نظر آئے گی۔ وہ زمانہ حال میں زمانہ گذشتہ کی
تجویز ثانی کریگا۔ اور زمانہ آئندہ کی شان کو پہلے سے سوچے گا۔ وہ زندگی کو پُر از معانی
جانے گا۔ مہمل نہ سمجھیگا اور اپنے فرائض کو ادا کرکے خوش دل رہیگا وہ اپنی ترقی کریگا اور
کمتر جماعتوں کو بہتر و برتر بنانے میں ساعی ہوگا۔ ہر نیک کام کرنے کے لئے چست
و چالاک ہوگا۔ نہ کبھی اُس کے ہاتھ تھکیں گے۔ نہ کبھی دل درماندہ ہوگا۔ وہ اپنے کاموں کو
خوشی سے کریگا۔ اور چیزوں کے خوش رہنے کے لئے مدد کریگا۔ روز بروز اسکی فرزانگی
وسیع ہوتی جائیگی۔ اور اس سبب سے روز اشیا اور آدمیوں کی تہ پر پہنچنے کے لئے
ایک نئی بصارت حاصل ہوگی۔ وہ اپنی زندگی نہایت عزت و حرمت کے ساتھ بسر کریگا
اور جو اُس نے نیک کام کئے ہیں وہ اُس کے یادگار رہیں گے۔ وہ ایک فرشتہ

... اور ملنے کے لئے بنے گا۔

اب دوسرے آدمی کا مال سنئے کہ وہ پہلے آدمی کی نسبت کم خوش رہیگا۔ ہنوز وہ حد بلوغ کو نہ پہنچے گا کہ اسکی بہت سی کل خوشیوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ دولت کے اختیار میں جو کچھ اس کے ساتھ کرتا تھا وہ کر چکی۔ اب وہ اپنی زندگی کو ناخوش اور لیوچ دیکھیگا۔ سیاحی سے اُس کا کچھ بھلا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخ کے معنے اُس کے نزدیک کچھ نہیں ہیں سیاحی میں تو جب مزہ آتا ہے کہ تاریخ کا مذاق ہو۔

اس سیاحی میں وہ اور زحمت سفر سے رنجیدہ ہوگا۔ مرقعات۔ تصویر کو وہ اس سبب سے دیکھیگا۔ کہ اور لوگ دیکھتے ہیں۔ ورنہ اُس کے نزدیک تصویر خانہ۔ اور سور خانہ۔ دونو برابر ہیں۔ غرض اس قسم کی خوشیاں اُسے نہیں حاصل ہونگیں جب بڑھاپا آئیگا تو اور دل منتشر اور پریشاں ہوگا۔ کسی چیز میں اُس کو مزہ و لطف نہ آئیگا۔ زندگی ایک نقاب ہوگی۔ جسکے اندر سوائے شریروں۔ ریاکاروں۔ خوشامدیوں کے کسی کو نہیں پہچانے گا۔ اگرچہ وہ اپنی زیست سے خوش نہ ہوگا۔ مگر اس کے چھوٹنے سے بھی اُس کو بڑا خوف لگے گا۔ پھر پردہ پڑ جائیگا۔ وہ اپنی ساری دولت سے ناکام رہا۔ جسکی وجہ یہ تھی کہ وہ زندگی بسر کرنے کے فن سے آگاہ نہیں تھا۔ جسکے بغیر زندگی سے خوشی و خرمی نہیں حاصل ہو سکتی۔

زندگی میں سچا لطف و مزہ دولت سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ تامل و غور قدر دانی مذاق تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان سب کے سوا آنکھ مبصر اور دل متاثر چاہئے۔ یہ باتیں ایک غریب سے غریب گروہ کو متبرک و سعادتمند و فرخندہ حال بنا دیتی ہیں اعلیٰ درجہ کے خیالات و نفیس مذاق محنت و مشقت سے پیدا ہو سکتی ہیں جسکے سبب سے مزدوروں کا گروہ بہتر و برتر ہو سکتا ہی۔ ایک عاقل عالم کا قول ہی کہ کل فلسفہ اخلاق جو اعلیٰ درجہ کی زندگی میں برتا جا سکتا ہے ایسا ہی ادنے درجہ کی زندگی میں خواہ وہ گنواروں کی ہو یا کسی خاص شخص کی۔ ہر شخص میں انسانیت کی حالت موجود ہوتی ہے۔

اچھا مذاق عجیب چیز ہے وہ جسمانی آرام اور آسائشوں کا اصلی منتظم ہوتا ہی اور خوشی کو

گنواروں کے مکان

باب یازدہم

بڑھاتا ہی۔ جب تم کسی دوست سے ملاقات کرنے جاؤ تو دروازہ میں قدم رکھتے ہی یہ علم تم کو ہو جائیگا کہ مالک خانہ صاحب مذاق ہی یا نہیں اگر صاحب مذاق ہو گا تو سب چیزیں ستھری اُجلی قرینہ و ترتیب سے رکھی ہوئی ہونگی۔ کہیں پھول کے گملے دھرے ہونگے دیواروں پر تصویریں آویزاں ہونگی۔ نغمہ سرا پرندوں کا پنجرا لٹکتا ہوگا۔ کتابیں قرینہ سے رکھی ہونگی۔ معمولی اسباب خانہ گو بیش بہا نہ ہوگا۔ مگر بہت خوشنمائی کے ساتھ رکھا ہوگا غرض اس سے دل میں وہ خوشی پیدا ہوگی جو بیان نہیں ہوسکتی۔ اسکی خانہ داری کے ہر کام میں زندگی بسر کرنے کا فن اپنے تئیں دکھاتا ہے۔ مثلاً خوراک ہی تو وہ اوّل زود ہضم غذا انتخاب کریگا پھر اُسکو مزہ دار تیار کریگا۔ اسمیں کسی طرح کا اسراف نہ ہونے پائیگا۔ ارزانی کا خیال رکھیگا۔ پانی ایسا صاف رکھے گا کہ وہ پاکیزہ برتنوں میں موتی سا چمکتا ہوگا۔ جسکے آگے شربت پینے کو جی نہ چاہے گا۔

اب دوسرے گھر میں جائیے جہاں یہ فن اپنا کام نہیں کرتا۔ وہاں اسراف ہوگا مگر کسی چیز میں لطف و مزہ و سلیقہ نہوگا۔ خرچ بہت کچھ ہوگا مگر آرام نہ ہوگا۔ سارا گھر تکلیفوں سے بھرا ہوگا۔ کتابیں بکھری پڑی ہونگی۔ کپڑے۔ ٹوپیاں۔ شال دوشالے اِدھر اُدھر تتر بتر پڑے ہونگے۔ کرسی۔ مونڈھوں پر اسباب لدا ہوگا۔ دالانوں کمروں میں گرد دو دو چار چار انگل جمی ہوگی۔ روپیہ خواہ کتنا ہی خرچ ہو جائے مگر کوئی چیز درست نہیں ہوگی۔ اسکا سبب یہی ہوتا ہے کہ مالک خانہ اس فن سے ماہر نہیں ہوتا۔ دہات میں گنواروں کے گھروں کو دیکھو تو ان میں یہ فرق پاؤگے کہ ایک گنوار ایسی کشادہ جگہ تلاش کرکے مکان بناتا ہے جہاں صحت خوب رہے تا ہوا کی آمد و رفت رہی۔ اس کے گھر میں کوڑے کرکٹ کا نام نہیں ہوتا۔ اپنا غریبانہ اسباب ستھرا اُجلا قرینہ سے رکھا ہوتا ہے۔ غرض وہ اس فن کو جانتا ہے اور گھر کی ہر چیز میں سلیقہ نکھرا پایا جاتا ہے۔ اب اسکے برخلاف دوسرے گنوار کے گھر کو دیکھیے تو ساری چیزیں پہلے گھر کے ضد پائیگا۔ بچے موریوں پر کھیل رہے ہیں مرغیاں اور کتے چارپائیوں پر پھر رہی ہیں کوڑے کے ڈھیر

...ہیں یا ایک دکان میں یا ایک کارخانہ میں کام کرتے ہیں اُن میں ایک تو
...ت ہشاش بشاش رہتا ہے۔ پوشاک نفیس پہنتا ہے۔ سارے کام اُس کے
...رے نفیس ہوتے ہیں نماز پڑھنے کے لئے اجلی پوشاک پہن کر جاتا ہے۔
...پھر روپیہ بھی جمع رکھتا ہے۔ بچوں کی تعلیم میں بھی خرچ کرنے کا مقدور رکھتا ہے۔
...دوسرے آدمی کی حالت اس کے برخلاف ہوتی ہے کہ غمگین اور مصیبت زدہ
معلوم ہوتا ہے۔ کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے پہنتا ہے۔ کبھی گھر سے باہر
نکل کر کسی جگہ جا کر نہیں بیٹھتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ فن آتا ہے
کہ وہ اپنی زندگی سے مسرت وراحت دلی حاصل کرنی جانتا ہے اور اپنے تئیں
خوش دل رکھنا اور اوروں کو خوش دل کرنا اسے آتا ہے۔ جو شخص سے نہیں جانتا ہے
نہ وہ خود خوش رہے نہ کسی کو خوش رکھے۔ آپ بھی جلے اور اوروں کو بھی جلائے۔
لوگ بھلے آدمی سے محبت کرتے ہیں اس کی عزت کرتے ہیں دوسرے آدمی سے
نفرت رکھتے ہیں اور اُس کو ذلیل جانتے ہیں۔ ان دلائل کی وجہ سے ہر شخص کو خواہ
وہ کیسا ہی غریب ہو اس فن کو سیکھنا چاہیے جسکے سبب سے زندگی میں بہت
کچھ مسرت اور برکت حاصل ہوگی۔ دنیا کو ہمارے آنسوؤں کے نالے کی ضرورت
نہیں مگر اسمیں ہم خود ہی اس کو بہاتے ہیں ہم کو اپنی قسمت پر بہت کچھ اختیار اور
حکومت حاصل ہے۔ کل واقعات میں ہم کو اپنے دل پر اختیار ہوتا ہے کہ اپنی طبیعتوں
اور مزاجوں کی روک تھام کر کے مسرت ناک خیالات کریں تربیت و تعلیم سے ہم اپنی
طبیعت کے نیک حصہ کو کام میں لاسکتے ہیں جو اکثر آدمیوں کے اندر وہ بڑے گہرے
نیند میں پڑا سویا کرتا ہے۔ اچھی کتابیں پڑھ کر نیک خیالات پیدا کریں اور امن و امان
خیر و عافیت کے ساتھ اس طرح زندگی بسر کریں کہ بھلے مانس ہماری تعظیم و تکریم کریں
اور ہماری راستبازی کی مثال ہمارے جانشینوں کو نعمتیں و برکتیں پہنچایئں۔ اس
فن کا ظہور نہایت عمدہ طور سے گھروں میں ہوا کرتا ہے۔ مسرت ناک گھر کے لئے
جس میں نیک اثروں کو بد اثروں پر غلبہ ہوتا ہے اول شرط یہ ہے کہ اسمیں چین ہو

گھر وٹھ چین۔

جس گھر میں لڑائی جھگڑے۔ تھمے وسوسے۔ تردد و فکر۔ ٹلے بیلکے ... ڈھیلا ڈھالا پن۔ میلا کچیلا پن۔ پھوہڑپن۔ بدسلیقگی ہوگی تو اسمیں عورت کو مرد کو چین ہوگا۔ خاوند جس نے سارا دن محنت مشقت میں کاٹا ہے اسکو یہ امید ہوتی ہے کہ اب میں گھر میں جاکر اس اپنی مشقت کے معاوضہ میں آرام پاؤں گا۔ اس لئے بیوی کو چاہیئے کہ وہ گھر میں صفائی و درستی سے اس کے آرام کا سامان تیار کرے خانہ داری کے انتظام کے یہ معنے ہیں کہ ساری چیزیں اس کی ایسی درست ہوں جب مرد کو یہ خیال آئے کہ میں اپنے گھر جاتا ہوں تو وہ یہ سمجھے کہ میں کسی بڑی مقدس و متبرک جا جاتا ہوں۔ جس شخص کو گھر میں آرام نہ ملے اسکو بگھرا کہنا چاہیئے گھر کی جان سکھ چین ہی ہے۔ سکھ چین کے معنے فقط یہی نہیں ہیں کہ گھر میں اسباب خوب ہو کھانا۔ پینا۔ اچھا ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ معنے ہیں کہ گھر ستھرا صاف ہو۔ اس میں تازی ہوا آتی جاتی ہو۔ ترتیب و قرینہ ہو۔ کفایت شعاری ہو مختصر یہ ہے کہ خانگی کفایت شعاری اور انتظام خانہ داری ہو۔ سکھ چین ایسی سرزمین ہے کہ جسمیں آدمی کا جسمانی اور اخلاقی نشو و نما ہوتا ہے۔ بہت سی نیکیوں کی اصل یہہ سکھ چین ہی ہوتا ہے۔ سکھ چین کے لئے دولت کی ضرورت نہیں دولت کی ضرورت تو عیش و عشرت کے لئے ہوتی ہے ایک غریب گھر جسمیں ضروریات زندگی میسر ہوں اور اسمیں بیوی ستھری کفایت شعار۔ منتظم ہو تو صرف یہی باتیں سکھ چین کے لئے کافی ہیں بے چینی و بے آرامی کا بڑا حصہ وسائل و اسباب کی ناکامی ہونے سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ وہ خانہ داری کے ضروری علم کے نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔

سکھ چین کی زیادتی ایک امر اضافی ہے۔ وہی اسباب جو ایک شخص کو آرام دیتا ہے۔ دوسرے کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ ایک ہی مکان میں غریب کو آسائش ملتی ہے امیر کو تکلیف۔ آدمیوں کو اپنی خصلت و طبیعت کے سبب سے زیادہ تر سکھ چین حاصل ہوتا ہے بہ نسبت خوش نما اسباب و خوش فضا مکانات اور عیش افزا اسباب کے آدمیوں کی طبیعت پر بھی اور اشیاء پر بھی سکھ چین منحصر ہوتا ہے جو آدمی سکھ

رہتے ہیں وہ نیک نہاد اور خوش مزاج ہوتے ہیں نیک نہادی تو سکھ چین کی شرط غیر متغیر ہے۔ سکھ چین کے لئے مصالحت۔ معاملت۔ معاونت۔ اور مزاج میں یہ قابلیت کہ ہر چیز کو بہتر بنائیں ضرور ہے جہاں محبت ہو۔ وہاں روٹی وساگ و پات کی دعوت میں جو لطف ہوتا ہے وہ پلاؤ قورمہ کی دعوت میں لطف نہیں آتا جہاں عداوت ہو جس گھر میں سلوک ہے اسمیں چٹنی روٹی بریانی۔ زردہ سے زیادہ مزہ دیتی ہے۔ سکھ چین سے رہنے والے عاقل ہوشیار منتظم و محتاط ہوتے ہیں وہ بالطبع۔ عدالت۔ عفت صداقت کو دوست رکھتے ہیں وہ کبھی قرضدار نہیں ہوتے کیونکہ قرضدار ہونا ایک قسم کی بے دیانتی ہے وہ اپنے مقدور کے موافق رہتے ہیں اور کچھ جمع بھی کرتے ہیں کہ بیکاری کے دنوں میں وہ کام آئے۔ گھر کے لئے کچھ اسباب بھی خریدلتے رہتے ہیں۔ مہمان نواز اور موقع و محل پر فیاض بھی ہوتے ہیں ہر کام کو انتظام کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ محنتی معتدل مستقل منتظم ہوتے ہیں لباس ایسا پہنتے ہیں کہ جسم کو آرام آتا ہے۔ موسم کے موافق انکی پوشاک ہوتی ہے۔ وضعداری و زیبایش کے لئے ایسے کپڑے نہیں بناتے کہ جن سے جاڑے میں اکڑیں اور گرمی میں پسینے بہائیں سونے چاندی کی جڑاؤ انگوٹھیوں میں روپیہ نہیں خرچ کرتے۔ بلکہ کام کی چیزوں ہیں گھر میں فرش پر تقیا نہیں پڑنے دیتے چارپائی پلنگ۔ تخت۔ مضبوط بناتے ہیں۔ غرض زیبایش و آرایش کے لئے کوئی چیز نہیں بناتے۔ بلکہ آرام و آسایش اور کام کے لئے۔ گھر کی ساری رونق عورت کے سگھڑاپے پر موقوف ہے اور سکھ چین میاں بیوی کے سلوک پر منحصر ہے۔ مرد کی زندگی گو عورت کے گرد صدقہ ہوتی ہے۔ وہ گھر کا آفتاب ہوتی ہے۔ وہ گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ ہر گھر میں آسایش و آرام عورت کی خصلت و طبیعت و مزاج پر منحصر ہے۔ بغیر عورت کے نظم و کفایت شعار ہونے کے مرد کا منتظم و کفایت شعار ہونا بیکار ہے۔ ضرب المثل ہے کہ جبتک عورت نہ چاہے گھر نہیں پھلتا پھولتا

گھر کی کفایت شعاری غریبا نہ معمولی امر ہے
کوگو انہوں نے دنیا نہ دیکھی ہو خوش دل کرتی ہے۔ وہ افراد انسانی پر اثر کرتی ہے اس لئے گروہ انسانی کی بہتری اور برتری اس سے ہوتی ہے۔ مگر اس سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ خوشی ہوتی ہے بغیر اسکے تو قوانین خیالی ہیں۔ حب قومی ملکی فقط تسلی دینے والی باتیں ہوتی ہیں ان سے جو امیدیں پیدا ہوتی ہیں ان میں مایوسی ہوتی ہے اس لئے وہ بعض اوقات بے فائدہ بلکہ مضر ہوتی ہیں۔

کفایت شعار مرد محنت و مزدوری کے لئے گھر سے باہر جاتا ہے اور جب گھر پھر آتا ہے تو اس خیال سے اُس کی خوشی دوچند ہو جاتی ہے کہ میری سگھڑ بیوی نے گھر میں ساری کام درستی اور دانائی سے کر رکھے ہوں گے۔ سگھڑ بیوی گھر میں ایک قوت ہوتی ہے اور ہمسایہ کی عورتوں کے لئے نمونہ جسے وہ دیکھ کر اپنے تئیں بھی اُسی سانچے میں ڈھالتی ہیں۔ بچوں میں بھی عادتیں اُسی کی سی پیدا ہوتی ہیں۔ نمونہ بہ نسبت الفاظ کے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا ہے اسلئے کہ وہ تعلیم عملی کرتا ہے اور کام میں دانائی سکھاتا ہے۔

عورت کی صفات میں سے سب سے بہتر صفت انتظام خانہ داری کے لئے اوّل یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو دانائی سے کام میں لانا جانتی ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ گھر کی صفائی اور درستی کے کام جو چین اور آرام کے لئے ضروری ہیں وہ عورت کے ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں۔ عورت کی آدھی تعلیم اُس کی انگلیوں کی تعلیم ہے۔ اسکی انگلیوں کے سرے میں دانائی اور نیکی ہوتی ہے مگر اس دانائی کے ساتھ کفایت شعاری بھی ضرور ہے

دوسری صفت گھر کے انتظام کی بابت سلیقہ و ترتیب ہے یعنی سگھڑاپا ہے جس سے اکثر عورتیں ناواقف ہوتی ہیں۔ ترتیب و سلیقہ سے مراد یہ ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر کیا جائے۔ ہر چیز کے رکھنے کے لئے ایک جگہ معین ہو اور ہر جگہ کسی چیز

Marfat.com

لئے مقرر ہو۔ عورتوں کو وقت کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ وقت پر کام کرنے سے کام بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ گھر میں ساری چیزیں بے طور رکھی ہوتی ہیں چارپائی پلنگوں پر پیاز لہسن کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں گٹھڑیوں میں گودڑ کی طرح گڈ مڈ کپڑے لدے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی کپڑا نکالنا ہو تو جب تک سارے کپڑوں کو الٹ پلٹ نہ کرو تو وہ ملتا نہیں۔ غرض کسی چیز کا ٹھور ٹھکانا نہیں ہوتا جیسے مرد فضول خرچ ہوتے ہیں ایسی ہی عورتیں مسرف ہوتی ہیں انکی انگلیوں میں سے روپیہ پارہ کی طرح نکل جاتا ہے خرچ و جمع کی بھی ترتیبیں و ترکیبیں ہوتی ہیں یہ عورتیں نہیں جانتیں کہ اپنے خاوندوں کی کمائی کو کس طرح فائدہ مندی کے ساتھ خرچ کریں عورتوں کو سگھڑاپے کی تعلیم مقدم ہے۔ جس سے گھر کا پھوڑپن دور ہو۔

تیسری صفت خانہ داری کے انتظام کے واسطے۔ محنت کی ضرورت ہے محنت کام کی جان ہے۔ مگر محنت کے ساتھ تربیت و سلیقہ کی حاجت ہے بغیر اسکے وہی مثل ہے کہ سارے دن پیسا چپنی بھر اٹھایا محنت کا پیداوار بے تربیت کے بہت کم ہوتا ہے۔ جو تربیت سے عورت محنت کرتی ہے اپنے کاموں کو نہایت خوش اسلوبی سے وہ سرانجام دیتی ہے نہ اس کے کام میں غل مچتا ہے نہ گرد کے بادل اٹھتے ہیں خاموشی کے ساتھ سارے کام عمدہ طور پر پورے ہو جاتے ہیں۔

چوتھی صفت گھر کے انتظام کے لئے ہوشیاری ہے۔ ہوشیاری ایک عملی دانائی ہے۔ اس سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ ایک کام کو ٹھیک طور سے کیونکر سرانجام دیا جاوے وہ وسائل و انتظام۔ وقت۔ کام کرنے کی ترتیب کو بتلاتی ہے۔ تجربہ سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے اور علم سے اسمیں تیزی آتی ہے۔

پانچویں صفت انتظام خانہ داری کے واسطے وقت کی پابندی ہے۔ امور خانہ داری میں وقت کی پابندی سے بہت سی خلشیں و رنجشیں دور ہو جاتی ہیں کھانا وقت پر تیار ہو تو پھر دیکھو چھوٹے بڑے کیا غل مچاتے ہیں نماز وقت پر نہ پڑھو تو کتنی نمازیں قضا ہوتی ہیں۔ دن کو نہ نہاؤ تو رات کے نہانے سے دیکھو کیا نقصان ہوتا ہے

کسی کا روپیہ وقت پر نہ ادا کرو آج کل کرو تو دیکھو یہی [illegible]

غرض جو عورت وقت کی پابندی نہ کرے وہ مرد کی طرح قابل نفرت [illegible] ہوتی ہی۔ کام کرنے والے کے واسطے تو وقت زر ہے اور کام کرنے والی عورت کے واسطے وہ زر سے بھی زیادہ ہے اسی کی پابندی سے گھر میں۔ امن چین۔ آسودہ حال ہوتی ہے۔

چھٹی صفت خانہ داری کے انتظام کے واسطے استقلال ہے۔ پہلے کوئی اچھی تدبیر تجویز کرو۔ پھر اُسکی لئے پیروی کرو۔ اور جب تک کوئی وجہ قوی نہ ہو اُسکا پیچھا چھوڑو نہیں دلی توجہ وراستی کے ساتھ اُس کے درپے رہو۔ ضرور اچھے موسم میں اسکا پھل تمکو ملجائیگا اگر عملی دانائی وتدبیر پر مبنی ہوگی تو ساری چیزیں اُسکی طرف کشش کرکے آجائینگی اور خانگی انتظام کے سارے حصوں میں بہ تدریج متابعت پیدا ہو جائے گی۔

زندگی کے مسرت ناک بنانے کے فن میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی اپنے مزاج کو قابو اور اختیار میں رکھے۔ نہایت نیک نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ مہربانی۔ تلطف ومدارا خوش مزاجی وتحمل سے جب چاہیں ہم خوش ہوسکتے ہیں اور اوروں کو خوش کرسکتے ہیں اپنے میں اور اوروں میں خیالات مسرت آمیز پیدا کرسکتے ہیں ہم کو اپنی عادت میں اعتدال رکھنا چاہیئے۔ زبان کو فحش سے بچانا چاہیئے کبھی گالی۔ کوسنا منہ سے نہ نکالنا چاہیئے۔ یہ گالی کوسنا دینا تو بے معنے ونادانی بے فائدہ وحشیانہ باتیں جاہل گنواروں اور وحشیوں کی ہیں۔ گالی اور کوسنے سے بدتر قسم کھانا ہی اس سے زیادہ کوئی جہل ونادانی کی بات نہیں۔ وہ تو گناہ گاری سے بھری ہوئی دل کی لرزانے والی ناخداپرستی کی بات ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ اکثر جاہلوں کی عادت میں قسم کھانا داخل ہوگیا ہے اور ناحق یہ گناہ بے لذت کرتے ہیں بعض آدمیوں کا تکیہ کلام قسم ہوتا ہے۔ بعض آدمی فقط تحسین کلام کے لئے قسم کھاتے ہیں واللہ باللہ کے بغیر ان کو اپنی بات میں مزہ نہیں آتا۔

خوش اطواری اور خوش اخلاقی سے تو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں مگر ان کے سوا

فرحت ناک چیزیں ایسی ہیں جن سے خوشیاں بغیر کسی گناہ کے انسان حاصل
کرسکتا ہے کوئی شخص کام کرنے کمانے سونے میں ہمیشہ نہیں لگا رہتا ہے اس کو ضرور
ضرور اس کو فرصت و فراغت ملتی ہے۔ جسمیں وہ عقلی خوشیاں اور جسمانی ورزشیں
اپنی فرحت طبع کے لئے کرسکتا ہے۔ مفرح اشیاء کے معنے بڑے وسیع ہیں
جس کو بہت آدمی نہیں سمجھتے۔ تفریح طبع بھی تعلیم کا ایک جزو اعظم ہے۔ یہ
غلطی ہے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گھر سے باہر جو لڑکے اور آدمی کھیل رہے ہیں
وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ کھیل کود تماشے لہو و لعب بازی میں لڑکے
وقت ضائع کرنے والا ہوتا ہے مگر وہ زندگی کا منتظم بھی ہوتا ہے۔ اگر ہم تندرست
رہنا چاہیں تو ہم کو آرام و ورزش دونوں کرنی چاہئیں اگر ہم آرام نہ کریں گے۔
اور ورزش نہ کریں گے تو بہت جلد اُس کے نتیجے علامت جسمانی میں ظاہر ہوں گے
جو طالب علم یہ کہتے ہیں کہ ہم کو جسمانی ورزشوں کے لئے وقت نہیں ملتا اُنکو جلد یا
دیر کر بیمار رہنے کے لئے وقت ملنے لگے گا۔

دُنیا میں ایسے زاہد خشک مزاج عبوس تفریح کی باتوں سے بالطبع متنفر
ہیں کہ اگر اُن کا بس چلے تو آسمان پر کالے کپڑے لپیٹ دیں۔ ستاروں کی حیات
دل فروز جاں افزا کو کفن پہنا دیں۔ ثوابت منورہ کو فضائے آسمانی سے اکھیڑ کر
پھینک دیں آفتاب کو بادلوں میں چھپا دیں ماہ سیموں کو اپنی جگہ پہ نہ رہنے دیں
کھیتوں اور باغوں کو اور ان کے گلوں اور غنچوں کو خاک میں ملا دیں۔ غرض ساری
دنیا پہ پژمردگی اور افسردگی کی تاریکی کو چھا دیں۔ مگر ان کے یہ کام نہ عقل کے موافق
نہ اخلاق کے مطابق ہیں۔ اور مذہب کو بھی ان میں کم دخل ہے۔

جہاں آفریں عالم آرا نے بہت کچھ سامان خوشی کے ہمارے لئے پیدا کئے
ہیں اور ہم کو قابلیت دی ہے کہ ان سے مسرت و انبساط حاصل کریں۔ ہمارے
لئے دُنیا کو کیسا آراستہ بنایا ہے۔ ساری خوشنما اور خوبصورت چیزیں
اسے گرد و پیش کی ہیں ہمارے مزاج میں محبت۔ ہم وزدی چیز کی

Marfat.com

معاونت کرنا یہ ست باتیں پیدا کی ہیں کہ ہم ان سے خوش ہو
اپنے خالق کے کاموں کو کامل اور مخلوق خدا کو جس کے درمیان ہم رہتے
ہیں شاد و آباد کریں۔

خوش دل آدمی سے افعال بھی خوشی و مسرت کے صادر ہوتے ہیں تاریک خیال منحوسوں کے اعمال بھی ناخوشی و زود رنجی کے غالباً سرزد ہوتے ہیں درشت مزاجی و عصیاں کاری انہیں آدمیوں میں ہوتی ہے جو خوش مزاج نہیں ہوتے اور نہ وہ قدرت کی مسرت ناک چیزوں سے احتظاظ و التذاذ حاصل کرتے ہیں۔ نہ روشن ضمیر و خندہ رو آدمیوں کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں انسانوں کو بالطبع فراغت و فرحت کی خواہش ہوتی ہے اور طبعی خواہشوں کی طرح وہ بھی انسان کے اندرونی کے مقاصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں وہ بھی خواہشوں کی طرح دب نہیں سکتے اسکا ظہور کسی نہ کسی طرح سے ضرور ہوتا ہے ایسی ایک تفریح طبع کے لئے جسمیں کوئی گناہ نہ ہو مستحسن سعی کی جائے تو وہ ضرر ناک برائیوں سے روکنے کے لئے بیں پند و وعظ سے زیادہ اثر رکھے گی۔ اگر تفریح طبع کے لئے نیک سامان کے موقع کو ہاتھ سے دے دیں گے تو برے سامان خود پیدا کریں گے۔ ایک عاقل کا قول ہے کہ برائی پر بڑا اثر دار حملہ اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی جگہ کوئی بہتر چیز رکھہ دے مثلاً اگر کسی شخص کو شراب پینے سے شوق ہو تو اس کے چھڑانے کی تدبیر یہ سب سے اچھی ہے کہ کوئی اور شوق مثلاً ناچ گانے کا پیدا کر دیں +

علم موسیقی اور سماع بھی انسانیت پیدا کرتا ہے۔ مہذب ملکوں میں اخلاق عامہ پر اس فن سے بھی بہت کچھہ اثر ہوا ہے کہتے ہیں کچھہ نہ کچھہ خوشی اس سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ وہ گھر کو نہایت دلکش بناتا ہے۔ وہ معاشرت میں بڑا لطف پیدا کرتا ہے صحبت جلسوں کو دل آویز دلچسپ بنا دیتا ہے۔ بعض واضعان دین نے اس فن کو شراب کی مستانہ نوشی کے انسداد کا

Marfat.com

سننے کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہم پر ہے کہ اُس نے
ہمارے گرد کرہ ہوا ایسا بنایا ہے کہ جس سے خوش آوازیں ہم پیدا کر سکتے ہیں اگر
ہم اپنی زبان کی تعلیم و تربیت ایسی نہ کریں کہ یہ نعمت ہم کو حاصل ہو تو بڑی
حرماں نصیبی ہے۔ مہذب ملکوں میں گھر گھر اس فن کا چرچا ہے۔ بچے مدرسوں
میں سیکھتے ہیں۔ گھروں میں مشق کرتے ہیں۔ ان کی شیریں آواز طرح
طرح سے دل کو تفریح دیتی ہے۔ محبت کے وقت اس سے راحت ہوتی ہے

غریب سے غریب گھروں میں بھی نفاست ہو سکتی ہے۔ غریبوں کی بڑی
نفاست صفائی ہے۔ مگر اس کے سوائے وہ اور بھی چیزیں جن سے خوشی
حاصل ہو اپنے گرد پیدا کر سکتے ہیں اور عطیات ایزدی اور محنت انسانی سے
بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا یہ بھی ایک عطیہ عظیم ہے کہ انسان میں
مذاق حُسن ہو۔ یہ مذاق ہی تہذیب کی دایہ ہے۔ حسانت و نفاست کچھ امرا
کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وہ عام ہے سب جگہ موجود ہے۔ قدرتی
چیزوں میں صنعت کی چیزوں میں۔ علوم و فنون علم و ادب میں۔ معاشرت و
صحبت میں گھر میں۔ ان چیزوں میں سے ایک پھول بھی ہے جو نہایت
ارزاں وسعت مل سکتا ہے۔ قدرتی خوشبوؤں میں گلاب کی بُو سب سے بہتر
ہے وہ کوڑیوں کے مول مل سکتی ہے۔ پھولوں میں حُسن کے سوائے اور
گُن بھی ہیں۔ جن کو دانشمند نظر تعمق سے دیکھتے ہیں۔ دُنیا میں کوئی زمانہ
ایسا نہیں ہوا کہ انسان ہو اور پھول نہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے دُنیا کو
پھولوں سے انسان کے لئے بہشت بنا دیا ہے۔ بہت درخت اور پھل پھول
غذا کے فائدے کے لئے اُس نے پیدا کئے ہیں۔ مگر بہت سے پھول فقط انسان کی
تفریح طبع کے لئے پیدا کئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے انسان کی تفریح
کے واسطے آسمان کو ستاروں سے زیبائش دی اور زمین کے گلوں سے
آرائش کی۔ پھولوں کی پاکیزگی اور نزاکت کا نمونہ نہیں۔ وہ سب بوڑھوں بچوں

Marfat.com

جوانوں کو مسرت و انبساط کی صلاحیت قائم رکھتے ہیں اور [illegible] بنا دیتے ہیں۔ آنکھوں کو طراوت اور دماغ کو فرحت دیتے ہیں۔ پھولوں [illegible] اس سبب سے نہیں کرتے کہ وہ سستے یا مفت ملتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ جتنی چیزیں عام فائدہ کی ہوتی ہیں وہ مفت ملتی ہیں۔ آفتاب کی روشنی اور ہوا کی قیمت کون دیتا ہے۔ اگر ایسی چیزوں کی قیمت دینی پڑتی تو ہماری عیش میں بڑا فرق آتا۔ بہت سی چیزیں نیچر (فطرت) میں ایسی ہیں کہ ہم ان سے آدھا حظ بھی نہیں اٹھاتے اس لئے کہ ہم نے وہ راہیں بند کر رکھی ہیں جن سے وہ ہمارے حواس اور دل میں داخل ہوتی ہیں۔ ہماری عادت ہے کہ ہم واقعات کو دیکھتے ہیں ان کی اصل حقیقت پر غور نہیں کرتے۔ اگر ہم اپنے دل کو مسرت و انبساط کے لئے کشادہ کر دیں تو اپنے چاروں طرف تسکین دینے والی خوشیوں کا بازار لگا دیکھیں ہم کو یہ معلوم ہونے لگے کہ ہم خوشیوں کے جلیس ہیں کہ جو ہر شعاع آفتاب کے ساتھ ہماری ملاقات کو آتی ہیں اور ان پریوں کے انیس ہیں جو ہر پھول کی خدمت میں حاضر رہیں۔ ہم کو اس پیارے علم کی ضرورت ہے جو ہم کو اس قابل بنا دے کہ زندگی سے متمتع کیونکر ہوتے ہیں اور اس فن کی تعلیم کی حاجت ہے جو ہم کو یہ بتلا دے کہ وسائل عام جو چاروں طرف ہمارے گرد پھیلے ہوئے ہیں ان سے حظ و مسرت زندگی کیونکر حاصل کریں۔

مہذب ملکوں میں علم و ہنر نے سیکڑوں چیزوں کو ایسا ارزاں کر دیا ہے کہ نہایت غریب آدمی بھی اپنے چھوٹے سے مکان کو صاف و ستھرا رکھ کے اسے آراستہ کر سکتا ہے۔ مثلاً تصویریں ہیں ان کو فوٹوگرافی اور چھاپے وغیرہ نے کوڑیوں کے مول کر دیا ہے کہ غریب سا غریب آدمی بھی ان کو مول لے کر مکان میں لگا سکتا ہے۔ تصویر بھی ایک عجیب کرشمہ و سحر ہے وہ دل میں نیک خیالات پیدا کرتی ہیں۔ بہادرانہ کاموں کے نقش کو دل پر جما دیتی ہے کھیتوں اور بازاروں میں سے قدرت کے ٹکڑے کتر کر گھر میں لا کر دکھا دیتی ہے۔ غرض وہ بڑی تعلیم اور ذریعہ تعلیم ہے۔

Marfat.com

... بڑی مدد دیتی ہے۔ گھروں کو دل کشا و دل کش بنا دیتی ہے۔ ایک عالم کا تماشا گھر میں دکھا دیتی ہے۔ کسی بزرگ ولی مقدس کی تصویر دیوار پر گھر میں لٹکتی ہے تو اس کی سوانح عمری یاد دلاتی ہے اور اپنی تقلید کی طرف کشش کرتی ہے گو اس کی برابری نہ ہو سکے مگر اس کے قریب جانے کی کوشش ہوتی ہے۔ تعظیم و محبت اس کی پیدا ہوتی ہے۔ اسکے سامنے بُرے کام کرنے سے شرم آتی ہے وہ ایک مصاحب اور مصاحبوں سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ گراں بہا تصویروں ہی سے گھر آراستہ کیا جائے۔ ان سے بہتر کم قیمت تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ تصویروں میں بڑی بات یہ ہے کہ آنکھ ایسی مبصر ہو کہ انکی خوبیوں کو دیکھ لیتی ہو۔ پھر تو بیسوں کی تصویروں کا اس غریب مبصر پر اثر ہوتا ہے۔ جو ہزاروں روپیوں کی تصویروں کا لکھ پتی پر نہیں ہوتا گو اس کو وہ مسرت حاصل ہو کہ جو ان بیش بہا تصویروں کے مالک بننے سے ہوتی ہے جو کہیں اور نہیں ہوتیں گھروں میں مسلمان تصویر کا آویزاں کرنا پسند نہیں کرتے۔ دیواروں پر گلکاری کراتے ہیں اور ان پر نہایت خوشخط قطعات چوکھٹوں میں تکلف کے ساتھ لٹکاتے ہیں اُنھوں نے اپنی ساری مصوری کی لیاقت و قابلیت خوشخطی کی تکمیل میں خرچ کی ہے۔ جانداروں کی تصویر سے پرہیز کیا ہے۔ مگر مہذب ملکوں میں اُن مکانوں کو آراستہ ہی نہیں جانتے جنکی دیواروں پر خوش اسلوبی سے تصویریں آویزاں نہ ہوں خواہ اُس میں اور اسباب کیسا ہی نفیس و لطیف بھرا ہوا ہو۔

اس باب کا خلاصہ

زندگی بسر کرنے کا فن بہت سی صورتوں میں اپنی جلوہ نمائی کرتا ہے اس کا موضوع اعظم یہ ہے کہ ہر چیز کو عمدہ و بہتر بنا دے۔ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کے اندر وہ احتیاط کرنا نہ سکھاتا ہو اور محتاط نہ بناتا ہو چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بڑا بنا دیتا ہے۔ گھر کو روشن اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اور قدرتی چیزوں میں ایک نئی دل ربائی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ذریعہ سے امیروں کے باغوں اور

اس باب کا خلاصہ

محلوں و بارگوں سے غریبوں کو محفوظ [illegible] بیٹھنے سے - پھولوں کے پھلنے سے خرم اشناد کرتا ہے - سرزمین [illegible] اور ساری مصنوعی چیزوں کو ایسا بناتا ہے جن سے دلوں کو خوشی و مسرت دلاتا ہے - ہر طرح معاشرت کو مسرت ناک بناتا ہے - خوش مزاج - بے غرض نیک خواہ خلائق بے ریا محب بناتا ہے - اسکی مدد سے آدمی اوروں کو خوش کرتا ہے اور اپنے تئیں منعم و متبرک مسرور بناتا ہے - اپنی قسمت کو برتر اور بہتر کرتا ہے اور سب مخلوقات سے بالا تر لے جاکے غیر متناہی عالم کی قربت میں وہ پہنچاتا ہے - جہاں اس فن کو کمال ہے وہیں وقت کو ابد سے اتفاق ہے فقط

تمام شد

فہرست مضامین

باب اول - محنت - ا سے ۹

کفایت شعاری خانہ داری - فائدہ مند محنت - حق موروثی - نتیجہ محنت محنت کی ضرورت محنت و عقل و تہذیب و کفایت شعاری -

باب دوم

کفایت شعاری ۹ سے ۱۵

کفایت شعاری کی عادت - کام کرنے والے و سرمایہ - نفس پروری - کفایت شعاری کے نتائج - فضول خرچی کی تاریخ - روپے بچانے کے فائدے - فضول خرچی میں سرگرمی - سودا خریدنا - اسراف - اپنا آپ ادب کرنا - زندگی کی بے اعتباری - کام چلتے کے دن - اخلاقی استغنا قومی تونگری +

باب سوم

دولت - فلاکت - جہالت - تعلیم - ۱۵ - ۲۹

دولت - جہالت کی قوت - تعلیم - علم کا کام میں آنا - تعلیم عام

Marfat.com

باب چہارم

انتظام خانہ داری کے قواعد - ۲۹ - ۳۲

انتظام خانہ داری - انتظام دانائی کے ساتھ - دولت بچانے میں ایک عزت ہی خود اپنی ترقی کرنی - ناکامیابی کے اسباب - کامیابی کی قیمت - اجتماع کی قوت روپیہ کا بچانا +

باب پنجم

انتظام خانہ داری کے لئے جان کا بیمہ کرنا - ۳۷ - ۴۲

جان کا بیمہ - بدنظمی ظلم ہے - بیمہ کا معاوضہ - بی نی فٹ سوسائٹی -

باب ششم

سیونگس بنک - ۴۲ سے ۴۷

سیونگس بنک - سیونگس بنک کی مختصر تاریخ - اس پر اعتراض - انکی اشاعت ہندوستان کے سیونگس بنک -

باب ہفتم

چھوٹی چھوٹی چیزیں جزئیات - ۴۷ سے ۵۱ -

جزئیات - قسمت و محنت - چھوٹی چیزوں سے غفلت کرنا - پیسوں کا خرچ کرنا بیوی کا معاون ہونا +

باب ہشتم

قرض کا رواج ہندوستان میں - ۵۱ - ۶۸

قرض کا علاج - قرض کی برائیاں - قرض لینے کے اسباب - قرض سے نجات پانے کے طریقے - قرض ادا کرنے کے فائدے

باب نہم

دولت و خیرات - ۶۸ - ۸۲

بیکسوں کی امانت - دولت کی محبت - دولتمند ہونے کا شوق - دولتمند و مفلس

Marfat.com

بڑھاپے کی خوشحالی - دولت کو دعوی ممتاز
معز افلاس - افلاس و خوشدلی - خیرات ...
و خیرات - غریبوں کی جس طرح مدد کرنی چاہیئے - طریقے خیرات کے

باب دہم

گھروں کا صحت بخش ہونا - ۸۸ - ۹۴

تندرستی - گھروں میں تندرست رہنا - عورتوں کی دانشمندی - گھروں سے بیماریاں کا
پیدا ہونا - علم حفظ صحت - میلے رہنے کے نتائج - میونسپل کمیٹی - تعلیم صفائی
نجاست و بد اخلاقی - طہارت و عبادت - گھروں کی خوش انتظامی -

باب یازدہم

زندگی بسر کرنے کا فن - ۹۵ سے آخر تک

زندگی بسر کرنے کے فن کی تمثیلات - مذاق کا منتظم - گنواروں کے مکانات - گھر میں رہنا
گھر و سکھ چین - خانگی کفایت شعاری کی فائدہ مندی - تربیت و سلیقہ -
محنت و وقت کی پابندی - مزاج کا قابو میں رکھنا - فرحت - فراغت - فرحت
و موسیقی کا اثر - گھر کی نفاست - تمت تمام شد

Marfat.com

	[illegible]		
	... ہندسوں کے لکھنے کا		ا۰

علم جبر مقابلہ

	شرح جبر مقابلہ کلاں	عہ	ا ر
۲	رسالہ معادلات	عہ	ا ر
۳	بارڈ اسمتھہ کا جبر مقابلہ	۸ہر	ا۰

علم ہندسہ

۱	ٹوڈ ہنٹر کی اقلیدس بارہ مقالے مع ضمیمہ و نتائج جتنی کہ درس میں جاری ہیں	عہ	ا ر
۲	اقلیدس مقالہ اول و دوم مع شرح و نتائج ایسے سطح مرتب کی گئی ہیں کہ شاید اب تک کوئی اردو زبان میں اس طرح نہیں مرتب ہوئی زمانہ حال کی انگریزی کے سی- ہال میکلے کی اقلیدسوں سے اسے مرتب کیا ہے- ایک ضمیمہ اسکے ساتھ لکھا ہے جس کو اقلیدس کے سمجھنے کا آسیب سر سے اترتا ہے	۶ ر	ا ر
۳	مقالہ سوم و چہارم مع شرح و نتائج	۸ہر	۰
۴	نتائج مقالہ اول و دوم	۶ ر	ا ر
۵	ضمیمہ نتائج مقالہ اول و دوم	۲ ر	۰
۶	نتائج مقالہ پنجم و ششم و یازدہم	عہ	ا ر
۷	شرح اقلیدس چار مقالہ	۱ ر	۰
۸	رسالہ تراشہاے مخروطی مع عقا... شرح و سوالات جو شخص تحریر اقلیدس جانتا ہے وہ اس کتاب کو سمجھہ سکتا ہے	[illegible]	ا۰

علم مساحت

۱	رسالہ مساحت کلاں ٹوڈ ہنٹر	۱۲ ر	ا ر
۲	رسالہ مساحت خورد ٹوڈ ہنٹر براے ہند	۶ ر	ا ر
۳	شرح "	۴ ر	۰
۴	رسالہ مساحت مور صاحب	۳ ر	۰
۵	رسالہ سوالات مساحت اسمیں ۱۲۲ سوال مع حل ہیں	۲	۰

علم مثلث و دیگر علوم ریاضیہ و طبیعیہ

۱	رسالہ علم مثلث مستوی ٹوڈ ہنٹر	۸ہر	ا۰
۲	" کروی ٹوڈ ہنٹر	۱۲	۰
۳	رسالہ استعمال جداول علم مثلثی	۴ ر	۰
۱	رسالہ علم ہندسہ بالجبر	۸ہر	ا۰

Marfat.com

٢ رسالہ علم حساب ... ٹوڈہنٹر

٣ رسالہ علم حساب الکلیات ٹوڈہنٹر

١ رسالہ علم سکون - اس علم کی بیشتر متعلق انگریزی کی کتابوں سے انتخاب کرکے لکھا ہے -

٢ رسالہ چار عنصر علم کیمیا - ابتدائی اصول علم کیمیا کے لکھے ہیں اور اسکے ساتھ تمہید میں علم کیمیا کی تاریخ کا کچھ بیان ہے

٣ جغرافیہ ریاضیہ و رسالہ کرہ اور اور نقشوں کے بنانے و سمجھنے کے باب میں

٤ جغرافیہ طبیعی

تاریخ جغرافیہ

ان کتابوں پر کمیشن نہیں ملیگا سکرٹری مدرستہ العلوم علی گڈہ سے منگانی چاہیے

١ تاریخ ہند عہد ہنود

٢ تاریخ ہند عہد انگلشیہ چار جلد دو ہزار صفحہ کی کتاب ہے

٥ پانچویں ...

٦ مبادی الالسنہ حصہ اول

٧ حصہ دوم

٨ حصہ سوم

٩ حصہ چہارم

١٠ منتخب نظم و نثر

علم اخلاق

١ تہذیب الاخلاق

٢ مکارم الاخلاق

٣ محاسن الاخلاق

٤ تعلیم الاخلاق

٥ تعلیم المنزل

٦ [illegible]

تعلیم الخصال

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ

فیلو الہ آباد

یونی ورسٹی

سنہ ۱۸۹۳ع

فیض دہلی میں منشی محمد عطاء اللہ کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

Marfat.com

فہرست مضامین تعلیم الخصال

تعلیم الخصال و خصلت کے معنی ۱-۲

باب اول خصلت کا اثر

فرض عام کے حدود - اداء فرض کی قوت - خصلت علم و دولت سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہے - خصلت کی راستی و معتبر ہونا - خصلت کا اثر - خصلت کا مرتب ہونا - خصلت کے حالات - ستعدی کا القا - بزرگوں کی تعظیم - خوبی خصلت - صاحب کونشنس - ادب کے اوصاف - خصلت کی دلیری - مستعدی کا مستعدی ہونا - قومی خصلت - آزادی - قومی ترقی و تنزل - قومی آزمائشیں ۲-۲۲

باب دوم
گھر کی قوت

گھر و تہذیب - گھر کی تعلیم - گھر کا اثر - بچوں کی گرد کی حالتیں - مثال کی قدرت - ماں کی محبت - ابتدائی تعلیم کا اثر - گھر سب سے زیادہ عمدہ مدرسہ ہے - خصلت کی عمدہ دایہ ہے - نیک عورتوں کی قوت - عورتوں کی سلیقہ مندی کی عادات اور لیاقت - عورتوں کی عقل اور تعلیم عورتوں کے لیے سچی حدود - ۲۲-۳۸

باب سوم
صحبت اور مثال

صحبت کا اثر - اتباع کا زور - صحبت کے فائدے - نیک آدمیوں کی صحبت - تنہا نشینی - زندگی کا اعلیٰ درجہ - نیکی کا القا - ستعدی سے مستعدی کی تحریک ہوتی ہے - عالی دماغوں کی قوت - تعریف کا معلوم کرنا - استادوں کا استقلال - اچھی طرح زندگی بسر کرنے کی تسلی - ۳۸ - ۴۹ -

باب چہارم
کام کرنا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

تعلیم الخصال

اس ہماری کتاب کا نام تعلیم الخصال ہے جسکے لفظی معنے خصلتوں کے سکھانے کے ہیں عربی زبان میں خصلت کی جمع خصال ہے اور خصلت کے معنے خوئے نیک یا خوئے بد کے ہیں مگر کبھی اس سے مراد آدمی کے اُن اوصاف سے ہوتی ہے جو اس کو اوروں سے تمیز کردیں خواہ یہ اوصاف بھلے ہوں یا بُرے ہوں۔ جوانمردی کے ہوں یا نامردی کے کبھی ان اوصاف سے مراد ہوتی ہے جو عادتاً یا فطرتاً کسی شخص کی ذات سے مخصوص ہوں۔ اور اس کی عادتوں کو ایسا باقاعدہ بناتی ہوں کہ جس کے سبب وہ اوروں میں صاف پہچانا جائے۔ مگر خصلت کا اطلاق زیادہ تر خوے نیک پر ہوتا ہے۔ اور خوئے نیک کے معنے آدمی کی اُس خو کے لئے جاتے ہیں جو اس کے اندر سب سے اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اور اس کو معظم و مکرم بناتی ہو۔ اور انسانیت کی معراج پر چڑھاتی ہو۔ ایسی خصلت ہی ملکی حالت کو اعلیٰ مرتبہ پر پہنچاتی ہے۔ وہی ملک کو تقویت دے کر اُس کو حکمرانی کے قابل بناتی ہے اور اُس کی حکومت کو پھیلاتی ہے اور ہزاروں دشمنوں کا سر اس کے آگے جھکواتی ہے۔ غیر قوموں کا غرور ڈھا کر ان کو مطیع کراتی ہے وہی ملک کی عزت عظمت و فخر کا چشمہ ہوتی ہے۔ وہی قوم کا عصا سر تاج و پائے تخت ہے۔ وہ ایک حکومت تو عی ہے مگر نہ فقط عالی نسب امراء کی اور نہ خوش وضعوں کی نہ اہل ذکا کی بلکہ خصلت کی انسان کی الچی عظیم وہی ہے۔ وہ نوع بشر کی کونشنس ہے۔ قومی قوا و محرکہ کی صورت زیبا ہے کسی ملک کی کروفر و شان و شکوہ اس پر موقوف نہیں ہے۔ کہ خراج کی آمدنی کثیر ہے حصن و حصار و برج و بارہ بڑے استوار ہیں عمارات عالیشان بڑی نفیس پاکیزہ بنی ہوئی ہیں

Marfat.com

بلکہ وہ ان باشندوں کی تعداد پر منحصر ہیں کہ مہذب و شائستہ ہوں بہ تبدیلیاں
اسی پر سچا غلبہ حقیقی قوت و حکومت موقوف ہے +

باب اوّل۔

خصلت کا اثر۔

دُنیا کے اندر عظیم قوائے محرکہ میں سے خصلت بھی ایک ہے آدمی کی صفات حمیدہ کو وہ ظاہر کرتی ہے۔ طبیعت انسانی کی اعلیٰ صورتیں وہ دکھاتی ہے۔ یہ امر بالطبع انسان میں ہوتا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کی تعظیم و تکریم و اتباع کرتا ہے جو ارباب ذہن و ذکا ہوں کار پرداز جفاکش ہوں امین با دیانت و امانت ہوں۔ اصلی خوبیاں رکھتے ہوں۔ خواہ کسی درجہ کی ہو۔ انہیں بزرگوں کی ذات والا صفات کی برکت سے دُنیا میں ساری خوبیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں اگر وہ نہوں تو پھر دُنیا رہنے کے قابل کب ہے۔ ذہانت کی تعریف ہوتی ہی۔ مگر خصلت کی تعظیم۔ قوائے دماغیہ کا ظہور ذہانت میں ہوتا ہے۔ اور قوائے قلبیہ کا اظہار خصلت میں زندگی کے روز مرہ کے کاروبار میں دل کو دماغ پر ترجیح ہے۔ زیادہ تر سروکار دل سے رہتا ہے اہل ذکا کا تعلق نوع بشر سے فقط عقل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور عقلی کاموں میں ان سے کام پڑتا ہے اور ان کی ذہانت کی ستایش ہوتی ہی۔ مگر خصلت تو نوع بشر کی کونشنس ہے اسی کا اتباع کیا جاتا ہی۔ دُنیا میں بہت تھوڑے آدمی ہوتے ہیں جن کو بزرگی و برتری کے موقعے ملتے ہوں اکثر آدمیوں کی زندگی کا سلسلہ ایسا محدود ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتا اس لئے تھوڑے سے مستثنیٰ ہی آدمی بزرگ منش والا خصال ہوتے ہیں بزرگی ایک امر اضافی ہی۔ مگر ہر شخص دیانت امانت راستی سے اور اپنی لیاقت سے جو وہ کسی درجہ کی ہو عمدہ طور پر باعزت و حرمت کام کر سکتا ہی۔ اس کو خدا تعالیٰ نے جو کچھ عطیات عنایت کئے ہیں اُن کو نیک طور پر کام میں لا سکتا ہے اور بُرے استعمال سے ان کو بچا سکتا ہے اپنی زندگی کو بخیر و خوبی بسر کرنے کا قصد کر سکتا ہے وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں سچا عادل دیانت دار ایماندار ہو سکتا ہی۔ جس حالت و درجہ میں خدا تعالیٰ نے اُسے پیدا

Marfat.com

رمیں وہ اپنے فرائض کو ادا کر سکتا ہے۔ زندگی اور خصلتوں کا جو اعلیٰ درجہ خیالی ہے
میں ہر شخص پائگاہ بلند رکھتا ہے خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ اپنے
فرائض کو ادا کرتا ہو۔ گو کوئی بہادرانہ کام اس سے نہ صادر ہو۔ کیونکہ ہر شخص کے حصہ میں شجاعت
کے کام نہیں آتے۔ سب سے زیادہ تاثیر کرنیوالی ہی نیکیاں ہیں۔ جو روزمرہ کے کاروبار میں کام آتی
ہیں روزانہ کاموں کے فرائض کا ادا کرنا انسان کی زندگی کا مرکز ہے۔ جو کارہائے بزرگ ہوتی ہیں
ان میں بھی یہی روزمرہ کاروبار کی نیکیاں کام میں آتی ہیں جو عوام کے اندازہ سے بڑھ کر اعلیٰ درجہ کی
نیکیاں ہیں ان کو خوف و بری ترغیبوں کا چشمہ گھیرے ہوئے ہے ایک والا دانش کا یہ
قول بالکل درست ہے کہ جس نظام انسانی کی بنا شجاعانہ افعال پر رکھی جاتی ہے۔ اس کی بالائی
عمارت بودی اور بد ہوتی ہے۔ والدخرد نیک سنش بڑے بڑے شجاعوں و مدبروں منتظموں
مقرروں عالموں کی خصلتوں میں زیادہ توجہ انہیں نیکیوں کی طرف کرتے ہیں جو ان کے روزانہ کاموں
میں برتی جاتی ہیں وہ اس کے بڑے بڑے کاموں کو چھوڑ کر زیادہ تر یہی بیان کریں گے کہ وہ
اپنے بچوں کی تربیت و تعلیم شفقت سے کرتا تھا بیوی پر ہمیشہ مہربان رہتا تھا دوستوں کی
دعوتیں کرتا تھا۔ دشمنوں سے عداوت نہیں رکھتا تھا اپنی بات کا پکا تھا۔ وعدے کا سچا تھا
آدمی کی خصلتوں کا اصل حال انہیں معاملات سے کھلتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ وہ
کرتا ہے جو اس سے رشتہ قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور انہیں کے موافق اس کی خصلت کی قیمت
ہوتی ہے۔ گو بحیثیت معاملات درجہ میں ان معاملات سے بدرجہا کمتر ہوتے ہیں جو وہ مدبرانہ
اور منتظمانہ کرتا ہے اور ان میں وہ تقریر فصیح اور تدبیر بلیغ کام میں لاتا ہے۔

اپنے حقوق اور فرائض کا ادا کرنا ایسی ایک قوت ہے کہ وہ یکساں اعلیٰ درجہ کے باکمال
سعتو۔ وہ خصائل کو بھی سہارا دیتی ہے اور جمہور انام کے معمولی افعال زندگی کو بھی زیادہ تر
درست کرتی ہے۔ ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ نہ ان میں دولت ہے نہ حکومت نہ علم و ہنر نہ بہایہ
مقدور مگر دل ان کا تونگر و مضبوط۔ دیانت دار۔ راست کردار۔ اپنے حقوق و فرائض کا ادا

Marfat.com

کرنے والا ہے۔ جو شخص راستبازی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرتا ہے وہ ان ... جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور اپنے دل میں مردانہ خصلتوں کے اصول جماتا ہے بہت آدمی ایسے ہیں کہ اُن کے ملکیت و قبضہ میں سوای اپنی اس خصلت کے کچھ اور نہیں ہوتا مگر مستقیم و اُستوار ہوتے ہیں جیسے کہ بادشاہ تاجدار۔ یہ ضرور و لازم نہیں ہے کہ تعلیم عقلی خصائل کی پاکیزگی اور عمدگی اور عفت پیدا ہو۔ اسلئے کتب مقدسہ میں جا بجا کثرت سے دل کی اصلاح احکام ہیں دماغ کی اصلاح کے نہیں ایک عاقل کا قول ہے کہ نیکی مٹھی بھر علم کے خروار سے بہتر ہے جو علم نیکی نہ پیدا کرے وہ حقارت کے قابل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آدمیوں میں عقلی لیاقتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں مگر اخلاق ان کا کمینگی اور رذالت سے خالی نہیں وہ امرا اور سلاطین کی غلامی اور اطاعت بڑی ذلت کے ساتھ کرتے ہیں غریبوں اور مسکینوں سے نخوت و تکبر نفرت کرتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علم و ہنر میں کامل اور علوم حقہ سے کما حقہ ماہر۔ مگر دیانت۔ امانت۔ راستبازی۔ ادا فرائض سے ایسا غافل کہ وہ بہت سے غریب جاہل گنوار دل سے ہزار درجہ بدتر۔ ایک عاقل نے اپنے دوست کو لکھا تم مجھ پر جو علماء کی تعظیم کی بہت تاکید کرتے ہو۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں مگر تم کو بھی اس بات کے یاد رکھنے کی تنبیہ کرتا ہوں کہ ہو سکتا ہے ایک شخص عالم ہو مگر وہ کشادہ دلی۔ بلند خیالی۔ دنیا کی تجربہ کاری۔ علو ہمت کی قدرشناسی اوضاع و اطوار کی لطافت۔ مدبری منصوبہ بندی۔ کاموں میں مستعدی۔ سچ و دیانت سے محبت و ہر دل عزیزی رکھتا ہو بعض آدمیوں کا قول ہے کہ دنیا میں علمی لیاقت اور ذکاوتوں کی برابر کوئی شے قابل تعظیم و تکریم نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ مقولہ سچا ہو جائے تو پھر دنیا کی بری گت ہو جائے بعض عاقلوں نے لکھا ہے کہ ہمنے صدہا کتابیں پڑھیں اور بڑے بڑے جید عالموں متعدد فاضلوں کی گفتگوئیں سنیں مگر اُن میں وہ اعلیٰ درجہ کی رائیں خود فہمیدہ نہیں سنیں جو غریب یا بےتعلیم یافتہ آدمیوں کے منہ سے۔ یہ غریب مفلس مشکلات اور تکلیفات بمشقت شاقہ کی ساتھ دلیری۔ جرأت۔ ہمت۔

Marfat.com

...ہیں اور اپنے دوستوں اور ہمسایوں کے حالات پر اپنے سیدھے سادھے خیالات ظاہر کرتے ہیں جسکا پتا کتابوں میں مشکل سے ملتا ہے مشہور ہے کہ العلم قوۃ مگر اس سے زیادہ سچ یہ ہی کہ الخصلت قوۃ عالی دماغی بغیر نیکدلی کے۔ ذکاوت بغیر نکوکاری کے ۔ تیز طبعی بغیر خیرسگالی کی بیشک قوتیں ہیں مگر کیسی مضرت و نقصان پہنچانے والی۔ ان اوصاف سے تفریح طبع ہوتی ہے مگر ان کی تعریف کرنے میں وہی دشواری پیش آتی ہے جو کسی جیب کترے اور اٹھائی گیرے کی پھرتی اور دست چالاکی کی تعریف کرنے میں علم کا تعلق توخصلت سے کچھ ہو بھی ہو سکتا ہے مگر دولت اس سے اور زیادہ بے تعلق ہے — بلکہ برخلاف دولت توخصلت کی بگاڑنے والی اور تنزل کے درجہ پر پہنچانے والی ہی۔ دولت بدافعالی میں اور عیش وعشرت بدی میں آپس میں بڑا اتحاد ہی۔ جب دولت ایسے آدمیوں کو ملجاتی ہے کہ وہ ضعیف القلب ہوتے ہیں اور اپنے نفس پر غالب نہیں ہوسکتے اور جذبات سرکش کے مغلوب ہو لیتے ہیں تو دولت ان کے حق میں وبال جان ہوتی ہی اس کے جال میں وہ ایسے پھنستے ہیں کہ اپنے اور اوروں کے حق میں کانٹے بوتے ہیں اور ضرر پہنچاتے ہیں۔

برخلاف اس کے اضافی مفلسی خصلت کی بلند مرتبگی کے ساتھ اتفاق رکھتی ہی۔ ایک شخص حق حلال کی کمائی محنت مزدوری کرکے کماتا ہے اور اس کو کفایت شعاری سے خرچ کرتا ہی تو اسکی راست کرداری اور دیانت داری سچی انسانیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہی۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہی کہ گو تیری گرہ میں آدھی نہو۔ مگر تو اپنے دل میں مردانہ کاموں کا قصد کئے جا کیونکہ جس آدمی کے دل میں مردانہ کام کرنے کے ارادے نہیں اس کی قدر کوڑی کی برابر بھی کوئی نہیں کرتا۔

بہت سے نیک خصال ستودہ افعال ایسے گذرے ہیں کہ ان پاس کبھی عمر بھر مال نہیں جمع ہوا ہمیشہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرکے اوقات بسر کی مگر اس حال میں

Marfat.com

بھی ان کی خصلت میں وہ سطوت و جلال تھا کہ بادشاہوں سے زیادہ ان ...
خلائق کے اخلاق کو درست کرنے میں اور ان کی عزت کہیں زیادہ سلاطین و امرا سے مخلوق کے ...
میں جاگزیں تھی۔

ہم نے اوپر علم سے و دولت سے خصلت کا بہتر اور زور آور ہونا ثابت کیا ہے۔ اب ہم بیان
کرتے ہیں کہ خصلت مال ہے۔ اہل خصلت کو خلائق وہ خیر خواہی و تعظیم و ادب کی نگاہ سے دیکھتی
ہے جیسے کہ کسی بڑے صاحب جاہ و منصب ریاست کو خصلت کا جو نتیجہ بیان کرتے ہیں گو ان کے
پاس دُنیا کی اعتبار سے دولت اور حشمت نہیں ہوتی مگر اس سے زیادہ منفعت ان کو یہ ہاتھ آتی ہے
کہ اُن کی قدر و منزلت و شہرت بہت بڑی ہوتی ہے جنکو وہ نیک وسائل اور عزت سے حاصل
کرتے ہیں یہ سچ بات ہے کہ خصائل حمیدہ صاف صاف بتلاتے ہیں کہ محنت۔ راستبازی
نیکی کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور جو درحقیقت نیک دل ہے وہ پیشوا ہونے کا مستحق ہے۔
اگر آدمی اپنی ذات کے تھمنے پر اور اس قاعدہ کے مستقل طاعت پر کہ جس کو وہ جانتا ہے کہ میرا دل
سچ مانتا ہے اپنی سیدھی سادھی سعادتمندی کی بُنیاد قائم کریگا تو وہ اُس کی ساری زندگی
میں کام آئیگی۔ وہ استقامت پیدا کریگی۔ تقویت دیگی۔ سہارا دیگی۔ زبردست کاموں کی
کل کی بڑی کمائی ہوگی۔ کسی آدمی پر یہ فرض نہیں کہ وہ دولتمند ہو۔ عقلمند ہو۔ بڑا آدمی ہو مگر
اُس پر یہ فرض ہے کہ نیک سعادتمند ہو۔ کام میں سوائے دیانت کے اصول حقہ کی پیروی ضرور ہے
ہمیں راستی انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ آدمی بغیر ان اصول کے جہاز بے سکان و بے قطب نما
ہے کہ ہوا کے ساتھ مارا مارا ڈانوا ڈول پڑا پھرتا ہے۔ اس اصول کو چاہیئے کہ آدمی اپنا قانون
قاعدہ انتظام دستور العمل بنائے۔ جس سے وہ بُرائی اور بدنظمی سے جو اِس کی سخت جانی
دشمن ہیں مقابلہ خاطر خواہ کر سکے۔

روم کو ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے ایک مقرر فصیح بیان جاتا تھا کہ وہ حکیم ایک ٹی ٹس پاس
اِس غرض سے گیا کہ اُس کے حکمت کے اصول کچھ سیکھے۔ حکیم اس کو صاف دل نہ سمجھا۔ اس لئے اسکے

سرد مہری سے پیش آیا اور اس سے کہنے لگا کہ تم میرے محاوروں اور عبارتوں پر اعتراض جڑو گے اور عیب نکالو گے۔ اور اصول حکمت سیکھنے نہ چاہو گے۔ اس فصیح بیان نے اسکا جواب یہ دیا کہ آپ کے اصول حکمت آپ ہی کو مبارک رہیں میں ان کو سیکھ کر کے اپنا ستیاناس کیوں ملانے لگا اور آپ کی طرح محتاج بننے لگا کہ نہ سازوسامان کچھ میرے پاس رہے نہ زمین قبضہ میں رہی۔ نہ کھانے پینے کے چاندی کے برتن پاس ہوں۔ حکیم نے ارشاد کیا کہ مجھے ان چیزوں کی احتیاج نہیں مگر تم مجھ سے زیادہ محتاج ہو مجھے پروا نہیں کہ کوئی میرا مربی سرپرست بنے اور تم اسکے حاجتمند ہو۔ اور اس کی تلاش میں سرگرداں۔ میں تم سے زیادہ دولتمند ہوں مجھے پروا نہیں کہ قیصر مجھے کیا خیال کرتا ہوگا۔ میں کسی کی خوشامد نہیں کرتا میری پاس یہ اسباب آپ کے ظروف سیمیں و زریں کے بجائے ہیں تمہارے پاس کھانے کے چاندی کے برتن ہیں مگر دلائل و براہین و اصول و اشتہاؤں کے مٹی کے برتن ہیں۔ میرا دل ایک سلطان ہی جو بجاے تمہاری مضطربانہ کاہلی کے کاموں کے میرے لئے بافراط خوش دلی کے کام زیادہ کرتا ہی تمہاری پاس جو کچھ سامان ہے اس کو تم تھوڑا جانتے ہو۔ میری پاس جو کچھ ہے اس کو میں زیادہ جانتا ہوں تمہاری آرزوئیں کبھی پوری نہیں ہوئیں۔ میری ساری آرزوئیں ہمیشہ بر آتی ہیں۔

دنیا میں ذکاوت و ذہانت کی کچھ قلت نہیں مگر جب تک ان کی بنا راستی پر نہ ہو۔ ان کا اعتبار و اعتماد نہیں ہوتا۔ راست کرداری ہی صرف صفت ایسی ہے کہ وہ اپنے حکم سے خلائق سے تعظیم و تکریم کراتی اور اوروں کے دلوں میں اپنا اعتبار و اعتماد جماتی ہے اسی پر انسان کی ساری خوبیوں اور نیکیوں کی بنا رکھی گئی ہے۔ اس کا ظہور چال چلن میں اور ہر قول و فعل میں ہوتا ہی۔ ہر کام کو وہ سچا بناتی ہے اور اس میں مضبوطی پیدا کرتی ہی جن آدمیوں کا دنیا میں اعتماد اور اعتبار ہوتا ہے وہی حقیقت میں عالی قدر با صداہل منزلت ہوتی ہیں ان لوگوں کو لوگ جانتے ہیں کہ اگر وہ کسی کام کو کہیں کہ میں جانتا ہوں تو وہ

Marfat.com

حقیقت میں جانتا ہے اور جس کام کو کہتا ہے میں کروں گا ضرور اس کو پورا کرتا ہے۔ اعتماد اور بھروسہ ہی ایک ایسی سند ہے کہ جسے خلائق دیکھ کر قدر دانی کرنے لگتی ہے۔

زندگی کے معاملات اور کاروبار میں جو کسر نفسی صبر و تادیب سے کام نکلتے ہیں وہ دماغ سے کب نکل سکتے ہیں ان میں دماغ سے زیادہ کام دل سے پڑتا ہے اس لئے ان میں خصلت جو باتیں بتلاتی ہے وہ عقل نہیں بتلاتی۔ غرض خواہ ہم جمہور انام کے کام کریں یا اپنی خاص ذات کے دونوں میں سے ہر ایک کے لئے سب سے بہتر تدبیر یہی ہے کہ اپنے فہم مستقیم کا ایک خاص حصہ لیں اور اس میں راست کرداری کو شامل کریں۔ نیک فہمی جسکی تادیب تجربہ نے کی ہو اور اسمیں نکوکاری شامل ہو تو وہی عملی دانشمندی ہے۔ نکوکاری ایک خاص اندازہ تک دانشمندی کہلاتی ہے۔ اور دانشمندی بھی کیسی اعلیٰ درجہ کی جس میں دونوں روحانی اور دنیاوی دانشمندیاں موجود ہیں نکوکاری اور دانشمندی میں بہت طرح کے ترسل ارسال باہم ہیں اور ان میں مصاحبت اس سبب سے نہیں ہوتی ہے کہ دانشمندی آدمی کو نکوکار بناتی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ نکوکاری آدمی کو دانشمند بناتی ہے۔ خصلت کی زبردست قوت جو خلائق کے دلوں میں اپنا رعب داب بٹھاتی ہے اور اپنی سیاست جماتی ہے۔ بھلا وہ عقلی قابلیتیں ایسا کب کر سکتی ہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ خصلت میں کوئی قوت چھپی بیٹھی ہے جس میں زور امانت جمع رکھا ہوا ہے کہ فقط اپنی حاضری سے چپ چاپ لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ مدبران ملکی کے زبردست وسائل بڑے بڑے کام کرنے کے ان کی نیک خصلتیں ہوتی ہیں یہ بھی ایک راز سربستہ ہے کہ ہر ایک نیک خصلت کا مقصد قصوی ایسا ایک صاف ہوتا ہے کہ وہ اپنی روکنے والی قوت سے دلوں پر زور و تاثیر کرتا ہے۔ ارباب خصائل کے گن اور اوصاف ان کو چھپنے نہیں دیتے۔ گو ان کی نیک نامی و ناموری کیسی ہی سچ ہو۔ لوگ ان کے اوصاف کو غلط بیان کرتے ہیں غلط سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

سی بلائیں اور مصیبتیں و کم بختیاں ان کو دبا دیتی ہیں لیکن آخر کو ان کا صبر و استقلال انکی اس عظمت و حکومت و اعتماد کو خلائق کے دلوں میں پیدا کر دیتے ہیں جسکے وہ مستحق ہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے قابل اور لائق آدمی ایسے گذرے ہیں کہ ان کی قابلیت و لیاقت دنیا پر سلطنت کر سکتی تھی مگر ایک ان کی خصلت کی بے اعتباری نے اکا عروج نہ ہونے دیا اور ادنے ادنے آدمیوں کو ان کی خدمت میں گستاخ بنا دیا بہت چھوٹی چھوٹی اور طرح طرح کی حالتوں کو کم و بیش اپنے اختیار میں لانے اور ان کو اپنے دستور العمل بنانے سے خصلت بنتی ہے۔ کوئی دن نہیں گذرتا کہ خصلت کی بری یا بھلی تادیب نہ ہوتی ہو۔ جیسے بال خواہ کیسا ہی مہین ہو ضرور سایہ رکھتا ہے ایسی ہی کام خواہ کیسا ہی بے حقیقت ہو مگر وہ اپنے ساتھ ایک سلسلہ نتائج رکھتا ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو خواہ تم کیسا ہی حقیر سمجھو وہ تمہیر فرماں روا ہونگیں ان کی روک تھام اور انتظام کے در پے رہو۔ ہمارا ہر ایک عمل ہر ایک خیال ہر ایک وجدان قلبی ہمارے مزاج کی ہماری عادات کی ہماری سمجھ کی تعلیم دینے میں اعانت کرتا ہے اور ہماری آیندہ زندگی کے افعال پر ایسا اثر کرتا ہے جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتا خصلت میں ہمیشہ ایک تغیر ہوتا رہتا ہے خواہ وہ بھلائی کے لئے ہو یا برائی کے لئے۔ خواہ بلندی پر چڑھائی کے لئے ہو خواہ پستی میں گرنے کے واسطے ہو۔ ایک فاضل کہتا ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں کوئی خطا و قصور و حماقت ایسی نہیں کی کہ وہ میرے سامنے مقابلہ کے لئے [illegible] خوشی کے ایک حصہ کو اس نے نہ تلف کیا ہو اور میری فہم و بصارت و قبضہ کی [illegible] کم نہ کیا ہو اور زمانہ گذشتہ کی کوئی کوشش جس میں نیکی کی جا سکتی [illegible] وہ اس وقت میرے مشاہدہ و صنعت کاری میں معاونت نہ کرتی ہو۔

علم میکینکس یعنے علم آلات کا یہ قانون ہے کہ ایک جسم جس زور سے دوسرے جسم پر اپنا عمل کرتا ہے اسی زور سے دوسرا جسم پہلے جسم پر اثر کرتا ہے جسکو کہا کرتے ہیں کہ

Marfat.com

کہ دونو قوت تدافع برابر ہوتی ہے۔ بس یہی حال اخلاق کا ہے کہ نیک عمل
جس زور سے کہ نیک عمل صادر کرتے ہیں اسی زور سے نیک عمل ان پر اثر کرتے ہیں اور یہی حال
بُرے افعال کا ہے اور صرف یہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے یہ اور زیادہ ہوتا ہے کہ ان کی مثال
اپنے تابعین پر ویسی ہی اور اثر پیدا کرتی ہے۔ حالات سے خود آدمی ایسا نہیں پیدا ہوتا جیسا
کہ وہ حالتوں کو پیدا کرتا ہے۔ ان میں وہ اپنے آزاد ارادہ کو کام میں لاکر اپنے اعمال کو ایسا
بنا سکتا ہے کہ نیکی بہ نسبت بدی کے زیادہ پیدا ہو۔ آدمی کو جو کام نقصان پہنچاتا ہے وہ
خود اسی کا کیا ہوا ہوتا ہے الخ بر ماست از ماست۔ آدمی کے لئے جو قباحت پیدا ہوتی ہے
وہ خود اُسی کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے جو مصیبت ہم پر آتی ہے وہ ہماری خطا کا مواخذہ
ہوتا ہے ہم خود ہی اپنے پانوں میں کلہاڑی مارتے ہیں۔

آدمی مخلوق حالات و خالق حالات یکساں ہے۔ حالات ہی سے آدمی اپنی خصلت بناتا ہے
ہماری صورت گری کی استعداد ہماری طاقت کا اندازہ بتلانے والی ہوتی ہے۔ ایک ہی
مصالح سے ایک آدمی محل بناتا ہے۔ دوسرا ایک تنگ مکان۔ ایک اسی سے گودام بناتا ہے
دوسرا عیش محل جو تا اینٹ تو وہی اینٹ چونا رہے گا جبتک کہ معمار اس کو کوئی اور چیز
نہ بنائے بس اسی طرح ایک ہی خاندان ایک ہی حالت میں ایسا ہوتا ہے کہ اُسمیں سے ایک
بھائی اپنی امارت کی عمارت تعمیر کر لیتا ہے دوسرا سرگرداں پریشاں حال کھنڈروں میں
رہتا ہے۔ رستہ میں وہی پتھر کا چٹان جو ضعیف کے لئے سدِ راہ ہوتا ہے قوی کے قدموں کے
لئے زینہ بن جاتا ہے۔

بغیر کوشش وسعی کے خصائل حمیدہ نہیں حاصل ہوسکتیں ان کے لئے ہمیشہ یہ ضرور ہے کہ ہم اپنے
نفس کو مغلوب کرلیے رہیں اور اپنی تادیب و تنبیہ کے درپے رہیں بہت سی لغزشیں لرزشیں
عارضی شکستیں مشکلات۔ بُری ترغیبیں اور اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ایسی پیش
آتی ہیں کہ ان سے لڑائی بندھتی ہے اور ان کو مغلوب کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہماری

Marfat.com

ہی اور دل انصاف پسند ہے تو آخر کو فتحیابی میں مایوسی کی کوئی بات نہیں ہوگی۔
جس خصلت کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں اُسی اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لئے صرف کوشش ہی کرنی ہم کو شوق دلائے گی اور تقویت پہنچائی گی۔ گو ہم اس بلندی تک نہ پہنچیے۔ جہاں تک پہنچنے کا ہم نے قصد کیا ہے مگر ہماری ہر سعی نیک اوپر جانے کی ہماری ترقی کا باعث ہوگی جن ستودہ خصالوں کی خصلت انسان کا اشرف المخلوقات ہونا ثابت کرتی ہے۔ ان کی مثال کی روشنی یہ ہدایت کر رہی ہے کہ ہر آدمی پر واجب نہیں بلکہ فرض ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی خصال حمیدہ حاصل کرنے کا قصد کرے۔ مگر ستودہ خصالی یہ نہیں ہے کہ دُنیا کے اسباب وسامان میں متمول ہو جاوے بلکہ اوصاف باطنی سے مالا مال ہو یہ نہیں کہ دُنیا میں جاہ ومنصب عالی حاصل کریں بلکہ سچی عزت وعظمت۔ یہ نہیں کہ بڑے درجہ کا عقلمند ہو جائے۔ بلکہ اعلیٰ درجے کا نیک۔ یہ نہیں کہ بڑا صاحب حکومت وذی رعب ہو جائے بلکہ نہایت سچا اور منصف و دیانت مند۔
جب آدمی راستی وعملی دانائی واصول کی ہدایتوں پر چلتا ہے تو چال چلن میں اس کی خصلت کی خوبی نمایاں ہوتی ہے۔ اور جب وہ مذہب واخلاق وعقل کا پابند ہو کر افعال واعمال کو نہایت مستعدی سے کرتا ہے تو اسکی خصلت کی اعلیٰ درجہ کی صورت ظاہر ہوتی ہے۔ نیک خصال پہلے اپنے کسی شیوہ اور طریقہ کو خوب غور کرنا اختیار کرتا ہی اور پھر اس کی پیروی بڑے استقلال کے ساتھ کرتا ہی۔ وہ اپنی فرض کا قدر شناس بہ نسبت دُنیا کی شہرت کے زیادہ ہوتا ہے۔ دُنیا کی تعریف سے زیادہ وہ اپنے کونشنس کی پسند چاہتا ہے وہ اوروں کی خصوصیات کا ادب کرتا ہے مگر اسکے ساتھ اپنی آزادی اور خصوصیات کو نبھائے جاتا ہے اور کبھی ان کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ اس میں یہ جرأت وہمت ہوتی ہی کہ وہ اخلاقاً راست بازی اختیار کرے گو اُسے خلائق ناپسند کرے۔ وہ اپنی شناخت کے لئے صبر واطمینان کے ساتھ

Marfat.com

اس زمانہ وتجربہ کا منتظر رہتا ہے کہ اسے خلق شناسا ہو۔ اگرچہ خصلت کے پیدا کرنے میں اوروں کی مثالوں کا زور بڑا اثر رکھتا ہے مگر آدمی کے عزم وارادہ کا زور سہارا دینے والا اور خود بخود اپنے تئیں پیدا کرنے والا خصلت کے لئے بہت بڑا سہارا ہے۔ وہی صرف زندگی کو سنبھالتا ہی۔ اور اس سے مخصوص آزادی اور مستعدی کو نبھاتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہی کہ اگر آدمی اپنے تئیں اپنے اوپر نہ قائم کر سکے تو وہ بڑا عاجز وناتواں ہے۔ خصلت کی اصل جڑ ارادہ ہے اور اسکی شاخیں عقل ہی بس جبتک ارادہ کے ساتھ عملی موثر زور کسی قدر نہ شامل ہو تو پھر زندگی بے فائدہ اور بے ٹھکانے ہے۔ اس کا حال بھی ایسا ہوجاتا ہے جیسا کہ پانی کا کہ وہ ٹھیر جای اور اپنی روروانی کے فائدہ مند کام نہ کرے اور شہر کی کلوں کو نہ چلائے۔ جب مستقل ارادہ کے ساتھ عناصر خصلت سے کام لیا جاتا ہی اور اسمیں مقاصد عالی اپنی تاثیر کرتے ہیں تو آدمی اپنے ادار فرض کی راہ میں بہادرانہ ثبات واستقلال کے قدم رکھتا ہے اسمیں نقصان کچھ ہی دنیا کے اعتبار سے ہوا ہو جائے تو ایسے آدمی کو کہا کرتے ہیں کہ وہ اپنے معراج پر پہنچ گیا۔ وہ اپنی خصلت کو بے باکانہ دکھاتا ہے اور اسمیں جوانمردی کے اعلی خیال داخل کرتا ہے۔ ایسے ہی آدمی کے افعال کو اور آدمی بار بار کیا کرتے ہیں اور آدمیوں کی خصلت میں اس کی خصلت حلول کرجاتی ہی اور مدتوں تک بار بار اپنا اظہار ان کے اندر کرتی ہے اور صدہا برس تک زندہ رہتی ہے ہر بانی مذہب اور مصلح قوم کو دیکھو کہ گو اس کو مرے ہوئے مدت دراز ہوئی مگر زندوں میں خصلت اس کی زندہ موجود ہے وہ ان کی نامعلوم خصلت میں اپنے جلوے معلوم نہیں کب تک دکھائیگی علم اخلاق حمیدہ ذاتی فضائل ہیں سے ہر ایک کا ایک کمال بتلایا جاتا ہے جس تک انسان کبھی نہیں پہنچ سکتا مگر جتنی کوشش کرتا ہے اس سے قریب ہوتا جاتا ہے اس کمال کو خیالی کمال کہتے ہیں اور جو کامل ان خیالی کمال کا رکھنے والا مانا جاتا ہے اس کو خیالی آدمی کہتے ہیں اور ایسے ہی خصلت و خیالی اخلاق کا حال ہے اس کمال کے

Marfat.com

حاصل کرنے کے واسطے جو قوت عملی کوشش وسعی میں چستی وچالاکی کرتی ہے اس کا نام ہم مستعدی (انرجی) رکھتے ہیں جب اس تعدی کے ساتھ راستی اور کوئی نیکی نہیں ہوتی تو اصل بدی اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ جب وحشی پن حد زیادتی کو پہنچ جائے۔ اور اسکے ساتھ نخوت۔ حب جاہ۔ خود غرضی کی برائیاں داخل ہو جائیں تو وہ خیالی یعنے کامل شیطنت ہو جاتی ہی۔ اس کی برابر کوئی دشمن لڑنے والا خیالی اخلاق سے نہیں ہے جن آدمیوں میں یہ باتیں پیدا ہوئی ہیں انہیں میں وہ غارت گر عالم اور جہان سوز پیدا ہوئی ہیں کہ جنھوں نے دنیا کو برباد کرکے خاک سیاہ کر دیا۔ اس زمانہ میں نپولین بونا پارٹ گذرا ہی کہ جو آدمی کو جھینگے سے بھی کمتر جانتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ آدمی سونا کھانے والے سور ہیں جدھر چاہوں گا اُدھر سونا پھینک کران کو لے جاؤنگا غرض وہ بغیر لحاظ قوم ونسل کے انسان کو پرلے درجہ کا ذلیل وحقیر سمجھتا تھا۔

مستعد اہل خصال کے اوصاف ہی کچھ اور ہوتے ہیں۔ نیت ان کی نیک وبخیر ہوتی ہی ان کے کاموں پر راستی فرماں روائی کرتی ہی۔ ادائے فرض ان کا آئین ودستور ہوتا ہی تمام اپنی معاملات میں خواہ وہ جمہور انام سے متعلق ہوں یا اپنی خاندان سے سچے وکھرے ہوتے ہیں اور ان میں انصاف ہی جو اصل اصول انتظام خاندانی وقومی کا ہے ان کو پسند ہوتا ہے وہ اپنے کلام میں اپنے کام میں غرض ہر بات میں سچے ہوتے ہیں اپنے مخالفوں اور دشمنوں پر شفقت ورحم اپنے سے کمتروں پر لطف وکرم کرتے ہیں وہ اپنے قول وفعل وخیال میں کونشنس کو سامنے رکھتے ہیں۔ وہ مودب ہوتے ہیں۔ ادب عورت مرد کے لئے تاج سعادت ہے وہ مقدس برکات کا جنکی تعلیم نسلاً بعد نسلٍ چلی آتی ہی۔ پاک خیالات کا۔ نیک مقاصد کا۔ اعلیٰ درجہ کی چیزوں کا۔ حال وگزشتہ زمانے کا۔ عالی خیال بلند مقام کارفرما وکارکنوں کا بدل وجان ادب کرتے ہیں۔ افراد اقوام خاندانہای انسانی کی خوش دلی کے لئے ادب ایک ضروری چیز ہے۔ ادب بغیر نہ آدمی پر

Marfat.com

بھروسا ہو۔ نہ خدا پر ایمان آئے نہ توکل ہو۔ نہ قومی معاشرت میں ترقی ہو۔ نہ امن امان قائم رہے۔ ادب تو مترادف مذہب کا ہے کہ جس سے ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ اور سارے آدمی خدا کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں ؂

نیک خصلت۔ نیک نیت۔ تمام واقعات کو تجربہ کا مرید بناتا ہے۔ اپنے عقل کو تجربہ کے سانچے بنا رہتا ہے اور انہیں کی اولاد کو اپنے اعمال بناتا ہے۔ معزز کاموں سے محبت کرتا ہے شرم کے کاموں سے نفرت رکھتا ہے۔ حکومت کرے یا اطاعت کرے دونوں صورتوں میں وہ ایک حال پر رہتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونو حالتیں ایک خیال سے پیدا ہوتی ہیں وہ جانتا ہے کہ عقل وہ عطیۂ فطرت ہے کہ کاہلی کے لئے نہیں دی گئی ہے اس لئے وہ اپنی قسمت کی کشتی کو اس سے کھیتا ہے۔ وہ راستی پرست ہوتا ہے۔ وہ باطن میں واقعی سچے ہونے کے لئے سعی کرتا ہے۔ نہ بظاہر سچے معلوم ہونے کے واسطے وہ آدمیوں کی جماعت میں آفتاب ہوتا ہے کہ اپنی روشنی سے آدمیوں کو باقاعدہ حرکت کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ دانشمندوں کا مونس۔ لاؤبالی بے پرواؤں کے لئے نیک نمونہ ومثال بدافعالوں کی دوا و درماں۔ وہ وقت کو کھوتا نہیں اس کے ساتھ رہتا ہے اور ضعف جسم سے زیادہ تر وہ اپنی قوت روح سے اپنی عمر کے بڑھنے کا اندازہ کرتا ہے۔ وہ رنج سے متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ رنجوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے جو اس کی اسیری کی زنجیروں کو سوہن سے سیتے ہیں۔ اور قید خانہ سے رہائی کے لئے معاونت کرتے ہیں۔

خصلت عظیم کی جان کیا ہے؟ ارادہ کا مستعد ہونا۔ زور کا خودرو ہونا۔ جہاں یہ ہے وہاں جان ہے۔ اور جہاں یہ نہیں وہاں ضعیفی۔ بیچارگی۔ مایوسی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ قوی آدمی اور آبشار اپنی راہ آپ بنا لیتے ہیں۔ اُلوالعزم پیشوا راہ فقط اپنے ہی لئے نہیں نکالتا بلکہ اوروں کے لئے جنکو وہ اپنی ہمراہ اُس پر لے جاتا ہے۔ اسکا ہر ایک کام ایک خاص معنی ومفہوم رکھتا ہے۔ جس سے اس کی قوت۔ آزادی۔ خود اعتمادی کچھ

میں آئی ہی اور وہ بے اطلاع ادب تعظیم و تکریم و آفرین وتحسین کا حکم دیتا ہے۔
بڑا پیشوا رہنما افسر سردار اپنے ہم خصلتوں کو اپنی طرف ایسا کھینچ لیتا ہی جیسا
کہ مقناطیس لوہے کو۔ سپاہ میں جو افسر بہادر ہوگا اس کو ساری بہادر سپاہی جان
سے زیادہ عزیز رکھیں گے اور دونو آپس میں ایک دوسرے کی قدر کریں گے۔ مستعد متعدی
ہوتی ہی۔ سپاہ کے اندر ایک جوان مرد بہادر کی نامرد سپاہیوں کو نامرد بنا دیتی ہے
اور بے اختیار اُن کو اس کا پیرو کر دیتی ہے۔ تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں
کہ میدانِ جنگ سے سپاہ کا رُخ پھرنے کو تھا کہ افسر سپاہ کی دلیری جوانمردی نے سپاہ
میں وہ ہمت اور جرأت پیدا کر دی کہ کیا سپاہ مفرور ہوتی تھی یا مظفر و منصور ہو گئی۔
قاعدہ ہی کہ جو بزرگ نیک خصلت ہوتے ہیں وہ اوروں کو اپنا پیرو و مرید بنا لیتے ہیں
اور جہاں تک انکا اثر پہنچتا ہے وہاں تک وہ آدمیوں کو سرافراز اور روشن دل بنا کے
اپنا کر لیتے ہیں وہ حقیقت میں زندہ مرکز مفید مستعدی و چستی و چالاکی کے ہوتے ہیں۔
جب کوئی آدمی لائق جس کی صاف دلی۔ راست بازی خصلت ہو کسی حکومت اور اعتبار
کے اعلیٰ عہدہ پر مقرر ہوتا ہی تو اس کے سارے ماتحت یہ جانتے ہیں کہ ہماری قوت
بڑھ گئی۔ افسر کا اثر ماتحتوں میں پھیل جاتا ہے سپہ سالار کی بہادری سارے سپاہیونکی
دلوں میں حرارت پیدا کر دیتی ہے۔ اس سبب سے سپاہ کی قوت مضاعف ہو جاتی ہے۔
ایک پلٹن دو پلٹنوں کا کام دینے لگتی ہی۔ جوانمردوں کا فقط نام سپاہیوں کا دل
ایسا بڑھا دیتا ہے کہ شکست کھانے سے بچا دیتا ہے۔ بعض آدمیوں کی ذاتی خصلت
طلسمات کا عالم اور اپنی قوت و قدرت کے معجزات دکھاتی ہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے ہاتھ کی چھڑی جو دلوں میں ہیبت پیدا کرتی ہی۔ وہ کسی کی تلوار نہیں پیدا کر سکتی۔
ایسے باکمالوں میں یہ صفت ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں کھڑے ہو کر سپاہ کھڑی کر لیں صرف
ان کی آواز پر ہزاروں آدمی جان دینے کو موجود ہو جاتے ہیں ان کا نام ترقی کا کام

کام دیتا ہی۔ بعض جوانمرد مرگئے ہیں مگر ان کے نام ہی سے خاص خاص
حاصل ہو جاتی ہیں۔

تاریخ اور اخلاق کو مطالعہ کروگے تو ان میں وہی باتیں پاؤگے جو ہم نے اوپر لکھیں
ہر بزرگ والاقدر کا دورہ ایک پائدار یادگار انسان کی مستعدی کی ہوتی ہے۔
وہ مرجاتا ہی اور دنیا سے غائب ہو جاتا ہے مگر اس کے خیالات اور اعمال زندہ رہتے
ہیں جو امنٹ نقش قوم پر جماتے ہیں۔ اس کی زندگی مرنے کے بعد بھی درازو جاودانی
ہوتی ہی۔ جو ہمیشہ پچھلی نسلوں کے ارادہ و عزم اور خیال کو ڈھالتی رہتی ہے جسکے سبب سے
وہ آئندہ زمانہ کی خصلت کے بنانے میں معین و مددگار ہوتی ہی۔ جو بزرگ انسان کی
ترقی کی راہ میں سچے چراغ روشن کرگئے ہیں وہی اعلیٰ اور عمدہ طریقوں پر چلے ہیں وہ
تو پہاڑ کی چوٹی پر رکھی ہوئی روشنی ہیں جو اپنے گرد کرہ اخلاق کو منور کر رہی ہی اور
ان کی روحانی روشنی ہمیشہ آئندہ نسلوں پر چمکتی رہتی ہے۔

بزرگوں کی تعظیم و تکریم و تحسین و آفریں کرنا انسان کی طبیعت میں داخل ہے یہ بزرگ
اپنی قوم کو مقدس و متبرک بناتے ہیں اور صرف انہیں آدمیوں کو سربلند نہیں کرتے
جو ان کے وقت میں زندہ ہوتے ہیں بلکہ اُن کو بھی جو ان سے پیچھے پیدا ہوں۔ انکی
عمدہ مثال قوم کا ایک ورثہ عام ہوتا ہے جس سے سب مستفید ہوتے ہیں ان کے
کارہائے عظیم اور خیالات بزرگ کا ایک بیش بہا اسباب متروکہ انسان کے ہاتھ لگتا ہی
وہ زمانہ حال اور گزشتہ کو پیوستہ کرتے ہیں اور آئندہ زمانہ کے مقصد کی مدد کرتے
ہیں اصول ایمانداری کے علم کو بلند کرتے ہیں خصلت انسانی کو رفیع المنزلت بناتے
ہیں اور دلوں کو خوبیوں اور نیکیوں اور طبعی باتوں کی روایات و حکایات سے پُر
کرتے ہیں۔ جب خیال اور افعال میں کوئی خصلت بس جاتی ہے تو اسمیں جاودانی
ہونے کی صفت پیدا ہو جاتی ہے ایک بلند خیالی کا فقط اکیلا خیال مدتوں تک آتے ہونگی

Marfat.com

دنیا میں ایسا بسا رہتا ہے کہ آخیر کو وہی زندگی کا دستور العمل ہو جاتا ہے۔ متواتر زمانوں تک وہ باقی رہتا ہی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُردہ کی زبان سے وہ نکل رہا ہی اور زندوں کے دلوں پر جن کے اندر ہزاروں برسوں کی جدائی ہے اثر کر رہا ہی انبیا اولیا حکما کو دیکھو جنکو مرے ہوئے ہزاروں برس ہوئے مگر آج یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے ہم سے باتیں کرتے ہیں اور ہم کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں اور ہماری خصلت پر اثر کرتے ہیں یہ خیالات ان زبانوں میں بولے جاتے ہیں جن کو وہ خود نہیں بولتے ورنہ ان کے زمانہ میں وہ زبانیں موجود تھیں ایک حکیم سقراط کو دیکھو کہ وہ ایک ملک کے لئے وہ کام کر گیا ہے کہ صدہا ریاستوں سے نہ ہوتا۔ اور دنیا کے لئے وہ کام کر گیا ہی جو ایک سلطنت سے نہیں ہو سکتا۔

اہل خصال۔ بڑے پیشوا رہنما۔ بادشاہ۔ اولیا۔ مرشد۔ حکما۔ مدبران ملکی۔ خیر خواہان خلایق یہی سلطنت نوعی انسانیت پر جو اثر دوامی کرتے ہیں۔ ان کے بیان کو تاریخ کہتے ہیں اس لئے وہ بڑے خیال کرنے والوں اور کارہائے عظیم کے کرنے والوں کے حالات سے مرتب ہوتی ہی۔ تاریخ عامہ کے تہ پر انہیں بڑے آدمیوں کی تاریخ جمی ہوئی ہوتی ہے۔ قومی جان ڈالنے والے وہی ہوتے ہیں وہی اسکی حدود کے نشان معین کرتے ہیں اور ان کو لقب و خطاب دیتے ہیں ان کا اثر خلائق پر ہوتا ہے اور اس اثر کا اثر متواتر جاری رہتا ہے زمانہ ایک خاص حد تک ایسے آدمیوں کے دلوں کو پیدا کرتا ہی اور ان کے یہ دل جمہور کے دلوں کو پیدا کرتے ہیں انہیں کے اعمال سے قانون و آئین بنتے ہیں اور اصل سبب ان کے پہچانے جاتے ہیں انکے خیالات بڑے بلند ہوتے ہیں ان کو وہ ڈھال کر باہر نکالتے ہیں اور انہیں کے خیالات سے واقعات و واردات پیدا ہوتے ہیں یوروپ میں مصلحان قوم نے اصلاح قومی کی ابتدا کی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آزادی وہاں زمانہ حال میں پیدا ہوئی

ایک عاقل کا قول ہی کہ ہر ایک قانون آئین کسی بزرگ منش کا سایہ طولانی ہوتا
ہر ملک کی یا ہر قوم کی خصلت چند بزرگان والاخرد ہی بناتے ہیں ان میں وہ قدرتی
خصلت کی لطافت کی تاثیر ہوتی ہی کہ وہ اپنے خیالات کا نقش اپنے زمانہ اور اپنی قوم پر جما
ہیں اُن کی خوبی خصلت خلائق کو اپنی ساتھ ایسا گرویدہ کر لیتی ہی کہ وہ ان کے کہنے
بسر و چشم قبول کرکے ان کے افعال و اقوال و خیال کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناتی ہے
ان کی بے عیب ذات اپنی عدالت صداقت ۔ لطافت کا ایک خزانہ پچھلی نسلوں کے لئے چھوڑ
جاتی ہی جس سے وہ بہرہ یاب ہوتے ہیں ایسے ہی بزرگ اپنے ملک کی جان ہوتے ہیں
وہ اپنی زندگی کی مثال اور خصلت سے (جسکو وہ اپنی اولاد کے لئے ورثہ میں دے جاتے
ہیں) اپنے ملک کو سرافراز و سربلند کرتے ہیں اُسے سنبھالتے ہیں مستحکم کرتے ہیں سب طرح سے
عمدہ بنا لیتے ہیں شان و شکوہ اُس پر چھا دیتے ہیں ان بزرگوں کی یاد اور نام عزیز
قوم کا ایسا جہیز ہے کہ بیوگی سے وہ تلف نہیں ہوتا ۔ ایسی مقدس وراثت ہے کہ مغلوب
مقہور ہونے سے وہ ہاتھ سے نہیں جا سکتی یہاں تک کہ غلامی بھی اس سے محروم نہیں کر
دیتی ۔ جب کسی قوم میں جان آنی شروع ہوتی ہے تو یہ مُردے ہی اُس کی یاد میں زندہ
ہو جاتے ہیں اور زندوں کو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ ہم کو نہایت سنجیدگی اور پسندیدگی
کے ساتھ دیکھ رہے ہیں جب تلک کسی ملک پر تباہی نہیں آتی ہی کہ اس ملک کے دلوں میں
یہ احساس وجدان باقی رہتا ہے کہ یہ ہمارے شان وار شاہد ہم کو دیکھ رہے ہیں
یہی بزرگ اپنی حیات میں اور وفات کے بعد خوانِ عالم کے نمک ہیں جو کام وہ ایک
دفعہ کر گئے ہیں انکی اولاد کو اُس کے کرنیکا استحقاق حاصل ہی ان کی اولاد میں سے جو اسی طریقہ
پر چلنا چاہیے اس کے امداد کرنے اور ہمت بلند ہونے اور جرأت دلانے پر وہ آمادہ ہوتے ہیں
کسی قوم کے اوصاف کے تخمینہ کرنے میں فقط اس کے بزرگان والاخرد کو ہی شمار کرنا
نہیں چاہیے بلکہ اس کے ساتھ اس خصلت کا بھی حساب کرنا چاہیے جو اس کے جم غفیر میں شائع ہو

کسی قوم کی خصلت اس کے نفیس آدمیوں اور شریف مرد و عورتوں سے نہیں جانی جاتی کیونکہ اس قسم کے آدمی سب قوموں میں یکساں ہوتے ہیں کسی قوم کے مدبران ملکی اور حکماء و علماء دینی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خیال کرنے کی قدرت کتنی ہے اور اُن غریب غربا سے جو وقتاً فوقتاً اس کی امداد کرتے ہیں اور نئے دورہ پیدا کرتے ہیں اور محنت مزدوری دستکاری پیشے حرفے اور ادنے کاموں سے اوقات بسر کرتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زور جان بخش کتنا ہے اور اس کی پشت و بنیاد کتنے ہیں شخصی خصلت کے لئے جن اوصاف اخلاق کی ضرورت ہے انہیں کی قومی خصلت کے لئے حاجت ہے۔ مگر تھوڑے شخصوں میں نہیں بلکہ بہت سے آدمیوں میں قومی و شخصی خصائل کی تشخیص ایک ہی صفات اخلاق سے ہوتی ہے۔ مثلاً اگر قوم میں بلند خیالی۔ فراخ حوصلگی۔ راست کرداری۔ نکوکاری۔ جوانمردی یہ صفات موجود نہیں ہیں تو اور قومیں اس کی عزت کم کریں گے۔ اور دُنیا کی نظر میں کچھ وقعت و عظمت اس کی نہ ہوگی۔ قومی خصلت کے لئے ضرور ہے کہ قوم مودب و تادیب و تعلیم یافتہ ہو اور وہ اپنے تئیں اپنے قابو میں رکھ سکتی ہو۔ ادائے حقوق و فرائض میں مستغرق ہو۔ جو قوم عیش و نشاط و روپیہ و لباس کو اپنا معبود بنائیں گے۔ وہ خاک میں ملے بغیر نہیں رہنے کے۔ جن ملکوں میں کونسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ ہے یعنی سلطنت کی ایسی صورت ہے کہ اس کے کاموں میں ہر قسم کے آدمیوں کو تھوڑا بہت اختیار ہے وہاں قومی خصلت کا رکھنا ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ شخصی خصلت کا۔

قوانین و آئین سلطنت خواہ کیسی ہی خوبیوں اور نیکیوں سے بھرے ہوں مگر وہ قومی خصلت کو قائم نہیں رکھ سکتے قومی خصلت کے اخلاق کو ثبات و قیام اس کی افراد سے اور ان کی عزیمت محکم سے ہوتا ہے قوم بہت سے آدمیوں کے مجموعہ کا نام ہی یعنی جبکہ

خصلت اس کی کیا ہی؟ جو اس کے افراد کی خصلت ہے۔ جیسی رعایا ہوتی ہی ویسی
اسکی گورنمنٹ ہوتی ہی۔ کمتر اس سے بہتر ہوتی ہی۔ اگر رعایا میں زیادہ تر آدمی
خوش خلق نیک عادت ہیں تو اس کی گورنمنٹ بھی سچی عادل نیک ہوگی۔ اور ان
حکومت انصاف راست بازی سے کریگی۔ اور اگر رعیت میں بہت سے آدمی شریر
بدکار۔ خود مطلب۔ دل سے بے دیانت و امانت ہونگے اور نہ سچ کا پاس کرینگے
نہ قانون کا لحاظ تو پھر ان کی گورنمنٹ کے قاعدے بھی وہی ہونگے جو بدمعاشوں اور
سازش کرنے والوں کے واسطے ہوتے ہیں۔ یعنی شریف قوم پر شرافت سے حکومت ہوتی
ہے۔ اور ذلیل ناشائستہ قوم پر ذلیل طور سے۔ گورنمنٹ کیسی ہی خوب کیوں نہ ہو۔ اسکی
خراب رعایا اس کو اپنی ساتھ ہموار کریگی۔ اور ایسے ہی گورنمنٹ کیسی خراب کیوں نہ ہو۔
رعایا کی نیکی اس کو نیک بنا دیگی۔ ہماری مثل ہے تھا راجہ ویسا پرجا یعنے جیسا راجہ
ہوتا ہے ویسی ہی پرجا ہوتی ہے۔ اگر راجہ نیک ہے تو رعیت نیک ہی اور اگر وہ
بد ہے تو رعیت بد ہے۔ مگر یورپ میں اس کے برخلاف ہے کہ جیسی رعیت
ہے ویسی ہی گورنمنٹ ہے اور بالفعل ہمارے ملک میں کچھ دونو باتیں نہیں
نہ جیسی گورنمنٹ ہی ویسی رعیت ہے۔ نہ جیسی رعیت ہے ویسی گورنمنٹ ہے +
جب تک قوم کی افراد کی آزادی روشن ضمیری کے ساتھ اور انکی ذاتی خصلت پاکیزگی
کے ساتھ نہ ہو گی۔ اس میں زور اور مردانگی اور سچی آزادی نہیں پیدا ہو گی۔ یہی
دو باتیں ہیں جو بہت سے یا چند آدمیوں کی پبلک رائے کی خود سری کے سد راہ
ہوسکتی ہیں۔ پولیٹکل سلطنت سے متعلق) حقوق خواہ کیسے ہی فراخی کے ساتھ
بنائے جائیں وہ اس قوم کو سربلند نہیں کرسکتے۔ جسکے افراد خراب بدہوں جہاں
انتظام کامل عوام کی آزادی کا اور پورا بندوبست اس کی حفاظت کا ہوگا وہاں قومی
خصلت آئینہ کی طرح اپنا عکس قوانین اور گورنمنٹ میں دکھائیگی۔ اگر رعایا بالکل نیک

دی۔ تو آزادی خود اس کے حق میں مضر ہوگی اس کے پریس کی آزادی بداخلاقی کا دروازہ کھول دیگی۔ اوباشی بدمعاشی کو پھیلائیگی عالی نسب اشراف زمانہ گزشتہ کا بڑا خیال رکھتے ہیں جس میں ان کے باپ دادا نے کارہائے عظیم کئے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ شرافت ہمارے ورثہ میں آئی ہے اس کو کسی طرح ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے۔ ذلیل اور نازیبا کام کرکے بزرگوں کی عزت کو بٹا نہیں لگانا چاہیئے۔ بلکہ ایسے اچھے کام کرنے لازم ہیں کہ جس سے آبائی شرافت تا قیامت قائم رہے اور ہمیشہ اس کی شان وشوکت بڑھانی چاہیئے۔ پس جو حال ایسے اشخاص کا ہوتا ہے ویسا ہی اقوام کا ہے۔ ہر قوم کو نہایت ضرور ہے کہ وہ اپنے گزشتہ زمانہ کی بزرگی کو دیکھے۔ وہ قوم بڑی بدنصیب ہے کہ جسکا زمانہ گذشتہ نہ قابل ادب ہو نہ لائق محبت نہ اس کے حال واستقبال کے زمانہ کا ازدواج زمانہ ماضی سے ہو۔ زمانہ گذشتہ میں جس قوم کی جڑ نہ بوئی گئی ہو وہ زمانہ حال میں کیسے پھل کھا سکتی ہے اور زمانہ استقبال میں کیسے بھلائی کی امید وار ہو سکتی ہے۔ جو زمانہ گزشتہ کو مردہ بنائیگی۔ وہ خود افسردہ پژمردہ ہو جائیگی۔ مردہ سے زندہ کب پیدا ہو سکتے ہیں جب وہ یہ یاد کریگی کہ زمانہ گذشتہ میں ہمارے بزرگ کیا کیا بڑے بڑے مردانہ کام کر گئے ہیں اور کس کس صبر واستقلال وثبات سے مصائب کے متحمل ہو گئے ہیں تو وہ سربلند۔ روشن ضمیر ہوگی اور اپنی تئیں بلندی کی طرف سنبھالے رہیگی۔ جیسے اشخاص کی ویسی ہی اقوام کی زندگی ایک بڑا خزانہ تجربہ کا ہوتا ہے جس کو دانشمندانہ کام میں لاکے ہم اپنی معاشرت کی ترقی وبہبودی کر سکتے ہیں۔ اور ناکامیوں۔ دھوکوں۔ خالی خیالی باتوں سے بچ سکتے ہیں۔ اشخاص کی طرح اقوام امتحانوں وآزمائشوں سے کھری وپاک صاف ہو سکتی ہیں۔ ان کی تاریخ کا باب وہی سب سے بڑا ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ کیسی مشکل امتحانوں میں اور سخت مصائب میں وہ صابر و مستقل و ثابت قدم رہیں

Marfat.com

آزادی کی محنت۔ حب الوطنی نے وہیں بڑے کام لے جہاں ان کا امتحان لیا گیا ہی اور مصائب کی برداشت میں نہایت استقلال و صبر کیا گیا ہے۔

جب افراد قوم کی خصلت پر راستی حاوی نہ ہو۔ اس میں اصلی قوت پیوستگی سلامتی نہیں ہو سکتی۔ جس قوم کے افراد نابکار و بدکار ہوں۔ وہ کبھی عظیم الشان نہیں ہو سکتیں جس قوم میں آدمی اپنے عیش و نشاط کے بندے ہوں اور سوائے اپنی مسرت و سرور کے اور کسی مطلب سے سروکار نہ رکھیں اور اپنی خودی ہی ان کا خدا ہو اس پر خدا کی مار ہی وہ غارت و تباہ ہوئے بغیر نہیں رہیگی جو آدمی اس میں اعلیٰ درجہ کے شائستہ و مہذب معلوم ہوتے ہوں وہ ہی ذرا سی مصیبت کی ہوا لگنے سے گر پڑیں گے۔ جو اس میں دولتمند۔ خوش وضع۔ صنّاع بھی ہیں وہ بھی تباہی کے کنارے لگے کھڑے ہیں۔

جہاں قومی خصلت ڈگمگائی وہاں بربادی قریب آئی جس قوم میں سے عفت صداقت۔ عدالت۔ کی نیکیاں رخصت ہوئیں وہ قریب المرگ ہوئی۔ جب کسی پر ایسا وقت آجاتا ہے کہ آدمیوں کو دولت خراب و اوباش بناتی ہے اور عشرت نابکار بدکار اور عزت۔ انتظام۔ اطاعت۔ نیکی۔ وفاداری۔ زمانہ گذشتہ کے افسانے ہو جاتے ہیں اگر یاں اس تاریک زمانہ میں کچھ نیک خصال عفت مآب باقی رہتی ہیں تو وہ آپس کے اتفاق اور ایک دوسری کی دستگیری سے قوم کو سلامت اس طرح رکھ سکتے ہیں کہ اس کے افراد کی خصلت کو بحال اور سربلند کریں لیکن اگر خصلت ایسی بگڑ گئی ہو کہ وہ کسی طرح سنور ہی نہ سکتی ہو تو مرض لاعلاج۔ در دلے درماں ہے قوم سلامت کسی طرح نہیں رہ سکتی۔

باب دوم

گھر کی قوت

ی میں آدمی اخلاق کی بُری بھلی تعلیم پاتا ہے۔ گھر ہی میں آدمی چال چلن کے وہ
اصول سیکھتا ہے جو اس کے ساتھ ساری عمر رہتے ہیں جوانی اور پیری میں وہ نہیں
بدلتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی خصلت کی بڑی تعلیم گاہ گھر ہے۔
مشہور ہے کہ اوضاع و اطوار آدمی میں آدمیت پیدا کرتے ہیں کچھ بھی کہتے ہیں کہ
آدمی میں آدمیت اسکا دماغ پیدا کرتا ہے مگر ان دونو باتوں سے زیادہ سچ یہ
بات ہے کہ آدمی میں آدمیت گھر پیدا کرتا ہے گھر میں آدمی کا دل کشادہ زیادہ تر
ہوتا ہے وہ ساری عادتیں اسی میں پیدا کرتا ہے وہیں اس کی عقل بیدار ہوتی ہے
گھر ہی کی ٹکسال میں خصلت کے کھوٹے کھرے سکّے ڈھالے جاتے ہیں گھر ہی سے وہ
اصول و مسائل پیدا ہوتے ہیں جو معاشرت انسانی پر حکومت کرتے ہیں گھر ہی کی باتوں کا
عکس قانون ہوتا ہے۔ ننّھے بچّوں کی وہی ننّھی ننّھی رائیں اپنے کاموں کے باب میں بڑی
ہونے پر جمہور انام کے کاموں کے لئے عام رائیں بن جاتی ہیں۔ . . . . . .
اس لئے کہ ساری قومیں اپنے دودھ پلانے والیوں کے گود سے نکلتی ہیں جن کے
ہاتھ میں عنانِ سلطنت ہوتی ہے۔ ان سے زیادہ حکومت ان کی ہوتی ہے جن کے
ہاتھ میں بچّوں کی ڈوری ہو۔
تہذیب و شائستگی کی تعلیم کا بڑا مدرسہ اثر کرنے والا گھر ہی ہوتا ہے پس جو افراد
اپنے کنبے سے نکل کر سوسائٹی بناتے ہیں ان کے بچپنے کی تعلیم پر اس سوسائٹی کی
تہذیب و شائستگی و انسانیت موقوف ہوتی ہے۔ اگر یہ تعلیم اچھی ہے تو سوسائٹی
بھی اچھی ہے اور اگر بُری ہے تو بُری ہے۔ پس نظام فطرت یہ ہے کہ معاشرت انسانی
کی تمہید گھر کی زندگی ہوتی ہے۔ گھر میں دل و دماغ و خصلت کی اصلاح ہونی اوّل چاہیئے
آدمی جب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ نہایت ہی بے کس و بے بس ہوتا ہے۔ اس کی
پرورش و تربیت و تعلیم ان آدمیوں پر منحصر ہوتی ہے جو اس کے پاس گرد ہوتے ہیں

Marfat.com

جس وقت سے وہ سانس لیتا ہی۔ اس کی تعلیم شروع ہو جاتی ہے
واعظ سے پوچھا تھا کہ اب میرا بچہ چار برس کا ہو گیا ہے۔ اس کی تعلیم شروع
اس واعظ نے یہ جواب دیا کہ اگر تم نے اپنے بچے کی تعلیم اب تک نہیں شروع کی
اس کی عمر کے چار برس ضائع کیے۔ تعلیم تو اس وقت سے شروع ہونی چاہیئے تھی
کہ تم نے اس کے چہرہ کو مسکرا کر اول دفعہ دیکھا تھا۔ غرض آدمی خواہ کیسا ہی
عاقل ہو اس کی تعلیم پر اس اخلاق کا اثر ضرور ہوتا ہی جو بچپنے میں اس کے
گرد ہوتا ہے۔

بچپنے میں بچہ کی تعلیم اس طرح ہوتی ہی کہ وہ جو دیکھتا ہے اس کی نقل اتارتا ہے
عربی ضرب المثل ہے کہ انجیر کے درخت کو دیکھ کر انجیر کا درخت زیادہ پھل لاتا ہی
اور ہماری مثل ہے کہ خربوزہ کو خربوزہ دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ بس یہی بچوں کا ہے
کہ وہ مثال کو دیکھ کر تعلیم پاتے ہیں بڑی معاملہ ان کی مثال ہوتی ہی۔ بچپنے کی خصلت
آدمی کی خصلت کا مغز ہوتا ہے اور باقی اور تعلیم بالائی پوست ہوتا ہے جسکے
اندر وہ مغز ہمیشہ رہتا ہے۔ ایک شاعر کا قول کیا ہی سچا ہے کہ بچہ آدمی کا باپ
ہوتا ہے۔ دوسرا شاعر کہتا ہی کہ جیسی صبح دن کو دکھاتی ہی ایسے ہی بچہ آدمی
کا حال بتلاتا ہے۔ مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ باتیں ہماری
ولادت کے قریب سیکھی جاتی ہیں وہی دیرپا اور ہماری چال چلن کی محرک ہوتی ہیں
اور ان کی جڑیں بڑی نیچی گہری ہوتی ہیں۔ بچپنے ہی میں ہماری نیکیوں برائیوں
خود فہمید گیوں اور تاثیر قلبی کے بیج بوئے جاتے ہیں جنسے کہ ہماری خصلت پیدا ہوتی
بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک نئی عالم کی چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے ہر چیز کو حیرت
کی نگاہ سے دیکھتا ہے پھر رفتہ رفتہ وہ چیزوں پر غور کی نظر سے مشاہدہ کرتا ہی
اور اشیا کا مقابلہ باہم کرتا ہی ان کے تصورات کو ذہن میں محفوظ رکھتا ہے۔

[illegible] ہدایتوں سے جو اس کی ترقی اس چھوٹی عمر میں ہوتی ہے وہ نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہوتی ہے۔ ایک فاضل نے لکھا ہے کہ اٹھارہ اور تیس مہینوں کے عمر کے درمیان اس کو اس قدر علم مادی اشیاء کا۔ اپنے قویٰ کا۔ خواص اجسام کا۔ اپنی فہم اور اوروں کی فہموں کا حاصل ہوتا ہے کہ باقی ساری عمر میں اس قدر نہیں حاصل ہوتا۔ اس عمر میں علم کا خزانہ جو جمع ہوتا ہے اور اس کے دماغ میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ اگر ہم یہ خیال کریں کہ وہ سب ملیامیٹ ہوگئے تو پھر اس کو ایک ہفتہ جینا محال ہو جاتا ہے اور اس عمر کے آگے کلکتہ یونی ورسٹی کا ایم اے اور ولایت کی یونی ورسٹی کے بی اے کا علم ہیچ ہے۔

یہ بچپنے میں ہوتا ہے کہ دل لوح سادہ ہے برائے ہر نقش آمادہ۔ جو چنگاری اس میں اول پڑتی ہے وہ اپنی روشنی دکھاتی ہے۔ خیالات جلد ذہن میں آجاتے ہیں اور دیر تک قائم رہتے ہیں۔ بچپنا ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں سے بڑی عمر میں وہ چیزیں منعکس ہوتی ہیں جو اول اس کے سامنے آئیں انہیں بچپنے میں جو باتیں ساتھ ہوتی ہیں وہ اخیر عمر تک ساتھ رہتی ہیں۔ اول خوشی اول غم۔ اول کامیابی۔ اول ناکامی۔ اول بیم۔ اول کم بختی۔ آئندہ زندگی کی تصویر کی پرداز ہوتی ہے اس بچپنے ہی میں خصلت کی تعلیم کی ترقی ہوتی جاتی ہے یعنی مزاج کی۔ ارادہ کی۔ عادات کی جن پر آئندہ ساری عمر کی خوشدلی بہت کچھ منحصر ہے۔ اگرچہ آدمی میں اپنی لیاقتوں کے انکشاف کے لئے ایک خاص قوت اپنے آپ کام کرنے کی اور اپنے مدد کرنے کی موجود ہوتی ہے جس کو کچھ تعلق گرد کے حالات سے نہیں ہوتا اور نہ اس کا عمل اپنے گرد کے آدمیوں پر ہوتا ہے مگر ابتدائی عمر میں اخلاقی خصلت کی تخم پیدا ہوتی بہت ضرور ہے۔ اگر کسی عالی دماغ حکیم کو روزانہ بے آرامیوں اور بد اخلاقیوں اور باہمی کینہ بینی کی حالتوں میں پھنسا دو تو وہ خود بخود وحشی پن کی طرف کھنچتا چلا جائیگا اور اسکو خود کچھ نہ معلوم ہوگا۔ پس جب عاقلوں کا حال یہ ہو تو بے کس بچہ کا کیا حال ہوگا جو موم کی طرح بہت آسانی سے نقش قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہے ممکن نہیں کہ نیا پنوں اور تکلیفوں وحشی کی طبیعت شفقت آمیز اپنی پیدا کی جائے کہ برائی سے متنبہ ہو اور دل و دماغ کو پاکیزہ

اور باصفا بنائے۔

گھر ہی بچوں کی شیر گاہ ہوتا ہے بچے ہی بڑے ہو کر عورت مرد ہوتے ہیں گھر کا بڑا قوت پر موقوف ہی جو اُس کی سرپرستی کرتی ہی جس گھر میں محبت کا اور اداء حقوق شرائع کا شوق غالب ہے۔ جس میں دل و دماغ دونو عاقلانہ حکم چلاتے ہیں جس میں زمرہ گداز زندگی میں دیانت ۔ امانت ۔ راستی موجود ہی جس میں عاقلانہ و مشفقانہ انتظام ہی۔ اس گھر میں یہ توقع ہو سکتی ہی کہ اولاد تندرست و خوش دل و نفع رساں ایسی پیدا ہو کہ جب اُس کو قوت اپنے مربیوں کے قدم بقدم چلنے کی حاصل ہو تو وہ نیک ائلی کے طریقوں پر چلے اپنے نفس پر ضابط ہو اور اپنے ہمسایہ کے آدمیوں کی بہبودی اور رفاہ میں معاون ہو۔

برخلاف اس کے اگر گھر کو جہالت گھیرے ہوئے ہے اکثر غرض۔ اور خود مطلبی اس میں موجود ہی تو اُس کے اندر جو اولاد پیدا ہوگی وہ یہی خصلتیں اختیار کریگی گو خود اُس کو اِس کا علم نہ ہو۔ جب وہ جوان ہوگی تو اکثر ناشائستہ کندہ ناتراش ہوگی اور اپنی سوسائٹی کے سر پر وہ آفت جب یادہ لائیگی کہ بہت سے ترغیبوں اور تحریصوں کے درمیان آئیگی جس کا نام مہذب و شائستہ زندگی رکھا گیا ہی۔ ایک یونانی حکیم کا قول ہی کہ اگر تم اپنے بچہ کو تربیت و تعلیم کے لئے ایک غلام کے حوالہ کر دو تو تمہارے پاس ایک غلام کے دو غلام ہو جائینگے۔ بچہ جو کچھ دیکھے اس کی نقل اتارنے سے اپنے تئیں وہ باز نہیں رکھ سکتا۔ ہر ایک چیز خواہ اوضاع و اطوار ہوں۔ حرکات و سکنات ہوں بول چال ہو۔ عادت ہو۔ خصلت ہو۔ وہ بچہ کیلئے ایک نمونہ ہی۔ بچہ کے لئے بچپن کا زمانہ بڑا عظیم الشان ہوتا ہے جسمیں وہ اپنے تئیں اپنی ہمراہیوں کا ہم رنگ اور ہم قالب بناتا ہے اگر ہم ساری زندگی کو تعلیم گاہ ٹھہرائیں تو اس میں اُس پر معلم ثانی کا اثر معلم اول سے کم ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص دنیا کے گرد جہاز پر بیٹھ کر پھر آئے تو اُس پر ساری قوموں کا اثر وہ نہ ہوگا جو اس کی دایہ کا بچہ کی طبیعت ڈھالنے کا بڑا آلہ نمونہ ہے اگر کوئی چاہے کہ میرے بچوں کی خصلتیں اچھی ہوں تو اُس کے سامنے اپنی خصلت کے اچھے نمونے پیش کرے ہر

چاہئے جو نمونہ عمل طور پر رہتا ہی وہ اس کی ماں ہوتی ہی +
مدرسہ کے سو معلموں کی برابر ایک اچھی ماں ہوتی ہی۔ گھر میں وہ ساری دلوں اور ساری آنکھوں کی مقناطیس ہوتی ہی۔ ماں کی پیروا اولاد ہمیشہ ہوتی ہی۔ مثال امر سے بہتر ہوتی ہی مثال تعلیم بالعمل کو کہتے ہیں امر زبانی حکم کو۔ مثال اپنی بے زبانی سے جو تعلیم کرتی ہی وہ زبانی اوامر نہیں تعلیم کرتے۔ مثال بچے کے روبرو عمدہ اوامر بہت ہی کم فائدہ دیتے ہیں۔ مثال کی پیروی کی جاتی ہی۔ اوامر کی نہیں جب امر برخلاف عمل کے ہوگا وہ برائیاں نامردی کے ساتھ سکھائیگا۔ بچے بھی اپنے ماں باپوں کی اس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کچھ اور کرتے ہیں کچھ۔ اور اگر کوئی واعظ کسی کا مال مار کر آستین میں رکھے اور دیانت کا وعظ کہے تو کچھ اثر نہ ہوگا + ... گھر عورت کی دار السلطنت ہوتا ہے اس میں ساری احکام اسی کے چلتے ہیں وہ اپنے بچوں کی ننھی ننھی رعیت پر حکم ناطق نافذ کرتی ہی۔ ہر چیز کے لئے بچے اپنی آنکھوں کو اُسی کی طرف لگائے رہتے ہیں ہر وقت اُن کے روبرو وہی مثال اور نمونہ ہے جسکی وہ پیروی کرتے ہیں اور نقل اُتارتے ہیں گو اس کا علم خود اُن کو نہ ہوتا ہو۔ اسواسطے بچوں کے چال چلن اور طور طریقہ پر ماں کا اثر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہوتا ہی۔ گھر میں ماں کا نیک مثال ہونا ایک بڑی نعمت ہی +

ابتداء عمر میں جو دل کے اندر خیالات جم جاتے ہیں اور جو اس پر مثال اوّل کا اثر ہوتا ہے اُس کا حال ایسا ہوتا ہی جیسے کہ کسی چھوٹے پودے کی چھال پر حروف کندہ کردئے جائیں کہ وہ درخت کے ساتھ بڑھتے چلے جائینگے گو وہ کیسے ہی ہلکے ہوں مگر مٹنے کے نہیں جیسے کہ زمین پر بیج ڈالے جاتے ہیں کہ وہ کچھ مدت تک اُس میں پڑے رہتے ہیں پھر پھوٹتے ہیں اور بڑھتے ہیں یہی حال اُن خیالات کا ہوتا ہے جو ہمارے دل پر اوّل جم جاتے ہیں کہ آخر کو وہی ہماری عادات اور اعمال ہوجاتے ہیں بچے جو کام کرتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ ماں انکی سیکھی ہوئی کام کرتی ہی بچے نادانستہ اپنی ماں کے اوضاع و اطوار۔ بول چال

چال چلن طریقہ زندگی کو اختیار کرتے ہیں ماں کی عادتیں اولاد کی عادتیں
اور ماں کی خصلت اُن کی خصلت ہوتی ہے۔

نسل انسانی کا انتظام ظاہری مہر مادری ہے۔ اسکا اثر مدام اور عالمگیر ہے جب
انسان پیدا ہوتا ہے اُس کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی ماں کی محبت کا اثر
شروع ہوتا ہے بچوں پر نیک ماؤں کا یہ اثر ایسا قوی ہوتا ہے کہ عمر بھر تک ان پر رہتا
ہے جب اولاد دُنیا کے کام دھندوں جھگڑوں۔ بکھیڑوں و ترددات و تفکرات میں
پڑتی ہے اور تکلیفات اور مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ صلاح و مشورہ کے لئے نہیں بلکہ
اپنے تسلی و تشفی کے لئے ماؤں ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں مثل مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت
ماں ہی یاد آتی ہے مائیں اپنے بچوں کے دلوں میں جو عمدہ و پاکیزہ خیالات جما دیتی
ہیں وہی بڑے ہونے پر نیک اعمال کی صورت میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں ماں جاتی
ہے اور سوا اُس کی یاد کے اُس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے تو اس کی اولاد اس کی
مغفرت کے لئے دعائیں مانگتی ہیں اور رحمت الٰہی بھیجتی ہیں۔

یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ راحت مصیبت۔ علم و جہل۔ شائستگی و ناشائستگی یہ سب دنیا میں
سب سے زیادہ اُس عورت کی حکومت پر موقوف ہیں جو وہ خاص اپنے گھر کی دارالسلطنت میں عمل
میں لاتی ہے یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ نیک عورتوں کا اثر تہذیب کا فی کا سبب ہوتا ہے
نسل آئندہ کیا ہے وہی بچے ہیں جو ماؤں کی گود میں پڑے ہوئے ہیں اب بچوں کی کیا
حالت ہوگی؟ جیسے ان کی مائیں ان کی تربیت و تعلیم کریں گی اور اپنی مثال دکھائیں گی
سب سے اوّل معلم ماں ہوتی ہے جس کی برابر اثر کسی معلم کا نہیں ہو سکتا۔
سب معلموں سے زیادہ عورت نرمی و ملائمت سے تعلیم کرتی ہے۔ مرد انسانیت کا دماغ ہے
اور عورت اس کا دل ہے وہ اس کی قوت ہے یہ اسکی حسانت و زینت ہے
عمدہ عورتوں کی سمجھ۔ اپنی محبت و جاذبیت کے سبب کام کرتی ہے ...

... کی درستی کرتی اور جس خصلت پیدا ہوتی ہی۔ مرد حافظہ کو تیز کرتا ہی۔ عورت دل کو تیز کرتی ہی۔ مرد جس بات کا یقین دلاتا ہی۔ عورت اس کی محبت دلاتی ہی۔ غرض عورت کی بدولت اکثر ہماری رسائی نیکی پر ہوتی ہے۔

بہت سی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ نیک ماؤں نے اپنی اولاد کی نیک تعلیم کی مگر اس کا اثر اولاد پر کچھ نہ معلوم ہوا بلکہ وہ ابتداء جوانی میں گھٹ بہ پھرے... غرض پرست اور بدکار شریر ہوئی مگر اس ابتدائی نیک تعلیم کا اثر پھر بھی دلوں پر اتنا باقی رہا کہ انکو شر سے پھیر کر خیر کی طرف لے آیا اور سرتاپا خیر بنا دیا۔ یہ دیکھنے میں آتا ہی۔ کہ مربی اپنے بچوں کے اندر نیک خصلتی اور صاف دلی و راستی پیدا کرنے میں کوشش کر رہی ہیں اور وہ بظاہر محض بیکار معلوم ہوتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روٹیوں کو پانی پر پھینک رہی ہیں کہ جس میں وہ غائب ہوتی جاتی ہیں مگر بعض اوقات یہ واقع ہوتا ہے کہ ماں باپ قبر میں دفن ہو گئے اور دس بیس برس اس پر گذر ہی گئے کہ انھوں نے جو اپنے لڑکے لڑکیوں کو اپنی نیک مثالی دکھائی تھی اور امر و نہی نیک تعلیم کئے تھے اس کا اثر نمودار ہوتا ہی اور اس کا ثمر ان کو ملتا ہے۔ ابتداء عمر میں آدمی کو جس خصلت کی بچ پڑ جاتی ہی وہی ساری عمر مستقل خصلت ہو کر گلے کا ہار بن جاتی ہے — یوں آدمی خواہ کتنی مدت تک جئے مگر عمر کے جو اوّل بیس برس ہوتے ہیں وہ نصف عمر سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں انہیں کے اندر انسان میں جو باتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ باقی ساری عمر میں اپنے نتیجے دکھاتی ہیں ایک عیش پرست پیر کہن سال بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک دوست عیادت کو آیا۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی کام آپ کی خوشی کا میں کر سکتا ہوں تو ارشاد ہو اس نے کہا کہ آپ میری نوعمری کو واپس لا دیجئے تو میں توبہ کروں اور پھر اپنی اصلاح شروع کروں بھلا یہ کب ہو سکتا تھا بغیر اس کے بڑے میاں جو اپنی عادت کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے کیسے رہائی پا سکتے تھے۔ آدمی کا ارادہ اوّل بُرا ہوتا ہی اور

پھر برائی کی عادت ہوتی ہے اور جب برائی بہیں ڈالی جاتی تو وہ ...
ہو جاتی ہے اور اپنے حلقے جوڑ جوڑ کر زنجیر بناتی ہے کہ جس میں دینی بجنس ...
انسان کی خصلت کی معاملہ بابیں ہی ہوتی ہیں نیک ماں کو یہ سمجھو وہ کامل معدوری
ہوتی ہے۔ باپوں سے زیادہ نیک مائیں تہذیبِ انسانی کی طرف مائل ہوتی ہیں گھر میں وہ
اخلاقی کرہ ہوا بناتی ہیں جس سے انسان کی اخلاقی ہستی پر وہی اثر ہوتا ہے جو اس
کرہ ہوا کا جسمانی ہستی پر۔ جب گھر کے رہنے والوں کو ماؤں کی نیک مزاجی۔ ملائمت شفقت
عقل کے ساتھ گھیرتی ہے تو انکی طبیعتیں دلیر اور صاف و پاکیزہ وہ پیدا ہوتی ہیں کہ جن میں
خوش مزاجی۔ قناعت اطمینان ہوتا ہے۔

اگر کوئی عورت نیک اطوار۔ کفایت شعار۔ خوش مزاج۔ پاکیزہ طبیعت غرضیکہ گھر میں
بھی سرپرست ہوگی تو سارے کنبے کی زندگی بخیر و عافیت بسر ہوگی۔ اور وہاں چین و
آرام نیکی خوشدلی اپنے جلوے طرح طرح سے دکھائے گی۔ اس میں مرد کے لئے بہت سے
ہمراہی دل کے خوش کرنے والے موجود ہوں گے۔ دلوں کے لئے عبادت گاہ وہاں تیار
حادثات زمانہ سے بچنے کے لئے مامن وہ ہے۔ محنت و مشقت کے بعد آرام پانے کی
آرامگاہ وہ ہے مصیبت و کم بختی میں تسلی و تشفی وہاں ہے۔ غرض ہر درد کی دوا وہاں
موجود ہے اور ہر وقت خوشی و راحت کا سامان آمادہ ہے۔

گھر صرف بچپنے کے لئے نہیں بلکہ ساری عمر کے لئے سب سے زیادہ عمدہ تعلیم گاہ ہی خوش مزاجی
صبر و تحمل۔ نفس کشی وادار فرائض کی تربیت سب بڈھے۔ جوان بچے۔ اچھی طرح سیکھ
سکتے ہیں خوش اخلاقی و نیک اطواری سکھانے کے لئے عمدہ مدرسہ گھر ہے جس میں عورت
معلمہ باعمل ہمیشہ موجود ہے بغیر عورتوں کے تو مرد نجاست آلودہ رہتے ہیں گھر ہی حب الوطنی
کا مرکز ہوتا ہے وہیں سے وہ پھیلتی ہے۔ جو ہمارے ہم صحبت چند ہوتے ہیں انہیں کی
محبت ... جمہوریت کی محبت کا تخم ہوتا ہے۔ بڈھے بڑے اعلے رتبہ کے دانشمند ...

Marfat.com

ں کو زیادہ شرم نہیں آتی ہے کہ گھر کے دائرہ استوار میں اپنے بچوں کے سر کے پیچھے بیٹھنے سے سب سے زیادہ راحت اور خوش دلی ان کو ملتی ہے۔ جو شخص اپنے فرض کو ادا کرتا ہے اور پاک زندگی رکھتا ہے وہ بڑی موثر تیاری کرتا ہے کہ جمہوری خدمت بجا لائے اور ان کے حقوق کو ادا کرے۔ جو شخص اپنے گھر سے محبت رکھتا ہے وہی شوق سے اپنے ملک کی خدمت و محبت کریگا .... جیسے کہ خصلت کے لئے دایہ اور مدرسہ سب سے بہتر گھر ہے ایسا ہی وہ بدترین بھی ہے گھر میں ایسی قوت بھی ہوتی کہ بے حساب شرارت وجہالت بچپنے سے بالغ ہونے تک وہ پیدا کرتی ہے۔ مایوں اور دایوں کی نالائقی سے دمِ اولیں سے دمِ آخریں تک کیسی اخلاق کی آفات اور امراض کی کثرت پیدا ہوتی ہیں۔ بچے کو ایک پاجی جاہل دایہ کے حوالہ کردو تو بچہ میں وہ عیب پیدا ہو گا کہ ساری عمر اُس کے دور کرنے کے لئے تربیت و تعلیم کرو تو وہ دُور نہیں ہوگا۔ جس گھر میں ماں شریر۔ غبی۔ نابکار۔ کاہل ہو کھر پیں نکالتی ہو جھنجلاتی ہو بکتی پھیلاتی ہو وہ گھر جہنم ہے جسے بھاگنے کو دل چاہتا ہے اور جسکی طرف رُخ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ جن بچوں کی بدنصیبی کے سبب سے ایسے گھروں میں پرورش ہوئی ہے وہ اخلاق میں بھونڈے و بیڈول ہونگے اور نہ اپنے لئے اور نہ اوروں کے لئے اچھے ہونگے بلکہ بُرے ہونگے نپولین بونا پارٹ اکثر کہا کرتا تھا کہ بچوں کا چال چلن آیندہ بُرا بھلا ماؤں پر صرف موقوف ہے وہ اپنے عروج کی نسبت کہا کرتا تھا کہ ماں کی بدولت زیادہ تر حاصل ہوا ہے ...... گھر میں مستعدی ارادہ نفس پر غالب ہونے کی تعلیم اُسکی اچھی طرح ماں نے کی تھی۔ ایک شخص اُس کی نسبت لکھتا ہے کہ اُس کی ماں نے درشتی و نرمی و عدالت کو ملا کر اِس طرح اِس کی تعلیم کی کہ محبت ادب۔ اطاعت۔ یہ سب اس کے دل میں پیدا ہو گئے اطاعت کی خوبی اس میں ماں ہی کے سبب سے پیدا ہوئی تھی۔ کلوں کے ایک بڑے کارخانہ کا مہتمم بچوں کو اپنے کارخانہ میں جب لگاتا تو ان کی ماؤں کے چال چلن کی تحقیق کر لیتا

Marfat.com

اگر وہ اچھا ہوتا تو اُس کو اطمینان رہتا کہ بچوں
کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ یہ دیکھنے میں آتا ہو کہ باپ آوارہ خراب
ماں نے علم عاقلہ ہوشیار تھی تو اُس نے گھر کو سنبھال لیا اور بچوں کو اچھا
اُنھوں نے اپنی عزت آبرو کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی۔ برخلاف اُس کے اگر ماں
وخراب۔ ودئی۔ اور باپ نیک چلن ہوا تو بچے شاذونادر ہی ایسے اچھے نکلے کہ وہ اپنی
زندگی کے کاموں میں کامیاب ہوئے ہوں۔

مردوں کی خصلت بنانے میں عورتیں جو اثر کرتی ہیں بہت سا حصہ اس کا مستور
ہے کہ نامعلوم رہی وہ اپنے کنبے اور گھر کے اندر بیٹھی ہوئی۔ چپ چپ تنہائی میں عمدہ عمدہ
کام سرانجام دیتی ہیں اور اپنے فرض کے ادا کرنے میں سعی بڑے تحمل کے ساتھ اور نہایت استقلال
صبر کے ساتھ کرتی ہیں اُن کے کام جو بڑے کامیابی کے ساتھ ہوتے ہیں وہ اس سبب سے
کہ اپنی ذات سے اور گھر سے متعلق ہوتے ہیں گھر ہی کے اندر رہتی ہیں باہر نکل کر
دھوم دھام نہیں مچاتے اور نہ وہ تحریر میں آتے ہیں اور نہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب
ناموروں کی سوانح عمری لکھی جائیں تو اُنھیں یہ بیان ہو کہ اُن کی خصلت بنانے اور
عظیم الشان نیک کاموں کی ترغیب دلانے میں اُن کی ماؤں کا حصہ کیا تھا؟ مگر باوجود
اس کے وہ اپنے صلہ اور انعام سے محروم نہیں ہیں جو اثر وہ کرتی ہیں گو لوگوں کی نظر
میں نہ آئے مگر وہ اُن کے بعد باقی رہتا ہے اور ہمیشہ اپنے نتائج خیر کو جاری رکھتا ہے
عورتوں نے نہ تو بڑی بڑی تصویریں بنائیں نہ بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں نہ علم
ایجاد کیا۔ نہ دوربین اور دخانی کلیں اختراع کیں مگر اُنھوں نے اُن سے زیادہ ایجاد و
اختراع کیے ہیں کہ صاف باطن نیک صفات اہل دل موجودوں کو اپنی گود میں تربیت
کیا ہے اس سے بہتر کیا ایجاد دنیا میں ہو سکتا ہے۔ اگر عورتوں اور مردوں کی
خصلتوں کا فیصلہ اس لحاظ سے کیا جائے کہ کس نے

Marfat.com

... دونوں ... ہے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں بچہ کو جو سب سے بہتر نعمت مل سکتی ہے
وہ ایسی ماں کا ملنا ہے جو لائق اور شائق ان کی خصلت بنانے کی ہو۔ دنیا میں بڑی بڑی
نامور حکیم۔ شاعر۔ مدبر۔ مورخ۔ سپہ سالار۔ جنرل صناع غرض ہر قسم کے اہل قلم و اہل سیف
و اہل حرفہ باکمال گذرے ہیں کہ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ یہ کمالات اور خوبیاں ہم میں ماؤں
کی بدولت پیدا ہوئی ہیں وہ عورتیں نہ تھیں بلکہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو عورتوں کی صورتوں میں
بناکے تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں بھیجدیا تھا۔

انسان کے ہر معاملہ عملی میں جسکے اندر خوش اسلوبی و ترکیب و بہم رسانی و کارگزاری کی ضرورت
پڑتی ہے اس میں سلیقہ مندی کی بھی حاجت ہوتی ہے۔ سلیقہ مندی کی اصل یہ باتیں ہیں۔
خوش اسلوبی۔ درستی۔ ترکیب۔ محنت۔ کفایت شعاری۔ تادیب۔ منصوبہ باندھنے اور
تدبیر کرنے کا علم۔ وسائل کو مآل کار کے ساتھ موافق کرنا۔ بس عورتوں میں سلیقہ مندی کی تعلیم ہے
بغیر ان کی سلیقہ مندی کے کیئے اور گھر کی نیک نظمی و بہبودی ہو نہیں سکتی اور ان میں چین و آرام
نہیں مل سکتا۔ جیسے کہ مردوں کی سلیقہ مندی کی لیاقت و عادات سے۔ تجارت۔ زراعت۔
اور صنعت کے کارخانوں کو رونق ہوتی ہے۔ ایسی ہی عورتوں کی سلیقہ مندی کی لیاقت
و عادت سے گھروں کو رونق ہوتی ہے۔

یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہے کہ جس سلیقہ مندی کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ صرف مردوں ہی سے
متعلق ہے۔ عورتوں کو اس سے کیا سروکار۔ مگر اس میں بڑی خرابیاں ہیں۔ مثلاً
ہندسوں کا علم ہی۔ ایک لڑکے کو خوب اچھی طرح حساب سکھاؤ تو وہ آدمی اس سبب سے
بن جاویگا۔ کہ حساب اس کو خوش اسلوبی۔ درستی۔ قیمت تناسب تعلقات کو بتلائے گا
تب ہی حساب اگر لڑکیوں کو نہ سکھایا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ بیاہی جائیں گی
اور اپنے گھر میں آویں پر گھر بار کا بوجھ پڑیگا تو وہ ہندسوں کے نہ جاننے سے اور
... اپنے گھر کی آمد و خرچ کا حساب نہیں رکھ سکیں گی ... غالباً

ایسی متواتر غلطیاں کریں گی کہ جس سے گھر میں بے چین رہیں گے۔ حساب کے نہ جاننے سے وہ اپنے خانگی امور کا انتظام اچھی طرح نہیں کر سکیں گی اور ایسی حالت محض ہے .... بعض فضول خرچیاں ایسی ہو جائیں گی کہ گھر کی خیر و عافیت میں خلل پڑ جائیگا۔ سلیقہ مندی کی جان خوش اسلوبی ہے۔ اس کے آگے بے ڈھنگا پن ٹھہرا رہتا نہیں۔ پھوہڑ پن دور بھاگتا ہے۔ خوش اسلوبی میں وقت کی پابندی کی ضرورت ہے۔ جو ایک بڑی صفت سلیقہ مندی کی ہے۔ جو عورت وقت پر کام نہیں کرتی وہ اپنے سے نفرت اوروں میں پیدا کرتی ہے اس لئے کہ وہ وقت کو ضائع اور خراب کرتی ہے سلیقہ مند مردوں کے نزدیک وقت زر ہے مگر سلیقہ مند عورتوں کے نزدیک زر کے علاوہ وہ گھر کا چین و آرام اطمینان اقبال مندی ہے۔

ہوشیاری بھی سلیقہ مندی میں داخل ہے۔ عملی دانائی کا نام ہوشیاری ہے جو نہایت تربیت یافتہ دانست سے پیدا ہوتی ہے وہ چیزوں کا موزوں و مناسب ہونا دیکھتی ہے اور صحیح کام بتلاتی ہے اور اس کو صحیح طور پر کرنا سکھاتی ہے وہ وسائل۔ ترتیب۔ وقت و خوش اسلوبی سے کام کرنے کا حساب کرتی ہے۔ تجربہ سے ہوشیاری سیکھی جاتی ہے اور علم سے اس میں تیزی آتی ہے۔

ان وجوہ سے کل عورتوں پر لازم ہے کہ وہ سلیقہ مندی کی عادت پیدا کریں کہ جس سے وہ دنیا کی روزانہ کاموں اور زندگی میں موثر مددگار و معاون ہوں۔ عورتیں ہی بچوں کو دودھ پلانے والی۔ پرورش کرنے والی تعلیم کرنے والی ہوتی ہیں۔ گھر کی قوت کی درستی کے لئے مدد اور قوت کی ضرورت ہے جو عقلی تعلیم ان کو پہنچاتی ہے ماؤں کی محبت طبعی فقط کافی نہیں ہوتی عقل حیوانی نسل حیوانات کو قائم رکھتی ہے کیونکہ اس کو ضرورت تربیت و تعلیم کی نہیں ہوتی۔ لیکن عقل انسانی جسکی ضرورت ہمیشہ رکھنے میں بہت سی تعلیم کی محتاج ہے۔ نسل انسانی کے نئی پود کی [illegible]

Marfat.com

حوالہ ہوتی ہے۔ اور اس فطرت جسمانی کے اندر فطرت عقلی و فطرت اخلاقی نے سکونت اختیار کی ہے۔ پس عورتوں کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ضرور ہے کہ صحت جسمانی و صحت اخلاقی و صحت عقلی بموجب قوانین فطرت کے گھر میں کیونکر حاصل ہوسکتی ہیں ان قوانین فطرت کے علم بغیر ماں کو اکثر اپنی محبت کا جرمانہ اپنی بچہ کے کفن میں ادا کرنا پڑتا ہے آدمی کے ایک تہائی بچے پانچ سال کے اندر مرجاتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مائیں قوانین فطرت سے آگاہ نہیں ہوتیں وہ ترکیب جسمانی سے جاہل۔ تازی ہوا۔ صاف پانی کے استعمال کو نہیں جانتیں اور زود ہضم غذا کے تیار اور بنانے کو نہیں سمجھتیں حیوانات میں اس قدر بچے کسی حیوان کے نہیں مرتے جیسے کہ انسان کے۔ یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ جیسی مردوں کو ویسی ہی عورتوں کی عقل اس لئے دی گئی ہے کہ وہ کام میں لائی جائے نہ یہ کہ نکمی رکھ کر سڑائی جائے۔ یہ عطیات بغیر کسی مطلب و مقصد کے نہیں عطا ہوئے خدا تعالیٰ اپنی عطیات زیادہ دیتا ہے مگر وہ ان کو ضائع نہیں کرتا۔

عورت اس لئے نہیں بنائی گئی کہ وہ مرد کے لئے بے عقل و فہم رہ کر مزدوری کرنے خدمت کے لئے بنے۔ یا ایک خوبصورت کھلونا وقت فرصت میں اس کے دل بہلانے کے لئے بلکہ وہ اپنی ہستی اپنے لئے ایسی ہی رکھتی ہے جیسے کہ اوروں کے لئے۔ اس کے ذمے ایسے نازک جواب دہی کے فرائض ہیں کہ جن کے لئے دماغ تعلیم یافتہ اور دل شفقت گیر چاہیئے۔ وہ اس لئے یہاں نہیں آئی کہ بناؤ سنگار کرکے وضعداری میں کمال پیدا کرے جیسا کہ اس زمانہ میں رواج ہو رہا ہے کہ بہت سا وقت اس میں وہ ضائع کرتی ہیں گو یہ زیبائش آرائش کا سلیقہ جوانی کے جوبن کو دلربا اور دل آویز کردیتا ہو۔ مگر یہ دلربائی کچھ اصلی کاموں میں فائدہ نہیں دیتی۔ عورتوں کی تعلیم کے باب میں بحث سے اختلاف آرا چلا آتا ہے۔ ایک طرف نہایت تنگ دلی سے یہ [illegible] دی جاتی ہے۔ عورتوں کو علم کیمسٹری کا اتنا آنا کافی

Marfat.com

ہے کہ وہ ہنڈیا پکالیں اور علم جغرافیہ اتنا بہت ہے کہ وہ اپنی گھر کی ...
بڑا کتب خانہ ان کے لئے یہ ہے کہ ایک کتاب مقدس ان پاس ہو۔ دوسری طرف
اُس کے مقابل ایک رائے۔ جس میں مبالغہ غلو۔ فضولی فطرت کی مخالفت موجود
ہے یہ دی جاتی ہے کہ تعلیم میں عورت و مرد دونو ہم پلہ ہوں۔ کوئی تمیز ان میں بلحاظ
تذکیر و تانیث کے نہ کی جائے۔ حقوق میں اور رائے دینے میں دونو برابر ہوں منصب
جاہ و دولت و حکومت کے لئے جو زنا گی کو خطرناک و رخود غرض بناتے ہیں دونو مساوی
سمجھے جائیں فقط عورت ہونے کی وجہ سے کسی جاہ و منصب سے محروم نہ ہو۔
ابتدائے عمر میں جو تعلیم و تادیب نہایت مناسب لڑکوں کے واسطے ہے وہی لڑکیوں کے
لئے ہے۔ تربیت و تعلیم کی استعداد اور قابلیت جیسی مردوں میں ہے ویسی ہی عورتوں
میں ہے۔ مردوں کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے حق میں جو دلائل متین اور براہین عظیم بیان
کی جاتی ہیں وہی عورتوں کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے وکالت نہایت متانت سے کر رہی
ہیں گھر کے تمام کارخانوں میں عقلمندی عورتوں کے بکارآمد اور موثر ہونے کو زیادہ کرے گی
یہ عقلمندی عورتوں میں تفکر اور مآل اندیشی پیدا کرے گی وہ پہلے سے ان کو سمجھا دیگی کہ زندگی
کی ضروریات کیا ہیں اور وہ کیونکر بہم پہنچ سکتی ہیں وہ اُن سے انتظامات خانہ داری
کی تدابیر نہایت عمدہ ظاہر کرائینگی۔ غرض ہر طرح سے ان کی تقویت کا سبب ہو گی۔
ان کی قوائے عقلیہ کی تادیب سے یہ فائدہ حاصل ہو گا کہ وہ جیسے اپنے بھولے پنے سے
اور جہالت سے لوگوں کے دغا و فریب کے جال میں پھنس جاتی تھیں پھر اب ایسا نہیں
پھنسیں گی دغا و فریب کی آفات سے بچی رہیں گی اخلاقی اور مذہبی تربیت سے یہ
نفع ہو گا کہ ایک مخزن اپنے رعب و داب کا ... ماں کی کشش سے بچوں پر دائمی قوی
اور استوار انکو حاصل ہو گا۔ اور بچی خود اعتمادی اور خود اعتمادی سے ...
کے چین و آرام کے اور خوشی ... کے سچے چشمے کی ... گی

جیسی عورتوں کے دماغ وخصلت کی تربیت خاص انکی ذات کی بہبودی کے لئے کی جائے ویسی اوروں کی خوش دلی کے لئے بھی کی جائے۔ مردوں کے اخلاق اور دماغ کا صحیح رہنا عورتوں پر موقوف ہے۔ علی العموم آدمیوں کی اخلاقی حالت گھر کی تعلیم پر موقوف ہوتی ہے۔ اسلئے عورتوں کی تعلیم ایک قومی اور مہتم بالشان سمجھا جاتا ہے عورتوں کی پاکیزگی اخلاق اور تربیت عقلی بڑی ملاذ وماوی مردوں کی اخلاقی خصلت اور عقلی قوت کی ہیں جیسے یہ دونوں مل کر اپنے قوی کو کامل طور پر ظاہر کرینگے ویسا ہی قوم کا انتظام زیادہ عمدہ ہوگا۔ اور اس کی برتری اور اقبال مندی یقینی ہوگی۔

سب جگہ عورتوں کا اثر ایک سا ہے سارے ملکوں میں آدمیوں کے اخلاق واوضاع واطوار و خصلت حالت پر اثر کرتی ہیں جہاں وہ رذیل اور پاجی ہوئیں قوم ذلیل و رذیل ہوئی۔ جہاں وہ پاکیزہ اخلاق و روشن ضمیر ہوئیں اسی کے مناسب قوم برتر ہوئی۔ بس اسی لئے عورت کا تعلیم کرنا حقیقت میں مرد کا تعلیم کرنا ہے۔ اُس کی خصلت کا برتر کرنا گویا اپنا بہتر کرنا ہے اس کی عقلی آزادی کی افزائش کرنی گویا کل قوم کی عقلی آزادی بڑھانی ہے جو گھروں سے باہر نکلتی ہیں اور وہ ماؤں سے پیدا ہوتی ہیں۔

یہ امر محقق ہے کہ عورتوں کی شائستگی و روشن ضمیری و تہذیب سے قوم کی خصلت کی برتری حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ معاملات ملکی اور بعض اور مشکل کے کاموں میں بھی مردوں کے ساتھ مقابلہ میں ہمسری کرنے کا استحقاق وہ رکھتی ہیں دنیا میں عورت مرد کی ذات کے ساتھ خاص کام مخصوص ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے نہیں کر سکتے میں بعض کام مردوں سے ہو سکتے ہیں عورتوں سے نہیں ہو سکتے۔ اور بعض کام عورتوں سے ہو سکتے ہیں وہ مردوں سے نہیں ہو سکتے۔ عورتیں جب اپنے گھروں سے اور کنبوں سے جدا ہو کر اور کاموں میں مصروف ہونگے۔ تو معاشرت انسانی کے تمام رشتے شکستہ ہو جائینگے۔ اگر عورتیں معاملات ملکی میں دخیل ہوں تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی

Marfat.com

کہ اس سے ان کی کوئی ترقی و برتری ہو۔ عورتوں کو جو معاملات ملکی میں اختیار واقتدار نہیں حاصل ہے اس کے معاوضہ میں زیادہ اختیار واقتدار اُن کو امور خانہ داری میں حاصل ہے۔ گھر کی وہ معلمہ ہوتی ہیں جنسے تعلیم پاکر عورت اور مرد کام دنیا کے خیر وخوبی کے ساتھ کرتے ہیں اگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کو وہ اختیارات حاصل ہیں کہ اگر مرد اُن کو چھینا چاہیں تو چھین نہیں سکتے وہی تو ساری دنیا میں حکومت و فرماں روائی کر رہی ہیں گمر یہ حکومت ان کی محبت کی ہے وہی نسل انسانی کی خصلت بناتی ہیں جس سے اُن کو وہ قدرت وحکومت حاصل ہوئی ہے کہ جسکے آگے کسی کو ووٹ دیکر ممبر پارلیمنٹ بنا دینا یا مقنن مقرر کردینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا ہے۔ جو سچے مصلحان نسوان ہیں ان کو دل وجان سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ عورتوں کے ہاتھ میں جو خانہ داری کا کارخانہ ہے اس میں وہ منتظم و کفایت شعار ایسی ہو جائیں کہ کسی چیز کو ضائع نہ ہونے دیں۔ خاص کر کھانا پکانے میں وہی شخص نوع بشر کا سچا خیر خواہ سمجھا جاتا ہے جو اُس زمین میں کہ ایک بال پیدا ہوتی تھی دو بالیں پیدا کردے۔ ایسی ہی عورت وہی خیر خواہ بشر ہے جو کھانا پکانے کا اور اور امور خانہ داری کا انتظام ایسا رکھے کہ ذراسی چیز بھی ضائع نہ جائے۔ اگر عورتوں میں یہ صفت پیدا ہو جائے تو ملک کو ایسا فائدہ ہو جیسے کہ اُس کی مزروعہ زمین بڑھ جانے سے ✤

باب سوم

صحبت اور مثال ✤

گھر کی قدرتی تعلیم کا اثر بڑی عمر تک رہتا ہے اور یعنی آخر دم تک بالکل موقوف نہیں ہوتا مگر جب عمر کے برس بڑھتے ہیں تو ایسا وقت بھی آتا ہے کہ فقط گھر ہی کا اثر سیرت بنانے پر مسلط نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے بعد اور بھی اثر

Marfat.com

ہم... لوگوں کے مصاحبت اور آشناؤں کی مجالست کا۔ یہ اثر متواتر خصلت کو مثال کے زبردست اثر کے سانچے میں ڈھالتے رہتے ہیں۔

مرد جوان بوڑھے بلکہ جوان زیادہ بوڑھوں سے اپنے ساتھیوں کے اتباع کرنے سے اپنے تئیں باز نہیں رکھ سکتے۔ ایک دانشمند عورت کا قول ہے کہ جیسی ہم غذا کھائیں گے ویسا ہی اثر اس کا ہمارے جسم پر ہوگا۔ ایسی ہی جیسی صحبت میں ہم بیٹھیں گے ویسا ہی اثر ہماری روح پر ہوگا جو ہم کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔ اگر صحبت اچھی ہے تو اس کی باتوں کا اور نیکی کا نیک اثر ہوگا اور اگر صحبت بری ہے تو اس کا اثر برا ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ ہماری ساتھی دوست آشنا جو ہر وقت ہمارے قریب رہتے ہیں اپنا طاقت ور اثر ہماری خصلت بنانے میں نہ کریں۔ انسان بالطبع تتبع ہے ساتھیوں کی گفتار۔ رفتار۔ دستار۔ حرکات سکنات۔ خیالات کی عادات یہ سب اپنا اثر کم و بیش بہت آدمیوں کے دلوں پر کرتی ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ صحبت اثر تام دارد۔ مثال بڑی معلم انسان کی ہے وہ بغیر مثال کے کچھ سیکھتا ہی نہیں۔ ایک بزرگ دانشمند کی لوح مزار پر یہ کتابہ خوب کندہ تھا۔ کہ یاد کر۔ تشبہ کر۔ مستقل رہ۔

اتباع کا اثر آدمی پر ایسا نامعلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اس کی خبر نہیں ہوتی مگر اس سے وہ کچھ کم نہیں ہو جاتا۔ وہ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ خصلت میں تبدل اس سے ہوتا ہے۔ یہ تبدل اس صورت میں ہوتا ہے کہ کوئی طبیعت نقاش نقش پذیر طبیعت کے ساتھ ہم نشین ہوتی ہے۔ طبائع خواہ کیسی ضعیف ہوں وہ اپنے گرد کے آدمیوں پر کچھ نہ کچھ اثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ صحبت سے خیالات میں اور باہم انفعال و تاثرات قلبی میں ایک دوسرے کی ساتھ قریب ہوتے جاتی ہے۔ مثال اپنے عمل کو کبھی موقوف نہیں کرتی۔

بڑی عمر کے دو آدمی مدتوں تک ہم خانہ رہیں تو صحبت کے اثر سے رفتہ رفتہ وہ مشابہت ان میں پیدا ہوتی جاتی ہے کہ اگر کافی مدت تک وہ زندہ رہتے ہیں تو ان میں تمیز کرنی مشکل ہوتی ہے پس جب بڑی عمر والوں کا یہ حال ہو تو چھوٹی عمر والوں کا حال کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس عمر میں طبائع

ملائم اور دل نرم ایسے ہوتے ہیں کہ اوروں کے اخلاق و اوضاع داطوار نقش بہت آسانی سے جم جاتے ہیں۔

یہ ایک امر قدرتی ہے کہ جو حالتیں کہ ہماری خصلت بنانے میں معاون ہوتی ہیں وہ ہمارے بڑھنے کی ساتھ اپنا اثر عظیم کام میں لاتی ہیں جیسے عمر کے برس بڑھتے ہیں الیٰ الاتباع و امتثال ہمارے دستور میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پھر یہ دستور بتدریج عادت میں شامل ہو جاتے ہیں جس میں وہ بلا کی قدرت ہے کہ پہلے اس سے کہ اُس کی خبر ہم کو ہو ہم اپنی ذاتی آزادی کسی قدر اُس کے حوالہ کر دیتے ہیں ایک دفعہ افلاطون نے کسی احمقانہ بازی پر ایک لڑکے پر لعنت ملامت کی لڑکے نے کہا کہ آپ کیا ادنیٰ بات پر مجھے لعن طعن کرتے ہیں افلاطون نے کہا کہ دستور ادنیٰ امر نہیں ہے جب دستور عادت میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ ایسا جابر و قاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اُس کے سبب سے ان رذائل میں پھنسا رہتا ہے جن پر دل سے وہ برا بھیجتا ہے جو آدمی کہ عادات کے غلام ہو جاتے ہیں تو پھر اُن کی توڑنے کے مقابلہ کے لئے وہ مرد میدان نہیں رہتے۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ اخلاقی تادیب و تعلیم کا مآل عظیم یہ ہونا چاہیے کہ آدمی کے دل و دماغ میں وہ قوت پیدا کی جائے کہ وہ عادات کے تسلط پر غالب ہو۔ تو عمروں کی تعلیم خصلت مثال سے خود بخود نادانستہ ہوتی ہے مگر یہ کچھ ضرور اور لازمی نہیں ہے کہ ہم مجہول پنے سے اپنے گرد کے آدمیوں کے متبع و پیرو ہو جائیں ہم صحبتوں کے چال چلن سے زیادہ ہمارا خود چال چلن ہماری زندگی کے اصول و مقاصد کو متعین کرتا ہے۔ ہر شخص جسمانی و روحانی حرکات آزادانہ کر سکتا ہے ارادہ کی قوت رکھتا ہے وہ اپنے پسند کے موافق خاص دوستوں اور آشناؤں کو انتخاب کر سکتا ہے جو چھوٹی اور بڑی عمروں کے اپنے ہوائے نفسانی کر کے بندے بن جاتے ہیں یا اوروں کا اتباع یا چیانہ اختیار کر لیتے ہیں ان کے ... ضعیف ہوتے ہیں مشہورات ہے کہ آدمی کی ...

[illegible] کبھی رند مشرب کا جلیس کبھی لطیف مزاج کبھی غلیظ طبع کا انیس کوئی شائستہ مہذب
کسی ناشائستہ جاہل کا مصاحب نہ ہوگا۔ جب آدمی کا مذاق ذلیل ہوتا ہے اس کی طبیعت
میں رذائل کا میلان ہوتا ہے تو وہ بُری صحبت میں خراب اوباشوں کے پاس بیٹھتا ہے
اور جب اُن سے خلا ملا زیادہ ہو جاتا ہے تو پھر خصلت میں رذالت و کمینگی آجاتی ہے
حکیم سینکا کہتا ہے کہ بُرے آدمیوں کے ساتھ گو ہم کلامی بالفعل قباحت نہ
کرے مگر وہ آخر کو نہایت مضر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بیج ہمارے دلوں میں بو دیتی ہے اور بُرا
بولنے والے سے ہم جدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارے پیچھے ہو لیتی ہے۔ نوعمروں کو دانشمندانہ
ہدایت کی گئی ہو اور اُن کی طبیعت پر عاقلانہ اثر ڈالا گیا ہو اور خود اُن کی آزادانہ
مستعدی کوشش کے موافق کام کرتی ہو تو وہ ہمیشہ اپنے سے بہتر آدمیوں کی صحبت تلاش
کرینگے اور ان کا اتباع کرینگے۔ طبائع نوخیز کے نشو و نما کے لئے نیک آدمیوں کی صحبت عمدہ
غذا ہے اور بُری صحبت زہر آلودہ پھل ہے **شعر**

صحبتِ صالح ترا صالح کند ؛؛ صحبتِ طالح ترا طالح کند

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں اُن سے ہماری جان پہچان ہوئی ہم
اُن سے محبت کرتے ہیں اُن کی تعظیم تکریم آفرین تحسین کرتے ہیں بعض آدمی ایسے ہوتے
ہیں کہ جہاں اُن سے شناسائی ہوئی تو ہم اُن سے بچتے ہیں اور ان کی حقارت کرتے
ہیں چین والوں کی ضرب المثل ہے کہ بھیڑیوں میں رہنے سے بھونکنا خود آجاتا ہے۔
یہی جو معمولی خود غرض مطلب آشنا لوگ ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ اُٹھو بیٹھو میل
جول رکھو تو یہ امر تمہارے حق میں مضر ہوگا۔ دل کو تمہاری خود غرضی۔ گھٹے پن۔
خشک مزاجی۔ کند طبعی کی طرف رغبت ہوگی۔ دل و دماغ چھوٹے چھوٹے سوراخوں
میں گھسنے لگیگا۔ دل گھبر جائیگا تنگ ہو جائیگا۔ اخلاقی طبیعت میں ضعیف و تلون پیدا
ہوگا زیادہ سازی طبیعت ہو جاویگی جو اصلی شرافت اور فیاضانہ عالی ہمتی کے حق میں مضر ہوگی

Marfat.com

اشعار سعدی

طلب کردم ز دانایان یکے پند ؛ مرا گفتند با نادان مپیوند
اگر دانائے دھری خر بباشی ؛ وگر نادانی ابلہ تر بباشی
گر نشیند فرشتہ با دیو ؛ وحشت آموزد و خیانت و ریو
از بدان جز بدی نیاموزی ؛ نکند گرگ پوستین دوزی

برخلاف اس کے اگر اپنے سے بہتر اور زیادہ تر دانشمندوں اور تجربہ کاروں کے ساتھ صحبت کروگے تو ہمیشہ اس سے عالی حوصلگی اور استواری پیدا ہوگی ان کی صحبت ہماری عقل جو معاملات زندگی کے باب میں ہوگا وسیع کردیگی۔

ہمارے تخمینوں و جانچوں کو ان کے تخمینوں سے ملاکر درست بنادیگی۔ ان کی دانائی میں ہم کو شریک بنادیگی۔ ان کی آنکھوں سے ہمارے مشاہدہ کے میدان کو وسیع کردیگی ان کے تجربوں سے ہم کو فائدہ پہنچائیگی۔ جو انھوں نے زمانہ سے سیکھا ہے وہی ہمکو نہیں سکھائینگے۔ بلکہ اُنھوں نے جو مصائب سہے ہیں اُن سے وہ باتیں ہمکو سکھائینگے کہ جو ہم کو ہدایت کرینگے۔ اگر وہ ہم سے زیادہ زور آور ہیں تو ان کے زور میں ہم کو ساجھی بنادیگی غرض اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جید و مستعد دانشمندوں کی صحبت سے ہم اپنی خصلت کے بنانے میں بہت کچھ مدد لے سکتے ہیں اس سے ہمارے مخازن معلومات زیادہ ہوجائینگے ہمارے ارادوں میں استحکام آجائیگا۔ ہمارے مقاصد مرتفع ہوجائینگے۔ ہم میں ایسی چستی و چالاکی کی لیاقت پیدا ہوجائیگی کہ اپنے معاملات کو بخوبی کرنے لگیں گے اور دوں کی عدد جسکا اثر بھی ہوگا اچھی طرح کرنے لگیں گے۔

جو لوگ صحبت کو ترک کرکے خلوت اختیار کرتے ہیں وہ بڑا نقصان اپنا کرتے ہیں۔ کوئی صحبت اس سے زیادہ بدتر نہیں ہے کہ آدمی اپنا آپ ہی ہم نشین ہو جس سے کوئی فائدہ ہی مرتب نہیں ہوتا۔ تنہانشینی سے آدمی اُن وسائل سے جاہل رہتا ہے جو اُس کے

Marfat.com

...ں کی امداد میں کام میں لاتے ہیں اس کے ذہن ہی میں وہ احتیاجیں نہیں ہیں جو امداد کی بڑی محتاج ہیں اگر کسی شخص کا ملاپ اس افراط سے ہو کہ فرصت کا کوئی وقت ہی اس کو میسر نہ ہوتا ہو تو اس کو ایک بڑا فائدہ یہہ حاصل ہوگا کہ تجربوں کا اضافہ ہوگا اور اس کی ہمدردی باہر کے آدمیوں کے تئیں ظاہر ہوگی گو سخاوت کی طرح وہ گھر سے نہیں شروع ہوگی مگر وہ ضرور گھر میں بڑے خزانے لائیگی اوروں کے ساتھ ملنے جلنے سے ہماری خصلت میں سنواری آتی ہے اور ہم میں لیاقت پیدا ہوتی ہے۔ کبھی اس سے ہم اپنے اصلی مقاصد کو آنکھ تلے سے باہر نہیں کرتے اور اپنے مسلک کی سڑک کو دانستہ آنکھ ٹالتے جاتے ہیں۔

نیک صحبت سے نیک اثر پیدا ہوتا ہے۔ نیک خصلت اپنے اثر کو خوب پھیلا دیتی ہے۔

اشعار

گِلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلِے ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ہر جنس اپنی ہی جنس پیدا کرتی ہے۔ نیک کو نیک پیدا کرتا ہے نیک جس قدر نیکی پیدا کرتا ہے اس پر حیرت ہوتی ہے کوئی چیز جو نیک ہے وہ اکیلی نہیں اور کوئی چیز جو بد ہے وہ اکیلی نہیں یہ دونوں نیک بد اوروں کو سلسلہ وار نیک اور بد بناتے چلے جاتے ہیں جسکی بعینہ ایسی مثال ہی کہ حوض میں پتھر پھینکو تو موجوں کے دائرے پیدا ہونگے جن میں سے ہر ایک آگے ایک فراخ دائرہ بناتا چلا جائیگا۔ جبتک ساحل پر نہ پہنچے گا۔ بس دنیا میں جو نیکی موجود ہے وہ تقریباً نیکی کے ...علم مرکزوں سے بڑے قدیم زمانہ سے روایتاً چلی آتی ہے بس

Marfat.com

جو برائی سے پیدا ہوتا ہے وہ برائی پیدا کرتا ہے اور جو شجاعت سے
وہ شجاعت و عفت سکھاتا ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی زندگی روزانہ مثال ایسی ہوتی ہے کہ وہ اوروں کے دلوں پر
خاطر نشان ہوتی ہے۔ ہر نیک صفات ستودہ ذات خدا پرست کی زندگی نہایت صاحب
نیکی کا سبق پڑھاتی ہے۔ اور برائی پر تبرا بھیجتی ہے وہ خود ایسی فصاحت ہے۔ جو
دیکھنے میں آتی ہے ایک ناخدا پرست بھی اسے دیکھ کر نیکی کے حسن پر دل سے فریفتہ ہوتا ہے
اور اور لوگ اسی دیکھ کر یہ جاننے لگتے ہیں کہ ہم بھی ان خدا پرستوں کی مثل
ہو جائیں دل و جان سے ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور تعظیم و تکریم بجا لاتے ہیں
نیکی میں قوت بڑی دلربا اور فرماں روا ہوتی ہے جسمیں نیکی کا القا ہو جاتا ہے
وہ آدمیوں کا بادشاہ بن جاتا ہے آدمیوں کے دل اس کی طرف کھنچ چلے جاتے
ہیں۔ دور دور سے اس کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے لوگ چلے آتے
ہیں۔ جب اس کے حضور میں بیٹھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روحانی ہوا
لطیف کا سانس لیتے ہیں جس سے جان میں جان آتی ہے اور راحت و تر و تازگی پہنچتی ہے
غرض یہ صحبت عجیب لطف انگیز ہوتی ہے۔ فیضان الٰہی کی کیفیت دل میں پیدا ہوتی
ہے۔ جوانمردوں۔ اشرافوں۔ راست بازوں۔ خدا پرستوں کا فقط دیکھنا ہی
نوجوانوں کے دلوں میں ایسا القا کرتا ہے کہ وہ ان کی تعریف بے اختیار کرنے لگتے ہیں
اور ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں ان کی تصاویر کو گھر میں بصد عزت تعظیم
لٹکاتے ہیں انکی یادگاریں بنواتے ہیں فقط ان کا ادب ان کو برے کاموں سے
روکتا ہے ان صاحب کمالوں ہی کے فیض صحبت سے اور صاحب کمال بنتے
چلے جاتے ہیں ایک ایک صاحب کمال معلم نے بہت سے صاحب کمال پیدا کردئے
ہیں ان ارباب کمال کی سوانح عمری کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک

Marfat.com

[صاح]ب کمال کی مثال سے دوسرا صاحب کمال بنتا ہے۔

[خص]لت کی متعدی میں ہمیشہ ایسی قوت ہوتی ہے کہ وہ اوروں میں متعدی کی تحریک کرتی ہے۔ جو نہایت جید مستعد بزرگ ہوتے ہیں وہ اوروں کو اپنے ساتھ اس طرح لے لیتے ہیں کہ ساتھ ہونے والوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ ان کی مثال متعدی ہوتی ہے اور اوروں کو اپنے اتباع پر مجبور کرتی ہے۔ اس میں برقی قسم کی ایک قوت ہوتی ہے جو اپنا اثر اوروں کے رگ و ریشہ میں پہنچاتی ہے فقط اپنے گرد کے آدمیوں کی طبیعت میں ایسی سلاہی اور جاری ہو جاتی ہے کہ ان میں سے شرارے نکالتی ہے۔

روشن ضمیر عالی دماغوں سے ایک زور شائع ہوتا ہے جو فقط اپنی ہی طاقت کام میں نہیں لاتا ہے بلکہ اوروں میں وہ طاقت پیدا کرتا ہے اور طاقت پہنچاتا ہے۔ مقدس بزرگوں کی طرف خلایق کے دل کھچے چلے جاتے ہیں اور دلوں میں تحسین و آفریں کی تحریک خود بخود ہوتی ہے نیک خصلتوں کی تحسین و آفریں دل میں تری پیدا کرتی ہے اور وہ اس خودی کی قید سے رہائی دلاتی ہے کہ جس سے اخلاقی ترقی ٹھوکریں کھا کر اوندھے منہ ۔۔۔ گرتی ہے ان کے یاد ہی زمانہ کے گرد وہ پاکیزہ ہوا کا کرہ بناتی ہے جو مقاصد عظیم و مطالب اعلیٰ پر ناوانستہ ہم کو اڑا لے جاتا ہے۔ اگر کسی شخص سے پوچھو کہ وہ کس کی تعریف و تحسین کرتا ہے تو اس کے جواب سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ کیسی اس کی خصلت و ذکاوت ہے اور کیسا اس کا مذاق ہے۔ اگر وہ ذلیل کمینہ آدمیوں کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ خود ذلیل و سپاجی ہے۔ اگر وہ دولت کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ موٹی سمجھ کا احمق ہے اگر وہ کسی صاحب منصب ذی جاہ کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ پاجی خوشامدی بننا چاہتا ہے۔ اگر وہ شجاع۔ جوانمرد۔ راست کردار کی تعریف کرتا ہے تو معلوم ہوگا وہ خود شخص اوروں کی خوبیوں اور اوصاف کی ستائش دل سے کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیق ہے۔ طبیعت اس کی فیاض و آزاد ہے۔ لیاقت کی قدر شناسی سے اس کو

Marfat.com

مسرت دلی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے آج کل بہت سے [illegible] ولولے ہمارے دلوں میں نو عمری کے اندر بہت اٹھتے ہیں مگر جب [illegible] عادات مستقل ہو جاتی ہیں تو پھر ہمارا یہ مسلک ہو جاتا ہے کہ ہم ستائش تحسین [illegible] مگر کسی خصلت محمود کی تعریف نہ کرنی یا کسی ستودہ خصال کی ستائش نہ کرنی ایک بات شیطانی ہے اس سے گریز چاہئے۔ یہ بھی آدمیوں کے عیوب میں داخل ہو کہ کوئی شخص تعریف وتحسین کا مستحق ہو اس کی تعریف سے پہلو تہی کی جائے۔ برلنن لبرٹ کی خصائل ستودہ میں سے ایک یہ خصلت بھی تھی کہ خواہ بوڑھا مدبر یا طفل مکتب کوئی اچھی بات کہتا یا کوئی اچھا کام کرتا تو وہ اس کی تحسین و آفریں فرماتے اور بار بار اس کا ذکر کرتے سی بہت دنوں تک نہایت خوش ہوا کرتے۔ غرض جب کوئی شخص انسانیت کا کام بھلا کرتا تو انکو مسرت دلی حاصل ہوتی تھی۔

برخلاف اس کے جن کے دل بخل سے بھرے ہوتے ہیں وہ کسی کی تعریف دل سے نہیں کرتے۔ یہ آدمی کی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اچھے کاموں یا اچھے آدمیوں کی قدر نہ جانے اور ان کا ادب نہ کرے۔ قاعدہ ہے کہ پاجی پاجیوں ہی کی تعریف کیا کرتے ہیں مینڈک اپنی مینڈکی کو سب سے زیادہ خوبصورت جانتا ہے۔ ایک چھوٹا گنوار بڑے گنوار کو بہادر سمجھتا ہے۔ بردہ فروش آدمی پٹھوں کو دیکھ کر اس کے قیمت لگاتے ہیں ایک دبلا پتلا مولوی موٹے گنوار سے ان کے نزدیک قدر و قیمت کم رکھتا ہے۔ جنکی طبیعت میں خباثت ہوتی ہے وہ اوروں کی مایوسی سے خوش اور کامیابی سے ناخوش ہوتے ہیں مضائقہ نہیں کہ طبیعت میں فیاضی ایسی نہ ہو کہ کسی کی تعریف زبان سے نکلے۔ مگر سخت عیب یہ ہے کہ طبیعت میں خبث ایسا ہو کہ ہجو زبان پر آئے۔ اسی قسم کے آدمیوں کو اوروں کی کامیابی سے دلی رنج ایسا ہوتا ہے کہ گویا ان کی ذات کو گزند پہنچا ہے وہ اوروں کی تعریف خود کیا کرینگے۔ اگر کوئی اور تعریف کرے تو [illegible]

Marfat.com

[illegible] خطا کرے تو اسے معاف کردیں مگر کوئی کار
ثواب انجام دے بہتر کرے تو کبھی معافی نہ کریں بغیر برا کہے نہ رہیں۔ جن کاموں میں ناکام
رہتے ہیں تو پھر ان کی وہ عیب گوئی میں کوئی بات نہیں چھوڑتے۔ ان کا مسلک یہی
ہوتا ہے کہ خدا جسکو نعمت دے اس سے نفرت کریں ان خبیثوں کی عادت ہوتی ہی
کہ عیب جوئی نقص گوئی میں مصروف رہتے ہیں سوا احمقانہ گستاخیوں و رکا میا ب
شرارتوں کے سب چیزوں پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اہل کمال کا نقص ان کے دل کا
چین آرام ہوتا ہے۔ اگر دانا غلطی نہ کرتے تو نادانوں پر سخت آفت آتی ــــ دانا تو
نادانوں کی خطاؤں کو دیکھ کر ان سے پرہیز کرتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں ــ
از لقماں پرسیدند کہ حکمت از کہ آموختی گفت از نادانان۔ **شعر**۔

نگویند از سر بازیچہ حرفے ٭ کزاں پندے نہ گیرد صاحب ہوش

مگر نادان داناؤں کی مثال سے شاذو نادر ہی کچھ فائدہ اٹھاتے ہونگے۔ سب سے
زیادہ سخت عیب آدمی میں یہ ہے کہ وہ اہل کمال کے عیب چھانٹا کرے اور نیک زمانہ کو
برا کہا کرے اہل کمال میں اگر کوئی عیب بھی ہو تو وہ نیک لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ وہ کہا کرتے
ہیں اہل کمال کی بزرگی اس عیب کو دیکھنے نہیں دیتی اور دل سے فراموش کردیتی ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ٭ عیب نماید در نظرش ہنر
ور ہنرے داری و ہفتاد عیب ٭ دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر

جب ارباب کمال نیک خصال کی خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ستائش کی جاتی ہے
وہ بالطبع ہمکو اتباع کی تحریک کم و بیش کرتی ہے جب ان خصائل کی تفصیل و تشریح
کی جاتی ہے تو انہیں کی خصائل کے سانچے میں اور بزرگ اپنی خصائل ڈھالتے
ہیں ور انہیں کے اوضاع و اطوار کے پیرو ہوتے ہیں جس سے کہ انہیں کی سی خصلتیں پیدا
ہوتی ہیں تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنے شجاع جنگ آزما۔ مدبران ملکی

Marfat.com

مقرر فصیح بیاں - محبان قوم - شاعران ... سب نے

تھوڑا بہت استفادہ اپنے متقدمین سے حاصل کیا ہے گویا ...

ہوا ہو بزرگان والا خرد ارباب خصائل اہل کمال کی امثال کبھی مردہ نہیں ...

وہ زندہ رہتی ہیں - اور اپنے مابعد کی نسلوں کو ہدایت کا سبق دیتی رہتی ہیں

ان کی سوانح عمری جو لکھی جاتی ہیں وہ بڑا سبق ہمیں سکھاتی ہیں کہ آدمی اچھے سے

اچھا کہانتک ہو سکتا ہے اور کام بہتر سے بہتر کہاں تک کر سکتا ہے - اس سے آدمی کو

تازی تقویت ہوتی ہے اور نیا بھروسہ ہوتا ہے - ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ

بڑے بھائی ہمارے جنکے لہو سے لہو ملا ہوا ہے اور جن کی نسل سے نسل ملی

ہوئی ہے - قبریں پڑے ہوئے ہم سے باتیں کرتے ہیں اور اپنی روشنی سے بتلاتے

ہیں کہ جن طریقوں پر ہم چلے تھے - تم بھی چلو - ان کی امثال ہماری ہمراہ رہتی ہیں

اور ہمکو ہدایت کرتی ہیں ہم پر اثر کرتی ہیں اور راہ مستقیم پر چلانے کی رہنمائی کرتی

ہیں غرض خصلت کی خوبی و نیکی ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں ورثہ کے طور پر

چلی آتی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ اپنی مثل کو پیدا کرے - اہل چین کا قول ہے

کہ ایک ولی سو نسلوں کا ہادی اور رہنما ہوتا ہے - نکوکاروں کی سوانح عمری ایک

ہدایت نامہ آزادی اور سلامتی اور مطلق العنانی کا ان نسلوں کے لئے ہوتا ہے

جو بعد ان سے پیچھے آنے والے ہیں جس کی یاد مرنیکے بعد خلق کے دلوں میں ...

وہ مرتا نہیں - .... جو بزرگان قدسی نفس کلام معجز انتظام فرما گئے

ہیں اور اپنی نیک امثال دکھا گئے ہیں وہ صفحہ دہر سے کبھی نہیں مٹتے - وہ ہمیشہ ...

ہم نشینوں کے دلوں میں خیالوں میں داخل ہوتے ہیں - ان کی زندگی ... بسر کرنے میں

معاون ہوتے ہیں - موت کے وقت ان کی تسلی تشفی کرتے ہیں کیا اچھی موت اس

شخص کی جو اپنے نیک اقوال و امثال کا ورثہ اپنے ہم نشینوں کو چھوڑ جاوے ...

Marfat.com

...سے زیادہ آدمی نہیں حاصل کر سکتا۔

باب چہارم

کام کرنا

کام کرنا عملی خصلت کا اعلیٰ معلم ہے۔ وہ اطاعت کرنے کی اپنے نفس کے مغلوب رکھنے کی توجہ دلانے کی۔ مصروف رکھنے کی مستقل رہنے کی تحریک کرتا ہے۔ جس سے ہر شخص اپنے خاص پیشے میں چست ہنرمند سلیقہ شعار ہو جاتا ہے اور زندگی کے معمولی روزمرہ کاموں کو لیاقت قابلیت چستی پھرتی سے کرنے لگتا ہے۔

کام کرنا ہماری ہستی کا ایک قانون اور آدمیوں ورقوموں کے آگے بڑھانے کا جاندار اصول ہے۔ بہت سے آدمیوں کو اپنے زندہ رہنے کے لئے ضرور ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کریں کل آدمیوں کو کچھ نہ کچھ کام کرنا ضرور ہے تاکہ وہ اپنی زندگی بسر کرنے سے لطف محظوظ ہوں جیسا کہ محظوظ ہونا چاہئے۔ محنت ایک سزا۔ جفا۔ بارسر بھی ہے اور ایک عزت عظمت۔ شان شوکت بھی ہے۔ بغیر محنت کے کوئی کام پورا نہیں ہوتا آسان سے جو کام عظیم الشان سرانجام ہوتا ہے وہ محنت ہی سے ہوتا ہے۔ ساری شائستگی تہذیب محنت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر محنت معدوم ہو جائے تو پھر نسل آدم کو اخلاقی موت آجائے محنت سے نہیں کاہلی سے آدمی پر عذاب کی پھٹکار ہوتی ہے۔ جیسا کہ لوہے کو زنگ کھا جاتا ہے ایسے ہی کاہلی آدمیوں اور قوموں کے دلوں کو کھا جاتی ہے جب سکندر نے ایران فتح کیا تو اہل ایران کے وضاع و اطوار کو دیکھ کر ان سے یہ کہا کہ اے اہل ایران تم نہیں جانتے کہ آرام طلبی کی رسیت سے زیادہ کوئی پاجیانہ زندگی نہیں ہے اور محنت مشقت سے بہتر کوئی زندگی شاہانہ نہیں سچ ہے کہ حکومت و سلطنت کو سخت محنت و جفاکشی سے ہوتی ہے بلوغ الآمال فی رکوب الاہوال۔

Marfat.com

رومیوں کے ہاں زراعت کا پیشہ سلطنت کے نظم [illegible]
ادھر جرنیل سپہ سالار میدان جنگ میں فتحیاب ہوگئے ادھر ان کے سر پر فتح کا
سہرا باندھا گیا ادھر وہ زراعت میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں مشغول [illegible]
غلاموں کی افراط ہوئی اور ساری محنت کے کام ان کے حوالے ہوئے تو محنت کا کام
کرنا پاجی پن اور عزت و شرافت سے بعید سمجھا گیا۔ کاہلی امرا کی خصلت میں داخل ہوئی
آرام طلبی عیش پرستی امارت کی نشانی ہوئی جس سے سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا
اور آخر کو پامال ہو کر خاک میں مل گئی۔

انسان کو بالطبع کاہلی کی طرف ایسا میلان ہے کہ اسے روکنے کے لئے بڑی احتیاط
اور سعی درکار ہے۔ ایک سیاح جس نے دنیا کے بڑے حصہ میں سیاحت کی تھی ایک عاقل نے
یہ پوچھا کہ تم نے انسان میں کوئی صفت اور وصفوں سے زیادہ ایسی بھی دیکھی ہے
کہ جس کو ہم نوع بشر کی خصلت عامہ کہہ سکیں اس نے جواب دیا ہاں میرے نزدیک ایسا
وصف یہ ہے کہ ہر انسان کو کاہلی پسند ہے یہ خصلت جیسی کہ وحشیوں میں ہے ویسی
ہی بادشاہوں میں انسان کو بالطبع یہ امر پسند ہے کہ وہ اپنی مشقت بغیر یہ چاہتا ہے
کہ اوروں کی محنت کے ماحصل سے خود متمتع ہو۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ طبیعت میں بلادت ہی
سلطنت کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ کاہلی سات سخت گناہوں میں سے ایک ہے وہ
شیطان کی آرامگاہ ہے جس میں وہ مسند تکیہ لگا کے بیٹھا ہے ساری شرارتیں اسی سے پیدا
ہوتی ہیں وہی شرارتوں کی ماں ہے وہ دایہ ہے جب کاہل کتنا ہی [illegible]
آدمی کیوں نہ ہو۔ کاہلی جسم و دماغ دونوں کے حق میں [illegible] ہے۔ زنگ لوہے کے لئے [illegible]
روح کے لئے وبا۔ زنگ جہنم ہے جیسے کہ حوض کے آب ایستادہ میں کیڑے مکوڑے [illegible]
کے اندر رہنے والے افراط سے پیدا ہو جاتے ہیں ایسے ہی کاہل آدمی میں خیالات [illegible]
پیدا ہو جاتے ہیں اگر آدمی کے پاس دنیا کی [illegible]

Marfat.com

[illegible] ہی ولا [illegible] دیں سے ہیں ہر چیز سے دل اسکا بیزار خفا رہتا ہی۔
[illegible] تنہا کرنے لگتا ہی خلاصہ یہ ہے کہ جسم و روح کی اچھی صحت کے لئے ضرور ہی کہ آدمی
کاہل نہ ہو اور تنہا نشین نہ ہو۔

کاہل آدمی بالکل کاہل نہیں ہوتا۔ گو اس کا جسم کام سے جی چراتا ہے۔ مگر دماغ اس کا
بیکار نہیں رہتا۔ زمین میں جب غلے نہیں پیدا ہوتے وہاں جھاڑ جھنکار پیدا ہو جاتے ہیں
ایسے کاہل کے دماغ میں خیالات باطل پیدا ہوتے ہیں کاہلی کے بھتنے اندھیرے میں گھر کر
کاہل کو ستاتے ہیں اور نامردی کے آثار چہرے پر نمایاں کرتے ہیں دیوتا بڑے منصف ہیں
کہ انھوں نے انسان کی خوش کرنے والی برائیوں ہی کو اس کے تازیانہ زنی کے واسطے وزار بنا
رکھا ہے۔ سچی خوش دلی قویٰ کے کاہل کر دینے میں نہیں ہے۔ مگر ان کے کام کرنے اور فائدہ مند استعمال
میں ہے۔ کاہلی سے ہماری زندگی و تندرستی بے جان ہوتی ہیں کام کرنے سے نہیں ایک طبیب
حاذق کا قول تو یہ ہے کہ آدمی کی صحت کے لئے سب سے زیادہ عمدہ دوا کام میں لگا رہنا ہے
نکمے رہنے کی برابر کوئی چیز انسان کے لئے مضر نہیں ہے۔ ایک خدا پرست کا قول ہی کہ دل کا حال چکی
کا سا ہے کہ اگر اس کو چلا کے گیہوں ڈالوگے تو آٹا پیسے گا اور اگر گیہوں نہ ڈالوگے تو وہ خود گھسیگی
اگرچہ کاہل آدمی کام کرنے سے جان چراتے ہیں مگر اپنی کاہلی کے عذرات کی دلائل نامعقول
بیان کرنے میں بڑی چستی دکھاتے ہیں کہ رستہ میں شیر بیٹھا ہی پہاڑ دشوار گزار ہی چڑھنا
مشکل ہے سعی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہمیں ناکامی ہو چکی ہے اب کوشش نہیں ہو سکتی۔
ہر انسان حتی المقدور اپنے بھلائی میں سعی کرتا ہے۔ جب کوئی خاص آدمی اپنی بھلائی میں
کر سکتا ہی تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس میں لیاقت نہیں ہی اسلئے مجبور ہی کسی کام کی
طرف میلان نہ ہونا اس کی عدم استعداد کی دلیل ہے نہ لکھنا نہ لکھ سکنے کی وجہ ہے۔
قوت عملی کا ماحصل یہ ہی کہ کوئی شے جو قبضہ میں رکھنے کے قابل ہے وہ قیمت دینے سے
حاصل ہوتی ہی اور کسی چیز پر قبضہ کی خواہش کا کرنا بغیر اس کے کہ اس کے حاصل کرنے کی شقت کا

Marfat.com

…ا برا کہا جائے ایک شخص کی … [illegible]

ہے کہ اس کے لئے سعی کیجائے - اگر کام کرنے کے سبب سے فرصت … [illegible]

اس کی قیمت نہیں ادا کی گئی -

فرصت سے پہلے بھی کام ہونا چاہئے اور اس کے بعد بھی کام ہونا چاہئے کہ … [illegible]

کے بعد پھر رجوع کی جائے بغیر کام کے فرصت سے محظوظ ہونا ایسا ہے جیسے کاہل … [illegible]

کھانے سے - خواہ دولت مند شخص ہو یا غریب کاہل ہو کہ جسکے پاس کام … [illegible]

یا اس کا دل کام کرنے کو نہ چاہتا ہو - دونوں کی زندگی مکروہ قابل … [illegible]

کہا ہے کہ کاہل کو زمانہ گذشتہ فریب دیتا ہے زمانہ حال ستاتا ہے زمانہ آیندہ … [illegible]

ایک عاقل نے خوب کہا ہی کہ انسان کا اپنی ٹھیری ہوئی حالت پر راضی ہوجانا اس کے

حق میں زہر قاتل ہے وہ کہتا ہے کہ اگر خداوند عالم اپنے ایک ہاتھ میں حق کو اور دوسرے

ہاتھ میں تفتیش حق کو لیتا اور مجھ سے فرماتا کہ ان دونوں میں سے جو تجھے پسند ہو وہ لے لے

تو میں قادر مطلق سے عرض کرتا کہ حق کو اپنے پاس رہنے دے تفتیش حق کو میرے … تفتیش

کرنا میرے لئے فائدہ مند ہوگا - جو آدمی یہ کہا کرتا ہے کہ خلائق اسے پسند کرے اور سب

طرح سے تعظیم کے لائق ہو مگر وہ حقیقت میں کبھی خوشدل نہیں ہوسکتا - ہمارا کام کرنا … [illegible]

جان ہی - جو کام تم کرسکتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کیا ہو کسی کام … [illegible]

کمینگی اور بدی کے مذاق کا مانع عظیم ہے اور خود پسندی اور نفس پروری سے جو افکار

اور ترددات پیدا ہوتے ہیں اس سے باز رکھتا ہے - جن آدمیوں نے یہ ہو جانا ہے کہ

دنیا کی تکالیف اور آزاروں اور مضرتوں سے دور کنارہ ہو کر ایسے … [illegible]

جہاں سوا اپنے کوئی نہ ہو ان کو تجربے نے ہمیشہ یہ ایک نتیجہ … [illegible]

انسان کو کسی حالت میں میسر نہیں ہوتی محنت و فکر خدا کی طرف سے … [illegible]

ہیں جو آدمی محنت سے منہ موڑ کے بھاگتے ہیں ان کے پیچھے … [illegible]

[illegible] دیر کرتے ہیں کہ نیک کام دھندوں میں تھوڑا حصہ لینا پڑے مگر قدرت [illegible] حصہ کو ان کے لئے بڑا اور سخت کر دیتی ہے۔ وہ شخص فقط اپنے تئیں خوش کرنا چاہتا ہے اُس کو جلد یا دیر کر اکثر جلد دیر کر نہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ایک سخت آقا سے [illegible] اور نامردی جو جواب دہی سے جان چھپاتی تھی خود اُس کے لئے ایک بھاری سزا ہو گئی۔ جہاں اغراض عظیم سے دست برداری کی جاتی ہے وہاں چھوٹی چھوٹی غرضیں پیدا ہو جاتی ہیں اور جو اصلی کاموں میں فائدہ مند اور صحیح دل خراشی و جان خراشی کی جاتی وہ چھوٹی اور خیالی غرضوں میں محض بے سود کرنی پڑتی ہے اور دماغ میں جو کام سے خالی تھا وہ اپنے بچے کچھے جن گمراہی نسل کو بڑھا دیتی ہے۔

انسان کو اپنی ذات کی مسرت و انبساط کے لئے کسی مفید شغل میں مستقل طور مشغول رہنا ضرور ہے۔ جو شخص محنت نہیں کرتا وہ محنت کا انعام نہیں پاتا۔ جب کسی کام میں مشغول رہتے ہیں تو آرام سے سوتے ہیں اور جاگنے کے گھنٹوں میں خوش دل رہتے ہیں مطالعہ و ادائے فرض کے بعد جو فرصت ملتی ہے اس کے اختلاط کے لئے محنت کے کچھ معنے سمجھنے ضرور ہیں یہ صحیح ہے کہ کثرت کار سے آدمی مر جاتے ہیں مگر ان سے کہیں زیادہ آدمی اپنی خود پرستی و نفس پروری اور سستی سے ہلاک ہو جاتے ہیں کثرت کار سے مرنا آدمیوں کا اکثر اس سبب ہوتا ہے کہ وہ جسمانی صحت کی شرائط ضروریہ کو بجا نہیں لاتے اور اپنی زندگی کا انتظام لحاظ نہیں کرتے۔ یہ امر نہایت مشتبہ ہے کہ سخت کام جو استقلال کے ساتھ باقاعدہ کیا گیا ہے اُس نے کسی انسان کو ستایا ہو۔

مقداری عمر کا حساب برسوں کی افزائش تعداد سے نہیں ہوتا بلکہ اُن کافی کاموں اور [illegible] سے ہوتا ہے جو زندگی میں آدمی کرتا ہے جتنے زیادہ فائدہ مند کام و خیالات [illegible] کرتا ہے اتنی ہی اُس کی عمر دراز سمجھی جاتی ہے۔ اگر ایک نکما کاہل زیادہ [illegible] زندگی [illegible] سالوں کی تعداد ہے۔

Marfat.com

بڑی بڑی اولیا و انبیاء کبار نے ہاتھوں [illegible]
کسی پیشہ و کاروحرفہ کے سبب سے قابل الزام نہیں ہوسکتا۔ جو کام نہیں [illegible]
مریگا۔ ایک چین کے بادشاہ کا یہ مقولہ بڑا عاقلانہ ہے کہ اگر ایک مرد بھی کام نہ کرے [illegible]
عورت خالی بھی بیٹھی رہی تو ضرور ہی کہ سلطنت میں کوئی نہ کوئی سردی کی تکلیف اٹھائے [illegible]
ہمیشہ کسی مفید شغل کے ساتھ مشغول رہنے کی عادت کرنا دونو عورت و مرد کی بہبودی
اور خوش دلی کی اصل یکساں ہے۔ عورت تو بغیر شغل کے بھی غافل و امن ہی ہو درد سر
اور امراض دماغی میں مبتلا ہوتی ہے۔ دن کو آلو کی طرح احمق اور سست پڑی رہتی ہے
عورت کے لئے کوئی چین و آرام شغل و کام سے زیادہ نہیں ہے۔ سستی تو چھوٹے بڑے دونوں
کے لئے ایک شیطان کا جال ہے۔ کام کرنا کسی مفید شغل و پیشہ میں مشغول رہنا یہ سب
خوش دلی کے بڑے گر ہیں بعض کام کرنے والوں کا قول یہ ہے کہ کام کرنے سے
بیمار پڑ جانا نکمے رہنے سے اچھا ہے۔ بعض عہدہ دار کثرت کار کے سبب اپنے روزگار سے
دست کش ہوکر ایسے خوش ہوئے جیسے کہ قیدی قید خانہ سے چھوٹ کر خوش ہوتا ہے اور وہ
یہ سمجھے کہ اب ہم ہوا کی طرح آزاد ہوگئے اور اپنے تئیں اوروں کے ہاتھ ... بیچنے سے
چھٹکارا پایا مگر تھوڑے دنوں کے بعد اپنی زندگی کاٹنی دوبھر ہوگئی اور پھر کہنے لگے
کہ اس نکمے رہنے سے تو کام کی کثرت ہی اچھی تھی۔ اس میں ہم وقت کا خون کیا ایسا
کرتے تھے جیسا کہ اب حالت بیکاری میں کرتے ہیں۔

ہم نے اب تک کام کرنے کا بیان اس طرح کیا ہے کہ وہ ادنیٰ خصلت تھا لیکن اب ایسا
طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ معلم خصلت ہی جن کاموں کے کرنے کا کوئی نتیجہ بھی ہمارے ہاتھ نہ لگا ہی
اس وجہ سے اچھے ہوتے ہیں کہ ہمارے قواء اور استعداد کو تعلیم کرتے ہیں جس سے آئندہ بھی
کامیابی کی تمہید قائم ہوتی ہی۔ کام کرنے کی عادت ہم کو سلیقہ شعار اور وقت کی پابندی
شعار بناتی ہے۔ وقت کو عاقبت اندیشی کے ساتھ خرچ کرانی نے اشتغال [illegible]

Marfat.com

کرنے کی عادت ڈالنے کا ہنر عمل سے آتا ہے۔ اس میں ایک ایک منٹ کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔ پھر بعد اسکے فرصت کا مزہ مسرت کے ساتھ آتا ہے۔
نکما بے کار آدمی وقت کو مردہ بناتا ہے سلیقہ شعار وقت کو زندہ کرتا ہے وہ گھنٹوں کا انتظام ایسا کرتا ہے کہ وقت میں جان آجاتی ہے۔ وقت جو بالطبع روانی رکھتا ہے اس کی طبیعت میں وہ رواں پھونک دیتا ہے کہ وہ فنا نہیں ہوتا۔ جو نیک وفادار خدمت گزار اپنے تئیں مستعدی سے سلیقہ شعار بناتے ہیں ان کے ساتھ وقت رہتا ہے وہ وقت کے ساتھ نہیں رہتا اسکے ایام مہینے۔ سال ایسے قائم رہتے ہیں جیسے کہ اسکے ادا، فرائض کے نوشتوں کے حروف۔ وہ دنیا کی خرابی کے بعد بھی برقرار رہتے ہیں وقت بھی نہیں رہتا مگر وہ وسعت کے ساتھ پھیلتے ہی رہتے ہیں
کار پردازی میں شغل رکھنے سے سلیقہ مندی نہایت پرتاثیر آدمی کو آتی ہے۔
خصلت انسانی کی بڑی معاملہ کارپردازی ہے۔ جب آدمی کو اوروں کے ساتھ معاملات میں روزمرہ جیتی جاگتی ہمدردی کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔ اعلیٰ درجہ کی لیاقتیں کام کرنے کی آتی ہیں۔ یہ کارپردازی کی لیاقتوں کا میدان بڑا وسیع کام کرنے کے لئے ہے۔ سارے معاملات و مقدمات میں زندگی کے تمام مقابلہ کے کاموں کی کامیابی میں ہر پیشہ کے چلانے میں۔ تجارت میں۔ روزگار میں۔ معاشرت کے انتظام میں گورنمنٹ ہو ملکی معاملات میں ان سب میں کارپردازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ عامل کارپرداز عالم سے کم معزز نہیں ہوتا۔ کارپردازی علم سے کچھ کم خوش کرنے میں نہیں ہوتی۔
ایک عمدہ کارپرداز کسی بڑے عالم فاضل سے نفع پہنچانے میں کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے عالم حکیم خود اہل کار کارپرداز بنے ہیں انھوں نے اپنے علم و حکمت کی طرف بھی توجہ کی اور کاروبار کی طرف بھی۔ میدان جنگ میں کارزار کے لئے چلے گئے۔ وہاں سے فارغ ہوکر آئے تو قلم سے بھی علمی کام لیا۔ بعض آدمیوں کی یہ رائے ہے کہ جو پڑھتے ہیں

عالم ہوتے ہیں وہ عامل کاربردار اچھے نہیں ہوتے وہ [illegible]
ان کے خیالات بلند روزمرہ کی زندگی کے کاموں میں کام نہیں کرتے بعض [illegible]
عالم جب گورنمنٹ کی خدمات بزرگ پر مقرر کیے گئے ہیں تو وہ سچے بجا آوری [illegible]
نہیں کیا مگر یہ کچھ ضرور نہیں کہ سب عالم ایسے ہی ہوں بہت سے عالم بہت کارگزار [illegible]
گذرے ہیں۔ اس مضمون کو ان چند فقروں پر ختم کرتے ہیں کہ ایک مناسب اندازہ کے ساتھ
کام کرنا جیسا کہ جسم کے حق میں مفید ہوتا ہے ایسا ہی دل و دماغ کے لئے۔ انسان کی تندرستی
کے لئے ضرور ہی کہ اُس کے جسمانی اعضا جن پر اسکی بقا موقوف ہی جیسی سے ورزش کیا کریں کام
نہیں بلکہ کام کی کثرت مضر ہوتی ہی۔ کام کی سختی ایسا نہیں ستاتی جیسے کہ اس میں بیدلی اور
جفاکشی آزار دیتی ہی جو کام امیدوں سے بھرے ہوتے ہیں وہ محنت بخش ہوتے ہیں کسی شغل میں
امیدوں اور فائدوں کے ساتھ لگا رہنا خوش دلی کے بڑے گروں میں سے ایک ہے دماغی
کام اعتدال کے ساتھ اور کاموں کی نسبت زیادہ نہیں تھکاتے اگر اُن کا انتظام و انضباط باقاعدہ
کما حقہ کر دیا جاوے تو وہ پھر ورزش جسمانی کی طرح تندرستی کو بڑھاتے ہیں۔ جب انتظام جسمانی کی طرف
توجہ کما حقہ کی جاتی ہی تو پھر آدمی پر اتنا بوجھ نہیں رکھا جاتا جسے وہ سہار نہ سکے۔ ایسا ہی حال
انتظام دماغی کا ہے جو شخص اپنی زندگی کا یہ ایک طریقہ اختیار کرتا ہی کہ فقط کھانا پینا سونا جاگنا
تو اُس کے حق میں وہ نہایت مضر ہوتا ہے۔ نکما بیٹھے رہنا جیسے آدمی کی جلد گھس [illegible]
کرتا ہے ایسا کام کرنا نہیں کہ بساط سے زیادہ کام کرنا بد انتظامی کی بات ہے۔ اگر اس کے ساتھ
تکان ہو تو اور زیادہ درماندگی اور بربادی ہے کام سے زیادہ اس کی تکان نقصان کرتی ہے
جیسے کہ کلوں کے پہیوں میں ریت اور ذرات پڑ جانے سے کثرت زیادہ [illegible]
بہت جلد گھس ڈالتی ہے ایسی ہی تکان آدمی کے جسم کو گھس گھسا کے دبا دیتا ہے کام کی [illegible]
کثرت سے اور تکان سے نہایت احتیاط کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے جیسے کہ پہلوان [illegible]
آدمی اپنے جسم کی طاقت کو کثرت ورزش سے توڑ ڈالتے ہیں [illegible]

...کرنے والے اپنی بساط سے زیادہ کام کرکے دماغ کو ضعیف کر دیتے ہیں اور کسی کام کا نہیں رکھتے ہیں۔

باب پنجم ۵

دلیری و ہمت

دُنیا مردوں کی دلیری کی بڑی مقروض اور عورتوں کی ہمت کی نہایت ممنون ہے مگر یہ ہمت و دلیری وہ ہمت و دلیری نہیں ہے جو جسمانی ہو اس میں تو انسان اور بل ڈوگ (جو اپنی جنس میں سب سے زیادہ عقلمند نہیں سمجھا جاتا) دونو برابر ہیں بلکہ وہ دلیری و ہمت ہیں جو آدمی اپنی کوشش اور سعی میں چپ چاپ کرتا ہے اور اُس کے سبب سے اداء فرائض اور سچائی کی خاطر دُنیا کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔ یہ دلیری اُس جسمانی دلیری سے کہیں زیادہ ہے جنہیں القاب خطاب جاہ و منصب ملتے ہیں اور فتح و ظفر کے سہرے خون میں تر بتر سر پر بندھتے ہیں دلیریاں اخلاقی دلیریاں ہیں جو حق گوئی حق جوئی انصاف پسندی راست بازی پرہیزگاری و ادا فرائض کے لئے ہوں جلیل القدر مرد و عورت کی خصلت میں یہ نیکی داخل ہوتی ہے اگر وہ انہیں نہ ہو تو پھر کسی دوسری نیکی میں مستقل رہنے کے لئے وہ ایمن و مطمئن نہیں ہو سکتے تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کبھی بنی آدم نے ترقی کے لئے آگے ایک قدم نہیں بڑھایا کہ اس کے روکنے کے لئے مشکلات اور دشواریوں نے اپنا اڑنگا نہ لگایا ہو۔ مگر شجاع جوانمردوں کا یہ کام تھا کہ انھوں نے ان کل عوائق و موانع کو سامنے سے پرے ہٹا دیا۔ یہ جوانمرد کون تھے وہ تھے جنکے خیالات کا پیش خیمہ آگے جاتا تھا۔ جنکی تحقیقات سے مشکل عقدے اور دشوار معمے حل ہوتے تھے وہ اپنی قوم اور ملک پر جان دیتے تھے۔ زندگی کے کل کاموں کے کار پرداز تھے۔ دُنیا میں ابھی تک کسی عظیم الشان امر حق اور جلیل القدر مسئلہ حق جمہور کو نہ سمجھایا ہوگا کہ اُس نے مہر و خانہ سہے ہوں۔ کوسنے اور گالیاں نہ سُنے ہوں سیکڑوں افترا اور بہتان اسکے ... جہاں کسی مصلح نے جاہلوں لے اپنے خیالات کا اظہار کیا وہاں کوئی نہ کوئی

Marfat.com

ظالم خبیث اس کا گلا دبانے کو موجود ہو گیا۔ بہت سے [illegible]
تیل آنکھوں کے رستہ سے نکال کر کتابوں کی خاک میں حق کو تلاش کیا اور صرف اپنی
جانفشانی کے اس صلہ پر راضی ہو گئے کہ حق نے ان کے سامنے اپنی چہرہ پر سے نقاب
الٹ دیا۔ بہت سے غمگین ایمان کی تلاش پر حق کے درپے ہوئے بہت سے اس کے لئے دولت
ملے اور ٹھنڈے سانس بھرے جن کے لئے ہماری بہت سے بھائی لٹے اور اپنی جان کو اس کے
لئے جوکھوں میں انھوں نے ڈال دیا۔ ان کو حق سے ایسی محبت تھی کہ اس کے اوپر اپنی جان
قربان کر دی۔ جب تو ان کو حق کے اندر کمال الٰہی کی لذت حاصل ہوئی جو نہایت شتابی جاتی
رہی تھی۔ سقراط نے اپنی بہتر برس کی عمر میں زہر کا پیالہ پی لیا کہ اس کے مخالفین کے تعصب
برخلاف اس کی التعلیم حق رفیع القدر تھی اس کے ذمہ دشمنوں نے یہ الزام لگایا کہ وہ نوجوانوں کو
دیوتاؤں کی پرستش سے باز رکھتا ہے اور ان کو یہ کہتا ہے کہ وہ ان کی حقارت و ذلت کریں
سبحان اللہ اس حکیم میں بھی کیا دلیری ہمت جرأت تھی کہ ان ججوں کا مقابلہ کیا۔ جنھوں نے
اس کی جان ستانی کا فتویٰ دیا اور اس اژدحام کا سامنا کیا جو اس کی بات کو نہیں سمجھتا تھا
کہ وہ کیا کہتا ہے۔ تا دم واپسیں روح کی بقا و جاودانی پر اب میں گفتگو کرتا رہا اور آخر کو ججوں سے
اس نے کہا کہ اب میری اور آپ کی جدائی کا وقت آگیا ہے۔ میں مرتا ہوں تم جیتے ہو مگر سوائے
خدا کے یہ کسی کو نہیں معلوم کہ ہم میں سے خوش قسمت کون ہے۔
مذہب ہمیشہ رفیع المرتبہ اور جلیل القدر حکماء و فلسفیوں اور علوم کے محققین کے سر پر آفت
لاتا رہا ہے علم ہیأت۔ علم طبعی۔ علم حیوانات میں شائد ہے کوئی مسئلہ حق ایسا منکشف اور
تحقیق ہوا ہو کہ محققین پر متعصب و تنگ دل و کور باطن دینی عالموں نے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو
اور بد مذہبی کا الزام ان پر نہ لگایا ہو۔ اگر کسی محقق نے کسی علم جدید کی بنا ڈالی تو
انھوں نے اس کے لئے قبر تیار کرانے کی ضرور تدبیر کی۔ حکیم گلیلیو نے جب تحقیق کیا کہ زمین
کو گردش ہے تو وہ ستر برس کی عمر میں اس بدمعتقد [illegible] تحقیق کی [illegible]

Marfat.com

اس کو لایا گیا اور وہاں جیلخانہ میں قید کیا گیا اور عذابوں سے وہاں اس کو نجات
نہ ملی مگر پوپ نے مرنے کے بعد بھی اس سے یہ انتقام لیا کہ اس کی قبر کا نشان نہ بننے دیا
نیوٹن نے جب مسئلہ کشش تحقیق کیا تو اس کے ذمہ یہ الزام لگایا گیا کہ وہ عرش الٰہی
کو زمین پر کھینچتا ہے۔ جیولوجی میں جو تحقیقاتیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ ان کو مذہب کے متعصب
یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ الہام کی جڑ اکھیڑ رہے ہیں۔ غرض کوئی امر حق فلسفہ و حکمت و
طبیعات میں تحقیق ہو یہ اہل مذہب یوں سمجھتے ہیں کہ اس سے مذہب درہم و برہم الٹ
پلٹ ہو گا محققان علمیہ اپنے مذہب کے خواہ کیسے ہی سچے دل سے پابند ہوں ان پر
لامذہبی اور کفر کا الزام لگایا جاتا ہے۔ بعض محققین پر گو یہ بدمذہبی کا الزام نہیں لگایا
گیا ہے۔ تو اور الزام لگائے گئے ہیں جب ڈاکٹر ہاروی نے دوران خون کا مسئلہ
مشتہر کیا ہے تو انکا مطب نہایت کم ہو گیا گو لامذہب ہونے کا الزام ان پر نہ لگایا گیا
مگر اوران کے ہم پیشوں نے حماقت کا الزام ان پر لگایا۔ مگر یہ سارے بزرگان اولوال
عزم حق کے طالب ایسے طرفدار رہے کہ ان کے جان و مال و آبرو پر سب ہی طرح سے
آفتیں آئیں مگر انھوں نے ان کو بڑے صبر و شکر کے ساتھ سہا اور کبھی اپنی تحقیقات
حق سے انحراف نہیں کیا۔ اگر کسی حاکم نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا تو انھوں نے یہ کہا
کہ تم کو جیسا فتویٰ دینا مشکل ہے ایسا ہم کو قبول کرنا آسان ہے۔ غرض جو جوانمردیاں
اور دلیریاں اور ہمتیں اور جرأتیں حق کی طرفداری میں ان روشن ضمیر عالموں نے دکھائی
ہیں وہ ہمیشہ یادگار روزگار رہیں گی۔

ان علموں کی سلطنت کس نے بڑھائی جن کے سبب سے ہم زمین و آسمان کے حالات سے
اور خود اپنے حال سے خوب واقف کار ہوئے ؟ زمانہ گذشتہ کی انہیں جوانمردوں کی پامردی
دلیری اور ہمت و جرأت نے جنھوں نے حق کی تلاش میں اپنے تئیں وقف کر دیا۔ سچ کا دامن کبھی نہ
چھوڑا خواہ کیسی ہی مصیبت و آفت ان کے سر پر آئی گو اپنے زمانہ میں ان پر ہم عصروں نے

Marfat.com

لعن طعن کی اور ان کا سخت مقابلہ کیا مگر اس زمانہ میں ...
ضمیری کے سرتاج سمجھے جاتے ہیں اور خلائق ان کی تعظیم و تکریم دل و جان سے کرتی ہے
زمانہ گذشتہ میں ارباب علوم و فلسفہ و حکمت پر تعصب مذہبی کے سبب سے جو ظلم
ہوئے ہیں وہ زمانہ حال کے ارباب حکمت کو یہ سبق سکھاتے ہیں کہ اگر ان کے مخالف اپنے
راستی اور آزادی سے بیان کریں اور ان کی تحقیقات کو صداقت اور عدالت کی نگاہ سے دیکھیں
ان کے ساتھ نہایت تحمل کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ افلاطون کا قول ہے کہ یہ دنیا خدا کی ایک کتاب
انسان کے لئے ہے کہ وہ اسے پڑھ کر اور مطالعہ کر کے اس کے صحیح صحیح معنے کی تو ضیح اس طرح
کرے کہ طبع مستقیم و ذہن سلیم پر کوئی اثر اس کے سوا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نقش بڑا
گہرا ان پر جمے اور اس کی حکمت بالغہ کا خیال پیدا ہو اور اس کے لطف و کرم کے احسان
ماننے کا جوش اٹھے +

یہ تو ارباب علوم کا حال تھا کہ انھوں نے اپنے حق مسائل کی حمایت میں درجۂ شہادت پایا مگر
اس سے زیادہ ارباب مذہب کا حال بڑا باشان و شکوہ ہے جنھوں نے ایمان کے لئے اپنے تئیں شہید کرایا
جو مرد یا عورت اپنے ایمان کی خاطر مصائب کی برداشت کرتے ہیں اور کوئی ایک شخص بھی حامی
و ہمدرد نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں وہ ہمت اور جرأت ان کی ظاہر ہوتی ہے جو میدان
جنگ کی شجاعت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ میدان جنگ میں تو ایک جماعت کثیر ہمدردوں
کی جمع ہوتی ہے جن کی ہمدردی اور تعداد نامردوں میں بھی مردانگی پیدا کر دیتی ہے ایسے
جری اور دلیر آدمیوں کی لازوال نام بنانے میں زمانہ قاصر ہے جنھوں نے اپنے ایمان کو خلاف
مصائب و خطروں میں راستی کے ساتھ قائم رکھا۔ دنیا کی جنگ ... جنھوں نے اپنی شجاعت
کو دکھایا اور اپنے ایمان اور عقیدہ کے لئے جان دینے پر آمادہ ہو گئے ... اپنے تئیں
بچانے کا ارادہ نہیں کیا۔ ان شہیدوں نے کیا کیا ہمت و دلیری اپنی شہادت کے وقت ...
ہے۔ شہادت کے شوق میں جان دینے کے لئے اس ...

[illegible] ان کی ہڈیاں توڑی گئیں طرح طرح کے عذابوں کے شکنجوں میں کھینچے گئے مگر کلمہ حق کے کہنے سے ان کی زبان کبھی نہ بند ہوئی وہ اپنے قتل ہونے کو سمجھتے تھے کہ ہم نے میدان جنگ میں فتح حاصل کی۔ جب اُن میں سے بعض کو دوستوں نے سمجھایا کہ تمہاری بڑی خطرناک حالت ہے۔ بادشاہوں کا غصہ تم پر موت لائیگا تو انھوں نے دوستوں سے کہا کہ فقط موت ہی آئیگی تو اس سے ہم میں اور تم میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ہم آج مرتے ہیں تم کل مروگے۔ بعض آدمیوں نے جھوٹی قسم نہ کھائی اور جان دیدی۔ غرض ہر مذہب و ملت میں ایسے بہت بزرگ گذرے ہیں کہ جس ایمان کو وہ حق جانتے تھے اس سے کبھی منحرف نہ ہوئے اور اُس کے لئے جان کو بہت خوشی سے دیدیا۔ ایمان پر جان کا قربان کرنا ان کا دھرم تھا۔ سچ یہ ہے کہ جو سچے بہادر دلیر ہوتے ہیں وہ موت سے ایسا خوف نہیں کرتے جیسے ذلت و رسوائی سے۔

کل آدمیوں کی محنت کا صلہ اور ریاضت کا ثمر یہی ہے کہ اُس میں کامیابی ہو مگر بعض دلیر شجاع ایسے ہوتے ہیں کہ صبر و استقلال سے محنت برابر کئے جاتے ہیں باوجودیکہ اُس میں کہیں کامیابی کی جھلک تک بھی نہیں دکھائی دیتی فقط اپنی دلیری و ہمت کے سہارے صبر و سے پرچلتے ہیں اس امید پر اندھیری میں بیج بوتے ہیں کہ جڑ پکڑینگے پھولیں گے اور اپنا ثمر لائینگے۔ ان کو ناکامی پر ناکامی ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر وہ اپنے مقاصد عالی کی پیروی سے پاؤں نہیں ہٹاتے اور فتحیابی کی امید کئے جاتے ہیں۔ بہت سے حملہ کرنے والے پہلے اس سے کہ قلعہ فتح ہو۔ اس کی دیواروں کے شکستہ کرنے میں مرجاتے ہیں مردانگی اور بہادری جو اس طرح وہ دکھاتے ہیں اس کا اندازہ اس فتح سے نہیں کرنا چاہئے جو معاً ہو بلکہ اس مقابلے سے کرنا چاہئے جو انھوں نے دشمنوں کا دلیرانہ کیا۔

ایسے محبان ملکی اور خیرخواہان قومی جن کو ہمیشہ لڑائیوں کے لڑنے میں شکست ہوئی۔ ایسے شہدا جو شہید [illegible] دھام اور لغزوں میں قتل ہونے کے لئے گئے۔ ایسے محقق جنکے

Marfat.com

جنکے دلوں کی دلیری نے کبھی یاس وہراس کو پھٹنے پاس نہیں دیا اور مثالیں بلند خلاقی کی ہیں کہ آدمیوں کے دلوں کو مقاصد عمیق کی طرف کمال حسن کے بہ نسبت زیادہ متحرک کرتی ہیں ان مثالوں کے مقابلہ میں وہ شجاعت کے کارنامہ ہیچ معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے آدمیوں کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ جسمانی جنگوں میں سودائیوں کی طرح جان دینے کے لئے چلے گئے۔

دُنیا میں جس دلیری وہمت کی ضرورت ہے اس کا بڑا حصہ از قسم شجاعت نہیں ہے جیسے کہ اُن کارہائے نمایاں کے لئے جنکا بیان تاریخ میں لکھا جاتا ہے دلیری کی ضرورت ہے ایسی ہی زندگی کے ہر روزہ کے کاروبار میں حاجت ہے۔ دلیری عام یہہ دلیریاں ہیں جو ان کاموں میں دکھائی جائیں۔ راست کرداری میں راست گفتاری میں پرہیزگاری میں بے ریائی میں یعنے جیسا آدمی ہو ویسا اپنے تئیں دکھائے اور یہ نہ کرے کہ جیسا نہ ہو ویسا اپنے تئیں دکھانے میں سعی کرے اپنے مقدور کے موافق راستی کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں۔ نہ یہ کہ ناجائز وسائل سے اپنے تئیں بڑا دکھانے میں کوشش کرے

دُنیا میں جو انسان بہت سے بُرے کام کرتا ہے اور بہت سے رنج اٹھاتا ہے تو اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس میں دلیری نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایک ضعیفی و نامردی ہوتی ہے اور کسی مقصد کے ضبط و فیصلہ کرنے کی وہ قابلیت نہیں رکھتا وہ ایک امر کو حق جانتا ہے مگر اُس کے کرنے پر جرأت نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ میرا فرض کیا ہے مگر اُس کو ہمت واستقلال سے ادا نہیں کرتا۔ جن آدمیوں کی تربیت اچھی نہیں ہوتی اور ضعیف ہوتے ہیں وہ بُری ترغیبوں اور ہوسوں سے اپنے تئیں نہیں بچا سکتے۔ ان میں بعض چالتے ہیں ان سے انکار کرتے ہیں نہیں بلکہ ان کی اطاعت کے لئے سر جھکاتے ہیں اگر کوئی بدکار اُنکا یار بن گیا تو پھر بُرے کاموں کے کرنے میں وہ اس کے چیلے بن گئے۔

اس سے زیادہ کوئی امر تحقیقی نہیں ہے کہ آدمی جب وہ مستعدی سے کام کرنا اپنے ذمہ

[illegible] پیدا ہوتی ہے آدمی کو چاہئے کہ اپنے ارادہ کو جو خصلت کے [illegible] امر کرتا ہے قطعی فیصلہ کرنے کی عادت ڈلوائے اگر وہ یہ نہ کریگا تو نہ کسی برائی سے مقابلہ کرنے کے قابل ہوگا نہ نیکی کی پیروی کرنے کے لائق یہ فیصلہ کرنا ہی آدمی کو وہاں مضبوط کھڑا کر دیتا ہے جہاں وہ تباہی کے ڈھلان پر اول ہلکا قدم بھی رکھتا ہی تو وہ تحت الثریٰ کو پہنچتا ہے۔

کسی امر کے فیصلہ کرنے کے لئے اوروں کی امداد کا سہارا ڈھونڈھنا بیفائدہ اور نہایت بُرا ہے۔ آدمی کو اپنی عادت کی ایسی تربیت کرنی چاہئے کہ اپنی قوت پر بھروسا ہو اور نہایت نازک وقتوں میں اپنی دلیری و ہمت پر اعتماد ہو۔ ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ شاہ مقدونیہ کسی بادشاہ سے لڑ رہا تھا کہ میدان جنگ میں وہ ایک دیوتا پر قربانی چڑھانے گیا۔ وہاں قربانی چڑھا کے اپنی فتح کے لئے امداد الٰہی کی دعا میں لگا رہا کہ دشمن نے اپنے ہاتھ میں تلوار کو لے کر میدان جنگ کو جیت لیا۔ بس یہی حال زندگی کے ہر روزہ کاروبار کا ہے کہ اپنے کام کو جو آپ کرتے ہیں وہ اچھے رہتے ہیں اور جو اوروں پر چھوڑتے ہیں وہ پچھتاتے ہیں مثل مشہور ہے آپ کاج مہا کاج۔

اشعار۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است ٭ رفتن بپا مردئے ہمسایہ در بہشت
گر مرد ہمتی ز مروت نشاں مخواہ ٭ صد جا شہید شو دیت از دشمناں مخواہ

بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ زبانی تو بڑے بڑے قصد کرتے ہیں مگر کسی کو پورا نہیں کرتے فقط باتوں ہی میں انکے مقصد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ وہ کاموں کے ارادہ بہت کرتے ہیں لیکن کسی کو انجام نہیں دیتے منصوبے بڑے بڑے باندھتے ہیں مگر کسی کو شروع نہیں کرتے۔ یہ سارے عیب فقط اُن میں اِس سبب سے ہوتے ہیں کہ ان میں فیصلہ کرنے کی جرأت ہمت نہیں ہوتی۔ یہ کیا عمدہ بات ہے کہ زبان خاموش اور کام [illegible] ہوں۔ زندگی بسر کرنے میں اور کاروبار کے انجام دینے میں

Marfat.com

باتوں کے بنانے سے کام کا کرنا اچھا ہوتا ہے۔ ہماری [illegible]
ضروری معاملات عظیم میں کسی شخص کا متلون ہونا اس کی نامردی اور کم ظرفی
کی تو ہی دلیل ہے۔ ہمیشہ نئی طرز سے زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرنا اور کبھی اُس کو
سرانجام دینا ایسا ہے جیسے کہ کوئی شخص یہ ارادہ روز کیا کرے کہ آج نہیں کل کھاؤں
پیئوں سوؤں گا یہاں تک کہ وہ بھوکا پیاسا مر جاوے۔

اپنی جماعت و فرقہ کے بُرے اثروں کے روکنے کے واسطے بھی دلیری و ہمت و جرأت
کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم پر عورتوں کا اثر بہت ہوتا ہے۔ ایک عورت خواہ کیسی ہی
گنوار اور ذلیل ہو اُس کا بھی اثر بہت کچھ ہم پر ہوتا ہے۔ بہت سے مرد اور
خاص کر عورتیں اپنی ذات اور اپنے فرقہ کے اخلاقی غلام ہوتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ان سب نے آپس میں مل کر ایسی سازشیں کر رکھی ہیں کہ کوئی ان میں سے باہر نکل کر جدا شخص اپنے
میں نہ پیدا کرے۔ ہر دائرہ۔ ہر فرقہ۔ ہر درجہ۔ ہر جماعت میں ایسی رسوم مروّج ہوتی
ہیں کہ جنکا پاس لحاظ سب کرتے ہیں ان کے پابند نہ ہونے سے ذات سے باہر نکالے
جانے کا خوف لگا رہتا ہے۔ بعض آدمی وضع طرح کے قلعہ میں محصور ہیں باقی
اور رسوم و دستور و رایوں کی پابندی میں گرفتار ہیں ایسے چند ہی دلیر اور عالی ہمت
ہوتے ہیں کہ وہ سب ان رسم و رواج و ریت و دستور سے باہر ہو کر جدا خیال اور
کام کرتے ہیں اور اپنے کاموں اور خیالوں کی آزادی دکھاتے ہیں ہم اپنے فرقہ کے
کپڑے پہنینگے۔ وہی کھانا کھائینگے جو وہ کھاتا ہے اسی کی رسم و راہ کے پابند
رہینگے۔ خواہ اُس سے کچھ ہم پر آفت مصیبت تباہی آجاوے اور قرض کا عذاب جان کے
پیچھے لگ جائے ہم اپنی زندگی اپنی مقدور کی حیثیت کے موافق نہیں بسر کرتے بلکہ اپنی
ذات کے توہمات و رسومات و دستورات کے موافق ہم غیروں کی رسوم و دستوروں میں [illegible]
ہیں مگر اپنی خبر نہیں رکھتی [illegible]

Marfat.com

... سمجھ کر یہ اپنے گھر میں نہیں دیکھیے کہ اس سے بدتر رسم و رواج ہیں۔
مہذب ملکوں میں جیسے جمہور کی خدمات میں نامردی ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی خاص اپنے ذاتی کاموں میں بھی جیسے دولتمندوں کی خوشامد کی جاتی ہے۔ ایسے ہی غریبوں کی چاپلوسی کی جاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں جو بڑے بڑے آدمی ذی جاہ اور صاحب منصب ہوتے تھے ان کی خوشامد کے مارے سچ نہیں بولا جاتا تھا لیکن حال کے زمانہ میں ادنیٰ آدمیوں کے سامنے سچ بولنے کی ضرورت نہیں جانتے جمہور کو پولیٹکل (سلطنت کے) اختیارات حاصل ہو گئے ہیں اس لئے سب خواص کا میلان اس طرف ہو گیا ہے کہ جمہور کے سامنے گڑگڑائیے ان کی خوشامد کیجئے۔ اُن سے نہایت ملائمت کے ساتھ گفتگو کیجئے۔ ان کے ساتھ اُن نیکیوں خوبیوں کی شان لگائیے۔ جن کو وہ خود جانتے ہیں کہ ہم میں نہیں ہیں جس سچی بات کو جانتے ہیں کہ ان کو ناگوار گذریگی وہ زبان پر نہیں لاتے ان کی پسند کی باتیں بناتے ہیں جن رایوں اور خیالات کو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے عمل میں لانے میں مایوسی ہو گی ان کی بجای ہمدردی جمہور کے ساتھ کرتے ہیں کہ جس سے وہ ان کے حال پر مہربان ہوں۔
مہذب ملکوں میں ستودہ خصال اعلیٰ درجہ کے تربیت و تعلیم یافتہ سب طرح سے نیک حال اتنے نہیں پوچھے جاتے جتنے کہ ادنےٰ ارا ذل ناتربیت یافتہ مبتذل پوچھے جاتے ہیں اس لئے کہ مطلب برآری کثرت ووٹ پر موقوف ہوتی ہے ووٹوں کا حال ایسا ہو گیا ہے کہ ایک ظریف لکھتا ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس دعا کی جگہ کہ اے خدا تو آج ہم کو روٹی دے یہ دعا مانگی جایا کریگی کہ ای خدا تو آج ہم کو ایک ووٹ دے بڑے بڑے ذی جاہ صاحب دولت تعلیم یافتہ جاہلوں کی خوشامد کرتے ہیں وہ بلکہ ایمان بعضا انصاف ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اگر ایسی باتوں سے بھاگتے ہیں کہ جتنے خلائق ان کو ناپسند کہے۔ بعض آدمیوں کو یہ بات زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے کہ وہ ادنےٰ درجہ کے آدمیوں کے آگے سر جھکائیں اور ان کی خوشامد کریں اور ان کا کہا مانیں۔

Marfat.com

بہ نسبت اس کے کہ مردانہ وار مستقل مزاجی کے ساتھ ...
دھار کے مقابل برخلاف تیرنے میں تو زور اور دلیری کی ضرورت ہوتی ہے دھارے
جانے میں مری ہوئی مچھلی بھی جاتی ہے۔
ان آخر سالوں میں عام پسندی کی رذالت بڑھتی جاتی ہے اور ان سے عالی منصبوں کی
خصلتوں کا تنزل ہوتا جاتا ہے۔ ان میں ریاکاری بڑھتی جاتی ہے۔ ان کی رائے عوام
میں کچھ ہوتی ہے خواص میں کچھ اور جن تعصبات کو وہ عوام میں پسند کرتے ہیں گھر میں ان پر ہنستے
ہیں۔ ایسی ریاکاری کی باتوں سے وہ بے اعتباری کی پروا کچھ نہیں کرتے۔
جیسے طبقۂ اعلیٰ میں ویسی ہی طبقۂ ادنیٰ میں اخلاقی نامردی پھیلتی ہے جو ریاکاری اور
زمانہ سازی اوپر کے طبقہ میں ہے وہی نیچے کے طبقہ میں۔ جب اعلیٰ درجہ کے آدمیوں
میں اپنی رائے کے اظہار کی دلیری نہ ہو تو ادنیٰ درجہ کے آدمیوں میں کیسے ہو سکتی ہے؟
ادنیٰ تو اعلیٰ کے پیرو ہوتے ہیں۔ کمتر اپنے سے بہتروں کا یہ حال دیکھ کر خوب ٹالم ٹولے
حیلے حوالے کرنے ہیر پھیر کی باتیں بنانی۔ کہنا کچھ کرنا کچھ۔ زبان کو بدل لینا یہ سب
کام کرنے لگتے ہیں۔
اس زمانہ میں جو عام پسندی حاصل کرتا ہے اس کے حق میں حسن ظن نہیں کیا جاتا بلکہ
سوءظن کیا جاتا ہے۔ رومیوں کی ضرب المثل ہے کہ سخت ریڑھ کی ہڈی کا لعنت زدہ
معزز نہیں ہو سکتا۔ مگر جو عام پسندی کو حاصل کرتے ہیں ان کے ریڑھ کی ہڈی تو کرکری
ہوتی ہے جس کو کچھ مشکل نہیں ہے کہ جس طرف چاہے جھک کر اور مڑ کر عام التعریف کو اٹھا لے
جب عام پسندی ان طریقوں سے حاصل کی جاتی ہے کہ آدمیوں کی تعریف اور خوشامد
ہوتی ہے۔ تو سچ چھپایا جاتا ہے۔ ذلیل مذاق کے موافق تحریر و تقریر کی جاتی ہے اور جب
سے بدتر یہ کہ ایک جماعت خاص سے نفرت جتلائی جاتی ہے تو ایسی عام پسندی
راست کردار برگزیدہ بزرگوں کی نگاہ میں حقیر و ذلیل ہوتی ہے۔ جس تو ذم خصائل ہیچ لوگ

[illegible] ہیں خواہ اس سے وہ کیسے ہی خلائق کو ناپسند ہو جائیں نہ ان کو اس کی پروا ہوتی ہے نہ اس پر فخر ہوتا ہے کہ خلائق ان کو پسند کرتی ہے۔ وہ نیک کام کرنے کو بہ نسبت تعریف حاصل کرنے کے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ گنواروں کی خاطر سے اپنی رائے اور کونشنس کے خلاف کبھی کام نہیں کرتے۔ جس بھلے کام کرنے کو انھوں نے اپنے اوپر واجب جان لیا اس کو کرینگے خواہ اس سے ساری دنیا ہی کیوں نہ ان سے بیزار و منحرف ہو جائے۔ وہ گنواروں کی تمیز کی دھندلی عینک سے اشیا کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ جیسے وہ نفس الامر میں ہیں ویسا ہی ان کو ملاحظہ کرتے ہیں وہ حتی المقدور اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں جو ان کے کونشنس کو پسند آتا ہے جس سے وہ عام پسندی جو حقیقت میں اعلیٰ درجہ کی ہے۔ ان کو خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہ عام پسندی جو زیادہ مروج ہے درحقیقت ایسی ذلیل و خوار ہے کہ حاصل کرنے کے قابل نہیں۔ عقلی۔ جوانمردی۔ خصلت کی آزادی اور خوداعتمادی کی جان ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اور آدمیوں کا سایہ اور گونج نہ بنے بلکہ اپنے لئے آپ دلیر بنے۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی ہی قوتوں کو کام میں لائے۔ اپنی ہی خیالات کا خیال رکھے۔ اپنی ہی خودفہمیدہ رائے کا اظہار کرے۔ اپنی رایوں کو محنت مشقت اٹھا کے کامل کرے۔ اپنے یقینات کو پیدا کرے۔ یہ سچ کہا گیا ہے کہ جو شخص کوئی رائے اپنی آپ بناتا نہیں۔ وہ ڈرپوک ہوتا ہے اور جو بنانی نہیں چاہتا وہ کاہل ہوتا ہے اور جو بنا نہیں سکتا وہ احمق ہوتا ہے۔

محض سچ کی محبت کے سبب سے آدمیوں کو سچ بولنا چاہیئے۔ سچ بولنے سے آدمی پر آفت آئے تو آئے۔ مگر آدمی کے بولنے سے سچ پر کوئی مصیبت نہ آنی چاہیئے۔ جب کوئی شخص محنت سے اپنے دل میں یقینات پیدا کرتا ہے اور ان پر خوب غور و خوض کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے کہ وہ جائز طور پر ان کو عمل میں لائے۔ ہماری سوسائٹی کے معاملات میں حالتیں ایسی پیش ہوتی ہیں کہ وہاں ان سے مزاحمت کرنی گناہ میں داخل

Marfat.com

ہی وہاں آدمی کو بولنا اور مخالف ہونا واجب ہوتا ہے گو اس مخالفت سے بعض
زبردستی بلائیں سر پر آتی ہیں ایسی حالت میں لڑنا ضرور چاہیے اس کو یوں ہی بہا دینا ؟
دغا بازی کا دیانت دار۔ جھوٹ کا راستباز۔ جور و جفا کا انصاف پسند۔ بدی شرارت
کا پاک باطن بالطبع دشمن ہوتا ہے۔ ان کی لڑائی ہمیشہ ان برائیوں سے رہتی ہے
اور حتی الامکان وہ ان کو مغلوب کرتے ہیں۔ دنیا میں ایسے ہی بزرگوں نے اخلاق کے زور
کو دکھایا ہے۔ انہیں کی فیاضی کے القاء سے اور دلیری کے سہارے سے معاشرت کی ترقی
ہوئی ہے اور اس میں تازہ جان پڑی۔ ان کی متواتر مخالفت کے لئے دنیا کا بڑا حصہ
خود غرضی اور بدکاری کی سلطنت کے ماتحت ہو گیا ہے جتنے مصلحان قوم اور شہیدان
قوم ہوئے ہیں وہ دروغ و بدافعالی کے دشمن تھے۔ انبیاؑ اولیا کیا ہوتے ہیں؟
گروہوں کے غرور ڈھانے والے۔ توہمات باطلہ۔ لامذہبی کا مقابلہ و مخالفت کرنے والے۔ وہ
بڑے دلیر و زبردست بہادر ہوتے ہیں جو دنیا کو ہدایت کر کے نیک راہ پر لے جاتے
ہیں اور ان پر حکومت کرتے ہیں یہاں جید راستبازوں مستعد و بیداروں کی زندگی ملک
گرفتنی کی لکیہ ہوتی ہے۔ جس پر خلائق چلتی ہے ان کی مثالیں ہمیشہ کی یاد رکھی جاتی
ہیں اور ان کی طرف رجوع ہوتی ہے۔ ان کے خیالات۔ ان کی عزمیت۔ اُن کی
دلیری و ہمت نسلاً بعد نسل القا کرتی رہتی ہے۔
ہر زمانہ میں مستعد دلیری جس کا مرکزی عنصر ارادہ ہے۔ گرمجوشی کے معجزوں و کرامتوں کو
ظاہر کرتی رہی ہے۔ وہی کار ہائے عظیم کی سہارا دینے والی قوت ہے اور خصلت کے زور کے
لئے بڑی کمانی۔ مستعد و جید۔ و مستقل مزاج سچے مقدمات و معاملات میں اپنی دلیری
و ہمت کے بل پر نہایت اُستواری سے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے دل ایسے مضبوط
ہوتے ہیں کہ اگر ایک لشکر دشمنوں کا ان کے سامنے آئے تو وہ نہیں ڈرتے۔
وہی آدمی جو دل میں جانتے ہیں کہ ہم مشکلات پر غالب آ سکتے ہیں وہ ہی ان پر غالب

Marfat.com

ہیں ان کو جو اپنی ذات پر بھروسہ ہوتا ہے وہی بھروسہ اپنے اوپر اوروں کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے ایک جہاز میں قیصر روم سوار جاتا تھا کہ طوفان آیا۔ جہاز کا کپتان بے اوسان ہوا تو قیصر نے للکارا کہ کیوں ڈرتا ہے قیصر تیرے جہاز میں جاتا ہے۔ بہادروں کی دلیری متعدی ہوتی ہے اور اوروں کو اپنا ساتھی بنالیتی ہے۔ ان کی طبیعت کا استقلال ضعیف طبیعتوں میں ہیبت پیدا کرکے اُن کو خاموش کر دیتا ہے یا اپنی مرضی اور غرض کو اُن کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

جواں مرد و مستقل مزاج نہ کسی مقابلہ کا خوف دل میں لا کے بے اوسان ہوتے ہیں نہ اُس سے ان کے قدم ڈگمگاتے ہیں۔

عقلمندی بغیر مستعدی کے آدمی کو اتنا آگے نہیں بڑھاتی جیسے کہ معتدل مستعدی معتدل دانائی کے ساتھ شامل ہو کر اسکو آگے لیجاتی ہے مستعدی آدمی میں عملی لیاقتیں نہیں پیدا کرتی ہے اس میں بل بوتہ سکت صدمہ پہنچانے کی طاقت پیدا کرتی ہے۔ مستعدی خصلت کی چستی چالاکی قوت محرکہ کا نام مستعدی ہے اگر اسکے ساتھ فراست اور انضباط نفس شامل ہو جائیں تو پھر آدمی اپنی تمام قوا کو معاملات زندگی میں نہایت مفید طور پر کام میں لاسکتا ہے۔

جن آدمیوں کے قوا اعتدال کے ساتھ ہوتے ہیں اور اُن کے دل میں مستعدی پیدا ہو جاتی ہے تو اُن میں ان کارہائے عظیم کے کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جن کے نتائج عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ دُنیا پر جن بزرگوں کا اثر بڑا طاقتور ہوا وہ بڑے ذہین اور ذکی نہ تھے۔ بلکہ وہ اپنے کاموں پر متحمل و مستقل و مستعد ایسے تھے کہ کوئی چیز ان کی مستعدی کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی ان کے عزم ایسے پکے ہوتے تھے کہ کبھی ان میں کسی طرح خامی نہیں آسکتی تھی۔

جب آدمی کی دلیری کے ساتھ مستعدی و استقلال شریک ہو جاتے ہیں تو وہ دشواریاں جن کا

آسان ہوتا مشکل نظر آتا تھا سہل ہو جاتی ہیں اس سے ایسی [illegible]
وہ زور پیدا ہو جاتا ہے کہ پیچھے کسی طرح ہٹنے نہیں دیتا۔ ایک غریب سا آدمی
جب اپنے کام کو صحیح طور پر استقلال سے برابر کئے جاتا ہے تو وہ اپنا پورا صلہ پاتا ہے شعر
بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد ٭ اگر خارے بود گلدستہ گردد
کام کرنے کا کوئی اس سے زیادہ عمدہ اور بہتر طریقہ نہیں ہے کہ اپنی قابلیت اور
لیاقت کے بھروسہ پر کام کو کرے نہ اوروں کے امداد کے وعدوں پر۔ دنیا میں
اکثر وعدوں کا حال بھوت پریت کا سا ہوتا ہے کہ دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی
اصل کچھ نہیں ہوتی اور اُن سے امداد چاہنا بالاضافت کم فائدہ دیتا ہے۔
جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خصلت کے بنانے میں متحمل مستقل و
دلیر ہونا نہایت بکار آمد اور ضروری ہے۔ وہ صرف چشمۂ منفعت ہی نہیں ہے بلکہ مخزن
مسرت و خوش دلی بھی ہے۔ برخلاف اس کے ڈرپوک ہونا اور اس سے زیادہ
زنانہ طبیعت ہونا سب سے زیادہ بڑھ کر بدبختی اور کم نصیبی ہے۔
ایک عاقل ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اپنی اولاد کی تعلیم میں میرا مقصد اعظم ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ
ان کو یہ عادت ڈلواؤں کہ وہ کسی چیز سے اور نہ خود خوف سے ڈریں۔ خوف
سے بچنے کی عادت اسی طرح پیدا ہو سکتی ہے جیسے اور عادتیں توجہ کرنے کی
مطالعہ کرنے کی۔ کام میں مشغول رہنے کی۔ خوش مزاج رہنے کی۔
موت قوت متخیلہ کی اولاد ہے۔ قوت متخیلہ ایسی چیزوں کے بڑے تصورات پیدا کرتی ہے کہ جن کا
وقوع ممکن تو ہوتا ہے مگر وہ شاذ و نادر واقع ہوتی ہیں بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اصلی خوفوں سے لڑنے بھڑنے
اور ان کے مغلوب کرنے کے لئے تو اپنی دلیری و ہمت کو بلا لیتے ہیں ——— مگر
خیالی خوفوں سے ایسے حیران و پریشان ہوتے ہیں کہ بے دست و پا ہو جاتے
ہیں۔ پس قوت متخیلہ کو ٹھیک رکھنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کرینگے تو وہ ہم کو بڑا ستائیگی

Marfat.com

کا استقبال آدمی دور جا کر کرائیگی۔ اور مصائب کو پہلے سے لے لیگی اور
وجہ سے گران بار کرائیگی۔ جو ہمنے اپنے لئے آپ پیدا کیا ہے ❖

اس باب کا خلاصہ یہ ہے۔

انسان کی سچی عظمت یہی ہے کہ وہ ہمت اور دلیری حاصل کرے۔ اسی سے اس کی
عظیم الشان و جلیل القدر ہونے کی بنا پڑے گی۔ ہمت و دلیری ہی انسان کی
مصائب کو دور کرتی ہے۔ اور وہ کام کراتی ہے جو ذہانت سے بھی نہیں ہو سکتے استقلال
و دلیری کی جیسی ہر کامیابی کے لئے ضرورت پڑتی ہے ایسی کسی اور لیاقت اور
قابلیت کی حاجت نہیں ہوتی۔ دلیری ہی انسان کے کُل قواء کا چشمہ اور مسرت
کا مخزن ہے۔ وہی اور قوتوں کو متحرک کرتی ہے۔ سعی اور کوشش میں جان ڈالتی ہے
دنیا میں ہمت و استقلال کی برابر کوئی نعمت عظمیٰ نہیں ہے اُس کے آگے اور سب نعمتیں
ہیچ ہیں تھوڑی لیاقت والے آدمی بھی اگرچہ دلیر اور مستقل مزاج ہوتے ہیں تو وہ بھی بہت
کچھ کر سکتے ہیں۔ دلیری اور ہمت ہی سے انسان جو چاہے کر سکتا ہے اور خود
جیسا ہونا چاہے ویسا ہو سکتا ہے۔ ایک بزرگ کی عادت تھی کہ وہ کہا کرتا تھا
تم وہی ہو جاؤگے جو ہونا چاہو گے۔ آدمی جس کام میں راست بازی کے ساتھ
دلیری و ہمت سے ہاتھ لگائیگا۔ اُس میں وہ عنایت الٰہی سے کامیاب ہو گا۔
استقلال بھی عقلمندی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی کام میں ہمت ہار کے بیدل نہ ہو
دلیری کو اپنی نیک چلنی کا ایک جزو اعظم بنائے اور اُس کو اپنی خصلت میں داخل کرے
عادت پر خصلت موقوف ہوتی ہے۔ اور عادت ارادہ پر منحصر ہے۔ پس اگر
ہم نے بھی عادت ڈلوادی تو وہ ہماری شفیق خلیق حاکم بنیگی اور ہم اُس کی
بہ خوشی رعایا بن گئے۔ اور اگر بری عادت ڈلوادی تو وہ جابر ظالم بادشاہ
اور ہم اُس کے پاجی غلام ہو گئے۔

باب [illegible]

اپنے نفس کا مغلوب کرنا

(۱) ہر شخص کو اپنے نفس کے انتظام و انضباط سے سچی آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔

(۲) عشرت و منفعت ہمیشہ دونوں ایک تھیلی میں نہیں رہتے۔

(۳) فقط صبر و تحمل و استقلال سے عورتوں مردوں کی نیکیوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک اور صورت دلیری کی انضباط نفس یعنی نفس کا مغلوب کرنا ہے۔ خصلت کی سب سے اول اصل وہی ہے۔ اسی نیکی کی وجہ سے آدمی کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ وہ پس و پیش دیکھتا ہے حیوان مطلق اور انسان میں اسی کے سبب سے تمیز عظیم ہو سکتی ہے۔ اس کے بغیر تو آدمی میں سچی انسانیت ہی نہیں ہو سکتی۔

نفس کے مغلوب رکھنے پر ساری نیکیوں کی بنیاد رکھی گئی ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر جذبات تحریکات نفسانی کی عنان ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے اور اخلاقی آزادی رخصت ہوتی ہے اور ہوائے نفسانی کی غلامی رہ جاتی ہے جو زندگی کو جس طرح چاہتی ہے بسر کراتی ہے۔

اگر آدمی حیوان سے اشرف ہوتا اور اخلاقاً آزاد ہونا چاہے تو اس کو اپنے نفس پر غالب ہو کر ان حرکات کو روکنا چاہیے جن کو اس کی طبیعت چاہتی ہے۔ انضباط نفس کی عادت ہی جسمانی اور اخلاقی زندگی میں فرق پیدا کرتی ہے اور ہر متنفس کی خصلت کی ابتدائی بنا قائم کرتی ہے۔

کتب مقدسہ میں اس زبردست آدمی کی تعریف نہیں لکھی جو شہر کو تسخیر کرے بلکہ اس سے زیادہ زبردست کی تعریف لکھی ہے جو اپنے نفس کو مغلوب کرے۔ یہی بڑا زبردست اپنی تادیب آپ کرتا ہے اور اپنے کل خیالات و اعمال کو محکوم بناتا ہے جس قدر اس سے کہ معاشرت انسانی کا تنزل ہوتا ہے اور جن پر دوام کرنے سے محروم

Marfat.com

ساہوں پر نوبت پہنچتی ہے جس سے نوع بشر ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ ان کے نو
دسویں حصے تادیب نفسانی و انضباط نفس بہادری کے آگے ہیچ ہو جاتے ہیں ان
نیکیوں کا برتاؤ جب ہوشیاری کے ساتھ ہوتا ہے تو پاک باطنی اور روشن دماغی
عادت میں داخل ہو جاتی ہے اور خصلت میں عصمت و عفت و عدالت داخل ہو جاتی
ہے۔ اعتدال طبیعت و صحت جسمانی و گھر و ابتدائی تعلیم اور ہمراہیوں کی صحبت پر زیادہ
تر گو خصلت خلائق موقوف ہے مگر آدمی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے نفس کو منضبط و
مغلوب کر کے پرہیزگار۔ ضابط و مودب اپنے تئیں بنائے۔ ایک یونانی حکیم کا قول
ہے کہ آدمی جیسے کہ یونانی اور رومی زبانیں سیکھتا ہے اسی طرح وہ عادات اور میلان طبیعت
سیکھ سکتا ہے کہ جس سے نہایت خوش دلی حاصل ہو۔
آدمی کا اچھا برا ہونا اُس کے ارادہ کے اختیار میں ہے۔ ارادہ سے صبر و قناعت
کی بھی عادت ڈال سکتا ہے اور اضطراب طمع کی بھی۔ وہ یہ عادت بھی ڈال
سکتا ہے کہ ذرا ذرا سی مصیبتوں پر رویا کرے اور ان کی شکایت مبالغہ سے کیا کرے
اور اپنے تئیں تباہ کر دے اور بڑی بڑی نعمتوں کی کچھ قدر نہ کرے۔ جیسی اور عادتیں
پڑتی ہیں ایسے ہی یہ عادت بھی پڑ سکتی ہے۔ کہ آدمی اشیا کے دیکھنے سے مسرور ہو اور
امیدیں اچھی رکھے واقعات حادثات کے سبب بہتر رخ دیکھنے کی عادت ڈالنا ہی انسان
کو اس سے زیادہ خوش کرتا ہی کہ دس ہزار روپیہ سالانہ اُس کو ملا کرے۔ دیندار
بڑے بے نفس ہوتے ہیں نفس کشی کسر نفسی ان میں بہت ہوتی ہی۔ وہ بڑے متقی
ہوتے ہیں مزاج میں ان کے اعتدال ہوتا ہی۔ دل ان کا ہوشیار و بیدار رہتا ہے
روحانی شرارتوں کو پاس نہیں آنے دیتے۔ دنیا کی تاریکی کے فرماں والیوں سے لڑائی
لڑتے ہیں برائی کو ترک کرتے ہیں بھلائی کو اختیار کرتے ہیں۔ ایسے کام کرتے
جن میں مصیبت کے وہ استقلال سے کھڑے رہتے ہیں۔ موت کی پروا

Marfat.com

نہیں کرتے خوشی سے جان دیتے ہیں ایمان اور اعتقاد ... کرنے سے کبھی تھکتے نہیں۔ ان کو یقین ہوتا ہے کہ اس میں ہم نہ فائدہ نہ ہوں تو ہم کو اپنی ریاضت کا ثمر وقت پر ملے گا۔

دنیاداروں کے لئے یہی ضرور ہے کہ اپنے کاروبار روزگار دنیوی کے چلانے کے لئے خاص قاعدہ اور انتظام کے پابند ہوں۔ کاروبار روزگار اخلاق سے چلتا ہے مزاج میں جس قدر صلاحیت ہوتی ہے اور نفس پر جس قدر اقتدار ہوتا ہے اتنی ہی کاروبار میں کامیابی ہوتی ہے اور ایک دانشمند اپنے اوپر حکومت رکھنے سے اوروں پر حکومت کرتا ہے اپنے نفس پر غالب ہونا زندگی کی راہ کو ہموار اور آسان کر دیتا ہے اور بہت سے رستے بتا دیتا ہے جو بغیر اس کے مسدود رہتے۔ آپ ادب کرنا بھی کاروبار روزگار میں ضروری ہے۔ جو آدمی اپنی عزت کا آپ پاس کرتا ہے وہ دوسرے کی عزت کا بھی پاس رکھے گا۔

یہی حال پولیٹکل یعنی معاملات ملکی و سلطنت کا ہے ان میں کامیابی ایسی عزت فہم سے نہیں حاصل ہوتی جیسی کہ مزاج کی صلاحیت سے اور ذہانت سے وہ کام نہیں نکلتا جو خصلت سے۔ اگر ایک آدمی اپنے نفس کو مغلوب نہیں کر سکتا تو نہ اس میں ملکی تحمل ہو سکتا ہے۔ نہ وہ کوئی منصوبہ باندھ سکتا ہے نہ اپنے آپے میں رہ سکتا ہے نہ اوروں کا انتظام کر سکتا ہے۔ ایک زیر اعظم کے روبرو یہ مباحثہ ہوا کہ وزارت کے لئے کس صفت کی ضرورت ہے ایک نے کہا فصاحت کی۔ دوسرے نے کہا کہ علم کی تیسرے نے کہا محنت و مشقت کی۔ وزیر اعظم نے کہا نہیں یہ نہیں اس کام پر صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ جس سے سچی بہادرانہ خصلت بنتی ہے۔

شدید المزاج کچھ ضرور نہیں کہ بد مزاج ہی ہوا کریں مگر جن کے مزاج میں درشتی و تندی ہوتی ہے ان کے لئے ضرور ہے کہ وہ اپنے نفس کو ...

دانائی کی وسعت و شرافت پر منحصر ہے کہ جتنی اس کی عمر بڑھتی جائے اتنا ہی وہ اچھا ہوتا چلا جائے۔ اور تجربہ کے سبب سے ترقی کرتا چلا جائے۔ آدمی کی خطائیں اس کو ایسا تباہ نہیں کرتیں جیسے کہ وہ افعال تباہ کرتے ہیں جو خطاؤں کے صادر ہونے کے بعد کئے جاتے ہیں۔ دانشمندوں کے سر پر جو آفتیں اپنے سبب سے پڑتی ہیں ان سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور آئندہ ان کو پاس نہیں آنے دیتے۔ مگر بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر تجربہ کا پختہ اثر نہیں ہوتا۔ اور جتنی عمر بڑھتی ہے اتنے ہی وہ شریر۔ بدنفس۔ بدمزاج ہوتے جاتے ہیں تندمزاج و تیز طبع نوجوان و کارگزار بڑے ہوتے ہیں اور ان کی مستعدی بڑی وسعت کے ساتھ اس حالت میں پھیلتی ہے کہ وہ لڑائی جھگڑوں کی ترغیبوں سے علحدہ رکھے جائیں اور کسی کام میں تنہا لگائے جائیں اور ان کو نیک طور سے کوئی طریقہ کام کرنے کا بتلا دیا جائے تو وہ مستعدی جو خام طور پر اس سے ظاہر ہوتی تھی مفید کام کرنے لگتی ہے۔ تندمزاج اس وقت تو اپنے آپے سے باہر ہوتے ہیں کہ جذبات کا جوش ان کے دل میں اٹھتا ہو اس حال میں وہ کسی کی نہیں سنتے مگر باقی اوقات میں مطیع و منقاد ہوتے ہیں تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے شدید المزاج ایسے گذرے ہیں کہ بڑے عالی ہمت اولو العزم اپنے ارادوں میں تھے اور مزاج میں نہایت استقلال تھا معاملات فیصلہ کرنے میں بڑے پختہ تھے انھوں نے اپنی قوت محرکہ کو نہایت صحیح اور درست طور پر مغلوب کر کے اپنے بس میں رکھا۔ غرض ایسے تندمزاج جوانمردوں نے اپنے نفس کے مغلوب کرنے کی عادت ڈال کر دنیا میں بڑے بڑے کام کئے ہیں انھوں نے اپنی آتش مزاجی کو بالکل سرد کر لیا جتنی غصے کی حرارت ان میں زیادہ تھی اتنا ہی انھوں نے تحمل و صبر کی برودت سے اسے بدل لیا۔

نفس مغلوب کرنے کی بڑی تدبیر نفس کا مارنا ہے جسکو نفس کشی یا کسر نفسی یا بے نفس ہونا

Marfat.com

کہتے ہیں اس میں آدمی اپنی تمام شہوات اور خواہشات [illegible]
گریز کرتا ہے۔ اس خصلت کو سر جیمس اوٹرم میں جنکے نام سے سارا ہندوستان واقف ہے بڑی خوبی [illegible]
ان کو ہمیشہ اپنی ذات کے لئے منفعت اٹھانے سے انکار رہا۔ ملک سندھ کو فتح
کرنا ان کی رای اور مرضی کے خلاف تھا مگر جب وہ اس کے فتح کرنے کے لئے گئے
بڑی بڑی کارہای نمایاں انھوں نے دکھائے اور اپنے فرض کے ادا کرنے میں کبھی
لغزش نہیں کی اور جب غنیمت ملک سندھ میں سے بہت سی دولت ان کے حصہ
میں آئی تو انھوں نے اس کے لینے سے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ جیسے میں اس
فتح کی پولیسی کو ناپسند کرتا تھا ایسا ہی میں اس کے غنیمت لینے کو ناپسند کرتا ہوں
جنرل ہولاک کی کمک کے واسطے وہ ایک لشکر گراں کے ساتھ لکھنؤ کی فتح کے لئے
سنہ ۱۸۵۷ء غدر میں بھیجے گئے۔ یہ انکا استحقاق تھا کہ وہ میر لشکر ہوتے۔ مگر انھوں نے
جنرل ہولاک ہی کو سپہ سالار لشکر رہنے دیا اور فتح کی ساری عزت و شوکت انہیں کی
ذات سے منسوب کی اور خود اپنے تئیں وولنٹیر قرار دیا۔ یہ کیسی دریا دلی و سخاوت
اور بے نظیر ایثار رہے۔ ایام غدر میں ان کے کارہائے نمایاں مثل اور افسران ذی جاہ
کے تھے مگر یہ ایثار انہیں کا حصہ تھا۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی عزت اور اطمینان کے
ساتھ بسر کرنی چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ ہر اونٹے اور اعلےٰ دونو طرح کے کاموں
میں نفس کشی اختیار کرے اس کو چاہیے کہ اپنے مزاج کو عقل کا تابع رکھے۔ بدمزاجی
بیشوخی کینہ توزی کے چھوٹے چھوٹے شیطانوں کو اپنے پاس کبھی نہ پھٹکنے دے اگر وہ ایک
دفعہ دل میں داخل ہو گئے تو بار بار آنے کا قصد کریں گے اور آخر کو اسی میں ایسی
جائیں گے کہ پھر نکالے سے بھی نہیں نکلیں گے۔

انسان کو اپنی خوش دلی کے لئے جیسا اپنے اعمال کا بس میں رکھنا ضرور ہے ویسا ہی
مقال کا بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دل [illegible]

بعض کلمات ایسے ہوتے ہیں جو آدمی کے جگر پار ہو سکتا ہے۔ وہ شمشیر تیز سے زیادہ دل کے ٹکڑے کر دیتے ہیں ان کی نوکیں وہ تیز ہوتی ہیں کہ دل میں جب چبھ جاتی ہیں تو زندگی بھر نہیں نکلتیں ان میں غارت گری کی ایسی قوت ہے کہ خدا بچائے۔ بعض دفعہ وہ کلمات جو لطیفہ کے طور پر زبان سے نکل جاتے ہیں۔ بھڑ کی طرح ڈنک مارتے ہیں اور ایک فساد عظیم برپا کر دیتے ہیں جس سے ہنسی کی پھنسی ہو جاتی ہے۔

کلام کو اپنے بس میں رکھنے سے بھی خصلت کا اظہار ہوتا ہے متحمل دانشمند تو سخت دل شکن لفظ کہنے سے اپنے تئیں باز رکھتا ہے اور احمق کے خیال میں جو آتا ہے بے تامل بک دیتا ہے اور اپنی چھیڑ کے آگے دوست کے دل دکھانے کا کچھ خیال نہیں کرتا ہے۔ حضرت سلیمان کا قول ہے کہ دانشمند کا منہ اس کے دل کے اندر ہوتا ہے اور بیوقوف کا دل منہ میں ہوتا ہے۔ بعض آدمی بیوقوف تو نہیں ہوتے مگر وہ متحمل و صابر ایسے نہیں ہوتے کہ اپنی روک تھام کر سکیں ....

اس لئے وہ اپنی باتوں میں ایسے لاابالی ہوتے ہیں جیسے اپنے کاموں میں۔ ان میں ذہانت اشتعال دینے والی ہوتی ہے۔ ان کے خیالات میں نہایت تیزی ہوتی ہے ان کی تقریر دل شگاف و خاطر شکن ہوتی ہے۔ ایک لمحہ کی واہ واہ کے لئے وہ ایسے فقرے طنز آمیز بول جاتے ہیں کہ جن کی آفات انہیں کے سر پر آن کر پڑتی ہیں اور ایسے انتہا نقصان پہنچاتی ہیں۔ مدبران ملکی بھی بعض اوقات اپنے دشمنوں کے حق میں طنز آمیز کلام سے اپنے تئیں باز نہیں رکھ سکتے۔ . . . انداز گفتگو نے جیسے کہ دوستیوں کا فیصلہ کیا ہے ایسا ہی سلطنتوں کا۔ جو تحریریں ایسی ہیں کہ ان میں بیدار مغزی پائی جاتی ہو مگر سختی وہ رشتی ہو تو یہی بہتر ہے کہ وہ قلمدان کے اندر پڑی رہیں کیونکہ ضرب المثل ہے کہ قافیہ سے جیسی گزند پہنچتی ہے ایسی شیر کے پنجہ سے نہیں۔ بعض باتوں کے کہہ دینے پر بڑے بڑے تجربہ کاروں کو افسوس کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر کسی کو زبان بند رکھنے پر

افسوس کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ [illegible]

رہنے سے بولنا اچھا ہو اور دانشمندوں کے یہ مقولے ہیں۔ [illegible]

چپ رہو۔ خاموش رہنا اس سے بہتر ہے کہ سچ بے لطفی کے ساتھ [illegible]

کہ نہایت عمدہ رکابی کو نہایت خراب سرپوش سے ڈھکا جائے۔ اول [illegible]

بولنے کے بعد خاموشی دنیا میں بڑی طاقت رکھتی ہے۔ ایک لفظ برمحل بولنا بڑی [illegible]

رکھتا ہے۔ متبرک آدمی کے منہ میں زبان سونے کی ہوتی ہے ایسے اوقات و مواقع و محل آتے

ہیں کہ وہاں غصہ کا اظہار بجا و درست ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ واجب لازم ہوتا ہے جھوٹ

پر۔ خود غرضی پر۔ ظلم و ستم پر غصہ ہونا ہم پر واجب ہے۔ سچا و نیک دل بالطبع کمینگی

و رذالت پر خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اپنی خفگی ضرور دکھائیگا اور ان کی ایسی صورتوں

میں بھی کہ جن میں بولنا لازم نہیں ہے وہ بولیگا۔ جو شخص صواب پسند ہے وہ ضرور خطا

و خطاکاری سے بے پروا نہ ہوگا۔ جب کسی خطا پر اس کے دل میں حرارت آئیگی تو اس کے

منہ سے گرم الفاظ نکلینگے۔ جن میں دل کا اثر پورا ظاہر ہوگا۔ وہ ہر ایک بری کام کی

حقارت کرنی نیکی کے ساتھ سکھائیگا نہ بے باکی و شوخی کے ساتھ۔ جو شخص ایسا مردہ دل ہے

کہ غصہ اس کو کسی حال میں آتا ہی نہیں اس سے کسی کام کی توقع نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں بد

آدمیوں سے زیادہ نیک آدمی ہیں۔ مگر بد آدمیوں کا دست بالا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ

دلیر و غصے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

اکثر تربیت یافتہ۔ تجربہ کار۔ متحمل و بردبار ہوتے ہیں اور جاہل تنگ دل کبھی عفو اور

تحمل کرنا نہیں جانتے۔ نیک اشراف اپنی عملی دانائی کے موافق اوروں کی خطاؤں لغزشوں

اور عیبوں سے چشم پوشی اور در گذر کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ آدمی کی خصلت [illegible]

اس کے گرد کے حالات کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ضعیف و خطاکار طبیعتیں بری [illegible] کے

مقابلہ کرنے کی قوت کم رکھتی ہیں کوئی اخطا ان سے ایسی [illegible]

[illegible] ہوں خدا کے فضل سے بچا ہوں جیسا ہم اپنی زندگی کو بناتے ہیں ویسا ہی نقشہ اس کا بن جاتا ہے۔

خوش مزاج دنیا کو خوش بناتے ہیں۔ ملول مزاج دنیا کو ملول بناتے ہیں

اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ جیسا ہمارا مزاج ہوتا ہے ویسا ہی پرتو اس کا ہمارے پاس والوں کی طبیعت پر پڑتا ہے۔ اگر ہم جھگڑالو ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ فساد کی باتیں کرتے ہیں۔ اگر ہم ان کے ساتھ عفو فیاضی نہیں کرتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔

ایک شخص دعوت کھا کر اپنے گھر جا رہا تھا کہ اس نے پولس سے شکایت کی کہ کوئی بدرو میری ساتھ پیچھے پیچھے چلتا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ نہیں چلتا تھا وہ اس کا اپنا ہی سایہ تھا۔ پس بعینہ یہی حال انسان کی زندگی کا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص ہمارا اپنا ہی پرتو و عکس ہوتا ہے۔

اگر ہم یہ چاہیں کہ اوروں کے ساتھ صلح و انس کے ساتھ رہیں اور وہ ہمارا ادب کریں تو ہم کو اوروں کے تشخص ذات کا پاس لحاظ کرنا چاہیئے۔ جیسے ہر شخص اپنی صورت شکل خط و خال میں خصوصیتیں رکھتا ہے ویسے ہی وہ اپنے اوضاع و اطوار و خصلت میں خصوصیتیں رکھتا ہے پس ہم کو اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہی برداشت و تحمل و برتاؤ برتنا چاہیئے جس کی توقع اس سے ہم کرتے ہیں گو ہم اپنی خصوصیات سے واقف نہ ہوں مگر وہ ہم میں ہی ضرور رہیں۔ ایک گانوں میں گھینگا اس کثرت سے لوگوں میں تھا کہ اس کا نہ ہونا بدصورتی میں داخل تھا۔ جب اس گانوں کے پاس انگریزوں کا ایک گروہ گذرا تو گانوں والے چلا چلا کر کہنے لگے کہ دیکھو بے گھینگے کے آدمی جاتے ہیں۔

بعض سے آدمی اس شوق میں بیتاب ہوتے ہیں کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ اور آدمی ان کی نسبت ہماری خصوصیات کی نسبت کیا خیال و رائے رکھتے ہیں بعض آدمی نہایت بدطینتی کی [illegible] بدبختی نکالتے ہیں یہ صورت اکثر واں ہوتی ہے کہ [illegible]

Marfat.com

جس واقعی خباست و خباثت کو ہم سمجھتے ہیں وہ ... ... خباست
و خباثت کا پرتو یا عکس ہوتا ہے جو کبھی ہم کو اس حالت سے ہوتی ہے ... ...
ہمارے اپنے ہی خیال میں ہوتا ہے جب ہمارے آس پاس کے آدمی ہماری نسبت اپنی ...
و بخل کے سبب سے اچھا خیال نہیں کر سکتے تو ہم ان پر اپنے غصہ کو بھڑکاتے ہیں جس کے
سبب سے ہماری باتوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اس لئے بے ضرورت ہم اپنے تئیں ان کی
بدطینتی و کینہ توزی کے معرض میں ڈال دیتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ ہمارے منہ سے
جو برائی نکلتی ہے وہ ہمارے سینہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

ایک بڑا حکیم اپنے دوست کو بطور نصیحت نامہ لکھتا ہے کہ میں بہت بوڑھا زمانے کے تجربوں سے
بہت مستفید ہو چکا ہوں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب میں نوجوان تھا اور آدمیوں کی نیت
سے جو مقصد میں سمجھتا تھا وہ انکا نہ ہوتا تھا۔ اکثر ان کی نیت کو غلط بیان کیا کرتا تھا
اس لئے میں نے یہ قاعدہ کلیہ ٹھیرایا کہ جب کلمات ایسے بولے جائیں کہ بیزاری اور خفگی پر
دلالت کریں تو میں ان کے سمجھنے میں دیر فہم ہو جاؤں اور جو کلمات دلی مہربانی پر دلالت
کریں ان کے سمجھنے میں تیز فہم ہو جاؤں۔ سچی اور اصل حقیقت کھلے بغیر نہیں رہتی۔
اگر ہمارا اگر وہ غلط کار ہو تو وہ اپنی غلطی پر آگاہ اس طرح جلد ہو سکتا ہے کہ ہم تحمل و بردباری
کے ساتھ سمجھائیں بہ نسبت اس کی کہ اس کے ساتھ تشدد اور سختی برتیں اس تمام بیان کی
غرض یہ ہے کہ تعصب و طرفداری کے نتائج کے دیکھنے کے اندھا بنیا بن جاؤ اور صلح جوئی و خیرخواہی
کے نتائج کے دیکھنے میں بینا ہو جاؤ۔ جو شخص مصالحت کا پیرو ہوتا ہے وہ بڑا خوش اور ...
ایک اور دانشمند اپنے دوست کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ وہ ہتھیار جن سے کہ دنیا کی بدطینتی
اور خباثت سے لڑائی ہو سکتی ہے اور وہ اوصاف جن سے کہ اوروں نے ہم اور ...
ہم سے مصالحت کر سکتے ہیں یہ ہیں۔ عدالت۔ شرافت۔ اوروں کے حال پر تواضع ...
اپنے اوپر ... ... بے اعتنائی رہی اور یہی انکسار ... ...

Marfat.com

...نیک طبیعت اور صاف باطن ہوتے ہیں اُن میں یہ نیکیاں ہوتی ہیں
اُن کے نزدیک کوئی بات اس سے زیادہ رذالت کی نہیں ہے کہ نالشوں اور فساد عناد میں
عمر کی بسر کریں لڑائی جھگڑے ٹنٹے مول لیں ہشت مشت کرتے پھریں جیسی یہ اوپر کی نیکیاں
ہم کو راحت پہنچاتی ہیں ایسی ہی وہ ہماری طبیعت میں شرافت و ملائمت وعظمت پیدا
کرتی ہیں ہمکو اپنی نوع کے ساتھ مصالحت کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اوروں کی خاطر سے نہیں
بلکہ اپنی خاطر سے اگر ہم یہ خیال بھی کریں کہ ایک بڑا جابر قاہر۔ بادشاہ ہے جو اپنی رعایا کو
اس پر مجبور کرتا ہے کہ وہ جو کچھ اپنی محنت مزدوری سے کمائیں اس کی ایک تہائی سے
زائد اس کے حوالے کریں پھر اُس کے سوا یہ بھی چاہے کہ اُن اسباب کو وہ استعمال کریں
جوان کو ذلیل و خوار ایسا کردیں کہ انسان سے وحشی حیوان بنا دیں اور وہ اُن کے خاندانوں
کے چین اور آرام کو برباد کردے اور بیماری اور ناوقت موت کا بیج ان میں بونے لگے
پھر دیکھو کیسی کیسے جلسے بیشمار آدمیوں کے ہوتے ہیں جن میں اس شیطانی سلطنت خلاف
فطرت کی رد میں فصاحت و بلاغت سے تقریریں آزادی کی تائید میں ہوتی ہیں
اب سنو کہ مطلق العنان شہوات نفسانی کا جابر و قاہر بادشاہ ہم پر فرمانروائی
کررہا ہے۔ نہ ہتھیاروں کا زور نہ آوازوں کا شور اُس کا مقابلہ کرسکتا ہے آدمی خود
بخود اپنی خوشی سے اس کا غلام بنا جاتا ہے۔
اس جابر و قاہر کی حکومت ان ... اخلاقی وسائل سے مغلوب و محکوم بن سکتی ہے کہ آدمی
اپنی تادیب خود کرے اپنا ادب خود کرے۔ اپنے نفس کو آپ مغلوب کرے اس کے سوا
کوئی اور طریقہ نہیں ہے کہ شہوات نفسانی کی حکومت کے سامنے خواہ اُس کی کوئی صورت
ہو ہم ٹھہر سکیں نہ قوانین آئین کی اصلاح نہ گورنمنٹ کی صورت ترقی یافتہ نہ خاص
تعلیم ان اقوام کی خصلتوں کو مرتفع کرسکتی ہے جنھوں نے اپنے مرضی سے اپنے تئیں ہوائے
نفسانی اور شہوات جسمانی کے حوالہ کردیا ہے۔ ذلیل تعیش کے حوالہ ہونا خوش دلی کا

تنزل کرتا ہے وہ اخلاقی خوبی کو بھی کھو دیتا ہے اور افراد دونوں کی مردانگی کو نامردی اور فربہی کو لاغری بنا دیتا ہے اپنے نفس کے مغلوب کرنے کی دلیری کی بہت سی صورتیں ہیں مگر وہ سب سے زیادہ اعلیٰ صورت دیانت اور راستی کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں دکھائی دیتی ہے جو آدمی ان نفس کشی اور پرہیزگاری کی نیکیوں سے خالی ہوتے ہیں وہ اپنے اغراض کی خواہشوں کے تابع ہوتے ہیں اور جن کے ساتھ وہ وابستہ ہوتے ہیں ان کے دل بھی انہیں کی مثل ہوتے ہیں جو اور کرتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں اپنی جماعت کے مصنوعی پیمانے کے موافق وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اپنے ہمسایوں کی برابر خرچ رکھتے ہیں اور انجام کار پر نظر نہیں رکھتے۔ یہ جانتے ہیں کہ ہم اپنے مقدور اور وسائل سے بڑھ کر اپنی زندگی بسر کریں ایک دوسری کی ساتھ گھسٹا چلا جاتا ہے اور ایسی اخلاقی دلیری نہیں رکھتا کہ اپنے تئیں ٹھہرائے۔ وہ اعلیٰ درجہ کی زندگی بسر کرنے کی ہوس سے اپنے تئیں باز نہیں رکھ سکتے۔ گو یہ بات ان کو اوروں ہی کے خرچ سے حاصل ہو۔ انجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ قرض کا عذاب ان کی جان کے پیچھے پڑتا ہے اور اپنا حلقہ بگوش و غلام بناتا ہے اس طرح ان کی بڑی اخلاقی پست ہمتی اور نامردی ظاہر ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ خصلت مردانہ و آزادی ان میں نہیں ہے۔ جس کا دل راستی و امانت و دیانت سے معمور ہے وہ ایسے کاموں کے کرنے سے گریز و پرہیز کریگا کہ اپنے تئیں ایسا دکھائے جیسا کہ حقیقت میں نہیں ہے۔ یا ایسا دولت جتلائے جیسا کہ دراصل نہیں ہے۔ ایسی زندگی بسر کرنے کی طرز اختیار کرے جو اس کی حد سے باہر ہو۔ وہ تو اپنی زندگی دیانت کے ساتھ اپنی مقدور اور بساط کے موافق بسر کریگا اور بے دیانتی سے اوروں کے خرچ سے زندگی بسر کرنے کا قصد نہیں کریگا جو شخص اپنی زندگی بسر کرنے کی طرز اختیار کرتا ہے کہ اس میں آمد سے زیادہ خرچ ہو وہ اپنے ارادہ و نیت میں ایسا بددیانت ہوتا ہے جیسا کہ جیب کترا

بہت سے آدمیوں کو یہ اوپر کی بات نہایت انتہا کی معلوم ہوگی مگر ان کا سمجھنا نہایت درستی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ غیروں کے خرچ سے زندگی بسر کرنی دروغ ایسا ہی ہے جیسا لفظاً جھوٹ بولنا۔ یہ ضرب المثل کہ قرض لینے والے جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں تجربہ سے خوب ثابت ہوتی ہے۔ ساری بداخلاقی کی جڑ ان دو باتوں میں ہے۔ بعض چیزیں جو ہمارے پاس نہ ہوں ان کے لئے ہم بیتاب ہوں دوم ہم اپنے تئیں ایسا دکھلائیں جیسے کہ ہم درحاصل نہیں ہیں۔

معزز اشراف اپنے مقدور کے موافق کفایت شعار ہوتے ہیں اور دیانت کے طریقوں پر چلتے ہیں وہ اپنے مقدور سے زیادہ اپنی دولتمندی کو نہیں جتلاتے۔ نہ قرض کا عذاب اپنی جان کے پیچھے لگاتے ہیں وہ آدمی غریب نہیں ہے کہ مقدور کم رکھتا ہو بلکہ وہ جسکی خواہشیں بڑی ہوئی ہوں۔ ایسی ہی وہ آدمی دولت مند ہے جس کے پاس دولت اتنی ہو کہ وہ اس کی سب احتیاجوں کو رفع کر کے بچتی ہو۔ جب سقراط نے ایتھنز میں دیکھا کہ بہت سی دولت اور جواہر اور بیش بہا اسباب بڑی دھوم دھام سے جاتے ہیں تو اس نے کہا کہ آج میں نے دیکھا کہ کتنی ساری چیزیں ہیں کہ مجھ کو ان کی خواہش نہیں۔ بعض شخص اپنے ایسے بلند خیالوں میں شغل رکھتے ہیں کہ ان کو دولت کی پروا نہیں ہوتی مگر جو شخص وہ خوشیاں حاصل کرنی چاہتا ہے جو دولت سے مول لی جا سکتی ہیں اس کو چاہئے کہ وہ دیانت اور ایمان داری سے دولت پیدا کرے نہ یہ کہ اوروں کی کمائی ہوئی دولت پر ہتا مارے کہ اوروں سے قرض لے جس کے ادا کرنے کی کوئی سبیل اس پاس نہ ہو۔ ایک شخص کو قرض لینے کی عادت تھی۔ جب اس سے ایک دوست نے پوچھا کہ تم کتنے کی شراب پیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کتنا بیٹھتا ہوگا۔ یہ کتاب میں لکھا جاتا ہی غضب ہے اس سے وہ لوگ برباد ہو جاتے ہیں جو ایسے ضعیف ہوتے ہیں کہ اپنے دل کو خواہشوں سے روک نہیں سکتے۔ جب کسی چیز کو

خریدنے کی خواہش ہوئی۔ گو اسکی قیمت بالفعل ان کی
کتاب میں لکھ دیتے ہیں جس سے آخر کو حیرانی جان پر آ
دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے روپیہ کو ہاتھ میں نہیں رکھتے دوسرے
اپنے ہاتھ کو اوروں کے روپیہ میں ڈالنے سے نہیں روکتے۔ اول قسم کے آدمی ہمیشہ
روپیہ کے محتاج رہتے ہیں اس لئے کہ جو چیز ان کو اول پسند آتی ہے ان کے لینے میں
روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ روپیہ سے فراغت پائی۔ دوسری قسم کے
آدمیوں کے پاس جب اپنا روپیہ خرچ ہو چکتا ہے تو وہ اوروں سے جو اوروں کو
قرض دیتے ہیں قرض لیتے ہیں اور آخر کو یہ قرض لینے کی ہنرمندی ان کو غارت و تباہ
کر دیتی ہے۔

باب ہفتم

فرض۔ راستی

میں نے سو کر خواب میں دیکھا کہ زندگی حسن ہے مگر جاگ کر معلوم ہوا کہ وہ ادائے فرض ہی
فرض بھی ایک عجیب و غریب خیال ہے کہ نہ وہ چاپلوسی و خوشامد کے شوق سے نہ کسی
دھمکی کے خوف سے اپنا کام کرتا ہے۔ بلکہ فقط ایک قانون روحانی کی وجہ سے۔
وہ تمہارے لئے ادب و تعظیم کو مول لیتا ہے۔ اس کے آگے تمام ہوا و نفسانی گو تگی
ہیں گو مخفی اس سے سرکشی کرتے ہیں۔
جو شخص اخلاق کے بازار میں اپنے سا کھ کا بگڑ جانا اور آخر کو دوالہ نکل جانا
نہیں چاہتا۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے فرض کو یعنی جو شئے اس کے ذمہ واجب الادا ہے
ادا کرے۔ معاملات زندگی میں فرض ایک معاہدہ ہے جس کا پورا ہونا اور ایک قرض ہے
جسکا ادا ہونا آدمی کی خود اپنی کوشش و سعی پر اور باستقلال کام کرنے پر منحصر

Marfat.com

حق واجب الادا کا نام فرض ہے۔ فرض انسان کے دم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ گھر سے اُس کی ابتداء ہوتی ہے۔ مربیوں کے حقوق بچوں کے ذمے اور بچوں کے حقوق مربیوں کے ذمے آقا اور ملازم کے حقوق ایک دوسرے کے ذمے ہوتے ہیں گھر سے باہر دوستوں کے ہمسایوں کے حاکم ومحکوم کے کارفرما وکارکنوں کے حقوق ہر مرد اور عورت کے ذمے ہوتے ہیں۔ پولوس مقدس کا قول ہے کہ سب کے حقوق ادا کرو۔ جس کو خراج دینا چاہیئے اس کو خراج دو جسکو محصول دینا چاہیے اُس کو محصول دو۔ جس سے خوف کرنا چاہیئے اُس سے خوف کرو۔ جس کی عزت کرنی چاہیئے اسکی عزت کرو۔ کسی آدمی پر منت نہ رکھو۔ مگر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرو۔ اس لئے کہ جو دوسرے کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ شرع کی پابندی پوری کرتا ہے۔ جب سے آدمی اس دُنیا میں آتا ہے اور جب تک کہ اس سے باہر جاتا ہے حقوق واجب الادا اُس کے گلے کے ہار رہتے ہیں اپنے سے بڑوں کے اپنے سے چھوٹوں کے اپنے برابر والوں کے حقوق اُس کے ذمے واجب الادا ہوتے ہیں غرض جہاں کہیں قوت کام کرنے کے لئے یا ہدایت کرنے کے واسطے ہوگی وہاں اس کے ساتھ فرض بھی ہوگا۔ ہم اسی لئے خزانچی مقرر کئے گئے ہیں کہ جو وسائل ہمارے حوالہ کئے جائیں۔ ان کو اپنے اور اوروں کی بھلائی میں کام میں لائیں۔

اداءِ فرض انسان کو اعلےٰ حالت میں تھامنے کا قانون ہے۔ وہی اس کی خصلت کا تاج ہے۔ بغیر اُس کے آدمی کے پاؤں ڈگمگاتے اور لڑکھڑاتے ہیں اور ذرا سی بُری ترغیب اور مخالفت کے جھونکے میں وہ اُڑ جاتا ہے برخلاف اُس کے جس کے دل میں وہ موجود ہے اگر وہ بودا ہو تو مضبوط ہوتا ہے، اگر نامرد ہو تو دلیر ہوتا ہے اداءِ فرض ہی کے سبب سے اخلاق کی کل عمارت پیوستہ وچسپیدہ ہوکر تھمی رہتی ہے بغیر اُس کے ساری

قوت - نیکی - عقل - راستی - خوش دلی [illegible]

ہماری ساری ہستی کی رشتہ بندی ہمارے ہی اوز [illegible]

کھنڈروں میں بٹھا دیتی ہے کہ اپنی تباہی کو ہم خود دیکھ کر حیران ہوتے [illegible]

اداء فرض کی بنیاد عدالت پر رکھی گئی ہے اور عدالت جو محبت کے سبب سے پیدا ہوتی

ہے وہ نیکی کی معراج کمال ہے۔ اداء فرض خود فہمیدگی نہیں ہے بلکہ ایک اصول ہے جو ساری

زندگی پر حاوی ہے۔ اس کا ظہور چال چلن میں اور ان افعال میں ہوتا ہے جو آدمی کو نفس اور

آزادانہ ارادہ سے کرتا ہے۔ اگر آدمی اداء فرائض کے معنے خوب استحکام کے ساتھ سمجھتا ہے

اور اپنی کام کا طریقہ پاک صاف رکھتا ہے اور اس کے ارادہ کی کوشش بھی تائید کرتی ہے

تو ان سب باتوں سے آدمی میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی راہ پر بہادرانہ

قدم رکھتا ہے اور مشکلات اور موانع کا مقابلہ کرتا ہوا اپنے مقاصد کو پورا سرانجام دیتا ہے

اگر مایوسی اور ناکامی بھی ہوتی ہے تو دل کو اطمینان اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ

اداء فرض کے معاملہ میں ہوئی ہے۔ اے نوجوان تو غریب و مفلس رہ۔ گو تیرے آس

پاس کے آدمی دغابازی اور بیوفائی سے دولتمند ہو رہے ہوں تو اپنی امیدوں کی

مایوسیوں پر صبر کر۔ گو اور خوشامد سے اپنی امیدوں میں پورے کامیاب ہو رہے ہوں

تو اس دست شفقت سے ہاتھ اٹھا جسکے لئے اور خوشامد مایوسی اور زمین دوزی کر رہی ہو

تو نیکی کو اپنا شعار و دثار بنا۔ روزانہ روزی اور ایک دوست کی تلاش کر جس طرح

اگر تو بڈھا ہووے اور تیرا دامن عزت پاک صاف کسی داغ سے آلودہ نہ ہو تو خدا کا

شکر بھیج اور دنیا سے رخصت ہو۔ سچی کے معنے یہ ہیں کہ آدمی مستعدی سے کام کرے

زندگی ایک رزم ہے جسمیں بہادرانہ لڑنا پڑتا ہے۔ جو بہادر سپاہی استقلال رکھتے ہیں وہ اپنی

جگہ سے نہیں ہٹتے گو جان جائے تو جائے۔ جو اخلاق کے اعلی درجہ کے اصول اختیار

کرتے ہیں وہ اپنے فرض کے ادا کرنے میں سپاہی جیسی دلیری [illegible]

Marfat.com

... ان سے بڑا ہی لینے فرض کو وہ ہاتھ سے نہیں دیتے سر کٹے تو
... وہ بڑی خوبی و نیکی کے ساتھ بہادری دکھاتے ہیں۔ اپنے ارادوں کو مستحکم رکھتے ہیں
اپنے اداء فرض کی راہ میں کبھی لغزش نہیں کرتے۔ وہ اپنے ملک کی خدمت اپنا فرض سمجھ کر
کرتے ہیں کچھ جاہ و منصب کی طمع سے بجا لاتے نہیں ایسے ہی آدمی سچے معزز جلیل القدر ہوتے
ہیں اور اپنی نسلوں کے لئے فخر و عزت چھوڑ جاتے ہیں۔ ارادہ کی قوت خواہ ضعیف ہو یا
قوی ہو ایک عطیہ الٰہی ہے بس اسے معطل و بیکار رکھ کر فنا کرنا چاہیئے نہ ذلیل و رذیل
مقاصد میں استعمال کرکے ناپاک و پلید کرنا چاہیے۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ آدمی کی عزت
و عظمت اس میں نہیں ہے کہ اپنی خوشی اپنی شہرت اپنے عروج کی جستجو کرے اور اپنی جان
کو بچالے اور اپنے لئے شان و شوکت حاصل کرلے بلکہ اس میں ہے کہ اپنے فرض کو ادا کرے
اداء فرائض کے موانع عظیم . . . . ارادہ کی پستی و تذبذب ہوتے ہیں ایک طرف کوشش اور
نیک و بد کا علم ہوتا ہے۔ دوسری طرف کاہلی۔ خود غرضی۔ عشرت پسندی۔ ہواء نفسانی
ہوتی ہیں جو ارادہ کہ پست ہوتا ہے اور تادیب یافتہ نہیں ہوتا وہ ان اوپر کے اثروں کی
درمیان آویزاں رہتا ہے۔ مگر آخر کو پلڑا اسی طرف جھکتا ہے جس طرف ارادہ کام کرتا ہے
اگر ارادہ نے مجہول پن اختیار کیا تو خود غرضی یا ہواء نفسانی غالب ہوتی ہے اور انسانیت
کو وہ کھوتی ہے۔ خصوصیات ذاتی کو مٹاتی ہے۔ خصلت کو نیچے گراتی ہے اور لذائذ جسمانی
کا مجہول غلام بناتی ہے۔ تادیب اخلاقی کے لئے اور خصلت کی بہتر صورت کے منکشف ہونے
کے واسطے قطعی و اصلی ضرورت اس کی ہے کہ آدمی اپنے ارادہ کو بلند کرکے کوشش کے احکام
کا ماتحت بنائے اور اس سے رذالت طبعی کا خوب مقابلہ کرے نیک اعمالی کی عادت ڈالے
کے لئے بڑے میدانوں کے مقابلہ کے لئے۔ شہوات جسمانی سے لڑنے کے لئے اور اندرونی
خود غرضی کے مٹانے کے لئے ایک مدت دراز تک چاہیئے کہ آدمی اپنی تادیب کئے جائے
مگر آدمی جب اداء فرض کے ادب کو ایک دفعہ سیکھ جاتا ہے تو اس کی عادت میں . . .

Marfat.com

وہ جگہ پکڑ جاتا ہے اور پہلے کی بہ نسبت انسان [illegible]
شجاع نیک مرد وہ ہے جسنے اپنے آزاد ارادہ کو مستقل [illegible]
ایسی تادیب کی ہو کہ جس سے نکوکاری اسکی عادت میں داخل ہو گئی ہو۔ [illegible]
بدآدمی وہ ہے کہ جس نے اپنے آزاد ارادہ کو بیکار رکھ کر اپنی ناپاک شہوات نفسانی
اور لذات جسمانی کے حوالہ کر دی ہو جس سے بُرائی اس کی عادت میں داخل ہو گئی
جس میں آخر کو وہ ایسا جکڑ بند ہو گا جیسا کہ آہنی زنجیروں میں۔

ہر شخص اپنے مقاصد کو زبردست اپنے آزاد ارادہ سے کر سکتا ہے۔ اگر وہ سیدھا کھڑا
ہونا چاہتا ہے تو اپنی سعی اور ہمت سے کھڑا ہو سکتا ہے اوروں کی مدد کے سہارے
سے وہ سیدھا کھڑا نہیں رہ سکتا۔ آدمی اپنا اور اپنے افعال کا مالک ہے وہ جھوٹ
سے بچکر سچا۔ شہوت پرستی سے گریز کر کے متقی پرہیزگار۔ ستمگاری سے کنارہ کش
ہو کر رحیم و نیک نیت ہو سکتا ہے۔ یہ ساری باتیں خاص اس کی اپنی کوششوں پر
موقوف ہیں اور اُس کی اپنی تادیب کے اندر داخل ہیں۔ ہر آدمی کو اختیار ہے کہ وہ
پاک نیک نہاد آزاد بنے یا ناپاک ذلیل خوار غلام۔

ہمارا سیدھا سادھا فرض یہ ہے کہ جو کام کریں نیک ہو۔ دنیا میں سب سے بڑھ کر
نعمت و برکت آزادی ہے اس کے آگے ساری نعمتیں و برکتیں ہیچ اور بے معلوم
ہوتی ہیں اگر آزادی ہمارے پاس ہو تو پھر کسی اور نعمت کے ہونے کی ضرورت
نہیں اور اگر وہ نہ ہو تو پھر کسی نعمت کا ہمارے پاس ٹھہرنا ممکن نہیں۔

آدمی کو جاننا چاہیئے کہ وہاں خوش دلی نہیں ہے جہاں وہ اندھا بن کر ڈھونڈھتا
ہے۔ نہ وہ زورمندی و تنومندی میں ہے نہ حکومت میں ہے نہ ان سب کے ملاپ میں
ہے۔ بلکہ وہ ہمارے اندر ہے۔ ہماری سچی آزادی میں [illegible]
نہ ہونے میں یا اُس کے زائل کرنے میں ہے بلکہ اپنے نفس [illegible]

راحت و اطمینان میں ہی یہاں تک کہ افلاس جلاء وطنی۔ بیماری موت میں
مہذب ملکوں اور قوموں میں اداء فرض کی برابر کوئی عزت انسان کے لئے
نہیں سمجھی جاتی۔ یہ سارا عروج و اقبال آن کا اس سبب سے ہے کہ ان میں
ہر شخص یہ جانتا ہے کہ میرا فرض کیا ہے اور وہ کیونکر میں ادا کر سکتا ہوں
بڑی تعلیم ان کے یہاں یہی ہے کہ سب اپنے فرض کو ادا کرنا جانیں عورتیں
گو سب طرح سے گنواریاں ہیں نہ ان کو کپڑا پہننا آتا ہے۔ نہ ان کو بات
کرنے کا سلیقہ ہی۔ نہ وہ بلبل اور کوّے میں تمیز کر سکیں مگر ان کو اپنے بچوں کو
یہ سکھانا آتا ہے کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرنا جانیں۔ جرنیل نیلسن نے جنگ
ٹیلگراف میں پھریرے پر یہ لکھا تھا کہ نہ شان و شکوہ نہ فتح نہ عزت نہ ملک
بلکہ صرف فرض۔ اپنے ماتحتوں کو یہ سمجھایا تھا کہ تمہاری بڑی عالی ہمتی یہی ہی
کہ تم اپنے فرائض کے ادا کرنے میں پیش قدمی کرو۔ اپنی باری کے منتظر نہ رہو
کہ جب آئیگی تو کام کرینگے۔ بلکہ ہر کام کے لئے تیار رہو۔ افسر تمہارے ایسے
بے خبر نہیں ہیں کہ فرض ادا کرنے کا بوجھ تمہارے سر پر ایسا رکھ دیں جس کو
تم اٹھانا نہ چاہتے ہو۔ یہ فرض پرستی انگریزوں کی قوم پر ختم ہی جس قوم
میں اداء فرض کا عزم زندہ ہے اس کو آیندہ کسی جوکھوں کا خوف خطر نہیں ہے
خصلت کی راستی اور اداء فرض دونو متحد ہیں جو شخص اپنے فرض کو ادا کرتا ہی
وہ اپنے افعال اور مقال میں راستی کو سب پر مقدم رکھے گا۔ ٹھیک وقت پر
درست طور سے سچ بات کہے گا اور سچا کام کریگا۔ شرافت کے ساتھ کامیابی
سچ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض آدمی راست گفتاری کی ایسی مدح کرتے
ہیں اور آئین میں ایسے سخت ہوتے ہیں کہ وہ چوری کرنے کو بھروپ بھرنے سی
اچھا جانتے ہیں۔ سچے آدمی کبھی ایسا اقرار نہیں کرتے جسکے پورا کرنے کا ارادہ

نہ ہو ایسا وعدہ نہیں کرتے جسکے ایفاء کو اپنے اختیار سے باہر ...
اور جس کام کو جانتے ہیں کہ وہ ہمارے اختیار میں ہے اسی پورا کرتے ہیں
تمدن انسانی کے لئے سچ کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو پھر سارا
انتظام گیتی درہم برہم اور ابتر ہے نہ کسی گھر میں کسی قوم میں جھوٹ سے
انتظام رہ سکتا ہے۔ کسی عاقل سے ایک شخص نے پوچھا تھا کہ خیا ملین بھی
جھوٹ بولتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ نہیں اگر وہ جھوٹ بولتے تو جہنم نہ
عارت ہو جاتا۔ کل تعلقات زندگی میں سچ کو قربان وابنا نا چاہئے اور کسی
حال میں اس کی گردن پر چھری پھیرنی جائز نہیں شائد کل رذائل میں سب سے
زیادہ ذلیل و رذیل جھوٹ ہے۔ اکثر صورتوں میں وہ اخلاقی نامردی
سے پیدا ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں بدخوئی اور شرارت سے۔ بعض
آدمی جھوٹ بولنے کو ایسی خفیف سی بات جانتے ہیں کہ اپنے نوکروں کو سکھا
پڑھا دیتے ہیں کہ وہ ان کے لئے جھوٹ بولیں جب وہ اس طرح بیٹی پڑھ کے
جھوٹ بولنے لگتی ہیں تو ان کو اس پر کچھ تعجب بھی نہیں ہوتا۔
سچے آدمی کا بڑا ہتھیار اس کا سچا خیال۔ اور اس کا بڑا ہنر اس کا سیدھا
سادا سچ ہوتا ہے۔ جھوٹ کے بہت سے روپ ہیں ایک روپ اس کا
سفارت کے قانون میں ہوتا ہے بقول شخصی سفیر کے معنے یہ ہیں کہ ایک دیانت مند
آدمی باہر جاکر اپنے ملک کے فائدہ کے واسطے جھوٹ بولے۔ دوسرا روپ
اس کا مصلحت کے لئے مشہور ہے ——— دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز
تیسرا روپ اخلاق کے برتاؤ میں۔ غرض وہ ہر قسم کے آدمیوں میں کسی نہ کسی
بھیس میں موجود رہتا ہے۔ کبھی وہ اپنے نیتی و ورخی کو خود معنی گول مول ہم
باتوں میں دکھاتا ہے ——— بات کو ایسی اخلاقی ہیر پھیر سے کہتا ہے کہ

Marfat.com

کہ ایک دوسرا آدمی اس کے معنے جھوٹے سمجھتا ہے اور اگر وہ اس کی شکایت کرے تو پھر یہ اس کے سچے معنے بیان کرنے لگتا ہے اس کو سچ کے گرد پھرنا کہتے ہیں۔

بعض آدمی ایسے بدطینت تنگ دل کور باطن ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ایسے ہنر پر فخر کیا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی گول مول ودرپیچ مبہم باتیں بنانی آتی ہیں کہ ان کو جس معنے میں چاہیں ڈھال لیں وہ سانپ کی دانائی کے ساتھ سچ سے بڑے سرکتے ہیں اور اخلاق کے چور دروازہ سے باہر نکلتے ہیں تاکہ لوگوں پر ان کی اصلی رائیں کھلیں اور ان کے اظہار کے نتائج سے وہ محفوظ رہیں اس بنا پر جو آئین دستور و نظام مقرر کئے جاتے ہیں وہ آخر کو جھوٹے اور بے مغز ثابت ہو جاتے ہیں جھوٹ کو خواہ کیسا ہی لباس پہنا کے لاؤ مگر وہ اس پر سے اُتر جاتا ہے اور اصل حال کھل جاتا ہے۔ جو جھوٹ صاف صاف بغیر ایچ پیچ کے بولا جاتا ہے اس میں جرأت اور شرارت زیادہ ہوتی ہے ع چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ مگر وہ ایسا ذلیل حقارت کے قابل نہیں ہوتا جیسا کہ ان بناوٹ کی گول مول مبہم باتوں کا جھوٹ ہوتا ہے۔

ان صورتوں کے سوا اور بہت سی صورتیں ہیں کہ جنمیں جھوٹ ہوتا ہی۔ فخر۔ تجاہل عارفانہ۔ مبالغہ۔ اخفا و تلبیس دوسروں کی رایوں کے ساتھ اتفاق کرنا مکر کے ساتھ۔ نفاق۔ ایسے عہد و پیمان کرنے جنکے ایفا کی نیت نہ ہو ایسے مقام پر سچ نہ بولنا جہاں اس کا بولنا فرض ہو۔ اس لیاقت و قابلیت کے دعوے جو درا اصل نہ ہوں زمانہ سازی کرنا یعنے سب آدمیوں کے لئے سب کچھ اپنی تئیں بنانا ایک بات کہنی دوسری بات کرنی۔ ایسے آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اوروں کو دھوکا دیتے ہیں مگر وہ خود دھوکا کھاتے ہیں وہ زمانہ ساز ہوتے ہیں وہ اپنا اعتبار کھوتے ہیں اور انجام کار ناکام رہتے ہیں گو وہ مکار نہ ہوں۔

جو سچا آدمی ہوتا ہے اول وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی بات سچ ہے اور کون
جھوٹ۔ جب سچ اس کو معلوم ہو جاتا ہے تو وہ اسکی پیروی کرتا ہی خواہ کیسی ہی
مشکلات و مصائب پیش آئیں اس کی میزان راستی کو ذرہ برابر دروغ مصلحت
اور میلان طبیعت نہیں جھکا سکتے۔

باب ہشتم

(۱) بہشت کوئی جگہ نہیں ہے وہ آدمی کا مزاج ہے۔

(۲) خود قوت میں وہ زور نہیں ہے جو نرم مزاجی میں ہے۔

مزاج۔

کہتے ہیں کہ آدمی کو اپنے کاروبار زندگی میں جیسی ذہانت و فراست سے کامیابی
حاصل ہوتی ہی بعینہ ایسے مزاج سے۔ خواہ یہ ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ امر تحقیق ہے کہ
مزاج کے استقلال۔ صبر و تحمل سے اور اپنے آس پاس کے آدمیوں کے لئے فکرمند
ہونے سے اور ان پر شفقت و لطف و کرم کرنے سے آدمی کو زندگی میں خوش دلی
حاصل ہوتی ہی۔ افلاطون کا یہ قول نہایت سچا ہے کہ اوروں کی خیر خواہی میں
اپنی خیر خواہی ہوتی ہے۔ بعض طبیعتیں ایسی خوش دلی کے لئے موضوع ہوتی ہیں کہ
وہ ہر ایک چیز میں خیر اندیش ہوتی ہیں خواہ ان پر کیسی ہی بلا نازل ہو وہ اس سے
بھی اپنے دل کو تسکین و تسلی دیتے ہیں آسمان خواہ کیسا ہی سیاہ ہو رہا ہو۔ مگر وہ
اس میں بھی کہیں نہ کہیں سفید دھاریوں کو دیکھ لیتے ہیں اگر آفتاب ان کو نظر
نہ آئے تو اس خیال سے اپنی خاطر جمع کر لیتے ہیں کہ وہ موجود ضرور ہے مگر اس نے
کسی نیک و دانائی کے مقصد کے سبب سے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا ہے کہ ہم کو
نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

زیرک و خوش طبع قابل رشک ہیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک نور ہوتا ہے۔
اس نور کو جا ہو جو کچھ کہو عیش و سرور۔ مذہبی مسرت۔ فلسفہ و حکمت۔ ہمیشہ
ان کے دل کے گرد آفتاب چمکتا رہتا ہے جس چیز کو ان کا دل دیکھتا ہے اس پر
اپنے رنگوں کا رنگ چڑھا دیتا ہے۔ جب ان کے سر پر بار گراں آن پڑتا ہے
تو وہ اُس کی خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ غمگین نہیں ہوتے۔ چڑ چڑاتے
نہیں۔ بے فائدہ واویلا و شکایت میں اپنے مستعدی و سرگرمی کو ضائع نہیں کرتے
مردانہ وار آگے بڑھنے کے لئے محنت مشقت کرتے ہیں اور راستہ میں جو بھول
اُن کو ملتے ہیں اُن سے اپنا دامن پُر کرتے ہیں تم ذرا بھی اس کا خیال نہ کرنا
کہ اوپر جن نیک مزاجوں کا ذکر ہم نے کیا ہے وہ بھولے بھالے سادہ لوح ہوتے ہیں
جو غور و تامل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ وہی زیرک طبع و دانا دل ہوتے ہیں
جو بہت خوش رہتے ہیں بہت محنت کرتے ہیں سعادتمند و معتمد ہوتے ہیں +
وہی دانشمند بلند نظر ہوتا ہے۔ جو کالی گھٹائیں سورج کی روشنی کو اپنی تیز نظری سے
دیکھ لیتا ہے جو بلا اُس کے آگے فی الحال آتی ہے اس میں اپنی دور اندیشی سے
بھلائی دیکھ لیتا ہے علالت میں جان لیتا ہے کہ طبیعت کو صحت بحال کر رہی ہے
مشکلات و آفات میں گرفتار ہونے سے وہ اپنی اصلاح اور تادیب کر لیتا ہے
رنج و بلا میں مبتلا ہونے سے وہ علم عملی دانائی ہمت و جرأت جمع کر لیتا ہے
اگرچہ خوش مزاجی زیادہ تر آدمی کی پیدائشی ہوتی ہے مگر اور عادات کی طرح
اس کی تربیت و تعلیم ہو سکتی ہے ہم اپنی زندگی کو بہتر اس طرح کر سکتے ہیں کہ
اس سے خوشی حاصل کریں اور بدتر اس طرح کر سکتے ہیں کہ اس سے رنجیدہ ہوں
ہمیشہ زندگی کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک روشن دوسرا تاریک۔ اب یہ ہمارے
ارادہ پر موقوف ہے کہ جس رخ کو چاہیں دیکھیں پس اپنے ارادہ کو رخ روشن کی

کی طرف متوجہ کریں۔ اور اس کے دیکھنے کی عادت پیدا کریں ...
زندگی بنا لیجئے اور اس سے خوش دل رہیں گے اور اگر رخ تاریک کے دیکھنے کی عا
ڈالیں تو زندگی تلخ ہو جائیگی اور اس سے ہم رنجیدہ رہیں گے۔ جب ہم کالی گھ
کو دیکھ رہے ہوں تو اس میں سفید دھاریوں کو بھی دیکھنا چاہئے۔ یہ خوش مزاج
ہماری آنکھوں کا نور ہے جو ہماری زندگی کے سب خوبی پر روشنی۔ خوبصورتی۔
مسرت پیدا کرتا ہے۔ وہ سردی پر چمکتا ہے اور اس کو گرم کرتا ہے۔ مصیبتوں
پڑتا ہے ان کو تسکین دیتا ہے۔ جہالت پر چمکتا ہے۔ اس کو علم سے منور کرتا ہے
غم پر پڑتا ہے اسے خوش کرتا ہے وہی تو عقل کو منور کرتا ہے۔ اور جو جانت
روشن کرتا ہے۔ بغیر اس کے زندگی تاریک معلوم ہوتی ہے اور پھولوں کی شگفتگی
حظ ... زمین۔ آسمان کے عجائبات دکھائی نہیں دیتے۔ ساری خلقت لق و
دق ویران بے جان مردہ تاریک نظر آتی ہے۔
خوش مزاجی خصلت کی بڑی پشت و پناہ ہے اور خوش زندگانی کا مخزن ہے
اس سوال کا جواب کہ انسان بری ترغیبوں سے کس طرح بچ سکتا ہے؟ یہی ہے
کہ خوش مزاجی سے۔ وہی خوش مزاجی خیر خواہی و نیکی کے نشو و نما کے لئے نہایت
عمدہ سرزمین ملتی ہے۔ دل کو روشن کرتی ہے۔ روح کو لچک دار بناتی ہے۔ وہ
خیرات کی مصاحب۔ صبر کی دایہ۔ دانائی کی ماں ہے۔ وہ اخلاق اور عقل کو
بڑی تقویت دیتی ہے۔ بیماروں کو تندرست کرتی ہے۔ حضرت سلیمان کا قول
ہے کہ دل کا خوش ہونا دوا کی طرح صحت دیتا ہے۔ جوان یا بوڑھے کو جب
غمگین خیالات کا مالیخولیا ہو جائے تو سب سے عمدہ دوا اس کی خوش طبعی ہے
جسمیں کوئی گناہ نہ ہو اور دلیری ہے جو معزز و عاقلانہ ہو۔
خوش مزاجی دل کی فصل بہار اور روح کے مسرور کرنے کے لئے نغمے آ...

ایسے میں وہ راحت کی ساتھ مساوات کا دم بھرتی ہے ایسی طبیعت آرام پاکر اپنی گئی ہوئی قوت پھر حاصل کرکے قوی ہو جاتی ہے اور بدمزاجی سے وہ ضعیف و ناتوان ہو جاتی ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے والاخرد دانش منش و روشن ضمیر ایسے گذرے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا لطف فقط اپنی قناعت و خوش مزاجی سے اٹھایا۔ دولت، حکومت۔ امارت۔ شہرت سے انھوں نے شوق نہیں رکھا۔ انکے سارے کام کہے دیتے ہیں کہ کیا کیا حظ زندگانی انھوں نے اٹھائے ہیں اور کیسی قابلیت طبیعت میں خوش رہنے کی رکھتے تھے۔

بعض عاقل کہتے ہیں کہ عمر بڑھنے سے آدمی کا مزاج اچھا ہوتا جاتا ہے اور طبیعت میں ملائمت آتی جاتی ہے۔ بعض اس کے خلاف کہتے ہیں کہ عمر کا بڑھنا کبھی دل کو نیک نہیں بناتا۔ بلکہ اس میں سختی و رشتی پیدا کر دیتا ہے۔ دونو کا کہنا اس طرح سے سچ معلوم ہوتا ہے کہ خوش مزاج نیک دل ہوتا ہے وہ تو تجربہ کاری اور تادیب اور کسر نفسی سے عمر کے ساتھ اچھا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے خلاف جو بدمزاج ہوتا ہے کا اثر اس پر کچھ ہوتا نہیں وہ عمر کے ساتھ برا ہوتا چلا جاتا ہے۔

اصلی خوش مزاجی کی بنیاد محبت۔ امید۔ صبر پر رکھی گئی ہے۔ اب ہر ایک کا بیان جدا جدا کرتے ہیں۔ ایک آدمی کی محبت دوسرے آدمی میں محبت کو اکساتی ہی اور انست پیدا کرتی ہے۔ محبت کے سبب سے ہم اوروں کی نسبت خیالات نیک کرنے لگتے ہیں اور انکی طرف حسن ظن رکھتے ہیں محبت میں شرافت۔ صداقت اور روح کے ساتھ خیر خواہی و نیک اندیشی ہوتی ہے ہمیشہ اس کی نگاہ نیکی کی طرف ہوتی ہے۔ وہ اپنا رخ روشن طرف رکھتی ہے اور خوش دلی کی طرف اسکا ہمیشہ منہہ ہوتا ہے وہ گھاس میں ایک نشان اور پھولوں پر بھی آفتاب کی چمک دیکھتی ہے دوسرے ... خیالات کی تائید

Marfat.com

کرتی ہی اور خوشی کی ہوا میں رہتی ہی۔ وہ بڑی بیش بہا ہوتی ہی مگر ... لگتی ہے۔ جس پاس ہوتی ہی اُسے بہت خوش رکھتی ہی اور اوروں کے سینوں میں جاکر بہت سی خوش دلی پیدا کرتی ہی۔ اُس کے غموں میں بھی شادی ہوتی ہے۔ اس کے آنسوؤں میں بھی ایک لطف ہوتا ہے۔

یہ ایک اصول ہی کہ آدمی پاس سرمایہ مسرت اتنا ہی بڑھتا ہی جتنا وہ اوروں میں اس کو خرچ کرتا ہے یعنی وہ اتنا ہی خوش رہتا ہی جتنا اوروں کو خوش کرتا ہی اس کی مہربانی اوروں میں مہربانی پیدا کرتی ہے۔ اس کی خوش دلی اوروں کے ساتھ خیر خواہی و ہمسایہ گی کرنے سے بڑھتی ہی۔ شیریں کلامی میں وہی خرچ ہوتا ہی جو تلخ کلامی میں۔ مہر آمیز خصائل سے مہر آمیز اعمال پیدا ہوتے ہیں فقط مخاطب ہی میں نہیں بلکہ متکلم میں بھی۔ وہ بھی اتفاقیہ نہیں بلکہ عادتاً یہ تمدن انسانی کا ایک اصول ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص جن کے ساتھ خیر خواہی کرے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچے مگر خود اسکو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ مشفقانہ اور محسنانہ کاموں کا عوضانہ اُلٹا ملے یعنے جن کے ساتھ احسان اور محبت کریں وہ احسان نہ مانیں اور پاجی پن کریں مگر ان کے احسان ماننے سے احسان کرنے والے کے دل میں جو اپنے پسندیدہ کام کرنے سے خوش دلی ہوتی ہے اس میں کچھ خلل نہیں پڑتا یہی بڑا معاوضہ ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے گرد خوش اخلاقی اور مہربانی کے بیج پھیلائے۔ جن میں سے بعض دلوں کی اچھی سرزمینوں میں پڑینگے وہ ان بیجوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے پودا لگائیں گے اور یہ ساری پود خوش دلی کے پھل لائے گی ضرور ہے کہ ساری نیکیوں سے ایک دفعہ شادمانی ملے گو دو دفعہ کم ملتی ہی۔ ایک لڑکی سے سب آدمی محبت کرتے تھے اُس لڑکی سے ایک شخص نے پوچھا کہ کس سبب سے سب تجھ سے محبت کرتے ہیں اُس نے کہا کہ میں ...

...ری ہوں بس یہی ساری دُنیا کا لیکھا ہے کہ علی العموم انسان کو
خوش دلی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اوروں کے ساتھ اس سے اور اوروں کو اس کے ساتھ ہے اگر
دُنیا میں بڑی کامیابیاں حاصل کی جائیں اور انمیں بہی خواہی اور خیرخواہی
ہر انسان کے شامل نہ ہو تو اس سے بہت ہی کم خوش دلی حاصل ہو گی۔
شفقت ایک بڑی قوت دُنیا میں ہے وہ حکومت سے دوچند اقتدار آدمیوں کے
دلوں پر رکھتی ہے۔ جو کام شفقت سے نکل سکتے ہیں وہ حکومت سے نہیں نکلتے
ایک گنواری ضرب المثل ہے کہ بہت بھڑیں شہد سے پکڑی جاتی ہیں سرکہ سے
نہیں ایک شفقت کا کام کرنا درحقیقت ایک حکومت کا کام کرنا اور محبت
کا خزانہ جمع کرنا ہے۔ شفقت آمیز کام کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم لوگوں
کو بخشش دیا کریں۔ بلکہ وہ نرم دلی اور کشادہ دلی کا کام ہے یہ ہو سکتا ہے
کہ تھیلی سے روپیہ کو نکال کر آدمی کسی شخص کو دیدے۔ مگر شفقت جو دل سے تعلق
رکھتی ہے کچھ اس کے ساتھ نہ رکھے۔ روپیہ کے دینے میں جو شفقت ظاہر
ہوتی ہے وہ بہت قدر و منزلت کے قابل نہیں ہوتی۔ اس سے منفعت اور
قباحت دونو برابر ظہور میں آتی ہیں مگر جو شفقت سچی ہمدردی کے ساتھ
ہوتی ہے۔ اور سوچ بچار کر امداد میں کام آتی ہے۔ اس میں سراسر لطف آمیز
منفعت ہی ہوتی ہے وہ عملی نیک خواہی اور نسل آدم کی برتری اور خوشحالی
کے لئے سعی کرتی ہے۔ جن خوش مزاجوں کی طبیعت میں الفت و مواسات ہوتی
ہے وہی دُنیا میں بڑی بڑی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ خود غرض تنگ حوصلہ
ہوتے ہیں وہ سوا اپنی ذات کے کسی اور سے محبت نہیں رکھتے۔ خود بینی تنگ دلی
خود غرضی یہ سب انسان کی جان کے لئے عذاب ہیں۔ خود بینی کے ساتھ دیوانگی
بہت قربت رکھتی ہے۔ خود پرستی اپنی ہی ذراسی ذات کو اپنا معبود بناتا ہے

وہ اپنی ہی خیال میں ایسا لگا رہتا ہے کہ دوسروں کی طرف توجہ کی
فرصت ہی نہیں ہوتی وہ اپنی ہی ذات کے مطالعہ اور تصور میں محو رہتا ہے
ہر بات میں اپنا ہی ذکر کرتا ہے مگر شعر پر نہیں سمجھتا ۔

تو کز محنت دیگراں بے غمی ؛ نشاید کہ نامت نہند آدمی

سب سے بدتر وہ مزاج ہیں جو ہمیشہ اپنی قسمت کا رونا رویا کرتے ہیں اور
اپنے نصیبے کی شکایت کیا کرتے ہیں جیسے یرقان والے کو ساری چیزیں زرد
زرد نظر آتی ہیں ایسی ہی وہ دُنیا کی ساری چیزوں کو بے جوڑ و کج بینی سے
دیکھتے ہیں ۔ ہر چیز کو بُرا اور پُر از خطا جانتے ہیں اور کسی بات کو صواب
نہیں سمجھتے۔ یہ ساری باتیں انکی روحانی پریشانی پیدا کرتی ہیں۔ وہ مجلس انسانی کے
اچھے رکن نہیں ہوتے ایسے . . ذات سے کسی کی امداد نہیں ہوتی ۔

بعض آدمی ایسے خوش مزاج ہوتے ہیں کہ وہ اپنی بیماریوں کو بھی اپنا رفیق جانتے
ہیں وہ ان کا ذکر بھی اس طرح کیا کرتے ہیں جیسے کوئی اپنے مال و دولت کا
بیان کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درد سر۔ درد شکم ہمارے پرانے رفیق ہیں
وہ ہماری جان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ہماری جان کے ساتھ جائیں گے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت میں پرلے درجہ کا رفق ہے کہ ان کو
اپنے مرضوں کی جدائی بھی ناگوار ہے ۔

آدمی کو چاہیئے کہ وہ خفیف خفیف تکلیفات کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دے
اگر یہ نہ کریگا تو وہی ملکر تکلیفات عظیم بن جائینگی۔ دُنیا میں انسان کو بھی
خیالی رنج حیران و پریشان کرتے ہیں ایسے اصلی رنج نہیں کرتا اور یہ خیالی رنج
اکثر چھوٹے چھوٹے رنج اور غم ہوتے ہیں۔ بڑے رنجوں کے ساتھ چھوٹے
رنج غائب ہو جاتے ہیں۔ ہم اگر رنج کو اپنے سے دور ہٹانے میں و...

[illegible] اکثر ہمارے خیال کا نتیجہ ہوتا ہے اس شوخ
کے ساتھ ہم ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ بہت سی خوشیوں کو جنکو حاصل
کر سکتے تھے بھول جاتے ہیں۔ ہم خوش مزاجی کا دروازہ بند کرکے رنج کی تاریکی
کو اپنے گرد پھیلاتے ہیں یہ عادت ہماری زندگی میں ایک رنگ پیدا کرتی ہے۔ ہم
تنک مزاج۔ شاکی۔ بیدرد۔ کڑ ہو جاتے ہیں۔ اوروں کی نسبت سے برا اور درشت
کہتے ہیں۔ اپنے ساتھ اوروں کو ملنے جلنے کے قابل نہیں سمجھتے۔ اپنے سینہ کو
رنج کا مخزن بنا لیتے ہیں۔ جس سے آپ بھی آزردہ ہوتے ہیں اور اوروں کو
بھی آزردہ کرتے ہیں۔

بے چینی۔ فکرمندی۔ طبیعت کی بے اطمینانی جو ہمیشہ تردد کے استقبال کے لئے
آدھی دور جاتی ہیں۔ یہ سب تمام خوشیوں اور دل کے چین آرام کی قاتل
ہیں اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ عورت و مرد اپنے گرد ایسے کانٹے بچھاتے ہیں کہ
کوئی ان پاس جبتک نہیں پہنچ سکتا کہ ان کانٹوں سے زخمی نہ ہو۔ مزاج
کے ذرا قابو میں نہ رکھنے سے سوسائٹی میں بہت سے رنج والم خطرناک پیدا
ہو جاتے ہیں خوشی کے بدلے رنج ہو جاتا ہے۔ زندگی کا کاٹنا ایسا سفر
ہو جاتا ہے کہ ننگے پاؤں کانٹوں میں چلنا پڑتا ہے جیسے کہ چھوٹے کیڑے جو
نظر بھی نہیں آتے کاٹ کر دکھ پہنچاتے ہیں یا ایک بال بڑی کل کو ٹھیرا دیتا ہے
اسی طرح بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی تکلیفیں رنج پہنچاتی ہیں ۔ تسکین و تسلی کا بڑا
گر یہی ہے کہ ہم خفیف رنجوں سے اپنے تئیں آزردہ نہ کریں اور اندر ہی اندر
چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی خوشیاں منائیں وہی بڑھ کر بڑی ہو جائیں گی انکا
حال ان پھولوں کا سا ہوتا ہے کہ رنگ کی شوخی و چمک دمک نہیں رکھتے مگر اپنی خوشبو
دور دور پھیلاتے ہیں انسان کا دل ایسا بنایا گیا ہے کہ وہ سختی سے بر سر

Marfat.com

مقابلہ پیش آتا ہے۔ اور ملائمت کو لے
آگ کو پانی بجھا دیتا ہے ایسے ہی غصہ کو ایک ملائم لفظ فرو کر دیتا ہے
کرم تو ہر کدورت کو پاک صاف کر دیتا ہے کسی سے بھی بات کو خوش دلی
سے کہنا اس کے منھ پر گل افشانی کرتی ہی۔ ہم اس دشمن کا کیسے مقابلہ
کر سکتے ہیں جسکے ہتھیار جوہر مند ہوں۔
انسان کی خوش دلی اور کامیابی کی شرائط عظیم میں سے ایک صبر ہے وہ
خوش مزاجی کی ہمراہ رہتا ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خلق میری خدمت
کرے اس کو صبر کرنا ضرور ہے۔ صبر ساری چیزوں کو مغلوب کر لیتا ہے
اب سب سے آخر امید ہے جو سب کے پاس ہتی ہے جن کے پاس کچھ بھی نہیں تا
اُن کے پاس بھی امید ہوتی ہے۔ غریبوں کا بڑا آسرا امید ہی پر ہوتا
ہے۔ امید ہی سے بڑے بڑے کاموں کا ارادہ بھی ہوتا ہے۔
تاریخ میں لکھا ہی کہ جب سکندر اعظم مقدونیہ کے تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنی
موروثی دولت کا بڑا حصہ اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک دوست نے اس سے پوچھا
کہ تم نے سب کچھ دیدیا اپنے لئے کیا رکھا تو اس نے جواب دیا کہ ایک سب سے زیادہ
مالیت کی چیز میں نے اپنے پاس رکھی ہے۔ وہ کیا ہے؟ امید۔
حافظہ سے بھی بہت خوشیاں ہوتی ہیں مگر امید کی خوشیوں کے آگے وہ
سب بے لطف ہیں اس لئے کہ انسان کی سعی و کوشش کی مربی امید ہوتی ہے
ہمارے ہر خطیہ میں جو نجیب الاصل ہو امید ہی کا دوامی تنفس ہو سکتا ہے۔
غرض امید ہی ایک اخلاقی کل ہی کہ دنیا کو متحرک کرتی ہوئی اور اس سے کام لیتی
ہے۔ کوئی چیز ہمارے سامنے قائم نہیں رہتی سوا امید عظیم کے۔ اگر امید نہ ہو
تو پھر زمانہ استقبال کہاں رہتا ہے؟ دوزخ میں۔ زمانہ حال ہمارے علم

Marfat.com

ہے زمانہ ماضی ہمارے حافظہ میں غلبہ رکھتا ہے۔ ان دونوں زمانوں میں تو کوئی امید کا موقع نہیں۔ اس لئے آئندہ زمانہ میں سارے کاموں میں امید ہی امید ہی ہم نے اوپر بیان کیا تھا کہ خوش مزاجی کی بُنیاد شگفتگی وصبر وامید پر رکھی جاتی ہے انکا حال ہم نے جُدا جُدا بیان کر دیا۔ اب اگر تاریخ اور بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمری کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے حکماء، فضلاء، علماء، مدبران ملکی واہل ہنر و صاحب فن گزرے ہیں کہ انھوں نے خوش مزاجی کی عادت ڈالنے کے لئے اپنی خود آزمونی کرکے اُن باتوں کی عادت ڈالی ہے کہ کسی اشتغال سے اپنے اس غضب کو بھڑکاتے نہیں کسی کی گالیاں دینے اور بُرا کہنے سے وہ اُس کے انتقام کے درپے نہیں ہوتے۔ تحمل و برداشت کرتے ہیں وہ اُن باتوں سے بچتے ہیں کہ جن سے جان ضیق وعذاب میں آئے۔ اپنے کام اس طرح کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ ان کو شہرت کی پروا ہے نہ دولت کی خواہش نہ حکومت و جاہ کی چاہ ہے بلکہ ان کو صرف یہ خیال ہے کہ اپنی زندگی خوش مزاجی کے ساتھ بسر کریں خواہ کیسی مصیبت وآفت میں گرفتار ہو جائیں بیمار ہو جائیں۔ قرضدار ہو جائیں اندھے لنگڑے بہرے ہو جائیں غرض ساری چیزیں ان کی چھن جائیں مگر وہ اپنی خوش مزاجی کو پاس رکھتے ہیں اُسے نہیں چھوڑتے۔ خوش مزاج ظریف بہت سے آدمیوں کو دلوں کو خوش کرتا ہے خوش مزاج اپنے آثار وامثال ونمونے ایسے چھوڑ جاتے ہیں کہ جن پر ان کا اثر پڑتا ہے وہ بھی خوش مزاج ہو جاتے ہیں ؎

باب نہم

آداب واطوار

صاف باطن کی ہے جب قدر کہ ظاہر ہو درست۔

اور جس کی جمع اطوار ہے۔ وہ ہماری خصلتوں کی ظاہر کی بڑی خوبیوں میں سے

Marfat.com

ایک کا نام ہے۔ کاموں کو اچھے ڈھنگ سے کرنے کا
ادنیٰ ادنیٰ جزوی کاموں کو رونق دیتے ہیں وہ ان کے سرانجام
کرتے ہیں اور ان کو پسندیدہ اور مسرت ناک بنا دیتے ہیں وہ ہماری
ظاہری اوصاف عظیم میں سے ایک کا نام ہے جس سے ہمارے افعال میں زیب و زینت
آجاتی ہے۔ اطوار کو سبک و خفیف سمجھنا اور بیکار اور غیر ضروری نہ جاننا غلطی ہے اطوار
ہمارے کاموں کو آسان بنا دیتے ہیں اور معاشرت میں لطف و ملائمت پیدا کرتے
ہیں نیکی بھی اگر مکروہ طور سے کی جائے تو وہ لوگوں کو ناراض اور خفا کر دیتی ہے
دنیا میں اطوار ہی پر آدمی کی قدر و منزلت بہت کچھ منحصر ہے اور دنیا پر حکومت کرنے
میں ان کی ایسی ضرورت ہوتی ہے جیسی کہ اور بڑے بڑے اوصاف عالی و عمیق کی
کامیابی کی معاون عظیم نیک و پسندیدہ اطواری ہوتی ہے اسکے بغیر بہت آدمی کام
اور اپنے مقصد سے محروم رہتے ہیں اس لئے کہ جو نیک اطوار ہو گا وہ خوش خلاقی اور لطف
و مدارا کے ساتھ لوگوں کے ساتھ پیش آئیگا جس سے ان کے دل میں اس کی جگہ ہوگی
اور اس کی طرف نیک خیالات پیدا ہوں گے۔

نیک اطواری اس کا نام ہے کہ آدمی اوروں کے ساتھ بہ رفق و مدارا و خندہ روئی
پیش آئے۔ اس سے وہ اوروں کو عزیز ہو جاتا ہے اور ان کے دل میں گھر بنا
لیتا ہے برخلاف اسکے بد اطواری ہے کہ آدمی ترش روئی و تند خوئی و بد اخلاقی کے ساتھ
لوگوں سے پیش آتا ہے جس سے کہ اوروں کے دل میں ایسے کراہیت پیدا ہوتی
ہے اور کوئی اس کا شفیق حال نہیں ہوتا۔

ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ آدمی کو آدمی اطوار بناتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ اطوار کو آدمی
بناتا ہے یہ اس کو اختیار ہے کہ چاہے اکھڑ۔ تند خو۔ ترش رو بنے چاہے نیک اوصاف
صاف باطن خندہ پیشانی بنے۔ سچے اشراف کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنی ملائمت

ن اخلاقی تواضع و مدارا کو دکھائے جس سے وہ نفع رسان خلائق ہو اور وہ خود پسندیدہ خلائق ہے +

خوش اطواری و آداب شناسی یہ ہے کہ نہ وہ کسی اپنے سے چھوٹے آدمی کی حقارت کرے۔ اور نہ کسی اپنے سے بڑے آدمی کی خوشامد کرے غربا و مساکین کے ساتھ بہ لطف و کرم پیش آئے! اوقات فرصت کو غرباء کی دلداری میں ایسی خوش اطواری کے ساتھ صرف کرے کہ ان کے دل میں ادب و محبت پیدا ہوں نہ یہ زیادہ جاننے پہچاننے سے اس کی عزت و آبرو غربا کی نزدیک کم ہو جائے۔

اطوار سے آدمی کا خصلت کا حال ایک خاص حد تک کھلتا ہے وہ انسان کے باطن کے آئینہ ہوتے ہیں جس سے یہ باتیں نظر آتے ہیں۔ مذاق۔ قلب کی کیفیت مزاج۔ صحبت جس میں وہ رہتا ہے۔ ایک اطوار و آداب وہ ہوتے ہیں جو بھی کے اتفاق سے مقرر ہوتے ہیں وہ کچھ وقعت نہیں رکھتے مگر ایک اطوار قدرتی ہوتے ہیں جو قدرت سے عطا ہوتے ہیں اور خود آموزی سے انکی ترقی کی جاتی ہے البتہ وہ بڑی عظمت و شان رکھتے ہیں۔

خود فہمیدگی سے خوبی اطوار پیدا ہوتی ہے اس سے تربیت یافتہ دل کو بڑی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ذکاوت اور علم کی طرح خود فہمیدگی بھی آدمی کے لئے ضرور ہے وہ آدمی کے مذاق اور خصلت کی بڑی رہبر ہے۔ ہمدردی اور دونوں دلوں کے قفل کھولنے کے لئے سونے کی کنجی ہے۔ وہ انسانیت کا تاج عزت ہے وہی خوش خلاقی تواضع مدارا کرنا سکھاتی ہے۔ وہی بات کی تہ پر پہنچاتی ہے اور عقل کو کشادہ کرتی ہے۔

ظاہری اخلاق کے قواعد مصنوعی بہت کم فائدہ دیتے ہیں ظاہری اخلاق جسکا نام ہمنے رکھ چھوڑا ہے وہ حقیقت میں بداخلاقی اور سچ ہے بالکل خالی ہے وہ فقط اعضا کی چند حرکات اور چند زبانی باتوں کے بنانے کا نام ہے۔ ظاہری اخلاق جو ہمارے

Marfat.com

عمدہ طور سے برتا جائے وہ نیک اطواری ہی نہیں ہو سکتی ہے۔
سچی خوش خلاقی و شفقت مہربانی کا نام نیک اطواری ہے اور خوش اطواری
ہنر ہے کہ جس سے کہ ہم اس ادب و عزت کو جو دوسرے کی نسبت ہمارے دل میں
ہے ظاہری علامات میں دکھاتے ہیں ایک شخص دوسرے کے ساتھ اصلی خوش اخلاقی
نہیں ظاہری خوش اخلاقی برت سکتا ہے بغیر اس کے کہ اس کے دل میں کچھ عزت بھی
ہو چال چلن کی خوبصورتی کا نام بالکل درست خوش اطواری ہے۔ اچھی صورت سے اچھا
چال چلن زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ اس سے وہ خوشیاں حاصل ہوتی ہیں جو بیکر تصویر
سے نہیں حاصل ہوتیں وہ عمدہ صنعتوں میں سب سے زیادہ عمدہ صنعت ہوتی ہے
سچی خوش خلاقی دل کی سچائی سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ دل سے ہونی چاہئے ورنہ
اسکا اثر دیرپا نہ ہوگا۔ ملمع کا کام سچے کام کی برابری نہیں کر سکتا۔ قدرتی خصلت
کو جب دکھانا چاہئے کہ اس کی کجی و ناہمواری دور ہو جائے۔ اگرچہ خوش خلاقی اپنی
اعلیٰ درجہ کی صورت میں مثل پانی کے ہوتی ہے جسکی خوبی یہ ہے کہ پاک صاف ہو
کچھ اس میں ملاوٹ نہ ہو نہ کوئی مزہ ہو مگر انسان کی ذہانت ایسی ہوتی ہے کہ وہ اپنے
اطوار کے بہت سے عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اور ان کے لئے عذرات گھڑ دیتی
ہے۔ خوش اخلاقی اس کا نام ہے کہ آدمی کا مزاج ایسا ہو کہ وہ ان باتوں کی تائید
کرے جنسے کہ اور لوگ خوش ہوتے ہوں اور ان باتوں سے پرہیز کرے کہ جن سے
اوروں کو رنج پہنچتا ہو۔ خوش اخلاقی اوروں کے دلوں سے متعلق ہوتی ہے اگر
کوئی شخص کسی شخص سے اپنا ادب چاہے تو پہلے خود اس کا ادب کرے۔ اس کی
رائیں اور خیالات کو اپنی رایوں اور خیالات سے مخالف ہوں۔ مگر اس کا ادب
اور لحاظ رکھے جو نیک اطوار ہوتے ہیں وہ اوروں کی باتوں کو کان لگا کے خوب
سنتے ہیں اور ان کو کورنش اور تسلیم بجا لاتے ہیں یوں اکثر دل میں اپنی عزت بڑھا کر

...عقل اور بردبار ہوتے ہیں اور کسی کی نسبت سخت رائے نہیں رکھتے۔
جو شخص اوروں کی نسبت سخت رائے رکھتا ہے وہ اوروں کو اپنی نسبت سخت
رائے رکھنے کی تحریک کرتا ہے۔ ناشائستہ اشتعال دینے والا آدمی اپنے ایک مسخرہ
پن کی بات کے لئے دوست کو کھو بیٹھے گا یہ پرلے درجہ کی بیوقوفی ہے کہ ایک لمحہ کی
خوشی کے لئے دوسرے آدمی کے دل میں اپنی ذلت و حقارت کو جمائے۔
کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے شخص کے ساتھ ناشائستگی و
بداخلاقی سے کوئی کام یا کلام کرے۔ ذی ہوش خوش اخلاق اپنے تئیں
کبھی یہ نہیں جتلاتا کہ میں اپنے ہمسایہ سے دولت و عقل میں زیادہ ہوں اور
اس سے بہتر حالت رکھتا ہوں۔ نہ وہ اپنے جاہ و منصب پر نہ شرافت
نسب پر نہ اپنے مال پر فخر و ناز کرتا ہے اور نہ اُن کو بنظر حقارت دیکھتا ہے
جو ایسی حالت میں نہیں پیدا ہوئے کہ اُن کو یہ نعمتیں ملتیں نہ وہ اپنے بہادرانہ
کاموں کی نہ اپنے پیشے اور ہنر کی ڈینگیں مارتا ہے غرض جو کلام کرتا ہے اور جو
کام کرتا ہے اُس میں اعتدال کو مقدم سمجھتا ہے تکلیف و تصنع اُس میں کچھ
نہیں کرتا۔ وہ اپنی سچی خصلت کو کاموں کرنے میں دکھاتا ہے شیخی و نمود
کرنے میں نہیں تھوڑا کہتا ہے اور کام زیادہ کرتا ہے۔ جنکے اطوار میں خود
غرضی سختی اوروں کو اشتعال دینا ہوتا ہے وہ اوروں پر خیال نہیں رکھتے
کہ اُن کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی۔ جن چھوٹی چھوٹی باتوں سے وہ لوگ
خوش ہوتے یا رنجیدہ ان پر وہ متوجہ ہوں نہ ان کا خیال کریں یہ بات
ان میں کچھ کینہ و بغض سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ اُن کی طبیعت میں ہمدردی
اور لطافت نہیں ہوتی۔ اشراف بے نفس ہوتے ہیں۔ اجلاف اس کے
برخلاف ہوتے ہیں۔ سوسائٹی میں جو شخص اپنے نفس کو کسی قدر ضبط نہیں

Marfat.com

کر سکتا۔ وہ اس میں بیٹھ نہیں سکتا۔ کوئی شخص [illegible]
نہیں ہوتا بلکہ وہ اوروں کی تکلیف پہنچانے اور دق کرنے کا محرک ہوتا
اپنے نفس کے ضابطہ نہ ہونے کے سبب سے بہت سے آدمیوں کو ساری عمر ان
سے لڑنا پڑتا ہے جنکو خود انھوں نے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور ان میں فتحیاب
ہونا ناممکن ہے اور اس سے ادنی آدمی فقط اپنے صبر۔ عدالت اور نفس کے
رکھنے سے کامیاب ہو جاتے ہیں آدمی بہت طرح کی بداطواری سے اوروں کی
بے ادبی کیا کرتے ہیں مثلاً کوئی شخص دربار میں جاتا ہے اور جو لباس دربار کے
شایان شان ہے نہیں پہنتا میلا کچیلا ایسا رہتا ہے کہ گھن آتی ہے۔
یا عمل ایسی کرتا ہے کہ اوروں کو اشتعال طبع ہوتا ہے ان سب باتوں سے وہ
اوروں کی خدمت میں بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔ بدسلیقہ بھلے آدمی
اپنی مکروہ صورت دکھا کر اوروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں بے ریا سچے آدمی اپنی
خوش اطواری میں تکلف اور تصنع نہیں کرتے۔ ان کی یہ بے تکلفی اوروں کے دلوں کو
تسخیر کر لیتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطوار میں بھی خصلت کی سی قوت
مؤثر ہے علی العموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کے آدمیوں اور اشراف کے
ساتھ خوش اطوار ہونا مخصوص ہے اس سبب سے کہ ان کی ابتداء عمر سے خوش اخلاقی
سکھانے کے سارے سامان ان کے گرد جمع ہوتے ہیں جو ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کو
میسر نہیں اس لئے ان کے اوضاع و اطوار گنواری رہتے ہیں۔ مگر کوئی وجہ نہیں
معلوم ہوتی کہ غریب آدمی آپس میں وہی نیک اطواری نہ برتیں جو تونگر اور اہل ثروت
آپس میں برتتے ہیں۔
آدمی کی تھیلی میں خواہ کتنی ہی دولت کم ہو وہ خوش اطوار ہو سکتا ہے خوش
اطواری کا میدان وسیع ہے جسمیں کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ وہ ساری چیزوں سے

Marfat.com

زیادہ ارزاں ہے +
خوش طواری کا حال ایسا ہے۔ جیسا کہ صناعت کی چیزوں کا کہ وہ نظر کو بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اور دل کو خوش کرتی ہیں۔ مگر ہم خوش طواری کا خیال ایک اور طرح سے بھی سکتے ہیں کہ وہ فقط لباسی نیکی اور نیک چلنی کی ظاہری علامت ہے۔ آدمی اس لباس کو بغیر اس کے کہ دل میں اس کے نیکی ہو پہن سکتا ہے اور ظاہر میں اس کو کھال کی طرح دکھا سکتا ہے جو زیادہ دبیز نہیں ہوتی۔ ظاہر میں ایک شخص بڑا خوش اخلاق معلوم ہوتا ہو کہ اس میں سوائے اعضا کے چند حرکات موزوں کے اور طاقت لسانی کے کچھ اور نہو تعظیم سر و قد دیتا ہو۔ سلام جھک کر کرتا ہو۔ اور آؤ بھگت کی باتیں بہت بناتا ہو۔ مگر دل کی نیکی سے معرا ہو۔ اس کے برخلاف یہی صورتیں ہوسکتی ہیں کہ آدمی سخی فیاض دریا دل ہو گو ظاہری اخلاق اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ اس کا حال ایسا ہو جیسا کہ اس مکروہ پوست کا چھلکے اندر مغز شیریں بھرا ہو۔ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ظاہر درشت ہوتا ہے مگر نرم دل انکا شفقت اور الفت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایک کند ذہن ظاہر گنوار معلوم ہوتا ہے مگر اس کا دل سچا شفیق ملائم ہوتا ہے۔

سب سے اچھا اور سب سے بھلا مدرسہ آدمی کے لئے گھر ہوتا ہے جسکی معلمہ ہوتی ہے۔ مگر اطوار کی تعلیم گھر اسی طرح کرتا ہی جس طرح خصلت کی۔ ان گھروں ہی کے گھر کے اطوار کا عکس کمینوں کی سوسائٹی کے اطوار کو پیدا کرتے ہیں جو گھروں کے اطوار سے نہ کم ہوتے ہیں نہ زیادہ ہوتے ہیں مگر یہ بھی ہوتا ہے کہ آدمی کو گھر برا ملے اور اسکے نقصان اٹھانے پڑیں مگر وہ خود آموزی سے اپنے اطوار و عقل کو درست کرلے اور اچھی مثالوں کے ساتھ مل جل کر اپنے چال و چلن کو اوروں کے ساتھ بے ترمی پسندیدہ و بنالے۔ آدمیوں کا حال بعینہ ایسا ہوتا ہے جیسے کہ بے پالش کئے ہوئے جواہر کا کہ وہ آپس میں مل کر ایک دوسرے کو رگڑتے ہیں اور اس رگڑ سے وہ اپنی اصلی

جوہن و چمک و رنگ کو دکھا دیتے ہیں بعض ایک ہی طرف سے رگڑے جاتے ہیں
اس طرف کی چمک ان کی اندرونی صفت کو بتلا دیتی ہے۔ بس اسی طرح آدمی آپس میں
ملنے جلنے سے اور سودہ خصالوں کے ساتھ ہم نشینی سے اپنے کسی رخ کو روشن کرتے
ہیں جس سے ان کے اصلی جوہر کھلجاتے ہیں۔

منصوبہ معلم اطوار ہے۔ وہ ذہانت یا علم سے زیادہ مشکل کشا ہے۔ ذہانت ایک قوت ہے
منصوبہ ہنر ہے۔ ذہانت وزن ہے۔ منصوبہ صدمہ ہے۔ ذہانت سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ کیا کام کرنا چاہئے۔ منصوبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر کرنا چاہئے
ذہانت سے آدمی قابل ادب ہوتا ہے منصوبہ سے اس کا ادب ہونے لگتا ہے
ذہانت دولت ہے منصوبہ زر نقد ہے۔

بہت سے آدمی بے تمیز اور بے ادب اس سبب سے معلوم ہوتے ہیں کہ وہ ادب کرنا
جانتے نہیں جب وہ کسی سے بے ادبانہ باتیں کرتے ہیں تو کچھ ان کے دل میں نفسانیت نہیں
ہوتی ہے بلکہ اس کا سبب لاعلمی ہوتی ہے۔ بعض آدمی کٹر مغرور بیہودہ بے تمیز
معلوم ہوتے ہیں مگر یہ ساری باتیں فقط انھیں اس سبب سے معلوم ہوتی ہیں کہ وہ
ناآشنامزاج ہوتے ہیں یہ خصلت ناآشنا مزاجی کی انگریزوں میں بہت ہوتی ہے انکے
عوام الناس میں سے جب کوئی سفر کرتا ہے تو اس اپنی ناآشنا مزاجی کو ساتھ
لے جاتا ہے۔ اس ناآشنا مزاجی کے سبب سے وہ سخت مزاج بیہودہ اور بے درد بظاہر
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی اس ناآشنا مزاجی کو کسی طرح چھپا نہیں سکتا۔

جب دو ناآشنامزاج آپس میں ملتے ہیں تو وہ گائے کے گرڈے معلوم ہوتے ہیں
وہ ایک ہی کمرے میں ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھتے ہیں جب وہ سفر کرتے
ہیں تو گاڑی کے مقابل کونوں میں بیٹھتے ہیں جب کوئی ناآشنامزاج ریل گاڑی
میں سوار ہوتا ہے تو گاڑیوں کی قطار کے برابر خالی کمرہ کی تلاش میں پھرتا ہے

Marfat.com

اور جب کسی خالی کمرہ میں بیٹھ جاتا ہے تو پھر دوسرے آدمی کا آنا اس کو سخت ناگوار گذرتا ہے۔ جب وہ کھانا کھانے کے کمرے میں جاتا ہے تو خالی میز کی تلاش کرتا ہے جس پر تنہا بیٹھ کر کھانا کھائے۔ غرض وہ ناآشنا مزاج یگانوں اور بیگانوں دونوں میں ہوتا ہے۔ یہ ناآشنا مزاجی عیب میں داخل نہیں ہی اسی خصلت کی بدولت انگلستان کو بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں۔

انگریز اپنی گھر سے بڑی محبت رکھتا ہے اور گھر فقط بیوی بچوں کو وہ سمجھتا ہے یہ گھر خواہ کہیں ہو۔ پہاڑ کی چوٹی پر سنسان ویران جنگل میں صحرا میں ہو اس کو کچھ پروا نہیں ہوتی + اس ناآشنا مزاجی کے سبب سے انگریز اپنی ذات پر بھروسا کرتا ہی اپنے تئیں آپ نبھاتا ہے آزاد رہتا ہے۔ سوسائٹی سے وہ بالطبع خوش نہیں ہوتا تنہائی میں اکیلا بیٹھا ہوا مطالعہ کرتا ہے۔ ایجاد میں مصروف ہوتا ہے محنت کے کاموں سے خوش ہوتا ہے۔ عمدہ کاریگر و صناع بنتا ہے۔ تنہائی اس لئے پسند ہوتی ہے کہ سمندر میں ماہی گیر ہونے کو ملاح بننے کو محقق بننے کو تیار رہتا ہے +

انگریزوں کی طبیعت صحبت و مجلس پسند نہیں ہوتی اس لئے وہ آداب مجلس سے خوب آشنا نہیں ہوتے تکلف و تصنع کو جانتے نہیں وہ دوسرے ملک میں اچھی طرح بسنے والے۔ ملاح۔ کاریگر و صناع اچھے ہوتے ہیں۔ مگر گانے والے۔ ناچنے والے وضع دار۔ طرح دار۔ اچھے نہیں ہوتے۔ نہ ان کو اچھا لباس پہننا آتا ہے۔ نہ لکھنا نہ بولنا اچھا جانتے ہیں جو کچھ کام کرتے ہیں وہ سیدھی سادی طرح سے جس میں کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ فرانس کے پایہ تخت پیرس میں مویشی کی نمائش تھی۔ وہاں اور سب قوموں نے اپنی مویشیوں کو بڑے تکلف سے لے گئیں۔ مگر انگریزوں نے کچھ تکلف انہیں نہیں کیا اور جب انعام تقسیم ہوا تو اور قوموں کے انعام پانے والے بن ٹھن کر گئے مگر انگریز اپنی سادی پوشاکیں جو پہنے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے

Marfat.com

انکی طرف انگلی اٹھائی تو انھوں نے کہا کہ ہم اپنے تئیں دکھانے نہیں لائے ہیں بلکہ اپنی مویشی کو دکھانے کے لئے لائے ہیں جو ساری قوموں کی مویشیوں سے بہتر ہیں +

مگر اب انگلستان میں بھی ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ اس نے بہت کچھ تکلفات کو پھیلایا ہے اور فائن ارٹ کو رواج دیا ہے ۔ حسانت کو معلم بنایا ہے اور ان آیتوں کی تفسیر سے کہ خدا حسانت ہی ہے ۔ سچ حسانت ہی ہے بہت کچھ تائید مذہبی بھی ان فائن ارٹ کی ترویج کے لئے حاصل کی ہے ۔ اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ارٹ کے مطالعہ سے آدمیوں کی مذاق کی ترقی ہو جائے گی اور خوبصورت خوبصورت اشیا کے ملاحظہ سے طبیعت میں نفاست و لطافت آجائے گی اور لذائذ جسمانی سے طبیعت اُچاٹ ہو کر لذائذ روحانی کی طرف متوجہ ہو گی جس سے خصلت میں رفعت و نفاست آجائیگی ۔

گو اس قسم کی تعلیم سے طبیعت میں کسی قدر لطافت نفاست آجائے مگر اس سے کچھ اور زیادہ توقع نہیں ہو سکتی ۔ آرائش زیبائش زندگی کو زیب و زینت دیدیتی ہے اس لئے سیکھنے کے لائق ہے ۔ موسیقی ۔ مصوری ۔ رقاصی ۔ فائن ارٹ خوشی کے چشمے ہیں اگرچہ وہ لذائذ جسمانی سے خالی ہوتے ہیں مگر لذائذ حسی سے پر ہوتے ہیں جو ہوس کو بھڑکاتے ہیں ۔ حسن ۔ صورت ۔ رنگ ۔ آواز ۔ وضع طرح کا مذاق ضرور نہیں کہ دل کی تربیت لازم کرے اور اس سے خصلت کی صفتوں کا انکشاف ہو ۔ بیشک آرٹ کو اچھے کاموں کے دیکھنے سے مذاق کی ترقی ہوتی ہے اور ستائش کرنے کو دل چاہتا ہے مگر آدمی کے سامنے ایک نیک کام کرنے سے جو اُس کے دل پر اثر ہوتا ہے اور اس سے بشوق اتباع پیدا ہوتا ہے وہ نہ ان تصویروں سے ہوتا ہے جو گیلریوں میں ٹنگی (لٹکی) ہوئی ہوں اور نہ ان پیکروں اور بتوں سے ہوتا ہے جو سیلون میں رکھی ہوئی ہوں ۔ اس واسطے کہ دل دماغ روح آدمی کو بڑا بناتے ہیں

Marfat.com

اخلاق اور آرٹ ۔

یہ امر مشتبہ ہے کہ آرٹ کی تعلیم سے جو عیش و عشرت کا سامان مہیا کرتی ہی انسان نے ایسی ترقی کی ہی جیسا کہ اکثر کا خیال ہی۔ غالب یہ ہے کہ خصلت میں اس سے بجائے قوت کے ضعف پیدا ہوتا ہے وہ حواس کے لئے بڑی تحریص پیدا کرتی ہیں۔ ہمیشہ قوموں کے زوال کے وقت آرٹ کی رونق ہوئی ہے۔ آرٹ کی عوض میں دولت وہی جاتی ہی جو عیش و عشرت کی وزارت کرتی ہے۔ روم و یونان میں یونانیوں اور رومیوں کے تنزل کے ساتھ آرٹ کی ترقی شروع ہوئی ہے ۔

اطوار کا سنورنا ۔ چال چلن کا خوش وضع ہونا۔ طرز و روش کا نفیس ہونا اور اور تمام آرٹ انسان کی زندگی کو مسرور اور حسین بناتے ہیں اور یہ سب تعلیم کے لائق ہیں مگر اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ وہ مستحکم و مستقل فضائل۔ عفت۔ صاف باطنی سچائی کے مبادلہ میں ہوں ۔ آنکھوں سے زیادہ دل میں چشمہ حسانت ہونا چاہئے۔ اگر آرٹ سے اخلاق نہ سنورتے ہوں اور اعمال نیک نہ ہوتے ہوں تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ظاہری اخلاق کسی کام کا نہیں اگر اس کے ساتھ باطنی اخلاق نہو۔ بننا سنورنا گو خوش نما اور دلچسپ ہوتا ہے مگر وہ کھال ہی پر ختم ہو جاتا ہے دل اس کے اندر ہوتا ہی نہیں آرٹ بے گناہ مسرت کا چشمہ ہے اور اعلے درجہ کی تربیت کا ایک آلہ ہے مگر اس سے مقاصد اعلی التعلیم کے نہ حاصل ہوں تو وہ صرف حواس کی ہوس ہے۔ جب ارٹ فقط حواس کی ہوس ناکی ہو تو وہ زور آور ہوا اور نیک اخلاق بنانے کے کم زور اور بد اخلاق بنائیگی ۔

آرائش و زیبائش سے سچی بہادری اور ظاہری نفاست سے پاک باطنی بہت زیادہ قدر و منزلت رکھتی ہیں اور جسم۔ دماغ ۔ دل کی پاکیزگی و برگزیدگی سے فائن آرٹ زیادہ اچھی ہوسکتے ہیں ۔+۔

غرض آدمی کو چاہئے کہ وہ جب اپنی ظاہری آرائش وزیبائش میں
وہ یہ خوب اپنے دل میں سمجھ لے کہ مجھے اس علی مقصد کی طرف متوجہ ہونا چاہئے
ارٹ سے بڑا۔ دولت سے بڑا۔ حکومت سے بڑا عقلمندی سے بڑا۔ ذہانت
سے بڑا ہے۔ یہ اعلی مقصد کیا ہے؟ خصلت کی نیکی و پاکیزگی۔ دنیا میں آرائش کتاب
ارٹ قوموں کو سلامت نہیں رکھ سکتے اور سرافراز نہیں
کرسکتے۔ جبتک اس کے ساتھ خالص نیک خصلتی کی بنیاد نہ قائم کی جائے۔

باب دہم

ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ ÷ کہ مصاحب بود گہ و بیگاہ ÷
ایں چنیں ہمدمے لطیف کہ دید ÷ گہ نہ رنجید و ہم نہ رنجانید

کتابوں کی مصاحبت۔

آدمی کا حال جیسا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن آدمیوں کی صحبت میں
اُٹھتا بیٹھتا ہے ایسا ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن کتابوں کو پڑھتا ہے
اس لئے کہ آدمی پر جیسا اثر آدمیوں کی صحبت کا ہوتا ہے۔ ایسا ہی کتابوں کی
صحبت کا۔ آدمی کو چاہئے کہ نیک صحبت میں بیٹھے خواہ وہ آدمیوں کی ہو یا کتابوں
کی۔ ایک اچھی دوست کی برابر۔ ایک اچھی کتاب ہوتی ہے۔ وہ کبھی بدلتی نہیں ہمیشہ
ایک حال اُس کا رہتا ہے۔ جیسا آج ہے ویسا ہی ہمیشہ تھا اور آیندہ رہیگا
وہ ایک دوست مرنج و مرنجان ہے دل کو بڑا خوش کرتی ہے مصیبت زدگی
اور تنگ دستی میں ہم سے وہ اپنا منہ نہیں پھیرتی۔ ہمیشہ ایک ہی سی شفقت رکھتی
ہے۔ نوعمری میں دل کو بھلاتی ہے اور تعلیم و نصیحت کرتی ہے۔ بڑھی عمر میں تسکین
تسلی تشفی دیتی ہے جیسے دو آدمی ایک تیسرے آدمی کی ستائش کرنے میں متفق

ان دونوں میں دوستی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے ہی جب آدمی ایک ہی کتاب کو عزیز رکھیں تو ان میں ایک ارتباط و اتفاق معلوم ہوتا ہے۔ ایک پرانی ضرب المثل چلی آتی ہے کہ پیارے دوست کا کتا بھی پیارا ہوتا ہے لیلی پیاری تو لیلی کا کتا بھی پیارا۔ کتاب تو بڑی پیچی اور سخت بندش اتحاد کی ہے۔ جب آدمی ایک مصنف کو دوست رکھیں تو اس کے طفیل سے ہم درد ہم خیال ہم کیفیت ہو جاتے ہیں وہ سب اسی مصنف کے ساتھ رہتے ہیں اور مصنف ان کے ساتھ رہتا ہے۔ کتابیں دل کے ساتھ لپٹ جاتی ہیں اشعار کے اثر ہمارے خون کے ساتھ سارے بدن میں دوڑتے پھرتے ہیں نوعمری میں ان کو پڑھتے ہیں پیری میں یاد رکھتے ہیں وظیفہ کی طرح پڑھتے ہیں کتابوں میں اوروں کی جو سرگذشت پڑھتے ہیں وہ ایسی ہمارے دل کو معلوم ہوتی ہے کہ گویا ہمارے ہی سر پر گذرتی ہے انسان وحشی پنے کے زمانہ سے نکلنے کے بعد جو کچھ اوپر کے زمانہ میں ہوا ہے وہ کتابوں ہی کی بدولت ہوا ہے ہم کتابوں ہی کی ہوا کا سانس لیتے ہیں وہ ہر جگہ بہ افراط سستی اور اچھی مل سکتی ہیں ہماری زندگی کے لئے اچھی کتاب عمدہ ظرف ہی جس میں خیالات جنکی قابلیت اس زندگی میں ہوتی ہے پر ہوتے ہیں اور آدمی کی زندگی کا عالم زیادہ تر خیالات ہی کا عالم ہوتا ہے۔ اچھی کتابیں عمدہ الفاظ اور بیش بہا خیالات کے خزانے ہوتے ہیں جو ہم یاد کیا کرتے ہیں اور پرورش کر کے ان کو اپنا یار اور تسلی دینے والا بناتے ہیں ارباب خیال جن کے دم کی ساتھ خیال لگے رہتے ہیں وہ کبھی تنہا نہیں ہوتے ہیں ایک سچا نیک خیال بری تہ غیبوں اور بد تحریصوں کے وقت میں فضل الٰہی کا فرشتہ بن کر روح کو ان سے بچاتا ہے۔ اور نیک امثال کا القا نیک الفاظ میں کرتا ہے افعال کے نتیجوں کو الفاظ ہی پیدا کرتے ہیں۔

Marfat.com

کتابوں میں ایک جوہر بقا بھی ہے۔ انسان نے جتنی چیزیں
پیدا کی ہیں ان میں کتابیں سب سے زیادہ دیرپا ہیں معابد و عمارات
ہو کر کھنڈر ہو جاتے ہیں ہیاکل بت۔ پیکر۔ تصویر۔ یہ سب مٹ جاتے ہیں
کتابیں باقی رہتی ہیں بہتر اور اعلیٰ خیالات کے ساتھ زمانہ کی قید کا حساب
کچھ نہیں رہتا۔ وہ آج ایسی ہی تازہ بتازہ نو بہ نو ہوتی ہیں جیسے اس
وقت تھے کہ خیال کرنیوالوں کے دلوں میں گزرے تھے۔ جن پر زمانے دراز
گذر گئے۔ اس وقت میں جو کچھ کہا گیا اور خیال کیا گیا تھا اس کو وہ اب
سطور صفحوں میں طاقت کے ساتھ بول رہا ہے ہاں وقت کا اثر صرف
اتنا ہوا ہے کہ جو کچھ اس کا خراب حصہ تھا اس کو چھان بین خوب کرکے خس و
خاشاک سے پاک صاف کر دیا ہے۔ علم ادب میں کوئی چیز زیادہ دنوں
تک زندہ نہیں رہ سکتی جبتک وہ دراصل اچھی نہ ہو۔
کتابیں ہم کو اعلیٰ درجہ کی سوسائٹی میں داخل کرتی ہیں دنیا میں جتنے عالی
خیال صاحب کمال گذرے ہیں ان کے حضور میں ہم کو کھڑا کرتی ہیں ہم انکی
سنتے ہیں جو کچھ انھوں نے کہا اور اس کو دیکھتے ہیں جو کچھ انھوں نے کیا۔
یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ہم ان کے خیالات میں شریک ہیں۔
ہم ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں ان کے ساتھ خوشیاں مناتے ہیں
رنج اٹھاتے ہیں ان کے تجربوں کو اپنا تجربہ بناتے ہیں۔
مقدس بزرگ نیک مرد کبھی نہیں مرتے۔ ان کی روح کتابوں میں مجسم ہو کر
دنیا میں باہر پھرتی ہے۔ کتاب ایک زندہ آزاد ہے اس کی
فراست ہم سے باتیں کرتی ہے۔ اس طرح پہلے بزرگوں کا اثر کتابوں
کی بدولت ہم پر پھیلا آتا ہے وہ مر گئے۔ مگر خاک کے ڈھیروں میں

Marfat.com

...نہ ہے عصا محمدیں لئے ہماری روحوں پر حکومت کرتے ہیں اور میکالے
کا قول ہے کہ وہ خراب کتابوں کو کبھی نہ پڑھے۔ پریسی کینیڈ گوس سے بچتا رہے
ان تین قاعدوں کا پابند ہے۔ اول علوم و فنون کی جدید کتابیں اور علم ادب کی
قدیم کتابیں پڑھے۔ دوم مشہور اور نامور کتابیں پڑھے۔ سوم وہ کتابیں پڑھے
جو اپنی پسند کی ہوں۔

بڑے بڑے مصنفوں کا جسم خاک میں مل گیا ہے مگر ان کا دماغ ابھی ویسا ہی
زندہ ہے جیسا کہ تصنیفات کے وقت تھا۔ ایک غریب سا غریب آدمی مصنفوں کے
اعلیٰ درجہ کی روحوں کے مجلس میں بے روک ٹوک شریک ہو سکتا ہے۔ ان کی
کتاب کا پڑھنا اس مجلس میں شریک ہونا ہے ان ہی کی کتابوں سے ہم اپنا دل
بہلاتے ہیں و تعلیم پاتے ہیں رنج و شادی اقبال و ادبار کی حالتوں میں ایک
طرف رجوع کرتے ہیں۔

آدمی دنیا کی کل چیزوں میں سے آدمی کو زیادہ عزیز رکھتا ہے (کل شئ
یمیل الیٰ جنسہ) اور چیزوں کی نسبت ان باتوں کی طرف آدمی کا دل زیادہ
کھنچتا ہے جیسے کہ انسان کی زندگی کے متعلقات۔ اس کے تجربے۔ اس کی
خوشیاں اس کے مصائب۔ اس کی مہمات ہیں۔ ہر ایک انسان اور آدمیوں
سے کم و بیش سروکار اس طرح کا رکھتا ہے کہ وہ سب ہم خلقت ہیں اور ایک
خاندان عظیم الشان کے ارکان ہیں آدمی جتنا زیادہ تربیت و تعلیم یافتہ
ہوگا۔ اتنا اس کے ہمدردی کا دائرہ فراخ ہوگا جو ان سب باتوں کے
اوپر اثر کریگا جو بہبودی خلائق سے متعلق ہیں۔

انسان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مودت و اتحاد صدہا طرح سے ظاہر
کرتے ہیں ایک دوسرے کی تصویر بناتے ہیں بت اور مورتیں تراشتے ہیں اور

Marfat.com

حالات ایک دوسرے کے بیان کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ دلچسپی
سوانح عمری کے بیان کرنے میں ہوتی ہے۔
اس سوانح عمری سے جو انسان کو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ
بیان میں نہیں آسکتی یہ امر واقعی انسان کے مدنی الطبع ہونے کا تیقن برخلاف
ان تمام دلائل کے جو اس کی ضد میں کہے جائیں لاتا ہے آدمی کی برابر کسی
اور چیز کی نہ تصویر و پیکر دلچسپ بنا سکتا ہے نہ اس کا تصور کرسکتا ہے۔ اسکی
تاریخ میں وہ سحر بیانی کرتا ہے۔ بائیوگریفی ایک انگریزی لفظ ہے جس سے مراد
اس کتاب سے ہوتی ہے جسمیں کسی خاص شخص کی سوانح عمری لکھی جائیں ہم
اس کا ترجمہ سوانح عمری کرتے ہیں۔ اس قسم کی کتابوں میں انسان اپنا
دل بہت لگاتا ہے قصص افسانے کیا ہوتے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی سوانحہ عمری
خاص آدمیوں کی۔ ان کے پڑھنے والے کثرت سے ہوتے ہیں ڈرامہ (سانگ) کیا
ہوتے ہیں؟ سوانحہ عمری کے نقل جسکے دیکھنے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں
بس یہ چھوٹی چھوٹی سوانحہ عمری ایسی دل آویز و دلربا ہوں تو سچی سوانحہ عمری
کیوں نہ دلکش ہونگی جن میں سچی تصویر حالات کی کھچی ہوئی ہوتی ہے ہر شخص
دوسرے شخص کی سوانحہ عمری سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے اسمیں سارے سانحات اس
شخص کی زندگی کے ہوتے ہیں جو ہماری طرح سے پیدا ہوا ہے اسکی ذرا ذرا سی باتیں بھی
ہم کو دلچسپ معلوم ہوتی ہیں۔
یوں تو سب سوانحہ عمری سے فائدہ پہنچتا ہے مگر خاص کر برگزیدگان الٰہی کی سوانحہ
عمری سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں پر اثر کرتی ہے ہماری
ڈھارس بندھاتی ہی ہمارے سامنے نیک نمونے و مثالیں پیش کرتی ہے۔ جن بزرگوں
نے اپنے فرائض کو اولوالعزمی کے ساتھ ادا کیا ہے اگرچہ انہیں کبھی دنیا سے بالکل نفع

Marfat.com

...تا ہے کوئی موسم ایسا نہیں ہوتا کہ ان کی نیک زندگی دنیا میں کوئی اثر اپنا نہ دکھائے — جو عاقل ہوتے ہیں وہ اپنے سب ہمسایوں کی اور اتفاقی ہمراہیوں کی خصلت عادت کامیابی ناکامی۔ تجربہ کاری و دشواری سے واقف ہونا چاہتے ہیں بس جب اونے آدمیوں کی زندگی سے عاقل کچھ سیکھتے ہوں تو ان کی سوانحہ عمری سے کیوں نہ بہت کچھ سیکھینگے جنھوں نے اپنا سکہ دنیا کی تاریخ پر جمایا ہے اور ہمارے لئے شائستگی و تہذیب کا ورثہ چھوڑ گئے ہیں ایسے آدمیونکے حالات سے جتنی باتیں متعلق ہوتی ہیں جیسی کہ ان کی عادات۔ ان کے اوضاع واطوار ان کی معاشرت کا طریقہ۔ انکی ذاتی باتیں ان کی گفتگو۔ ان کے اقوال۔ ان کی نیکیاں ان کی بزرگی۔ یہ سب بڑے دل چسپ معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ہم کو تعلیم و تربیت و نصیحت کرتی ہیں ہمت بندھواتی ہیں۔ جرأت دلیری دلاتی ہیں اپنے نمونے و مثالیں دکھاتی ہیں سوانحہ عمری کا بڑا سبق یہ ہے کہ وہ آدمی کو بتلاتے ہیں کہ وہ کہاں تک بہتر ہو سکتا ہے اور کہاں تک بہتر کام کر سکتا ہے کسی شخص کی عمدہ حیات کا حال اچھی طرح لکھا جاتا ہے تو وہ اوروں پر الہام کا سا اثر کرتا ہے۔ وہ بتلاتا ہے کہ آدمی کی حیات کن کن چیزوں سے مرکب ہے۔ وہ ہماری روح کو تر و تازہ کرتا ہے۔ ہماری امیدوں کو سہارا دیتا ہے۔ وہ ہمکو ایک نئی قوت اور دلیری دیتا ہے اور اعتبار اپنی ذات پر اور اوروں پہ پیدا کرتا ہے۔ وہ ہمارے شوقوں اور بڑی تمناؤں کو اکساتا ہے کام کرنے کے لئے بیدار و ہوشیار کرتا ہے اور ان کے ساتھ کام کرنے میں شریک ہونے کی تحریک کرتا ہے۔ ایسے آدمیونکی سوانحہ عمری کے مطالعہ میں مصروف رہنا اور ان کی مثالوں کا دل میں اتقا کرنا ایسا ہے جیسا کہ آدمیوں کی ساتھ بیٹھنا اور نیک صحبت میں شریک ہونا ہوتا ہے تمام سوانحہ عمری کی کتابوں کی سرتاج کلام الٰہی کی کتابیں ہوتی ہیں انکو کتابوں کی کتاب کہنا چاہئے۔ انکے ہر حصہ میں انبیا۔ سلاطین۔ و بزرگان دین۔ اور اور اعلیٰ درجہ کی آدمیوں کی سوانحہ عمری

Marfat.com

کا بیان ہوتا ہے جو بچوں کی تعلیم اور نوجوان کی رہنما اور ... بہت سی مثالیں ان میں ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے بہت سے آدمی مستفید ہو کر اعلیٰ درجہ کی دانائی نصائح وپند وحکمت حاصل کرتے ہیں ان کی آواز کان میں ... کام کرتی ہیں جو کبھی بھولے نہیں انہیں سے قوموں کے دل ودماغ کا بڑا حصہ بنتا ہے ... باتیں سکھاتی ہیں کہ جن میں نہ شبہ اور نہ مباحثہ خلل ڈال سکتا ہے ۔

نیک بزرگ آدمیوں کی حیات کی سرگذشتوں نے جو انسان کی خصلت کو مرتفع کرتی ہیں اثر کیا ہے اس کا تخمینہ جتنا کیجئے تھوڑا ہے اس کا اصل سے زیادہ تخمینہ کرنا دشوار ہے عمدہ سوانح عمری کی کتاب کا مطالعہ حقیقت میں اس ہی نوع انسان کے ساتھ متحد ہونا ہے جو نہایت عمدہ وبرتر حالت میں ہے یہ ناممکن ہے کہ سوانحہ عمری ان نیک آدمیوں کی جو انبیاء سے کم درجہ رکھتے ہیں مطالعہ کرے اور ان کے ساتھ وہ ان باتوں میں قربت نہ حاصل کرے جو انھوں نے سوچی اور کی ہیں اور ان کی بلند مرتبگی اور روشن ضمیری میں شریک نہ ہو۔ گو یہ قربت وشرکت اس کو خود نہ معلوم ہو۔ ایماندار راست ... اپنی زندگی کے فرائض گزار غربا کے بھی سوانحہ عمری کے پڑھنے سے پڑھنے والوں پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ جس سے اُن کی خصلت میں برتری آجاتی ہے۔

سوانحہ عمری کے مطالعہ میں تاریخ کا بھی مطالعہ اچھی طرح ہو جاتا ہے مجموعہ انسانیت ... خاص آدمیوں کی حکومت واثر کا نام تاریخ ہے بس تاریخ بھی سوانحہ عمری ہوتی ہے کل تاریخ کیا ہے؟ خیالات کی کتاب بدر اس کمال مستعدی کا نوشتہ جو آدمیوں کی انتہا کی آرزوؤں اور شوقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

تاریخ کے صفحوں میں ہم اصول کے بیان سے زیادہ آدمیوں کا ذکر دیکھتے ہیں تاریخ میں ہم ان آدمیوں سے گھیرے میں گھر جاتے ہیں جنکو مرے ہوئے مدتیں گذریں مگر ان کی باتیں اور کام ابتک زندہ ہیں ان ہی کی آواز ہماری کانوں میں ہے انشاء اللہ اور ان ہی کے

Marfat.com

ان کا دیکھنا بھی تاریخ میں بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ افسوس کہ ہماری زبان
میں سوانحہ عمری بہت کم ایسی تصنیف ہوئی ہیں کہ جن سے وہ فائدہ حاصل ہو جو ہونا
چاہیے۔ میں نے صرف تین کتابیں دیکھی ہیں جن پر تعریف سوانحہ عمری کی صادق
آسکتی ہے یعنی الطاف حسین صاحب کی حیات سعدی اور مولوی شبلی صاحب کی سیرۃ النعمان و مامون رشید کی لائف
حقیقت میں یہ تینوں کتابیں اپنی قسم کی کتابوں میں بے نظیر ہیں ہمارے علم و ادب
کے لئے ایسی کتابوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سعدی۔ امام ابو حنیفہ و مامون رشید
کی حیات کی پوری تصویر کھینچی ہے۔ اور یہ تصویر بھی فقط صورت کی نہیں بلکہ ہر کام
کی خواہ وہ دل کا ہو یا دماغ کا ہو یا ہاتھ پاؤں کا۔

جس شخص کی سوانحہ عمری ہم لکھیں ہمیں اسکی خصلت کا۔ اس کے ذاتی عیبوں کا۔
صورت کا۔ عادت کا۔ اور خصوصیات کا بیان اس خوبی کے ساتھ لکھیں کہ پڑھنے
والوں کی آنکھوں کے سامنے سارے اصلی حالات اس کے پھرنے لگیں سوانحہ عمری
جو اکثر لکھی جاتی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے زیادہ تر یہ عیب ہوتا ہے
کہ ان میں بڑے آدمیوں کے عیوب پر ایسا پردہ ڈالا جاتا ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ بشریت میں اور آدمیوں کے ساتھ شریک نہیں تھے۔ انکی تعریف ایسی
ہوتی ہے کہ وہ دور سے دیوتا معلوم ہوتے ہیں مگر پاس جا کر دیکھنے سے وہ ہم جیسے ہی
خطا کار آدمی ہوتے ہیں بڑے آدمیوں کے عیوب کے بیان کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے
جب ان کی خصلت کا روشن حصہ ہی عیاں کیا جائے یعنی ان کی خوبیاں ہی
خوبیاں بیان ہوں تو اس سے ہم کو یہ بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ ہم ان کا اتباع
کسی طرح بھی نہیں کر سکتے۔

ہمیشہ ضروری نہیں ہے کہ کسی کی مہمات عظیم الشان کے بیان کرنے سے اس کی نیکیاں
و برائیاں ظاہر ہو جائیں بلکہ بعض اوقات نہایت خفیف باتوں سے مثلاً اس کے

Marfat.com

ایک فقرہ سے یا ایک ظرافت کی بات سے اُس کی خصلت کا حال ...
کہ اُس کی ان لڑائیوں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن میں لاکھوں آدمی اس نے قتل کئے
اور بڑے بڑے شہر فتح کئے جو مصور کامل ہوتے ہیں وہ اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں
کہ تصویر میں چہرہ کے خط و خال نہایت صحت سے بنائے جائیں اور آنکھیں ایسی بنائی
جائیں کہ اُن سے اس کی خصلت دکھائی دے اور باقی اعضا کی طرف وہ
چنداں متوجہ نہیں ہوتے اسی طرح جو سوانحہ عمری لکھنی چاہتے ہیں وہ آدمیوں
کی روحانی علامات باطنی آثار کو اس خوبی سے بیان کرتے ہیں کہ جن سے اصلی حقیقت
کھل جائے اور جو انکی لڑائیوں کا اور واقعات عظیم کے حالات ہوتے ہیں انکو وہ
اوروں کے لکھنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں سوانحہ عمری لکھنے کی بڑی خوبی یہ ہے
کہ مصنف خصلت کی تصویر بعینہ اُتارے جیسے مصور اپنی تصویر میں سایہ و
روشنی اس طرح بناتا ہے کہ نقل مطابق اصل معلوم ہوتی ہے اسی طرح خصلت کے
بیان میں سایہ و روشنی بنائی جاتی ہیں کہ خصلت کی بُرائیوں بھلائیوں میں
کوئی مبالغہ نہ ہوئے کم و کاست بیان ہوں خواہ کیسی ہی دلچسپ عبارت ہو مگر اس میں
لطف نہیں ہوتا اگر خصلت کی سایہ و روشنی اسمیں ٹھیک ٹھیک نہ بیان ہوں
اور وہ صرف ستائش نامہ ہو۔ اس مصنف کی تصنیف پڑھنے میں زیادہ مزہ آتا
ہے جسکی نسبت یہ باتیں معلوم ہوں کہ اُس کے حالات کیا ہیں اُس کا تجربہ کیا تھا
مزاج و طبیعت کی کیا کیفیت تھی اُس کے قول و فعل میں موافقت تھی اُسکے خیال
اور اعمال عمدہ تھے۔ سوانحہ عمری کے لکھنے میں کچھ ضرور نہیں ہے کہ مصنف کو ذاتی واقفیت
اُس شخص کے حال سے ہو جس کی زندگی کے حالات وہ لکھتا ہے بلکہ اسکے سبب سے یہ
مشکل پیش آتی ہے کہ جب اپنی ذاتی واقفیت کے سبب سے کسی کے عیبوں پر علم ہوتا ہے
تو اسکے شائع کرنے میں اس کی حیات میں مروت کے سبب سے تامل ہوتا ہے اور ...

Marfat.com

مرنے کے بعد بھی نہیں چاہتا ہے کہ ایسی بھول پر چلیے جسکے اندر ابھی آگ بجھی نہ ہو اسی وجہ سے مشاہیر کی خصلت کا بیان اُن کے قریبی عزیزوں سے بھی دریافت کرکے ایسا نہیں لکھا جا سکتا کہ جسپر آرایش نہ چڑھی ہوئی ہو۔ آدمی جو خود اپنا سوانح عمری لکھتے ہیں خواہ وہ کیسی ہی دل چسپ و دل آویز ہوں مگر اُن کے صحیح ہونیکا یقین نہیں ہوتا۔ انسان سے یہ توقع مشکل سے ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے خیال کو صحیح صحیح بیان کرے اور جو کچھ وہ اپنی نسبت جانتا ہے اُس کو بےکم و کاست لکھ جائے گو بعض صورتیں اس کی مستثنیٰ ہوں کہ کسی نے اپنا حال سچ سچ لکھ دیا ہو مگر مشکل ہے کہ کوئی آدمی اپنی باطنی خیانتوں اور مکاریوں اور خود غرضیوں کو صاف صاف لکھ دے ایک ضرب المثل ہے کہ اگر اعلیٰ درجہ کے آدمیوں کی پیشانی پر اُن کے عیب لکھ دئیے جائیں تو وہ اُس کو ٹوپی کے تلے ڈھانک لینگے کوئی آدمی دُنیا میں عیب سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے اندر ایک وحشی حیوان گھسا بیٹھا ہے بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے جو یہ کہہ سکیں کہ وہ وحشی حیوان ہمارے اندر ہے اور ہم اُس کو سنبھالے اور روکے رہتے ہیں اگر کوئی آدمی اپنی برائیوں کو بیان بھی کرتا ہے تو اُس کے ایک بڑے حصے کو نگل جاتا ہے یا اُن کے ساتھ عذرات ایسے گھڑتا ہے کہ جن سے برائیوں سے کچھ بریت ہو جاتی ہے نا ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی سوسائٹی کے اندر اپنے دل کی مخفی باتوں کا اعلان کردے اور اپنی خصلت کی تفصیل اپنے علم کے موافق کردے وہ اپنی برائیوں اور سقموں کو اپنے کسی بڑے دوست کے سامنے بھی نہیں بیان کریگا غرض جو سوانحہ عمری آدمی اپنی آپ لکھتا ہے اسمیں وہ اپنی حقیقت حال کو نہیں لکھتا ہے بلکہ جیسا کہ وہ اپنے تئیں جانتا ہے کہ میں ہوں ویسا بیان کرتا ہے۔ اس کا حال بعینہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک پرانی تصویر کا کہ گو وہ بالکل صحیح بھی ہوئی ہو مگر کون جانتا ہے

کہ جو رخ اسکا نظر نہیں آتا - اسمیں گال پہ چکتا ہوا ہی اُبھرا اگر ...
ہوتے تو صورت کچھ اور ہی نظر آتی -

قصّوں میں دلچسپی فقط اس سبب سے ہوتی ہے کہ انکا رکن عظم سوانحہ عمری ہوتا
ان میں خصائل کے وہ کمالات بیان ہوتے ہیں کہ جن تک انسان کی رسائی کبھی نہیں
قصوں کی بہ نسبت سوانحہ عمری کے بڑی کثرت ہے اسکا سبب یہ ہے کہ قصہ نگاری
میں تو فقط ذہانت کی اعانت کی ضرورت ہے اس میں خصائل کا بیان بے تکلف ذہن گھڑتا
چلا جاتا ہے اور سوانحہ عمری میں تو تحقیق حالات کی مشکلات اُٹھانی پڑتی ہیں واقعات
تلاش کرکے یکجا جمع کرنے ہوتے ہیں پھر ان میں انتخاب کرنا ہوتا ہے کوئی چھوڑا جاتا
ہے کوئی بالاجمال بیان کیا جاتا ہے غرض اس کے ساتھ سوائے ذہانت کے اور
بہت سے بکھیڑے ہوتے ہیں تحقیقات حالات میں یہ ایک اور دشواری ہوتی ہے
کہ ایسے آدمی بہت تھوڑے ملتے ہیں جو کسی کے حالات بتلانے کی لیاقت رکھیں
اگر ایک شخص کے سو دوست ہوں تو انمیں ایک بھی مشکل سے ایسا ہوتا ہے جو اس کا حال
صحیح بتلائے - مصوری اور سوانحہ عمری کے مصنف میں مماثلت بڑی ہے - ایک میں
رنگوں کے اندر صورت دکھائی جاتی ہے دوسرے میں لفظوں کے اندر سیرت بتلائی جاتی
ہے جیسی ان تصویروں کی کثرت ہوتی ہے کہ جن میں گوشت پوست استخوان کی
صورت ہوتی ہے اور ان کے خریدار بھی بہت ہوتے ہیں -
اور ان تصویروں کی قلت ہوتی ہے کہ جن میں چہرے کے خط و خال باطن کا حال و اندرونی
کیفیات کو بتلائیں اور چہرہ زندہ معلوم ہو اور ان کے خریدار بھی کم ہوتے ہیں بس
ایسے ہی قصّوں کے خریداروں کی کثرت ہے اور سوانحہ عمری اور ان کے خواستگاروں کی قلت
کتابیں بوڑھوں کی تو بڑی یار نیک شعار ہوتی ہیں مگر نوعمروں کے لئے وہ الہام
کم نہیں ہوتیں نوعمری میں جو اوّل کتاب آدمی پڑھتا ہے اُس کا اثر سب سے زیادہ ہوتا

...ں عمر کی پڑھی ہوئی کتابوں کا اثر آخر عمر تک رہتا ہے۔
ایک نئی کتاب کا پڑھنا بالکل ایسا ہوتا ہے جیسے کہ کسی اپنے نئے دوست سے محبت کرنی جو ہم سے عقل میں زیادہ ہو۔ کتابوں کا مطالعہ بعض اوقات ہماری خصلت کو ایسا بدل دیتا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے ہم نے نیا جنم لیا ہے۔
انسان کے مہذب و شائستہ و نیک اخلاق بنانے میں جو کتابوں نے اپنا اثر کیا ہے وہ ایسا عیاں ہے کہ حاجت بیان نہیں بنی آدم کے علم کا خزانہ کتابوں ہی میں مجتمع ہے اس لئے علوم و فنون۔ فلسفہ۔ و مذہب اخلاق میں جو بحثیں اور رہنمائی گئیں ہیں انکا ذکر اور خیالات و منصوبے باندھنے کا بیان اور کامیابیوں اور ناکامیوں کا حال یہ سب باتیں کتابوں میں موجود ہیں۔ ہر زمانہ میں کتابیں بڑی قوت محرکہ رہی ہیں بڑے بڑے تغیرات اور انقلاب انھوں نے پیدا کئے ہیں ایک بڑی کتاب ایک بڑی لڑائی سے زیادہ کام کرتی ہے۔ بعض دفعہ قصوں و افسانوں کی کتابوں نے اپنے بڑی کرشمے کام دکھائے ہیں۔
بہادروں کی نسبت شاعروں کو زیادہ بقا ہوتی ہے ان کے خیالات اور کام بجنسہٖ زندہ رہتے ہیں خیال کو خیال کے ساتھ جو اتحاد کامل ہوتا ہے وہ کام کے ساتھ نہیں ہوتا۔ ان کے اندر تو ایسی سلسلہ بندی ہوتی ہے جیسی کہ شعلہ کے اندر شعلہ کی کہ ایک کے اندر دوسرا روشن ہوتا ہی۔ ان شاعروں کے ساتھ ہم اس طرح رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ زندگی میں رہتے۔ ان کو کتابوں کو ہاتھ میں لیتے ہیں آنکھوں پر رکھتے ہیں ہونٹوں پر چڑھاتے ہیں پیر آثار قدیمہ میں سے سوا ان کے کوئی اور ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو سب کی آنکھیں دیکھیں بس مصنف مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں وہ اپنی تصنیف میں چلتے پھرتے اور سانس لیتے ہیں وہ یوں زندہ رہتے ہیں اور جہاں کشا عالمگیر خاک میں ملتی ہیں غرض دنیا میں جو الفاظ کو بقا ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

باب یازدہم
تزوج وتاہل

(۱) مردوں میں محبت عورتوں کی الفت سے پیدا ہوتی ہے اُنکی حمایت سے نہیں
(۲) مردمیں فراست اور عورت میں عصمت ہونی چاہئے
(۳) اگر خدا کی یہ مرضی ہوتی کہ مرد کی سردار عورت بنے تو وہ اس کو مرد کے سر سے پیدا کرتا اور اگر اُس کی یہ مرضی ہوتی کہ وہ اس کی لونڈی بنے تو اس کے پانو سے پیدا کرتا۔ مگر اسکی مرضی تو یہ تھی کہ وہ دونو برابر کے آپس میں مصاحب بنیں اس لئے عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کیا۔

ہر عمر میں مرد اور عورت کی مصاحبت سے عورت اور مرد کی خصلت پر بڑا قوی اثر ہوتا ہے ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ بچّوں کی خصلت بنانے میں ماؤں کا اثر کیا ہوتا ہے۔ بچے جیسے کہ کرۂ ہوا میں سانس لے کر جیتے ہیں ایسی ہی ماؤں کے کرۂ اخلاق میں وہ پرورش پاتے ہیں۔ ایک سے جسمانی پرورش ہوتی ہے۔ دوسرے سے روحانی۔ آدمی کی ابتداء پیدائش میں عورتیں قدرتی پرورش کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور جب اس کو کچھ شعور ہوتا ہے تو وہ اس کی ناصح بنتی ہیں اور جب کچھ اور عمر میں بڑھتا ہے تو وہ اُس کی رہنما اور صلاح کار ہوتی ہیں اور جب جوان ہوتا ہے تو وہ اس کی معتمد مصاحب بنتی ہیں۔ غرض مردوں کے ساتھ عورتوں کے بہت سے رشتے ماں بہن محبوبہ زوجہ ہونے کے ہوتی ہیں بہرحال مرد کے نیک یا بد ہونے میں عورتوں کا اثر کم وبیش ہوتا ہے۔

خدا نے خود عورت مرد کے لئے مناسب کام اور ان کی معاشرت کی خدمات و فرائض ایسے جدا جدا مقرر کئے ہیں کہ ایک کا کام دوسرا نہیں کر سکتا۔ ایک کے

Marfat.com

سے جدا ہے دوسرے کے کام دھندوں سے علحدہ ہیں گو ان دونوں میں گہری وابستہ مندیاں ہوتی ہیں مگر عورت اپنے کام میں لگی رہتی ہے اور مرد اپنے کام میں مصروف رہتا ہے نسل انسانی کی ترقی کے واسطے عورت. مرد. دونوں کا ہونا ضروری ہے گو عورت مرد دونو برابر کے مصاحب بنائے گئے ہیں مگر اُن کے قوا برابر نہیں ہوتے۔ مرد زیادہ قوی۔ طاقت ور۔ رگ وپٹھوں میں زیادہ مضبوط۔ اعضا میں سخت ہوتا ہے عورت۔ نازک ضعیف القویٰ ضعیف الدماغ سریع الاعتقاد ہوتی ہے اس کے دل و دماغ پر ادنیٰ باتیں اثر کر جاتی ہیں۔ گو سر کی حکومت مرد میں زیادہ ہوتی ہے۔ مگر عورت میں دل کے اوصاف زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لئے دونو مرد وعورت زندگانی کی خدمات کی بجا آوری میں یکساں رہتے ہیں عورت کو مرد کے کاموں کا حوالہ کرنا ایسا ہی نازیبا ہے۔ جیسا کہ مرد کو عورتوں کا کام سپرد کرنا ناسزا ہے۔ بعض مرد مثل عورتوں کی ہوتے ہیں اور بعض عورتیں مثل مرد کے ہوتی ہیں مگر یہ مستثنیٰ صورتیں ہیں جس سے قاعدہ ثابت ہوتا ہے کوئی قاعدہ جبتک نہیں ثابت ہوتا کہ اس کی مستثنیٰ صورتیں نہ ہیں۔

مرد میں وہ صفات زیادہ ہوتی ہیں کہ سر سے تعلق رکھتی ہیں اور عورت میں وہ اوصاف زیادہ ہوتے ہیں کہ دل سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مرد کے دل کی اس کے دماغ کی سی اور عورت کے دماغ کی اس کے دل کی سی تربیت و اصلاح ضرور ہونی چاہئے مہذب وشائستہ سوسائٹی میں مرد جسکا دل اچھا نہ ہو ایسا ہی سمجھا جاتا ہے جیسی کہ عورت جسکا دماغ اچھا نہ ہو یعنے احمق ہو۔ عورت مرد کے اخلاق عقل دونو کی درستی ہونی چاہئیں مرد جسمیں ہمدردی نہ ہو اور وہ اوروں کا خیال نہ رکھے تو وہ ذلیل کمینہ مکروہ۔ خود غرض سمجھا جائیگا۔ اور عورت جسمیں عقل وشعور نہ ہو وہ خواہ کیسی ہی حسین ہو خوش لباس گڑیا سے زیادہ نہیں سمجھی جائیگی ⁂

عورت کی۔ مرد کی اصلی شان یہ ہے کہ وہ عاقل اور بہادر ہو اور عورت کی سچی شان یہ ہے کہ وہ نازک۔ ملائم۔ ڈرپوک ہو۔ عورت مرد کی اطاعت ہی سے پیاری اور عزیز ہوتی ہے۔ عورت میں نزاکت۔ طاقت سے زیادہ اور بھولا پن سے زیادہ تواضع غرور سے زیادہ پیدا کرنی چاہیئے جیسے لڑکے کی تعلیم اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ دنیا میں اپنی قوت بازو سے اپنا گذارہ اچھی طرح کرے ایسی ہی لڑکی کی تعلیم اس لئے ہونی چاہیئے کہ وہ مرد کے طفیل سے اپنا گذارہ نیک طور پر کرے یعنے مرد کو اچھی طرح کمانا اور عورت کو اچھے طور سے خرچ کرنا آنا چاہیئے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ عورت کی اعلیٰ درجہ کی صفات اُس محبت میں کھلتی ہے جو وہ بچوں کے ساتھ رشتہ مندی کے سبب سے کرتی ہے قدرت نے اسے بنی آدم کی دودھ پلانیوالی بنایا وہ ان بےکس بےبس بچوں کی خورش و پرورش کی مہتمم ہے کہ جن کو ہم عزیز رکھتے ہیں گھر میں اسی کے ذہن سے مناسب حال صفائی۔ پاکیزگی۔ آرام خوشی پیدا ہوتی ہیں کہ جو خصلت کو نہایت عمدہ صورت میں تربیت و نشو و نما دیتی ہیں۔ رافت ملائمت صبر نفس کشی۔ عورت کی جبلت میں داخل ہیں اس لئے انھیں مہر و محبت و امید و بہبود کی روشنی ہر جگہ پھیلاتے ہیں وہ سرد کو گرم۔ مصیبت کو راحت۔ رنج کو خوشی بنادیتی ہی بدنصیبوں کی مدد کے واسطے عورت فرشتہ بن جاتی ہے ضعیفوں کو قوی بناتی ہے بیافتادہ کی دستگیری کرتی ہے مصیبت زدوں کو تسلی دیتی ہے۔ کہا کرتے ہیں کہ جب کوئی انسان دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اپنی آہوں سے عورت کو اپنے پاس بلا لیتا ہے عورت کو تاب نہیں ہتی کہ وہ کسی کو کراہتے دیکھے اور اس پاس نہ چلی جائے +

عورت کی صفات مخصوصہ شفقت اور محبت میں ظاہر ہوتی ہیں مگر اُس کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے نفس کو مغلوب کرکے اپنی ذات پر بھروسہ کرنا سیکھے اور اپنی تعلیم و تربیت خود کرکے اپنی خصلت کو قوی اور منکشف کرے جس سے سکو مسرت و ستغنا

میں ہو۔ عورت ہو یا مرد ہو اس کی خوش دلی عورت کی تکمیل پر منحصر ہوتی ہی۔
جب عورت اپنی قوا عقلیہ کی کماحقہ تربیت کر کے استغنا پیدا کریگی اور اس کے ساتھ دل اور کوشش کی تادیب کو شامل کریگی تو وہ اپنی زندگی میں نہایت خرم و شاد رہی گی اور اپنی ذات سے اوروں کو فائدہ پہنچائیگی۔ اور عقلی نعمتیں تقسیم کریگی۔ معاشرت اعلی درجہ کی نفاست کے لئے ضرور ہے کہ عورت مرد دونو تعلیم و تربیت میں ہم قدم اور انباز ہوں۔ ایک نفیس پاکیزہ زوجہ کا شوہر لطیف و پاکیزہ ہو +
عورت مرد دونو کے واسطے قانون اخلاق ایک ہی ہے وہ لوگ نیکی کی بنیاد کو ڈھاتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ بسبب اختلاف تذکیر و تانیث عورت مرد کے اخلاق میں ایسا اختلاف ہو گیا ہے کہ مرد کو ایک کام کرنا جائز ہے اور عورت کو وہی کام کرنا ایسا ناجائز ہے کہ اس سے عمر بھر کلنک کا ٹیکا اس پر لگتا ہے معاشرت کی نفاست کے واسطے عورت مرد دونو کا پاک باطن اور نیک نہاد ہونا لازم ہے۔ دونو کو چاہیئے کہ وہ بد افعالی کو ایسا زہر سمجھ کر اس سے پرہیز کریں کہ اگر وہ ایک دفعہ بدن میں چلا جائیگا تو پھر عمر بھر بالکل نہیں جائیگا۔ کچھ نہ کچھ باقی رہیگا۔ اور خوش دلی کو عقلاً تلخ کریگا۔ ان کو چاہیئے کہ کبھی وہ کام نہ کریں جس سے کہ دل پر خصلت پر کوشش پر صدمہ پہنچے۔ کہتے ہیں کہ جبتک محبت کے سبب سے عورت مرد میں یگانگی نہ پیدا ہو ان کی تکمیل زندگانی کے تجربوں میں نہ ہوگی۔ عورت مرد محبت سے جبتک آشنا نہ ہوں۔ نہ عورت عورت ہی نہ مرد مرد ہی۔ انمیں ایک دوسرے کا تکملہ ہے یعنی مرد کی تکمیل کے لئے عورت کی اور عورت کی تکمیل کیلئے مرد کی ضرورت ہی۔ افلاطون کا یہ خیال تھا کہ محبوب میں محب اپنے مشابہ کو تلاش کرتا ہی۔ عورت مرد کی یگانگی میں ہر ایک کی آدھی محبت دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہی۔ مگر یہ فلسفہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ یگانگی جیسی کہ مشابہ ہونے میں پیدا ہوتی ہے ایسی ہی غیر متشابہ ہونے میں +

سچی یگانگی کے لئے نیک دل و نیک دماغ ہونا ضرور ہے۔ اس کی بنیا باہم پر رکھی جاتی ہے آدمی ایسی چیز سے سچی مستقل محبت کریگا جسکی وہ قدر و منزلت و تعریف کرتا ہی۔ کسی خراب چیز سے وہ مودت نہیں کریگا خصلت کی ان صفات پر جو آدمی کی زندگی پر گھر میں اور جمہور میں حکومت کرتی ہیں + سچی یگانگی موقوف ہے +
زوجہ و شوہر کی یگانگی میں ادب قدر و منزلت کے سواء اور باتیں بھی ہوتی ہیں جو نہ مردوں کے باہمی یگانگی میں ہوں نہ عورتوں کی یگانگی میں مردوں کے اندر محبت کی باتوں میں ایک خلیج حائل ہوتی ہی جسپر عبور نہیں ہو سکتا۔ بھائی کی بھائی کامل طور پر دستگیری نہیں کرسکتا اس لئے اس سے وہ پوری امداد اور دل کی تقویت نہیں حاصل ہوسکتی جو عورت سے خواہ وہ ماں ہو بہن ہو۔ بیوی ہو۔

خوشی و ہمدردی و تعلقات انسانی کے نئے عالم میں آدمی محبت کے دروازہ سے داخل ہوتا ہے۔ یہ نیا عالم اس کا گھر ہوتا ہے جس کو خود اس نے بنایا ہے اور اسکے لڑکپن کے عالم سے بالکل مختلف ہوتا ہے جس میں ہر روز نئے نئے تجربے ہوتے ہیں اور اپنی نئی نئی خوشیاں ہوتی ہیں اور آزمائشوں و امتحانوں اور رنجوں کے نئے عالم میں بھی وہ داخل ہوتا ہی جس سے اس کی تادیب تعلیم و تربیت نہایت اچھی ہوتی ہی۔ تاہل کی زندگی تردد و تفکر کے کانٹوں سے بھری ہوتی ہے مگر یہ سارے کانٹے پھل لاتے ہیں جیسے کر سوکھ ہی نہیں جاتے۔ ایک خاص زمانہ تک اگر گھر بچوں سے پر نہ ہو تو پھر وہ حماقتوں اور شرارتوں سے پر ہوتا ہے اگر مجرد آدمی کاروبار میں بالکل لگا رہے تو اس کی خصلت میں تنگ حوصلگی اور درشتی آجاتی ہی۔ وہ صرف اپنی ذات کے کاموں میں مصروف رہتا ہے اور اپنے حصول منفعت کے فکر میں اور اوروں کی چالاکیوں کی روک تھام کے سوچ بچار میں لگا رہتا ہے اس لئے اس کی خصلت میں خست و حقارت و خشکی داخل ہوجاتا ہی گو اس کی خبر بھی اس کو نہیں ہوتی ان برے اثروں کا داغ [illegible]

ہوتا ہے جو آدمی کے دل کو بیرونی فائدوں کے خیال کی کلفت سے نکال کر گھر کی آسائش کا دلی

آرام دے کر تر و تازہ کرتا ہے - یہ تاہل تو آدمی کو حصن حصین میں بٹھاتا ہے مگر

کاروبار کے افکار دل کے گرد خرابی کو لاتے ہیں اگر کسی شخص کا دماغ کاروبار اور بڑے بڑے

ارادوں میں مصروف ہے مگر دل میں محبت و ہمدردی اوروں کے ساتھ نہ ہو تو گو وہ بظاہر

دنیا میں کامیاب معلوم ہو - مگر دراصل وہ ناکام و محروم ہے -

اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ روز بہ روز دولت و مال میں جاہ و منصب میں اپنی پیشہ کے اندر

شہرت و ناموری میں بڑھتا جاتا ہے مگر اس کے گھر میں بدنظمی ہی اور آپس میں محبت

نہیں اور گھر والے اس کو برا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں تو اس کو ہرگز خوش اقبال اور کامیاب

نہ سمجھو کسی پاس خواہ دولت کتنی ہی ہو اگر وہ اس کے خرچ کرنے کا مرکز گھر کو نہیں بناتا

تو وہ اچھا آدمی نہیں ہوتا - آدمی اپنی شعاعیں خواہ کتنی ہی اطراف پھیلائے - مگر اس کا

نقطۂ آتشی جس پر شعاعیں سب مجتمع ہوتی ہیں گھر ہی کو بنائے جو نیک آدمی کے دل کے

گرد ہمیشہ بسا رہتا ہے +

ہمیشہ آدمی کی خصلت کا اصلی حال کسی جگہ سوائے گھر کے نہیں کھلتا - اسکی عملی دانش

جمہوری کاموں سے زیادہ ان قواعد سے معلوم ہوتی ہے جو وہ اپنے گھر میں برتتا

ہے گو اسکا دماغ کاروبار میں بالکل مصروف ہو مگر دل اسکا بالکل گھر میں ہونا چاہئے

گھر میں خصلت کے ان صفات کے جوہر کھلتے ہیں راستی - محبت - ہمدردی - اوروں

کا خیال - صاف دلی - مردانگی اگر امور خانگی میں محبت کو سب باتوں پر غلبہ نہ ہو تو

پھر گھر میں حکومت شخصی قابل برداشت نہیں ہوتی - بغیر عدالت کے نہ محبت ہو سکتی ہی نہ آشتی

ہو سکتا ہی نہ ادب - جن پر گھر کے تمام قواعد منحصر ہیں -

نیک خوش حال گھر میں یہ اوصاف ہوتے ہیں کہ نہ کوئی جھنجلاتا ہی نہ کوئی غصہ کی بات

زبان پر لاتا ہی نہ کوئی سست خالی بیٹھتا ہے نہ کوئی بدمزاجی کرتا ہے ہر یک اپنے فرض کے

Marfat.com

ادا کرنے میں تندہی کرتا ہی [illegible]

حکومت کرتا ہی کہ سارے گھر کے آدمی اسکے حکم پر چلتے ہیں اور [illegible]

گھر بھار رکھتا ہے جھوٹی جھوٹی محبت کی باتوں کے سامنے اپنی گھر میں کیا کرتا [illegible]

اہل و عیال میں زندگی بسر کرنے سے جس شخص کی چاہتوں میں توانائی آئی [illegible]

اپنی ہمدردی و شفقت کو ایک تنگ حاطہ میں مقید نہیں کریگا۔ اس کو کنبہ میں [illegible]

دیگا اور اس کنبے کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلائیگا۔ محبت ایک آتش ہی جو پہلے سینہ کے

کونے میں اپنے تئیں سلگاتی ہے اور دوسرے کے سینہ کی چنگاری کو اپنے میں [illegible]

الیسی ہی ہے کہ عورتوں اور مردوں کے ازدحام کو گرم و روشن کرتی ہی اور ایک عالم

کے دلوں کو منور کرتی ہے اور کل عالم و مخلوق کو اپنے تیز شعلوں سے روشن کر دیتی ہی +

گھر ہی کی رجمٹ دل کو قواعد دان و مستقل بناتی ہی۔ گھر عورت کی سلطنت ریاست اور

اسکی ساری دنیا ہوتی ہے جسمیں وہ محبت الفت ملائمت کی قوت سے حکومت کرتی ہی بلند

ہمت بیوی کے ساتھ یگانگی کرنے کی برابر کوئی چیز مرد کی طبیعت کے فسادوں اور اضطرابوں کو

دور کرنیوالی نہیں اس سے خاوند کو آرام ملتا ہے خوش دلی و رضامندی حاصل ہوتی ہی دماغ کو

آرام روح کو راحت ملتی ہی۔ بیوی عمدہ صلاح کار مشیر ہوتی ہی اس کی صواب دید رایے سے

خاوند اپنی تہہارلے کی خطاؤں سے محفوظ و مصئون رہتا ہے سچی بیوی مشکلات اور [illegible]

وقت میں خاوند کے لئے عصا ہوتی ہی وہ اس کو کسی مصیبت آفت بداقبالی ادبار کے

زمانہ میں ہمدردی و دلسوزی کرنے سے باز نہیں رہتی۔ جوانی میں وہ آرام جان ہوتی

ہے اور بڑی عمر میں جب مرد خیالی فرضی چاہتوں سے نکل کر اصلی حالتوں میں رہنے لگتا

ہے۔ وہ وفادار ساتھی ہوتی ہے +

کیا خوش نصیب خاوند ہے کہ جس کے سارے فکر و تردد گھر میں قدم رکھتے ہی بیوی کے سبب سے

دور ہو جائیں مرد کی کوئی خوش نصیبی اسکی برابر نہیں اسکی خدا پرست نیک بیوی ملجائے جسکے

...ایت سے وہ زندگی بسر کرے ایک خدا پرست کا قول ہے کہ کوئی شخص...
...سے اور جوانی میں شادی کرنے سے نہیں پچتاتا ہے۔
...راحت و خوشدلی اس مرد کو حاصل ہوتی ہے کہ جسکی بیوی اس کے ظاہر و باطن کی یار و...
...ہو یہ کچھ ضرور نہیں کہ بیوی مرد کی نقل ہو جیسی عورت یہ نہیں چاہتی کہ میرا شوہر زنانہ...
...ع ہو ایسی ہی مرد کو چاہیئے کہ وہ یہ نہ چاہے کہ میری بیوی مردانہ طبع ہو۔ عورت کی...
...فات پسندیدہ عقل کے اعتبار سے نہیں ہوتیں بلکہ اس کی محبت کے لحاظ سے وہ علم سے...
...خاوند کا دل نہیں خوش کرتی جیسے کہ اپنی ہمدردی اور دل سوزی و محبت سے مرد کو...
نیک دل عورتوں سے زیادہ عالی دماغ عورتیں عزیز نہیں ہوتیں جو صفتیں مردوں میں...
...تی ہیں اس سے تو مردوں کا جی بھرا ہوا ہوتا ہی اس لئے وہ عورتیں ان اوصاف سے...
...لف اوصاف دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔
...عاقل کہتا ہے کہ اگر کوئی تجھ سے پوچھے کہ خدا تعالیٰ نے لطف و کرم انسان پر سب سے زیادہ...
...نسا کیا ہے تو میں یہ کہوں کہ خدا کا بڑا فضل و کرم یہ ہی کہ اس نے عورت مرد کی روحوں...
...ختلف کمال خوبی کے ساتھ ایسا بنایا ہے کہ جس کے سبب سے وہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ...
...رہتی ہیں کہ باہم انہیں فریفتگی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو وہ آرام دیتی ہیں جس سے...
...وہ انسان کے خیال میں بھی نہیں آتا گو ان کی خصلتوں میں یہ اختلاف ہو مگر ان کی...
...ل اور رایوں میں موافقت ہونی چاہیئے۔ اگر مرد کو عورت کے ساتھ محبت اسکے...
...نے سے نہیں ہوتی مگر اس کے فہم کی تربیت تعلیم و درستی و اصلاح کرنی ضرور ہے...
...میں یہ ایک غلطی پھیلی ہوئی ہی کہ وہ نہیں جانتے ہیں کہ عورتوں کو علم و ادب سکھانا...
...نہ کاروبار خانگی کے لائق نہیں رکھتا۔ مگر مردوں کے لئے یہ صورت نہیں ہی۔ یہ بات...
...نہیں ہے جس کا جی چاہی دیکھ لے کہ کیسی کیسی تعلیم و تربیت یافتہ عورتیں اپنے تئیں...
...خانگی امور میں وقف کر دیتی ہیں اور سب اوقات اسی میں توجہ کرتی ہیں علم و ادب ان کو...

Marfat.com

معزز اور با وقعت بنا دیتا ہے۔ مگر ان کو اپنے علم کو ہو شیاری سے ...
سچی بیوی میں یہ صفات ہوتی ہیں کہ وہ گھر کو بالکل راحت و آرام کی جگہ بنا دے۔ حتی المقدور خاوند کو امور خانگی سے ایسا فارغ البال کر دیتی ہے کہ اس کو ذرا فکر و تردد اس میں کرنا نہیں پڑتا حتی الامکان وہ اس کو قرضدار نہیں ہونے دیتی اپنی زینت سنوارتی اس طرح ہے کہ خاوند کی نظروں میں بھلی لگتی ہے اور اس کے مذاق کو محفوظ کرتی ہے۔ ہر انسان کی طبیعت میں مذاق کو بڑا دخل ہے اور محبت مذاق میں جدائی مشکل سے ہوتی ہے۔۔۔ جس گھر میں محبت نہیں وہاں نہ روح کو راحت ہے نہ دماغ کو آرام ہے۔ محبت کے سبب سے دل و دماغ کو تو چین و آرام حاصل ہوتے ہیں خاوند کو بیوی کی خوبصورتی و بھڑک و چمک و پر جوش طبیعت پر اتنا خیال نہ رکھنا چاہیئے جتنا کہ اس کی خوش فہمی خوش مزاجی و تیز ہونی پر۔ و اشرافانہ نرم مزاجی پر۔

بہت سے آدمی نکاح کر کے اس سبب سے مایوس ہوتے ہیں کہ ان کو بہت ساری توقعیں نکاح سے ہوتی ہیں مگر اس سے زیادہ وہ لوگ پچھتاتے ہیں جو اپنی بیویوں کی خوش مزاجی، الفت، تحمل معمولی عقل کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ وہ ایک خیالی حالت ایسی بناتے ہیں جس کا تجربہ آسمان کے نیچے نہیں ہو سکتا۔ جب اصل زندگی کے ترددات و تفکرات ان کے روبرو آتے ہیں تو وہ ایسے چونکتے ہیں جیسے کہ کوئی خواب سے بیدار ہوتا ہے وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے جن بیویوں کو پسند کیا ہے وہ اپنی ستودہ خصائل میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہیں مگر تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ضعیف و ناقص ہیں وہ یہ جان لیں کہ انسان کی طبیعت کے نقص بہ نسبت آدمی کے کمال کے زیادہ تر اوروں کے تحمل اور ہمدردی کے مستحق ہوتے ہیں اور جنکی طبیعت میں تحمل ہوتا ہے اور عقل و محبت ہوتی ہے وہ ان کے ساتھ زیادہ اتحاد کرتے ہیں۔

تاہل کی زندگی کا سب سے عمدہ قاعدہ تحمل و در گذر کرنا ہے گو زینت کی طرح ...

Marfat.com

مسئلہ رضا جو بیویوں کا ہوتا ہے اسمیں چاہیے کہ وہ بے مرکے روکے تحمل و صبر کرے ایک دوسرے کے قصوروں خطاؤں کے دیکھنے میں اندھا نہ بنے مگر اس کی برداشت اور ان سے درگذر نیک مزاجی سے کرتے تاہل کل صفتوں میں خوش مزاجی بڑے کام آتی ہی یعنی اسمیں مطلوب ہوتا ہی جس سے صبر پیدا ہوتا ہے اور صبر سے تحمل اور درگذر کرنا پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی سنتا ہے مگر سخت جواب نہیں دیتا ہے اُس کو غصہ آتا ہے مگر جبتک اسکا اثر نہیں جاتا ہی اس کو ضبط کئے رہتا ہے تاہل پر یہ مثل خوب صادق آتی ہی کہ نرم جواب غصہ کو اُتار دیتا ہے۔ ایک شاعر نے نیک بیویوں کے اوصاف کو اس طرح سے حصوں میں تقسیم کیا ہی چار حصے تو خوش مزاجی کے لئے مقرر کئے۔ اور دو حصے شعور و فہم کے واسطے ایک حصہ ظرافت و ذکاوت کے واسطے ایک حصہ خوبصورتی کیلئے اور باقی دو حصے اور ایسی صفات کے لئے۔ جیسے کہ دولتمندی۔ رشتہ۔ قرابت۔ تعلیم۔ جو معمولی نہ ہو۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کی شرافت نسب وغیرہ مگر ان صفات میں کوئی ایک صفت بھی ایسی نہیں ہے کہ وہ ایک پورے حصہ کا مستحق ہو۔ بلکہ ہر ایک ایک کسر کا استحقاق رکھتی ہی۔

کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو جالیاں کاڑھنی خوب آتی ہیں مگر ان کو پنجرے بنانے اچھے آنے چاہئیں اس لئے کہ مرد گو پرندوں کی طرح آسانی سے پکڑے جاتے ہیں مگر قید مشکل سے رہتے ہیں جس خاوند کی بیوی کو اپنا گھر ستھرا اور روشن رکھنا نہیں آتا کہ جسمیں خاوند باہر سے تھکا تھکایا آئے اور آرام نہ پائے اور خوش نہ ہو تو وہ گھر ایسے خدا اس عذاب سے بچائے۔

اکثر دانشمند کسی عورت سے فقط خوبصورتی دیکھکے نکاح نہیں کرتے۔ گو حسن ابتدا میں جان فزا اور دلکش ہوتا ہے مگر اس سے اکثر کوئی نتیجہ عظیم نہیں پیدا ہوتا۔ اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ حسن کی کم قدری ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حسن تو وہ چیز ہے کہ اگر اور چیزیں برابر ہوں تو فقط چہرہ کی حسانت و وجاہت اور کچھ نہیں تو صحت جسمانی کو ظاہر دکھاتی ہیں کسی ایسی حسین عورت سے نکاح کرنا جسکے حسن صورت کو حسن سیرت نے آراستہ نہ کیا ہو

Marfat.com

بڑی غلطی فاش قابل افسوس ہے ... کہ ایک ...

مساوات بڑھ جاتی ہے۔ ویسی ہی حسین بیوی کو حسن میں حسن سیرت ... مساوات ہو جاتی ہے حسن ظاہری دیر پا نہیں ہوتا ... مگر حسن سیرت اگر ایسی ویسی صورت کی عورت میں بھی ہو تو وہ ایسے ... کہ جس پر دل فریفتہ ہو حسن سیرت کی خوبی عمر کے ساتھ بڑھتی ہی اور روز بروز ... ہوتی ہے میاں بیوی کو نکاح سے ایک برس بعد ایک دوسری کی خوش مزاجی کا ذرا خیال نہیں ہوتا خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ خاوند کا عبوس ورا وندھی پیشانی کا ہونا بیوی کی حالت پر رحم دلاتا ہے اور خندہ رو کشادہ پیشانی ہونا عزیز اقربا بیوی کی خوش دلی ظاہر کرتا ہے۔

باب دوازدہم

تجربہ

صرف تجربہ ہی کی مدرسہ میں کاردانی و معاملہ فہمی یعنی عملی دانش کا درس ہوتا ہے۔ امر و نواہی و پند و نصائح جہاں تک وہ چلتے ہیں فائدہ مند ہوتے ہیں مگر جب تک اصلی زندگی کے کاموں میں اُن کا تجربہ نہ کیا جائے تو وہ صرف نظری رہتے ہیں عملی نہیں ہوتے ہستی انسان کی سخت واقعات نفس الامری سے سامنا کیا جاتا ہے کہ خصلت میں وہ درستی و راستی پیدا ہو جو کسی طرح پڑھنے سے اور تعلیم سے نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ وہ اس طرح حاصل ہو سکتی ہی کہ علی العموم عورتوں اور مردوں کی تعلق فطرتی سے جو نہایت وسعت رکھتی ہے میل ملاؤ اور لگاؤ رکھا جائے۔ خصلت ... جب پاتی ہی کہ زندگی کے روزانہ کاموں میں اور تحریصوں اور ترغیبوں اور ... کے عالم میں ہم اپنے قدموں پر مضبوط کھڑے رہیں اور لغزش نہ کریں ... زندگی کے

Marfat.com

[illegible] نہیں گوشہ میں تنہا نشینی کی نیکیاں کسی شمار میں نہیں آتیں
تنہا نشینی کی خوشیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی کہ اور خود غرضیوں کی خوشیاں ہوتی
ہیں خلوت نشینی سے معلوم ہوتا ہے کہ خلوت نشین اور آدمیوں کو حقیر جانتا ہے
اکثر خلوت نشینی کے معنے کاہلی نامردی اور خود پرستی کے ہوتے ہیں مردانہ محنت مشقت اور
قناعت کے فرض کا خاصہ حصہ ہر ایک انسان کے ذمہ ہے کہ جس کو وہ چھوڑ نہیں سکتا۔
جب تک اپنا اور اپنے گروہ کا نقصان نہ کرے +

جب آدمی کو دانائی آتی ہے اور علم عملی جانتا ہے کہ معاملات و کاروبار دنیاوی
میں وہ شریک ہوتا ہے۔ ہمارے فرض کا بڑا احاطہ یہی ہے کہ ہم کارداں اور
معاملہ فہم بنیں اور اپنے تئیں صبر۔ جفاکشی۔ تحمل کی تعلیم کریں جس سے کہ ہماری
خصلت کا ڈھانچ بنے اور اس میں پختگی اور پیوستگی پیدا ہو مشکلوں و امتحانوں و
تحریصوں ترغیبوں کا مقابلہ کرنے پر کل آئندہ زیست کا رنگ ڈھنگ موقوف
ہے اور ہم جو بڑی مصیبتیں جھیلتے ہیں اور آفتیں اٹھاتے ہیں ان سے اپنی تادیب کے
زیادہ علم عملی حاصل کرتے ہیں جس کو کبھی صرف گوشہ نشینی و مطالعہ سے نہیں حاصل کر سکتے ہیں +
آدمی جب تک اوروں سے ملتا جلتا نہیں وہ اپنے تئیں نہیں پہچانتا کہ میں کیا ہوں
اوروں کے ساتھ ملاپ جلاپ رکھنے ہی سے آدمی اپنی لیاقتوں کا تخمینہ کر سکتا
ہے جو شخص کسی صحبت میں نہیں بیٹھتا اور تنہا رہتا ہے وہ بہر حال اپنے حال سے
جاہل رہتا ہے اور خود بیں مغرور و متکبر ہوتا ہے یہ ایک ایسی سچی بات ہے
کہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتی جو لوگ اپنی دانائی کو صحیح طور سے سمجھتے ہیں انھوں نے کوئی بڑی [illegible]
نہیں دکھائی اور جو غلط سمجھتے ہیں انھوں نے کوئی اچھے ڈھنگ نہیں دکھائے بہت سے آدمی
ایسے ہیں کہ وہ اوروں کی لیاقتوں کے تخمینہ کرنے کے لئے جھٹ پٹ تیار
ہو جاتے ہیں مگر اپنی لیاقتوں کا حساب نہیں کرتے۔

Marfat.com

تجربہ کا مدرسہ

جو شخص دنیا میں کچھ ہونا اور کوئی کام کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضرور ہے کہ اپنی ذات کا علم بمقدار مناسب حاصل کریں وہ اپنے ذاتی تجربات کے لئے بھی جیسا آدمی کو یہ جاننا ضرور ہے کہ میں کونسا کام کرسکتا ہوں ایسا ہی یہ جاننا ضرور ہے کہ میں کونسا کام نہیں کرسکتا ہوں کوئی شخص بغیر ان دونوں باتوں کے جاننے کے کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتا اور نہ اطمینان قلب حاصل کرسکتا ہے جو شخص تجربہ کاری سے اپنے تئیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے وہ اوروں کی امداد طلب کرنے میں ننگ و عار نہیں کرسکتا ہے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا عاقل ہوں اور اوروں سے سیکھنے کا محتاج نہیں ہوں تو وہ کسی کار عظیم کے کرنے میں یا کار نمایاں کے کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ ہمکو ہمیشہ اپنا دل و دماغ اوروں سے سیکھنے کے لئے کشادہ رکھنا چاہئے۔ اور جو لوگ کہ تجربہ و دانش میں ہم سے فوقیت رکھتے ہیں اُن سے سیکھنے میں شرمانا نہیں چاہئے۔

جو شخص تجربہ کاری سے دانشمند ہوتا ہے وہ ان چیزوں کے نیک و بد کے صحیح جانچنے میں کوشش کرتا ہے جو اسکے مشاہدہ میں آتی ہیں اور جن سے کہ اُسکو روزانہ کام پڑتا ہے معمولی تجربہ کاری کی ترقی جو سمجھ کے ساتھ کی جاتی ہے اُسکا نتیجہ بھی ہماری عقل معمولی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے میں ایسی بڑی لیاقت کی ضرورت نہیں ہے جیسی کہ صبر و صواب دید و ہوشمندی کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ عاقل وہی آدمی دیکھنے میں آتے ہیں جو دنیا کے کاروبار میں تجربہ کار اور ہوشیار ہوتے ہیں وہ جن باتوں کو جانتے اور دیکھتے ہیں ان سے استدلال کرتے ہیں مکڑی کی طرح وہ جالا نہیں تیار کرتے کہ باتوں میں چنیں و چنان کہ [illegible] کیوں ہونی چاہئے۔

انسان کی ساری زندگی تجربہ کاری کا مدرسہ [illegible] ہے جس میں عمر [illegible]

Marfat.com

...یں مدرسہ میں یہ ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی سبق جو ہم پڑھتے ہیں وہ سمجھ
میں نہیں آتے ۔ اور اُن کو استاد کے اعتماد پر مان لیتے ہیں ایسی ہی اس مدرسہ
میں بہت سے سبق ہم سمجھ نہیں سکتے بلکہ ان کا سیکھنا ہی اپنے لئے دشوار جانتے ہیں
تو مناسب کہ اُن کے سکھانیوالے امتحانات و تکلیفات و ترغیبات و مشکلات ہوں
میں ان کو فقط ہم مان ہی نہ لیں بلکہ یہ جان لیں کہ وہ خدا کی طرف سی ہمارے لئے مقرر
ہیں مدرسہ زندگی میں شاگرد اپنے تجربوں سے بڑے بڑے فائدے حاصل کرتے سیکھتے
ہیں اپنے سیکھنے کے مواقع سے بہت منفعت اُٹھاتے ہیں دل و دماغ کی تربیت
و تادیب کرتے ہیں اپنے نفس کے مغلوب کرنے پر دلیری کرتے ہیں اور اپنی دانائی
کو بڑھاتے ہیں ثروت و امارت میں بھی اعتدال اور عدالت کو ہاتھ سے نہیں دیتے
اور راستی کو قائم رکھتے ہیں یا فقط اپنی زندگی کو خود غرضی کی ضیافت بنا کے اوروں کا
کچھ پاس لحاظ نہیں کرتے - امتحانوں اور مصائب سے وہ بہت کچھ عبرت پکڑتے ہیں اور صبر
اور خدا پر توکل کرتے ہیں یا کچھ سوائے بے صبری و طمع و حرص و عناد و فساد کے کچھ نہیں سیکھتے
تجربے کے نتائج کا حاصل کرنا جینے پر منحصر ہے اور جینا وقت سے متعلق ہی - تجربہ کار روز گما
جانتا ہی کہ وقت میری کب مدد کرے گا - ایک عاقل کا قول ہی کہ وقت اور ہم ہلکر ہر کسے
دو کے سامنے ہو سکتے ہیں وقت کو مشاطہ یعنی خوبصورت بنانے والا اور
کہتے ہیں مگر وہ معلم بھی ہے وہ تجربے کی خوراک اور دانائی کی سرزمین بھی ہی - نوجوان کا
دوست بھی ہوتا ہے اور دشمن بھی - بوڑھے کی اگر زندگی گذشتہ نیک ہی اور اپنے
وقت کو اچھی طرح صرف کیا ہی تو وقت اُس کا انیس غمخوار اور دل کا آرام دینے والا
ہے اور اگر اُس کی زندگی گذشتہ اچھی نہیں ہی اور وقت کو وہ بری طرح کام میں لایا ہی
تو وقت اُس کو آزار اور گزند پہنچانے والا ہے -
نوجوانی کے گوشے کو دقت ہی نکالتا ہے سدھاتا ہی ہم کو نوجوانی میں دنیا کے اندر کیسی کیسی چلی بد...

چیزیں لذیذ معلوم ہوتی ہیں اور ...
ہیں تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ...
تو پھر عقبات تاریک رنج ومحن و مصائب ...
ہیں خوشا النصیب کہ جو ان عقبات کے امتحانوں سے ...
دل و دماغ کے استقلال کے سبب ان سے باہر نکل جاتے ہیں ...
آن کر پڑے اس سے خمیدہ قامت نہیں ہوتے ہیں۔
نوعمری میں تھوڑی سی سرگرمی اور گرمجوشی بڑی عمر میں بہت کام آتی ہے
مستعد قوت محرکہ کا کام وہ دیتی ہے جب یہ سرگرمی تجربہ کے ماتحت ...
ہے تو وقت اس کو بتدریج سرد کر دیتا ہے یہ سرگرمی خصلت کی ہونہار ہونے اور
صحیح درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔
جہانتک ہوسکے اس کو راہ مستقیم پر لے جاؤ اور کبھی اس کو دباؤ نہیں اور اسپر ناک بھوں چڑھاؤ نہیں
وہ طبیعت کے خودغرض نہ ہونے کی ایسی علامت ہی جیسی کہ خودفروش تنگدلی
اور خودغرضی کی نشانی ہے خودستائی اور اپنے تئیں کافی سمجھنے سے زندگی کا آغاز
ہونا خصلت کے حق میں ہر قاتل ہی۔ یہ زندگی کی حالت اس سال کی مثال ہے جس
میں موسم بہار نہ آئے جبتک رستی کے ساتھ بیج نہ بوئے جائینگے نہ پھول آئینگے نہ پھل لگینگے
نوجوانی بہار عمر ہے اگر اس میں سرگرمی خاصی طرح نہ کی جائیگی تو کوشش کم کی ... اور کام
بہت ہی کم ہوگا۔ سرگرمی کاروانی کی بڑی مدد کرتی ہی اسی سے اپنے ...
ہوتا ہی اور ڈھارس بندھتی ہے اور اس کے سبب ادا وغیرالفعل ...
خشک و بیہودہ تفصیل سے خوش مزاجی و خوشدلی کے ساتھ نجات ...
فرضی صورتیں بناتا ہی اور فرضی نتیجے نکالتا ہے کہ اگر میں یہ کروں گا تو یہ ...
ہوگا تو میں یہ کروں گا۔ دوسرے وہ اصل حقیقی کام کیا ...

Marfat.com

...اپنے ساتھ ملتی ہیں تو انسان کی زندگی بڑے لطف کے ساتھ بسر ...میں ایک مستقیم ناہموار پر چلاتی ہیں کہ جس سے وہ نتیجہ حاصل ...ے دنیا میں لانے کے لائق ہے اور فرضی باتیں رستہ کی خوبصورتیوں کو ...کر جھلاتی ہیں جنسے ایک یقین کامل قابل عمل پیدا ہوتا ہے کہ اس تاریک جسمانی ...ی میں ایک خوشی جسمیں کسی بیگانہ کا واسطہ نہیں اور ایک روشنی ہے جو چمکتے دن کی روشنی کی برابر ہو جائیگی۔

...بات علم میں کامیابی کی لیاقت پیدا ہونے کے لئے سرگرمی زور کی بڑی ضرورت ...رتی ہی۔ اس کے بغیر تمام موانع اور عوائق و مزاحم جنکا مقابلہ ہر طرف کرنا پڑتا ہے آدمی کا ناک میں دم کر کے مغلوب کر لیتے ہیں مگر سرگرمی وہ دلیری اور استقلال پیدا کرتی ہے کہ آدمی اپنے تئیں سمجھنے لگتا ہے کہ میں ایسا مضبوط ہوں کہ ہر خوف کا مقابلہ اور ہر مشکل کا سامنا کر سکتا ہوں شجاع جوانمرد کام سے مُنہ نہیں موڑتے جبتک انہیں کامیابی نہیں ہوتی وہ بار بار اُسے کئے جاتے ہیں اور کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوتے جانتے ہیں کہ درخت اول ہی دفعہ کی ضرب سے نہیں گر پڑتا اُس پر برابر بار بار ضربیں لگتی ہیں اور محنت اُس پر کی جاتی ہی تو وہ اُکھڑتا ہی۔ آدمی کی کامیابی ...وہ حاصل کرتا ہی دیکھتے ہیں مگر جس محنت مشقت و آفت و غضب اُٹھانے سے ...ہوتی ہی اُسے نہیں دیکھتے۔ ایک بڑا سپہ سالار تھا اُس کے گھر میں ایک دوست آیا اُسکی حشمت و دولت کو دیکھکر اُس کو خوش اقبالی اور ثروت کی مبارک باد ...اُس سپہ سالار نے کہا کہ تمہاری مبارکبادی کی طرز ایسی ہی کہ جس سے معلوم ہوتا ...میں چلو اور ہماری دولت وحشمت کو بہت آسان سودا کر کے ...میں تمہارا ہوں اور ... سے تین دفعہ گولیاں ماروں گا۔ اگر تم ...دولت وحشمت تمہاری ہی تم

سرگرمی و استقلال

یقین کرو کہ مجھ پر ہزار دفعہ گولیاں چلیں اور بہت ...
دولت و حشمت نصیب ہوئی ہی بڑے بڑے عالی مرتبہ آدمیوں کو اول ...
شاگردانہ خدمت کرنی پڑتی ہی۔ یہ شاگردی خصلت کی اتالیق ...
وہ سوتے ہوئے کاموں کے جگا دینے کے لئے کام کرنے کی قوت ...
ہی جیسے کہ بعض اوقات گرہنوں سے دُم دار ستارے نمودار ہو جاتے ہیں
ایسی ہی بعض دفعہ صعوبت کے پڑنے سے شجاع جوانمردوں کے جوہر کھلتے ...
ہیں لوہے میں سے آگ چقماق کے لگانے سے جیسے نکلتی ہے ایسے ہی ذہن ...
صعوبت کے صدمہ پہنچنے سے خدائی اخگر نمایاں ہوتی ہیں ایسی طبیعتیں بھی ...
ہیں کہ صعوبت میں شگفتہ و پختہ ہوتی ہیں اور آسائش و آرام کی ہوا لگنے سے نرم
اور مردہ ہو جاتی ہیں۔

آدمیوں کے واسطے یہی بہتر ہے کہ کام ان کو بیدار کرتے رہیں اور صعوبات ...
مشکلات انکو اپنے برتے پر بھروسہ کرنے سے سخت مضبوط بنائیں بہ نسبت ...
کہ وہ بے فائدہ کاہلی اور لاحاصل مردہ دلی کی نیند میں اپنی عمر گنوایا کریں ...
مشقت اٹھانی فتحیابی کی شرط ہی اگر مشکلات پیش نہ آیا کرتیں تو سخت کوشش ...
ضرورت ہوتی اگر تحریصیں اور ترغیبیں نہ ہوتیں تو نفس کے مغلوب کرنے کی ...
ہوتی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر نیکی کی خوبی بہت کم ہو جاتی۔ اگر صعوبت ...
نہ ہوتے تو صبر و توکل کی تعلیم معدوم ہوتی غرض یہ صعوبات و آ...
نیکی کے سرچشمے ہیں کچھ برائیاں و شامتیں نہیں ہیں ایسی ...
اٹھا کر فتحیاب ہوتا آدمی کے حق میں اکثر فائدہ ... زیادہ طاقت ...
لڑائی صرف افلاس اور سخت جفاکشی لیا ... اور ... کے ...
بہ نسبت اس شخص کے ہوتا ...

... ام گزرتا ہو طالب علمان فارغ التحصیل کو علمی غذا سے مجبور رہنے کی
... رورت اتنی نہیں ہوتی جتنی کہ افلاس کی ایک عالم کہتا ہی کہ دولت میری دل کو گراں
معلوم ہوتی ہی میں مفلسی کے سوا اور کسی چیز کو نہیں پسند کرتا۔ میں ہمیشہ اس لئے خیر مقدم
کرتا ہوں کہ وہ میرے پاس آنے میں دیر نہ لگائے افلاس کے سبب سے بعض آدمی
صاحب ہنر اور اہل علم ہو لیتے ہیں بعض شاعر اور مصنف ایسے گذرے ہیں کہ جن کی
مفلسی نے دنیا کو دولت مند بنایا ہے یعنے ان کی دولت تصنیفات سے خلق اللہ مالا مال
فقط اس سبب سے ہوئی کہ اگر ان پاس دولت ہوتی تو پھر تصنیفات نہ ہوتی۔
... روت نہیں بلکہ صعوبت وعسرت۔ دولت نہیں بلکہ مفلسی تنگ دستی اُن طبیعتوں کی
... حرک استقلال کے لئے ہوتی ہیں کہ جو مضبوط اور صحیح ہوں وہ انکی مستعدی کو بیدار
... تی ہیں اور ان کی خصلت کو منکشف کرتی ہیں بعض آدمیوں کے سامنے جب کوئی
... حت و مصیبت و مشکل پیش آتی ہی تو اُس وقت وہ اپنی خصلت و ذہانت کا زور
دکھاتے ہیں اور اس مشکل کا سہل کرنا اُن کی آیندہ ترقی کا زیادہ محرک ہوتا ہی۔
... یال کرنا بڑی غلطی ہی کہ کامیابی سے آدمی کامراں ہوتے ہیں بلکہ اکثر وہ ناکامیوں
... بب سے کامراں ہوتے ہیں معاملات دنیا کی برتاؤ کی ناکامیوں کے یادوں سے
... یوں کے تجربہ زیادہ مرتب ہوتے ہیں یہی ناکامیاں عقلمندوں میں عمدہ
... اموں اچھے منصوبوں و تدبیروں و نفس کشیوں کی محرک ہوتی ہیں اور آیندہ
ناکامیوں سے بچاتی ہیں کسی سفیر سے پوچھو تو وہ بتلائیگا کہ مجھی فن سفارت میں
... رت بدلسبب ناکامیوں کے زیادہ تر جوڑ توڑ وں شکستوں ضدوں وغل
... حاصل ہوئی ہے ... مجھے بتا تعلم و تادیب کرتی ہیں اور بتلاتی ہیں کیا کرنا
... ئیے اور کیا نہ کرنا چاہئے
... دمی اپنے دل میں ٹھان لے ضرورت سب سے زیادہ سفارت میں پڑتی ہی
... ئے محرومی مقاصد کا مقابلہ جب تک

باب دوازدہم

ناکام رہنے کے سبق

کیے جائیں گے کہ کامیاب ہونگے۔ ان کا ناکام رہنا ان کی مستعدی کو زیادہ کرتا اور
نئی کوششوں پر آمادہ کرتا ہے بعض اوقات ناکام رہنے سے آدمی اپنے مقصد کو بدل
ڈالتا ہے اور جانتا ہے کہ جو کام میں نے اختیار کیا تھا اُس کی لیاقت مجھ میں نہیں ہے
بعض طلبہ امتحانوں میں ناکام رہنے سے اپنے ارادوں کو بدل ڈالتے ہیں وکالت
ارادہ تھا۔ مگر امتحان میں ناکام رہنے نے بتلایا کہ قانون دانی کی لیاقت ان کے ذہن
میں نہیں ہے۔ اس طرح کاموں کے بدلنے سے کوئی نہ کوئی کام اُن کو ایسا مل جاتا ہے
جس کے وہ لائق ہوتے ہیں۔

زمانہ بڑا منتقم ہے ستمگاروں اور ستم رسیدوں کے درجوں کو بدل دیتا ہے
ستم رسیدہ کو بزرگ بنا دیتا ہے اور ستمگار کو بدنام کر دیتا ہے جب کوئی ستمگار کسی
نامور جلیل القدر پر ستم کرتا ہے تو اس ستم کے سبب سے اُس کا نام بھی یادگار روزگار
ہے اگر یزید حضرت امام حسین علیہ السلام پر ستم نہ کرتا تو کوئی اُس کا نام بھی
نہیں رکھتا اس امام کی بدولت اس کا نام بھی دنیا میں مشہور ہوگیا۔

وفنون و علم و حکمت کے شہیدوں نے بڑے بڑے کام اپنی سخت مصیبت کی
حالتوں میں کئے ہیں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں جو اب تک ساری دنیا کو
پہنچاتی ہیں۔

اکثر عالم خلوت گزین اس سبب سے ہوئے ہیں کہ وہ بڑی لیاقت اور قابلیت کی کتا
تحریر کریں خلوت نشینی روحانی کمالات کے لئے جذبات انسانی کا بڑی مر
ہے۔ اسمیں روح اپنے سے آپ خوب گفتگو کرتی ہے اعلیٰ طبیعت و تربیت و خصلت بلندی کو تشدید کر
ہے۔ خلوت نشینی کا فائدہ مند ہونا اسی پاک دل کو اور زیادہ پاک کر دیتی ہے
پر موقوف ہے جو عالی طبع طبیعت کو اور زیادہ سخت رنجیدہ کر دیتی ہے
اور جو ذکی الطبع ہیں ان کو